

تاریخ مختصوف

193

سرور خواجہ سعید زکریا

عبدالصمد صاوم الازهری

ادارہ علمیہ و صحیفی برام روڈ، نئی انارکلی لاہور

جملہ حقوق محفوظ

ناشر - ادارہ علمیہ و صنعتی رام روڈ نئی انارکلی لاہور

باہتمام - مولوی محمد یعقوب خاں ڈیرہ میمنجر ادارہ

بار اول - ۱۹۶۹ء ایک ہزار

کاتب: محمد صدیق اندرون بھائی گیٹ لاہور

مطبع نقوش پریس لاہور

قیمت دس روپے

۱۹۶۹

ع ۲۰

24883

c/3

DATA

عرض

۱۹۶۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمنا تھی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے تاریخِ قرآن، تاریخ، تفسیر اور تاریخِ حدیث وغیرہ مرتب کرادی، تاریخِ تصوف بھی میرے ہاتھوں تکمیل کو پہنچ جائے تاکہ علومِ دینیہ کی یہ کڑی بھی میرے قلم سے مرتب ہو جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے یہ کام مجھ سے سرائیجام کرادیا، دعا ہے کہ اللہ نے جیسے میری مذکورہ بالا کتابوں کو قبولیت عطا فرمائی ہے اسے بھی مقبول بنا دے۔ آمین

میں نے تصانیفِ مذکورۃ الصدر کی طرح اس تالیف کو بھی تعصب سے بالاتر ہو کر لکھا ہے جو بات صحیح معلوم ہوئی لکھ دی باقی اللہ بہتر جانتا ہے

صارم
جون سنہ ۱۴۱۹ھ

فہرست ابواب و عنوانات کتاب تاریخ التصوف

صفحہ	الباب الاول في التاريخ	الباب الثاني في المكتب
۲۴۳	عنوان	تصوف کی کتابیں
۲۴۴	۶	تصوف کی زبان کا لفظ ہے اور اس کے کیا معنی ہیں
۲۴۵	۱۰	صوفی لفظ اسلام میں کیا آیا اور یہیوں آیا
۲۴۶	۱۰	اسلام میں پہلے صوفی کس کا لقب ہوا
۲۴۷	۱۰	تصوف کی تعریف بزرگان
۲۴۸	۱۰	مقدمہ میں کئی اقوال سے
۲۴۹	۱۰	نشست
۲۵۰	۱۰	تصوف عہد اسلام
۲۵۱	۱۰	قرن اول
۲۵۲	۱۰	عہد رسالت
۲۵۳	۲۶	عہد خلافت راشدہ میں
۲۵۴	۲۸	تصوف عہد خلافت دوم
۲۵۵	۲۹	تصوف عہد خلافت سوم میں
۲۵۶	۳۰	تصوف عہد خلافت چہارم
۲۵۷	۳۱	تصوف عہد خلافت پنجم
۲۵۸	۳۲	تصوف قرآن میں
۲۵۹	۳۵	تصوف قرآن ثالث میں
۲۶۰	۳۶	تصوف قرآن ملاحک میں
۲۶۱	۳۷	بعض صوفیوں کی حدیثیں
۲۶۲	۳۸	حدیث کا ذکر
۲۶۳	۳۹	صوفی کی تعریف
۲۶۴	۴۰	بزرگان متقدمین کے اقوال سے
۲۶۵	۴۱	منہج
۲۶۶	۴۲	منہج

۳۷۴	مرشد	۳۷۴	سجادہ لغینی	۳۰۰	بزرگوں کے مراسم
"	مروجہ تصوف	۳۷۵	سجدہ تعظیمی	۳۰۱	بعثت
۳۷۶	مشابہت	۳۷۵	سفید شیطان	۳۰۲	باپچولہ میر
۳۷۷	معرفت و عارف	۳۷۶	سکوت	۳۰۳	قبولہ میر
۳۸۰	معصوم	"	سماع موقی	"	تخلیہ تخلیہ تجلیہ
"	ندا	"	سہال	"	محریت سریدہ
"	نسبت	۳۷۷	سیاحت	"	محرک اعمال صالحہ
"	زکاج	"	قرب قدر	۳۰۴	محرک دنیا
۳۸۱	وحدۃ الوجود	"	شجرہ	۳۰۵	تسمیع
۳۸۲	وحدة الشہود	۳۷۸	شریعت و طریقت	۳۰۶	تشیع
۳۸۸	ولایت و شریعت	۳۷۹	حقیقت	۳۰۸	تشیع
"	ولایت و شریعت	۳۸۰	فقاہت	"	تقیہ
"	نظر عشق کی نسبتیں	"	صحبت	"	تعظیم تبرکات
"	ولی کی شناخت	۳۸۱	صدقہ	"	ملاوت قرآن
۳۸۹	سند کے صوفیوں کے	"	صوفیوں کا لباس	۳۰۹	توحید
"	کے مراسم	۳۸۲	صوفیوں کی نسبتیں	"	توحید
۳۹۱	مصنف	۳۸۳	ضرر	۳۱۰	توحید
	قصائید صائم ۲۹۳	۳۸۴	ظاہر و باطن	۳۱۲	توحید
		۳۸۵	عشق	۳۱۳	توحید
		۳۸۶	عقد انامل	۳۱۵	چار ضرب
		"	علم باطن	"	حصول مقامات
		۳۸۷	علم	"	حلول و اتحاد
		۳۸۸	علمیات	۳۱۷	خانقاہ
		۳۸۹	غیر مسلم فقراء	۳۱۹	خرقہ
		۳۹۰	فقیر و فقر	۳۲۱	خطاب
		"	فنا	"	خلافت
		۳۹۱	قبولہ	۳۲۳	خواجه
		۳۹۲	قدیم موسی	۳۲۴	درجات اولیاء
		۳۹۳	قرون ثلاثہ	۳۲۶	دست بوسی
		۳۹۴	کسب	"	دعا
		۳۹۵	کشف کرامات	۳۲۷	راز الہی
		۳۹۶	مال	۳۲۸	رنگ
		"	مجدد	۳۲۹	ریا
		"	مدعی	"	نادر و زہد
		۳۹۷	مزاہب عالم اور	۳۳۱	زہد
		۳۹۸	تصوف	۳۳۲	سالک مجذوب
				۳۳۳	سالک مجذوب و
					مجنون سالک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الباب الاول فی التبیان

”تصوّف کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؟“

ماہرین و مؤرخین السنہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دنیا کی ہر زبان کے قواعد و لغات زبان کے محدود ہونے سے عرصہ دراز کے بعد رفتہ رفتہ معین و موقن ہوتے ہیں۔

یہ امر بھی مسلم ہے کہ ہر زبان میں کچھ ایسے الفاظ بھی ہیں جو اہل لغت کی لغتوں سے بچ گئے ہیں اور بعض ایسے الفاظ بھی ہیں جو قواعد کے حدود سے باہر ہیں۔

عربی زبان کے متعلق اکثر علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ دنیا کی سب سے پہلی زبان ہے اور ائمہ السنہ کے لیکن عربی قواعد کے متعلق مؤرخین کا خیال ہے کہ ابوالاسود المتوفی ۱۰۰ھ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے مرتب کئے۔ گویا یہ دنیا کی سب سے پہلی خدا کی عطا کردہ تمام زبانوں کی ماں ہزاروں برس تک بغیر تدوین قواعد لغت کے نوع انسانی کے کلم اتی رہی مسلم اور غیر مسلم تمام محققین نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ عربی نہایت وسیع زبان ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

عربی زبان میں ایسی وسعت ہے کہ اس کا احاطہ بنی کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ ڈاکٹر بیان نے تمدن عرب میں لکھا ہے۔

”عربی زبان میں بے انتہا وسعت ہے“ اس بیان پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اگر کوئی لفظ عربی زبان میں رائج ہو یا عربی الفاظ کا ہم شکل ہو لیکن صرف و نحو اور قواعد کی میزان میں پورا نہ آتا ہو تو بغیر کسی قطعی ثبوت کے اس کو عربی زبان سے خارج نہیں سمجھا جاسکتا۔
تصوّف: یہ لفظ قرآن مجید میں نہیں آیا نہ صحیح حدیثوں میں اس کا پتہ چلتا ہے لیکن ایسی حدیثوں میں یہ لفظ ضرور ہے جن کی صحت پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔

من سمع صوت التصوف

قلہ بعد من علی وعادلہم کتب عند اللہ من العافلین۔

اگرچہ حدیث موضوع ہے تو بہر حال قرن ثانی میں وضع کی گئی ہوگی کیونکہ مسلمان زمار و عباد کے

عند کشف المحجوب مصنف علی ہجویری: مبراد ۲ زبان و قلم صفحہ ۸۲ جمیع برقی پریس دہلی ۱۹۳۲ء مصنفہ صادم

میں صوفی کا لفظ اسی قرن سے شروع ہوتا ہے

تصوف کے معنی بہت سے بیان کئے گئے ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کا نام تصوف ہے۔ اور احسان کا نام تصوف ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں تحریر فرمایا ہے

بعد فقہ اعظم علوم علم احسان (تصوف) است۔ اعنی آنچه امروز باسم علم سلوک مسمی شود و قوت انقلب و احیاء العلوم در ان مصنف شدہ است۔ اسلئے یہ ثابت ہے کہ یہ عربی لفظ ہے اور یہ اس علم کا نام ہے جو آدمی کو زہد کی تعلیم دیتا ہے۔
صوفی کس زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کے کیا معنی ہیں صوفی کے متعلق بہت کچھ اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ اصحاب صفہ کی نسبت سے ہے اور عربی لفظ ہے۔

اصحاب صفہ وہ صحابی کہلاتے تھے جو مسجد نبوی میں رات دن ایک جوترو پر رہتے تھے اور ریاضت و عبادت و تعلیم میں مشغول رہتے تھے یہ لوگ جہاد کے سوا کہیں نہ جاتے تھے۔
لیکن لغوی اعتبار سے صفہ سے صفوی ہونا چاہیے تھا۔ نہ کہ صوفی۔ بعض کا قول ہے کہ صف سے ہے جو کہ قرب الہی میں سب سے اول صف میں ہیں۔ اس لئے اس لقب سے ملقب ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ اصل میں صفوی تھا۔ کثرت استعمال سے صوفی ہو گیا۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ چونکہ صوفیہ صوف پہنتے تھے اس لئے صوفی کہلائے یہ خیال اسلئے صحیح نہیں کہ صوفیائے کرام کے یہاں صوف پہننا لازمی نہیں ہے امام الصوفیہ امام قشیری رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں ”پیش مینہ پہننا اس فرقے کی خصوصیت نہیں“ بعض نے کہا ہے کہ یہ اصل میں یونانی لفظ ہے (صوف) سے بنا ہے جو بمعنی حکمت ہے۔ چونکہ صوفیاء میں اشراقی حکماء کا سا اندازہ پایا جاتا تھا اسلئے یہ صوفی مشہور ہو گئے۔ اور اہل عرب (سکھوس) سے لکھنے لگے۔ میرے نزدیک یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ہماری سے حضرات صوفیائے کرام میں ہرگز اشراقی حکماء کا سا اندازہ نہ ملا ان کو اشراقی حکماء کے طور پر طریق سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ کیونکہ حقائق اشیاء کو جاننے کی چار گروہ تھیں

۱۔ صوفی۔ یہ نوریت، اتباع رسول، ریاضات و عبادت و عقل سلیم سے دیکھتا ہے۔ اس کے نامی انبیاء عظیم السلام ہیں۔ ان کی ترقی کی کوئی حد نہیں ہے۔

(۲) اشراقی۔ ذاتی کشف و علم و عقل پر مبنی ہے اس کا بانی افلاطون تھا سوارخ زور یہ ہے۔

اگے ان کی ترقی نہیں ہے۔

۳۱ منکھ ہیں۔ یہ فرقہ علم دین و منطق پر اعتماد کرتا ہے اس کے بانی علمائے منطق ہیں۔
۳۲ منشائین۔ عام علوم و عقل پر مدار رکھتے ہیں ان کا طریقہ قیاس و استدلال و مستقران کلمانی
ارسطی ہے۔ اس تفصیل پر نظر کرنے سے آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے کہ صوفی اور
اشراقی میں عظیم الشان فرق ہے بعض نے لکھا ہے کہ صوفی آل صوف کی طرف منسوب ہے
عہد جاہلیت میں ایک گروہ تھا جو ترک دنیا کر کے عبادت کرتا اور خانہ کعبہ کی خدمت کرتا
فتح اسلام کے بعد اس گروہ کا خاتمہ ہو گیا۔

کتاب اللمع میں ہے کہ قبل از اسلام ایک صوفی مکہ میں طواف کعبہ کیلئے آیا کرتا تھا۔
کتاب اخبار مکہ میں ہے کہ لفظ صوفی عرب میں اسلام سے پہلے سے رائج تھا۔ بعض نے
لکھا ہے کہ عرب میں گھاس ہوتی ہے اس کو صوفانہ کہتے ہیں چونکہ زمانہ جاہلیت میں مسلمان اور
درویش جو بھگلوں میں رہتے تھے وہ اس کو کھاتے تھے اس لئے ان کو صوفی کہا جاتا تھا۔ بعض نے
لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر کسی کے اولاد نہ ہوتی تھی یا زندہ نہ رہتی تھی تو
وہ منت ماننا کہ اب جو بچہ پیدا ہوگا اس کو کعبہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جائے گا۔ جب
بچہ پیدا ہوتا تھا اس کے سر پر آوا لگا کر اس کو کعبہ میں رکھ دیتے تھے۔ مجاہد بن جبر کہے ہیں کہ اس کی پرورش
کرتے تھے قبل از اسلام ایک عورت نے بھی مکتبہ مانی تو اس کے بچہ کا پیدا ہونا تو اس کا نام غوث
بن مرہ بن ادبن طابخہ رکھا گیا چونکہ حسب دستور اس کے سر پر آوا لگائی گئی تھی اس لئے اس
کا لقب وقف ہوا۔ اس کی اولاد آل صوف کے لقب سے مشہور ہوئی۔ یہ واقعہ تھوڑی سی
گاہ ہے۔ لیکن صوفی کی نسبت آل صوف سے کرنا بدئے قواعد کچھ صحیح نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ صوفی
صوفۃ القضا کی طرف منسوب ہے۔ سر کے پچھلے حصہ (گدی) کے بالوں کو صوفۃ القضا کہتے
ہیں۔ اگر کسی شخص کے گدی کے بال پکڑ لئے جائیں تو وہ مجبور اور بے بس ہو جاتا ہے چونکہ صوفی
عبادت الہی پر مجبور ہے اس لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کو گدی کے بال پکڑ کر مجبور کیا گیا ہے اور
خدا کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صفاء سے
مشتق ہے۔ میرے نزدیک یہ رائے صحیح ہے اگرچہ قاعدہ کے خلاف ہے۔ چونکہ صوفی صفائی
ظاہر و باطن سے اہل راستہ ہوتا ہے اس لئے یہی مناسب حال ہے اور یہ لفظ بھی نہیں قدیم
الفاظ میں سے ہے خواہ اس کی تدوین سے پہلے رائج ہو چکے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے

فتاوائے حلیہ میں لکھا ہے جو خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ اور غفلت سے اپنے قلب کی محافظت کرے۔ اس کا نام صوفی رکھا گیا۔ یہ امر قبل دو سال ہجری کے واقع ہوا۔

مولوی عبدالسلام ندوی نے لکھا ہے۔ اسلام میں تصوف ایک نوزائیدہ لفظ ہے۔ اور صوفی کا لقب اہل بعدا کی ایجاد ہے۔ قرونِ ثلاثہ میں اسلام کے قدیم زمانے میں جو چیز رائج ہو اس کو نوزائیدہ نہیں کہا جاسکتا۔ ایک حدیث سے تصوف کا لفظ پیش کیا جا چکا ہے۔ کتاب اللہ میں ہے قبل از اسلام ایک صوفی کہیں آیا کرتا تھا کہ کتاب اخبار مکہ میں ہے کہ لفظ صوفی عرب میں اسلام سے پہلے رائج تھا، حافظ ابن حجر کا قول پہلے نقل کیا جا چکا ہے کتاب تصوف اسلام میں صفحہ ۳۲ پر حضرت امام حسن بصری کا قول نقل کیا گیا ہے کہ میں نے ایک صوفی کو طواف کرتے دیکھا۔ امام حسن بصری نے قرن اول کے آخر سنہ ۱۱۷ میں وفات پائی۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ صوفی کا لفظ امام حسن بصری اور امام سفیان ثوری کے اقوال میں ہے۔ ڈاکٹر زبید احمد ایم۔ ایسے پیکر عربی فارسی الہ آباد یونیورسٹی نے لکھا ہے یہ لفظ تصوف (حسن بصری المتوفی سنہ ۱۱۷ کے زمانہ میں رائج ہو چکا تھا۔ کیونکہ ان کے اور سفیان ثوری کے اقوال میں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے امام سفیان ثوری سنہ ۱۱۷ میں وفات پائی پس یہ ثابت ہے کہ یہ لفظ عرب میں قبل از اسلام موجود تھا۔ اور مسلمانوں میں قرن اول سے رائج تھا۔ اس لئے اس کو نوزائیدہ کہنا صحیح نہیں۔

علامہ لطفی جمہ مصری نے اپنی کتاب فلاسفۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ صوفی یونانی کا ترجمہ ہے سے مشتق ہے جس کے معنی حکمت الہی کے ہیں صوفیائے کرام نے اس علم کا اظہار اس وقت تک نہیں کیا اور نہ خود کو اس صفت سے متصف کیا۔ جب تک کہ یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں نہ ہو چکا تھا علامہ تصوف کا یہ خیال صحیح نہیں۔ یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ ابوالشام کہ سنہ ۱۱۷ صوفی مشہور تھے جب تک کہ انہوں نے مسائل تصوف کا اظہار نہ کیا ہو گا اس وقت تک اس لقب سے کیونکر شہرت پائی ہوگی۔ تصانیف تصوف میں امام حسن بصری کے رسالہ اخلاص کا یہی نام ہے۔ یہ تصوف اور صوفی کا لقب دوسری صدی ہجری کے راجع اولیٰ رائج ہوا اور صوفی کا لفظ عربی ہے جس کو ہم ثابت کر چکے ہیں اس لئے اس کو کسی یونانی زبان سے مشتق سمجھنا اور صوفیانہ خیالات کو یونانی تصوف سے ماخوذ سمجھنا غلط ہے۔ اسی زمانے تک یعنی دوسری صدی ہجری کے راجع اول تک کسی یونانی کتاب کا ترجمہ نہیں ہوا تھا عہد عباسیہ میں تراجم کی کثرت ہوئی جن کتابوں کا ترجمہ ہوا ان کی فہرستیں مرقوم ہیں ان میں کوئی بھی تصوف کی کتاب نہیں ہے۔

معارف ابراہیل سنہ ۱۱۷۰ء۔ خلیفہ منصور ہانی بغداد سنہ ۱۱۷۰ء میں تخت نشین ہوا۔

صوفی کا لفظ اسلام میں کب آیا اور کیوں گرا یا ۹

صحابہ کے بعد تابعین میں صحابہ جیسی جامع ہستیاں کم تھیں اسلئے اکثر علماء و صاہلین نے خدمت دین کے لئے ایک ایک شعبہ کو اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ اور وہ اپنے فن کی نسبت ہی سے لقب تھے۔ ایک گروہ حدیث کی تعلیم دیتا تھا یہ محدثین کہلاتے جاتے تھے۔ قرآن کریم کی تعلیم دینے والے قراء تفسیر کا شغل رکھنے والے مفسرین، مسائل کے استنباط کرنے والے فقہاء مشہور تھے۔ ایک گروہ ایسا تھا جو ریاضت و عبادت میں نگار ہوتا تھا۔ اور ارکان اسلام و حسن اخلاق و خدمت خلق کی عمل تعلیم دیتا تھا۔ لوگ زیادہ زیادہ عباد و عبادت گزار، نساک و نفس کش، بکا یکن (کثیر الیکہ) وغیرہ تھے۔ مشہور تھے جب گمراہ فرقے پیدا ہوئے اور انہوں نے تحریف و تبلیغ شروع کی اور ریاضت شناس کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا تو انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ زیادہ عبادت میں۔ اسی حق نے تبلیغ سے بچنے کیلئے اپنے زیادہ کو صوفی کہنا شروع کر دیا۔ یہ لقب قرن اول میں دو ایک بزرگوں کو دیا گیا۔ مگر کثرت کے ساتھ سلسلہ چھری سے اس کو اہل بغداد نے زیادہ واپس حق کیلئے استعمال کیا۔ چنانچہ امام قشیری نے لکھا ہے

”پہلے بزرگ عبادت گزار لوگ نہاد و عباد کہلاتے جاتے تھے۔ جب گمراہ فرقے والوں نے اس لقب کو اختیار کیا تو اہل حق نے اپنے بزرگوں کو صوفی کہنا شروع کر دیا۔“

عہد اسلام میں سب سے پہلے صوفی کے لقب سے کون ملقب ہوا

مؤرخین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے ابو ہاشم کوئی المتوفی سلسلہ صوفی مشہور ہوئے۔ بعض نے لکھا کہ عمار بن حیان کو سب سے پہلے یہ لقب دیا گیا یہ دونوں بزرگ ہم عصر تھے۔ لیکن امام حسن بصری نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک صوفی کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اس صورت میں اگر ابو ہاشم یا عمار کی عمر سو برس ہوئی ہو تو ممکن ہے کہ انہیں دونوں میں سے کوئی ہو۔ ورنہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان سے پہلے یہ لقب کسی اور بزرگ کا بھی تھا

تصوف کی تعریف

کسی چیز کی تاریخ تلاش کرنے سے پہلے اس کی تعریف کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ میں نے تصوف اور صوفی کی تعریف معلوم کرنے کیلئے بزرگان متقاہین اور اولیائے کرام اور صاحب تصانیف صوفیاء اور بزرگان سلاسل کے ملفوظات و اقوال، تذکرۃ الاولیاء مصنف شیخ فرید الدین

عطار و عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی و سفینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ دارا شکوہ
سے نقل کئے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کسی دوسری کتاب سے کچھ لیا ہے تو حوالہ لکھ دیا ہے ترقیب
باعتبار سن وفات قائم کی ہے ہر نام کے ساتھ سن وفات لکھ دیا ہے۔

خواجہ شیخ معروف کسنی شہ

تصوف حقائق کا حصول اور خلائی کے ال و متاع سے یاس ہے۔ تصوف ایک ایسا اسم ہے

فقر و زہد کے معانی حاصل ہیں

خواجہ ذوالنون مصری شہ ظاہری افعال کو گناہوں سے اور باطنی حالت میں

فصول کام سے رہنے کو آلودہ نہ کرنا۔ اور خداوند کریم کے احکام کے مطابق مستقل رہنے کا نام تصوف ہے

خواجہ شیخ ابوسلیمان دارمی شہ تصوف یہ ہے کہ آدمی پر جو کچھ بھی گنہ سے اسے خدا

کی طرف سے جانے اور خدا کے ساتھ اس طرح رہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ جانے۔

خواجہ ابراہیم سمان سمرقندی شہ مصر خواجہ فتح موصلی المتونی شہ تصوف یہ ہے کہ تو اپنے

آپ کو پہچانے۔

خواجہ مدنی سقطی شہ تصوف تین معنی کا نام ہے ایک یہ کہ اس کی معرفت فہم و ریغ کو نہ

بجھائے۔ دوسرے علم باطن کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے کتاب ظاہر کا نقص لازم آتا ہے

تیسرے وہ کام کرے کہ لوگ حرام سے محفوظ رہیں۔

خواجہ بابیند بسطامی شہ اپنے اوپر آسائش کا دروازہ بند کرنا اور محنت اختیار کرنا تصوف ہے

خواجہ ابو حفص حقاہ شہ تصوف سراسر ادب ہے

خواجہ سہیل بن عبد اللہ تستری شہ تصوف کم کھانا اور حق تعالیٰ کے ساتھ آرام پانا ہے

خواجہ ابوسعید خراسانی شہ اپنے غلام سے غنا اس کے الوار سے بہرہ ور اور اس کے ذکر سے بہرہ ور

رہنا تصوف ہے

خواجہ شیخ ابوالحسن ذری شہ تصوف نہ رسوم میں نہ علوم میں نیکی اخلاق میں ہے۔ اگر رسم

مروتا تو کوشش نہ کر سکتے۔ اگر علم ہوتا تو سیکھ کر حاصل کر سکتے بلکہ مخلوق باخلاق اللہ ہے یعنی خدا کے

سے اخلاق اختیار کرو۔ تصوف آواز اوی جو انمردی اور ترک کلمت ہے۔ تصوف نفس کے حصوں کو

ترک کرنا حق کے حصے کے واسطے اور دشمنی دینا سے دوستی مولیٰ سے۔

خواجہ جنید بغدادی شہ پاک کرنا دل کا مراجعت خلق سے دور کرنا طبعی اخلق کو دنا

سے صفات بشریت کو نفسانی خواہشات سے دور رکھنا پیرا ہونا صفات روحانی کا ارتقا کرنا
 علوم حقیقی کی طرف، عمل میں لانا ان چیزوں کا جو تا ابد کام آئیں، نصیحت کرنی خلائق کو باوقار رہنا ^{حقیقت}
 حال پر اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصوف سے، ہمارا یہ علم کتاب و سنت کا پابند ہے جس
 نے قرآن نہیں پڑھا اور حدیث نہیں سیکھی اس کو اس علم میں گفتگو کرنی مناسب نہیں و رسالہ فی السماع و الارض ^{۹۵}
 خواجہ سمعون بن جب ^{۳۰۹} تصوف یہ ہے کہ نہ لو کسی چیز کے قبضہ میں ہو، اور نہ کوئی چیز تیسرے قبضہ میں ہو
 خواجہ غشادہ بخاری ^{۳۱۰} اسرار کی صفائی اسرار شریعت میں مغالطہ نہ کھانا، راہی بر رضاء رہنا
 تصوف ہے۔ و انانی بتلانا۔ اور نازانستگی اختیار کرنا، تاکہ خلق کو معلوم نہ ہو جائے، اور نکتے کاموں سے
 دست بردار ہونا یہ بھی داخل تصوف ہے۔ تصوف حقائق اسرار میں سے ہے اور اس پر عمل کرنا رضائے
 جبار ہے اور لوگوں کے ساتھ محبت رکھنا۔

خواجہ محمد ادریس ^{۳۱۱} تصوف افعال پر ثابت قدم رہنا ہے تصوف نفس کا اللہ کے ساتھ
 اس کی مرضی پر چھوڑ دینا ہے۔

خواجہ ابو عبد اللہ جلد ^{۳۱۲} تصوف ایک فقر ہے جو اسباب سے مجرور ہے اور افعال پر
 پر ثابت قدم رہنا بھی داخل تصوف ہے۔

خواجہ ابوالحسن یوسفی ^{۳۱۳} تصوف نام ہے کوتاہی عملی اور دائمی عمل کا۔ زہد تصوف ہے
 خواجہ ابو محمد البحریری ^{۳۱۴} تصوف ہر رنگ خصلت سے مزین ہونا اور تمام بری باتوں سے
 دل کا خالی ہونا ہے۔

خواجہ ابو علی قزوینی۔ تصوف پسندیدہ اخلاق کا نام ہے۔

خواجہ محمد بن القصاب۔ تصوف اخلاق حسنہ کا نام ہے۔

خواجہ ابوبکر کتانی ^{۳۱۵} خلق میں جس کا جتنا زیادہ اچھا خلق ہے اتنا ہی اسی کو تصوف حاصل ہے

خواجہ ابو علی بن محمد الرودباری ^{۳۱۶} تصوف یہ ہے کہ صوفی صوف پہلے نفس کو جفاؤں و بلاؤں

کا مزہ چکھائے دنیا کو بیچ سمجھے۔ طریقہ سفت پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرے۔

خواجہ شبلی ^{۳۱۷} تصوف ضبط حواس کا، تصوف ضبط قوای اور مراعات

انفاس ہے۔

خواجہ ابو محمد زرقانی ^{۳۱۸} تصوف حسن خلق ہے۔

خواجہ ابو عمر نجیل ^{۳۱۹} اسروہی پر صبر کرنا تصوف

خواجہ ابوالعباس نہادندی ^{۳۷۰ھ}۔ ہنزہ فقہ اول تصوف ہے۔ اپنے حال کو پوشیدہ رکھتا اور اپنے مرتبہ اور عزت کو مسلمان بھائی پر اِثتار کر دیتا تصوف ہے
 خواجہ ابوالعثمان سعید ابن سلام ^{۳۷۳ھ}۔ قطع علاقہ، ترک خلائق، اتعال بحقائق تصوف ہے۔
 خواجہ ابوالحسن علی بن ابراہیم الحضرمی ^{۳۹۱ھ}۔ تصوف دل کی صفائی ہے۔ کمورت و مخالفت سے۔
 خواجہ ابوسعید ابوالخیر ^{۳۹۵ھ}۔ پر سبند تصوف چیت۔ گفت آنچہ در سرور دالہی و آنچہ در کف باشد بد ہی و از آنچہ بد تو آید نہ چہی و نصیحت الانس
 شیخ اسماعیل بن نجیب۔ امر و نہی پر صبر کرنا تصوف ہے
 امام الصوفیاء امام ابوالقاسم قشیری ^{۴۶۵ھ}۔ ہمارا طریقہ کتاب الہی اور سنت رسول کی پابندی ہے (رسالہ قشیریہ)

امام غزالی۔ میں جب صوفیوں کے طریقہ کی طرف متوجہ ہوا، تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ان کے علم کا حاصل نفس کی گھائیوں کو قطع کرنا، خلائق اور صفات خبیثہ سے پاک اور منزہ ہونا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے اور اس کو ذکر الہی سے آراستہ کیا جائے (المنقذ من الضلال للغزالی)

حضرت غوث الاعظم ^{۵۶۱ھ}۔ تصوف کی بنیاد ان آٹھ چیزوں پر ہے۔ سخاوت ابراہیم رضائے اسحاق، صبر الیاس، مناجات زکریا، عزبت یحییٰ، خرقہ پوشی موسیٰ، سیاحت و تجرید عیسیٰ، اور فقیر محمد و فتوح الغیب)

خواجہ شہاب الدین سہروردی ^{۶۳۲ھ}۔ خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان تمام بیانات کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تصوف نام ہے قولاً و فعلاً و حالاً ہر حیثیت سے اتباع رسول کا، (تصوف اسلام) تصوف کل صدق ہے اور کل جود ہے۔ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ تصوف سراسر جود ہے اس میں کوئی چیز بدل و بے ہودگی کی نہ ملو۔

امام الصوفیہ امام عبدالرباب شعرانی ^{۹۷۳ھ}۔ صوفیوں کا طریقہ کتاب و سنت کے موافق ہے جو ان کے مخالف ہو براہ راست سے دور ہے (انوار القدسیہ)

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں جو ^{۸۹۹ھ} کی تعلیف ہے تصوف کے متعلق لکھا ہے:

تصوف۔ یہ فن دینی ہے جو بعد میں جاری کیا گیا ہے مگر اس کی اصل ابتدائے زمانہ دین

ہی سے ہے کیونکہ نام ہے عبادت و ذکر و شغل میں لگے رہنے کا۔ برائیوں سے بچنے کا اور خلوت
گزینی کا۔ اور یہ تمام باتیں صحیفہ میں تھیں۔ مگر جب دوسرے قرن میں لوگ دنیا کی طرف بہت مائل
ہونے لگے تو جو لوگ عبادت وغیرہ میں مشغول تھے ان کا نام صوفی ہو گیا۔

اولیائے کرام میں سے ان بزرگوں کے اقوال نقل کئے ہیں جو تمام سلاسل طریقت کے پیشوا
ہیں۔ ان تمام اقوال پر نظر کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تصوف نام ہے

اخلاص سے خدا کی عبادت کرنا، خلق کی خدمت کرنا، اخلاقِ حسنہ کے ساتھ دنیا میں باعزت
زندگی بسر کرنا، بندگانِ خدا کی ظاہری باطنی ترقی کی طرف رہنمائی کرنا، تمام اخلاقِ ذمہ اور عیب
و تیا وغیرہ سے پاک رہنا۔ حسن اخلاق کا مفہوم علمِ طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آدمی میں مروت

سخاوت و حلم وغیرہ صفات ہوں اور خندہ پیشانی سے پیش آتا ہو۔ بلاشبہ یہ اوصاف حسن اخلاق سے
ہیں انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین صادقین و اولیائے کبار کے حالات و اقوال کے مطالعہ سے

معلوم ہوتا ہے کہ حسن اخلاق کے یہ معنی ہیں کہ خداوند کریم نے جس قدر ترقی اور ترقیوں انسان کو دی ہیں،
ان کو رضائے الہی کے موافق خدمتِ خلق میں اخلاص کے ساتھ صرف کرے۔ عقل و کلام و شنی میں علوم و وظائف
اشیاء پر غور کر کے مخلوق کی فائدہ رسانی کی صورتیں پیدا کرے اور اپنی تمام قوتوں کو بر محل صرف کرے۔

غلامِ دستگیر ایم۔ اے لکھتے ہیں۔ مسلکِ تصوف کی بنیاد اور حقیقت کے متعلق مختلف قسم کی

غلط فہمیاں اور غلط بیاباں امتداد زمانہ سے پیدا ہوئیں۔ مستند اصحاب طریقت اور اربابِ معرفت میں
پر متفق ہیں کہ تصوف اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کیا جائے۔ یعنی اپنے
آپ کو ظاہر و باطن میں آپ کریمہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مصداق بنایا جائے ایک غیر مسلم نے تصوف کی یہ
تعریف کی ہے

سب سے اعلیٰ اصول خودی اور خود غرضی کو ترک کرنا اس پر تصوفی پر لازم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کا
خیال بالکل بھول جائے اور خود اور خود بینی کو ترک کر کے تن میں دھن سے اپنے ہم جنسوں کی مدد اور مددگار
ہیں مستعد رہے۔

رسالہ تہیاء صوفی کا مصنف لکھتا ہے۔

تہیاء صوفی علمِ الہی یا علمِ روحانی کا درس نام ہے۔ تہیاء صوفی کل سوسائٹی اس انجمن کو کہتے ہیں۔
جس میں انسان دوست پرہیزگار لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اور جو علمِ روحانی پھیلانے میں امن قائم رکھتے

۱۹۱۲ء خلاصہ تہیاء صوفی صفحہ مؤلف میڈم ایچ بی پیلو کی ترجمہ اناس چند رہنما اس مطبوعہ نکلار
پریس لدھیانہ بار اول ۱۹۹۶ء رسالہ تہیاء صوفی کیا ہے صفحہ ۳۰ شائع کردہ انبارہ رائج تہیاء صوفی کل سوسائٹی

ہیں۔ بنی نوع انسان میں محبت اور ہمدردی بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ایسی تدبیر سوچتے ہیں جس سے انسانوں میں باہمی اختلاف، بغض و حسد اور کینہ وغیرہ خصائل نہ ہوں قطعی طور سے نابود ہو جائیں تاکہ ہر ایک انسان آسانی سے روحانی ترقی حاصل کر سکتے۔

غرض غیر مسلموں نے بھی تصوف کی وہی تعریف کی ہے جو سچا سچ بزرگوں کے اقوال سے ثابت

ہے۔

جب ہمیں تصوف کی تعریف معلوم ہو گئی تو اب یہ امر سب آسان ہے کہ ہم اس کی تاریخ معلوم کریں کہ یہ مسلک دنیا میں کب سے ہے اور اس پر آج تک کیا کیا دور گزرے ہیں عقل سلیم اس طرف مہری کرتی ہے کہ خداوند ذوالجلال نے اس مخلوق کو پیدا کر کے شریعہ قہار کی طرح نہ چھوڑ دیا ہوگا بلکہ اس کے زندگی بسر کرنے اور دنیا میں ظاہری و باطنی ترقی کرنے کیلئے اس کے واسطے کوئی قانون بنا کر بھی اس کے حوالہ کیا ہوگا۔

اس امر کے لئے کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں کہ اخلاق کی درستی کا سب سے بہتر ذریعہ قانون الہی ہی ہو سکتا ہے۔ اسلئے خداوند ذوالجلال نے جو قانون بھی عطا فرمایا ہوگا وہ اخلاق فاضلہ کا معیار و منبع ہوگا۔ وہی علین تصوف ہے اور اس قانون کے حامل و متبع صوفی ہیں یہ مسلم عقیدہ ہے کہ آدم علیہ السلام اول البشر ہیں اور وہی سب سے پہلے نبی ہیں اور خداوند ذوالجلال نے ان پر صحائف نازل فرمائے لہذا آدم علیہ السلام سب سے پہلے صوفی تھے۔ اور ان کے صحائف تصوف کی سب سے پہلی کتاب تھے خواجہ بھیجی تستری اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں

قاعدہ تصوف دیرینہ است و اعمال انبیاء و صدیقان بودہ است۔
حضرت خواجہ گیسو دراز فرماتے ہیں۔

»اس عالم میں سب سے پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام کی بھی یہی رائے ہے۔
»تمہیں صوفی اتنی ہی قایم ہے جتنی دنیا! حضرت آدم علیہ السلام پختہ ذوالجلال نے جو صحائف نازل فرمائے تھے ان میں وہ مستحکم و استوار تعلیم تھی کہ جب کبھی دنیا میں ان اصولوں کی پابندی کی گئی ظاہری و باطنی ترقی کی راہیں کھل گئیں۔ ان اصولوں میں آج تک تغیر کی ضرورت نہیں ہوئی۔

جب اولاد آدم کی مردم شماری بڑھ گئی تو مختلف طبائع اور مختلف خیال آدمی جمع ہو گئے بعض راستی پسند تھے اور بعض ایسے تھے کہ حب جاہ و حب دنیا نے ان کے قلوب و دماغ کو مکتوب یا گیسو الیہ جو ارجح الکلم و بیباچہ صفا انتظامی پر پیر جید را باد کن و رسالہ تمہا صوفی کہا ہے

کو مغلوب کر دیا تھا اور وہ اپنے مقصد و خواہشات کو ہر جائز و ناجائز طریقہ پر حاصل کرنا چاہتے تھے چونکہ قانون الہی ان کے راستہ میں حائل تھا۔ اسلئے انہوں نے قانون کی خلاف ورزی شروع کی اور اپنی منشاء کے موافق قانون میں تغیر و تبدل کر دیا۔ جب اس قسم کی شرارتوں نے زور پکڑا تو قدیم اصولوں کو رائج کرنے اور لوگوں کو براہ راست پر لانے کے لئے خداوند کریم نے انبیاء و رسل مبعوث کئے۔ ہر نبی اور رسول نے وہی اصول پیش کئے جو حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے تھے۔ اسلئے تمام انبیاء و رسل صوفی تھے۔ اور ان کی کتابیں تعلیم تصوف کی کتابیں تھیں جو لوگ ان پر ایمان لائے اور استقلال کے ساتھ ان قواعد پر عمل کیا وہ وہ بھی صوفی تھے۔

چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی حالت ایسی ناگفتہ بہ ہو گئی تھی کہ روئے زمین پر کوئی خدا کا نام لینے والا نہ رہا تھا۔ شر و فتن اور ظلم و ستم کا دور دورہ تھا۔ عصبیان و طغیان کا طوفان مہیا تھا۔ اور انبیاء کی تعلیم کو لوگوں نے مسخ کر دیا تھا۔ تو خداوند کریم کو اشرف المخلوقات کی اس زبوں حالی پر رحم آیا اور اس نے حضور ختم الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر اپنا کلام نازل فرمایا جس میں انسان کی اخلاقی اصلاح کے سبب سے اعلیٰ اور مستطی اصول ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے حالات پر غور کرتے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے کبیرتا خلق سے کنارہ کشی اختیار کی ہو۔ یا ایسی رہا غتیں کی ہوں جو نفس پر غیبت و ریحہ شاق ہوں اور جن سے اتلاف حقوق لازم آتا ہو وہ ہر وقت عبادت میں مشغول رہے۔ بلکہ ان کو سب سے زیادہ خیال اصلاح خلق کا تھا۔ اسی میں وہ اپنا زیادہ وقت صرف کرتے تھے اور لوگوں کو اخلاق حسنہ کی طرف مائل کرتے تھے۔ لوگوں کی راحت و رسانی اور دنیا کی ترقی کیلئے خداوند ذوالجلال نے جو لا تعداد مخلوق پیدا کی ہے اس کے خواص سے فائدہ اٹھانے کی سعی کرتے تھے، اور لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتے تھے۔ چنانچہ زراعت، تعلیم و تربیت، پارچہ باقی وغیرہ بہت سی صنعتیں حضرت آدم علیہ السلام کی ایجاد ہیں۔ علم طب حضرت لقمان علیہ السلام کی ایجاد ہے۔ علم فلکیات وغیرہ حضرت ادریس علیہ السلام کی ایجاد ہے۔ نوہ صنعت حضرت داؤد علیہ السلام شروع کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے قسم قسم کے کارخانے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چند چیزیں ایجاد کیں اور ان کو سب

سے پہلے یہ فکر ہوئی کہ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی جائے۔
 غرض انبیاء علیہم السلام کے کارناموں اور سوانح حیات پر نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے
 کہ ان کی سعی صرف امور ذیل کیلئے ہوئی تھی۔
 اقامت توحید و اقامت دین، ترویج اخلاقِ حسنہ، اشاعت علم و قیام حکومتِ الہیہ
 و دنیا کی مادی ترقی۔

کسی نبی کی جدوجہد ان امور کے قیام سے خالی نہیں اور از اول تا آخر وہ سب اسی
 سعی میں مشغول رہے یہی تعلیم انبیاء کی کتابوں میں ہے۔
 یہ تھا حقیقی تصوف اور یہ عمل تھا سچے صوفیوں کا۔

نشت

حضرت آدم علیہ السلام ہی کے عہد میں گناہوں اور نفسانیت و جبرہ کی بنیاد پڑ گئی تھی۔
 اور صالحین کے مقابلہ میں طالحین کا گردہ موجود ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں نے اپنی بدکرداریوں پر
 پردہ ڈالنے کیلئے مذہب کی آڑ بیکڑنی شروع کی اور شریعت انبیاء کے مسائل کو مسخ کر کے عمل
 پیرا ہونے لگے۔ اس صورت کا قیام جمعی ممکن تھا کہ اس کے علمبردار تقدس کا جامہ پہنیں اسلئے
 گمراہ کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جو ریاضت و مجاہدہ کر کے جہلاء اور عوام کو اپنی
 طرف مائل کرتے تھے۔ اور پیچیدہ مسائل گھڑ گھڑ کر لوگوں میں شائع کرتے تھے

تصوف عہد اسلام میں

قرن اول ہجری تک
 عہد رسالت ﷺ

چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی دنیا کی تاریخ میں بدترین زمانہ تھا۔ دنیا کو کوئی مذہب و
 مسلک اپنی اصل صورت پر نہ رہا تھا۔ انبیاء کی تعلیمات کو مسخ کیا جا چکا تھا تو حید و اخلاقِ حسنہ، علم
 صداقت و تجارت ہر چیز برباد ہو گئی تھی۔ بدامنی، جہالت، بیکاری و فواحش نے حسنت کی جگہ
 حاصل کر لی تھی۔ ان دونوں صدیوں کی حالت کے متعلق تین جید محققین مذہب غیر کی رائیں نقل
 کرتے ہیں۔

چھٹی صدی ہجری کے آخری سالوں کے ساتھ دنیا کی جہالت پر غور لازمی تھی (ڈی ایم کے اوہلر)

(۲) حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی (سبحان بیون پورٹ)

محو التاریخ افغان سید مسعود قاضی عبد السمیع، روی مبعوثہ جید برقی پریس دہلی ۱۳۸۵ھ

(۳) چھٹی صدی عیسوی میں دنیا پر قومی امتیازات اور نسلی تفریق کی حکومت تھی۔ حالت ایسی دردناک تھی کہ بیان کرتے ہوئے قلم بھی روتا ہے (سوامی لکشمی رائے) اشرف المخلوقات کی انتہائی زہون حالی دیکھ کر خداوند کریم کلمہ رحمت موجزن ہوا اور دنیا کی اصلاح کیلئے حضرت مصلح اعظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث برسات فرمایا اور آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جو تمام اصلاحات و علوم و فنون کا منبع و معدن ہے جس سے بہتر اور بڑھ کر اخلاقی تعلیم دنیا کی کسی کتاب میں نہیں۔ حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے: بعثت لا تمہم مکارم الاخلاق بل مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں)۔

آپ کے اس دعوے کی تائید قرآن مجید میں بھی ہے۔ **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ**۔ تو بزرگترین اخلاق پر پیدا کیا گیا ہے، قرآن مجید کی اخلاقی ہمہ گیری اور غیہوں اور ظاہری و باطنی اصلاحات اور دنیوی ترقی کے اعلیٰ اصول کی مدح انصاف پسند محققین غیر نے بھی کی ہے۔

(۱) اخلاقی احکام جو قرآن مجید میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (ڈاکٹر آزاد)۔
(۲) قرآن ایک فصیح بلیغ اور عجیب و غریب کتاب ہے جو سرچشمہ علوم اخلاق ہے (یہودی فاضل ڈاکٹر مارزہ)۔

(۳) قرآن جو اخلاقی برائیوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش ہوا جبکہ ہر طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو اور کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو سیدھے راستے پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی اور وحشیوں کو انسان کامل بنا دیا جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے۔ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی بھی شاخ اٹھے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیمات راہنمائی نہ کرتی ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ تو ایک سمجھ دار آدمی ایک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ان اخلاق کو لیجئے جو شرف انسانیت میں مثلاً راستبازی، پرہیزگاری، رحم و کرم، عفت و عصمت تو قرآن میں یہ سب ہدایات موجود ہیں اور اگر ان اخلاق کو لے لیجئے جن کا تعلق دنیاوی ترقی سے ہے مثلاً محبت و شفقت، عزم، استقلال، شجاعت، توان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے۔ بہر کیف وہ ایک جبروت انگیز قانون ہدایت ہے (پروفیسر ہربرٹ وائل)۔

(۴) مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں برہنہ گاری کا ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا۔ سر ولیم میور

(۵) میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا سچے دل سے مداح ہوں (لالہ راجپوت رائے)

(۶) قرآن ایک عام مذہبی تمدنی، ملکی، تجارتی، دیوانی، فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے۔ اور ہر ایک امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادت سے لیکر رات دن کے کاروبار روحانی تک، نجات سے لیکر صحت جسمانی تک، جماعت کے حقوق سے لے کر حقوق افراد تک اخلاقی سے لے کر جرائم تک اور دنیوی سزا سے لے کر دینی سزا و جزاء وغیرہ تک کے تمام احکام قرآن میں موجود ہیں۔ اس میں سیاسی اصول بھی ہیں جن کی بناء پر حکومت کی بنا پڑی۔ اور انہیں سے ملکی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ روزمرہ کے مقدمات جانی و مالی کا فیصلہ کیا جاتا ہے قرآن ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں (ہنری آف ورلڈ)

(۷) ہم پر اس امر کا اعتراف واجب ہے کہ علوم طبی، فلکیہ، فلسفہ و ریاضات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہنچے وہ قرآن سے متاثر ہیں اور اسلام کی بدولت ہیں (پروفیسر ڈیون پورٹ)

(۸) پیغمبر عرب نے جو تعلیمات دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کی ہیں وہ روحانی اور مادی ہر دو ریاضتیں کو اپنے اپنے ٹھکانے پر رکھنے والی اور دونوں کے درمیان بہترین توازن قائم رکھنے والی ہیں (بہرہ عالم چینی لیڈر فن چین)

(۹) اللہ تعالیٰ کا تجل بلحاظ صفات و قدرت و علم و عالم ربوبیت اور وحدانیت قرآن میں موجود ہے۔ اس بنا پر قرآن بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے (ڈاکٹر راڈ ویل)

(۱۰) قرآن وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی، انفاست، جلال اور جبروت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں (پرویزر ایڈورڈ مونٹ)

(۱۱) رسول عربی نے سب سے پہلے دنیا کے سامنے وحدانیت کی تعلیم پیش کی (ہندو فاضل چیلونگر)

✓ (۱۲) اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے اسلام ہے۔ ارنسٹ ہنگل جرمی

✓ (۱۳) اسلام کو سب سے بڑی نصرت جو حضرت محمد صاحب نے عطا کی وہ لاشریک خدا کی پرستش تھی (درا ماند سنیا سی)

✓ (۱۴) اسلام کا دنیا کو سب سے بڑا تحفہ ایک خدا کی پرستش ہے اسلام خدا کو ایک ذات اور بے شریک مانتا ہے (ہندو خدا سنبھا)

✓ (۱۵) اسلام توحید ذات باری تعالیٰ کا علمبردار ہے یہ ایک بلند تخیل ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں (بدھ فاضل لگایا نہیں)

توحید اور اخلاق حسنہ یہ دو ہی چیزیں عین تصوف اور تصرف کی روح و روان ہیں۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ یہ دونوں امور اسلام سے بہتر کسی مسلک و مذہب میں نہیں ہیں۔ اس لئے جو مذہب و مسلک اسلام کے خلاف ہے وہ صاحب تصوف نہیں۔

جب انبیاء علیہم السلام صوفی تھے اور ان کا مذہب و مسلک جو انہوں نے پیش کیا تصوف تھا۔ تو جو لوگ ان کے پیروکار تھے وہ سچے صوفی تھے اور ان کا مسلک صحیح تصوف تھا۔ اب ہمیں تاریخ عالم میں یہ دیکھنا چاہیے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا عمل تھا۔ کیا وہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں میں عزت نشیں ہو گئے تھے کیا انہوں نے کسی توکل اختیار کیا تھا کہ بغیر کسب و کتساب رزق حاصل ہو گیا تھا کیا انہوں نے اپنی عمر میں تجرد میں گزاری تھیں اور کیا موجودات عالم سے انہوں نے کوئی کام نہیں لیا تھا۔

جیسا ہم تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں کامرانی جنرل بھی تھا، معلم بھی تھا اور عابد و زاہد بھی تھا۔ انہوں نے روم و ایران جیسی عظیم الشان سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔ انہوں نے افریقہ و یورپ میں فتوحات حاصل کیں لیکن وہ ہمیشہ سکوشتہ الہیہ کے قیام و توسیع اور دنیا میں امن و امان قائم کرنے میں ساعی رہے وہ علوم فنون اور صناعات و تجارت کو فروغ دیتے رہے۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے حالات و اقوال سے جو سراسر تصوف کے مسائل و نکات ہیں۔ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ انسان کو چاہئے دنیا میں علوم و فنون میں ترقی کرے۔ عدل و انصاف کے ساتھ امن و امان کا حامی رہے۔ محبت و رحمت جہاں اور تمام اخلاق و فضائل سے پاک صاف

ہے۔ تمام اوصاف حمیدہ منصف رہے۔ دنیا کی ترقی میں اس طرح جدوجہد کرے کہ ذاتی مفاد کا خیال تک نہ ہو بلکہ خلق اللہ کی راحت و فرائد پر نظر ہو دین و علوم کی افشاعت پر کمر بستہ ہو اگر احقاق حق کی خاطر حرب و ضرب کی ضرورت ہو تو ایک مستعد سپاہی کی طرح سینہ سپر ہو۔ محنت مزدوری یا کوئی پیشہ کر کے کما کر کھائے۔ لوگوں پر بار نہ ہو۔ جو حقوق اسکے ذمہ عالم میں ان کو نشادہ دلی اور تن دہی سے ادا کرے حق خلق اللہ حق وطن حق قوم حق مذہب حق ہمسایہ حق اقارب حق اہل و عیال حق نفس، ان حقوق کو باحسن وجہ سرانجام دے۔ ان میں سے بعض امور کی تشریح امام الصوفیہ امام شعرانی نے کی ہے جن کو ہم صوفی کی تعریف میں نقل کریں گے۔

✓ دنیا کو اس طرح چھوڑنا کہ اس سے کوئی تعلق نہ رہے قانون قدرت کے خلاف ہے اس کا نام رہبانیت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے (لا دھبانیت فی الاسلام یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہے) حضور نے ایسی عبادت و ریاضت کرنے کو بھی منع فرمایا ہے جس سے اتلائے حقوق کا خطرہ ہو۔ انس قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فاذا احبل ممدود بین الساریتین فقال ما هذا قالوا احبل نزیب فاذا افترت تعلقت بہ فقال لا حلوہ لیصلی احدکم نشاطہ فاذا افتر فلیقعہ اخر جہا البخاری والوداد والنسائی یعنی حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول کریم مجید میں تشریف لائے یکبارہ دستوں کے درمیان رستی بندھا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ حضرت زینب کی رسی ہے جب وہ عبادت کرتے کرتے تنک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کو کھول دو۔

حضور نے جائز امور میں بھی اپنے نفس پر بیجا سختی کو منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔ ان لنفسک علیک حقاً۔ یعنی تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ آپ نے حلال طیب اشیاء کے ترک سے بھی منع فرمایا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لا تعزموا الطیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا۔ یعنی حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو اور تجاوز سے کام نہ لو، آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ رات کو مصیبت مت جھیلو۔ آپ نے سوال کرنے کو بھی منع فرمایا ہے اسلئے اس طرح کی عبادت و ریاضت کرنا جو نفس پر شاق ہو۔ اور جس سے اتلائے حقوق ہوتا ہو جس سے قدرت کی قانون شکنی ہوتی ہو۔ اور کھانے پینے میں حلال

پہنوں کو چھوڑنا پڑتا ہو۔ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالنا۔ حلال سے باز رہنا۔ سوال کر کے عزت نفس کو بر باد کرنا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر امور شرعیہ کا ترک جائز نہیں اور ایسے امور کا تصوف سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ سب گمراہی کی طرف لے جانے والی چیزیں ہیں۔ حضور نے ایسی باتیں کرنے سے جو عام طور پر سمجھ میں نہ آئیں یا سائل کو ایسے پیچ میں ڈال دیں ظاہر کرنے سے بھی منع فرمایا ہے وعن ابن مسعود ما انت محدث قومًا حدیثًا لا یعقلہ عقولہم الا کان لبعضہم فتنۃ اخر مسلمہ۔ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم کسی سے ایسی بات کرو گے کہ وہ اس کی سمجھ سے باہر ہو تو وہ ضرور بعضوں کے لئے حیرانی کا باعث ہوگی اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

خداوند ذوالجلال نے اپنے کلام پاک میں جو بہترین وعایم کو تعلیم فرمائی ہے اس میں بھی عاقبت سے پہلے دنیا کی بھلائی کی التجا ہے دنیا اکتافی الدنیا حسنۃ و فی الآخرة حسنۃ و قناعن اب النار۔ یعنی اسے رب ہم کو دنیا و آخرت کی خوبیاں عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا۔ اس لئے دنیا سے بالکل بے تعلق ہونا صوفی کیلئے مناسب نہیں ہے۔ بلکہ دنیا میں رہ کر یاد الہی میں مشغول رہنا۔ اور امر و نہی کی پوری پابندی کرنا۔ خلق اللہ کی اصلاح میں کوشش کرنا یہ بڑی بات ہے اور یہی شان ہے مسلمان صوفی کی۔ یہی معنی اور مطلب ہے۔ اس اصطلاح کا جو حضرات نقشبندیہ کا دستور العمل ہے وہ دل پیار و دست بکار حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

خیرکم من لم یتروک اخوتہ لدنیاہ ولا دنیاہ لآخوتہ ولم یکن کلام علی الناس، یعنی تم میں سب سے اچھا وہ آدمی ہے جو اپنی آخرت دنیا کے لئے نہ چھوڑے اور نہ دنیا کو آخرت کیلئے ترک کرے اور نہ دوسروں پر بار ہو۔ ارشاد ہے کہ دنیا سے اسی طرح تعلق رکھو کہ جیسے یہاں سے کبھی جانا نہیں۔ اور دنیا اس طرح الگ رہے کہ یہ سمجھ لے کہ اس سانس کے بعد شاید دوسرا سانس نہ آئے۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں آدمی اپنے علم و اعمال حسنہ اور حسن تدبیر وغیرہ سے ترقی کے ساتھ دنیوی تعلقات کو مستحکم کرے جو اس کے بعد آئندہ نسلوں کی ترقی اور خوش حالی کا باعث ہوں لیکن اس طرح کہ اس میں ایسا شغف ہو جائے۔ کہ اس کی طلب میں

ادامہ کی خلاف ورزی کر گزرے اور حسنات کو بھول جائے اور خود غرضی اور نفع ذاتی کے جال میں پھنس جائے۔ بلکہ یہ تعلقات دوسروں کی نفع رسانی کے خیال سے ہوں۔ اگر ایسا عمل ہوگا تو ہر لوٹ اور حب دنیا سے دل پاک رہے گا۔ قوم کی تعمیر کا مدار۔ اخلاقِ حسنہ کی ترویج کا انحصار، ظاہر ترقی پر ہے بغیر ظاہری ترقی کے عمومیّت کے ساتھ باطنی ترقی کا شیعہ اور استخکام مشکل ہے۔ یہ امر قرآن مجید کی تعلیم سے اس طرح ثابت ہے کہ قرآن مجید میں کل (۶۶۶) آیتیں ہیں۔ ان میں سے (۵۰۰) آیتوں سے مسائل کا استنباط کیا گیا۔ ان مسائل میں دنیوی مسائل بھی ہیں اور خالص دینی بھی۔ اور (۱۵۰) آیتوں سے دنیوی علوم کا استنباط کیا گیا ہے۔ قاضی ابوبکر المعروف بہ ابن العربی صوفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

ستر ہزار علوم کا استنباط قرآن سے ہوا ہے اس کی تائید پروفیسر ڈیوڈ کے اس

قول سے ہوتی ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر مورس فرانسس نے لکھا ہے۔

یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان میں سب سے بہتر کتاب یہ ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے لئے فلاسفہ یونانی کئے نعموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف برتر ہے۔ قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب ہے۔ شائقینِ علم لغت کے لئے ذخیرہ لغات، شعراء کیلئے عروض کا مجموعہ اور شرائع اور قوانین کا عام انسائیکلو پیڈیا ہے۔ مسلمانوں کو اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ یہ کتاب واقفیت پر مبنی ہے اور اس کی واقعیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاء پرداز اور شاعر اس کتاب کے آگے جھک گئے ہیں۔ اس کے عجائب ایسے ہیں جو روز بروز نئے نئے نکلتے رہتے ہیں۔ اور اس کے اسرار ایسے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔

قرآن مجید میں جا بجا ارشاد ہے کہ اگلی امتوں کے حالات دیکھو آسمان زمین، جبال و اشجار و نجوم، انسان و حیوان، نباتات و جمادات کے احوال و افعال و خواص ہیں غور کرو اور عقل سے کام لو۔ اس طرح حقائقِ اشیا پر عبور حاصل کر کے خالق اللہ کو ظہری

و باطنی ترقی کا راستہ دکھاؤ مخلوق کی راحت و رونق اور حکومت الہیہ کے استحکام میں سعی کرو حضور علیہ السلام نے اور آپ کے صحابہ نے تعمیر قوم اور دنیا کی ظاہری و باطنی ترقی کے لئے پوری جدوجہد کی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے اور رات دن صرف نوافل و ظائف میں لگے رہتے تو نہ دنیا میں منشور حق شائع ہوتا اور نہ دنیا ترقی کی اس منزل تک پہنچتی۔ قدرت نے اپنی حکمت کا ملہ سے جو خزانے اشیاٹے عالم میں ودیعت رکھے تھے۔ وہ وہیں کے وہیں مدفون رہتے ریاضت مجاہدہ جو تصوف کا اعلیٰ ترین اصول ہے اور جس پر صوفی کی باطنی ترقی کا مدار ہے اس کی حقیقت صرف اسی قدر نہیں ہے کہ صوفی ہر وقت اور نوافل میں مشغول رہے۔ بلکہ حصول علم میں محنت و تکلیف برداشت کرنا، قوم کی رعایت کرنا، نوع انسانی کی مشکل کشائی کرنا دفع ضلال و شرار اور قیام حق و صداقت و امن کیلئے مستور رہنا۔ دینی و دنیوی، سیاسی و ملکی معاملات میں حق کے موافق دنیا کی رہنمائی کرنا۔ یہ سب سے بڑی ریاضت اور عظیم الشان مجاہدہ ہے جس نے اسی میں کامیابی حاصل کر لی۔ وہ سچا اور پکا صوفی ہے اور صادق ولی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کبار کا یہی طرز عمل تھا۔ اور آپ کی تعلیم کا زیادہ تر یہی مفہوم ہے۔ رات دن نوافل و ظائف میں مشغول رہنے صائم الدھر اور قائم الیل ہونے سے یہ ریاضت نفس پر زیادہ گراں ہے۔

خلفائے راشدین اور جلیل القدر صحابہ کی ہمت اشاعت اسلام تعمیر قوم، استحکام حکومت الہیہ، ترویج علوم و فنون، قیام امن و تہذیب پر مصروف تھی۔ وہ اس قدر ذکر و شغل نہ کرتے تھے کہ ان امور سے غافل ہو جائیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص نوافل پڑھ رہا ہے آپ نے اس کے در سے لگائے اور فرمایا کہ نہاوند میں توجہ دہو رہا ہے۔ اور تو نے یہاں نفل جوڑ رکھے ہیں۔ جا میدان جنگ میں جا۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد اولیائے کرام کا طرز عمل یہی رہا ہے۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ترویج علوم و تہذیب و امن میں بعض کفار اور عوام بھی جدوجہد کرتے ہیں لہذا صوفی میں اور ان میں کیا فرق ہے؟ لیکن اہل نظر جب واقعات عالم اور انقلابات زمانہ وغیرہ پر غور کرتا ہے تو اس پر منکشف

ہو جاتا ہے کہ غیر مسلم اور عوام کی جدوجہد، جاہ طلبی، شہرت اور نفع ذاتی کیلئے ہوتی ہے۔ وہ اپنی تحقیق سعی میں جائز و ناجائز کا لحاظ نہیں کرتا جس سے بعض لوگوں کے حقوق کا اتلاف ہوتا ہے یا کسی کو آزار پہنچتا ہے۔ اس کا قدم ڈگمگا بھی جاتا ہے اور اس کی سعی سے عموماً بیت کے سامنے اچھے منافع مرتب نہیں ہوتے کیونکہ اس کا خبر و سہ اپنے علم و تدبیر و قوت پر ہوتا ہے۔

صوفی کی جدوجہد میں عزم و استقلال و استقامت ہوتی ہے۔ وہ ادا و نواہی کا پابند ہوتا ہے جس میں کسی کو مصرت کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اس کا دل ذاتی اغراض سے خالی ہوتا ہے وہ خدا کے بھروسے اور توکل پر کام کرتا ہے

حضور علیہ السلام نے خداوند ذوالجلال کے تمام احکام جو ظاہری و باطنی ترقی کے قبیل تھے کھول کر سب کو سنا دیے اور تمام صحابہ کو تعلیم فرما دیے آپ نے کوئی بات کسی سے نہیں چھپائی۔ اس لئے اسلام اور اسلامی تصوف میں کوئی بات ایسی نہیں جو حقیقہ ہو یا عقل و فطرت کے خلاف ہو یا ایسا عقدہ ہو جس کے سمجھنے سے اکثر عقول عاجز ہوں علم باطن جس کو کہا جاتا ہے وہ کوئی خفیہ چیز نہیں ہے وہ علم شریعت کا دوسرا نام ہے چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اس طرح تفسیر فرمائی ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ سب صوفی تھے۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کے سوا کسی چیز پر عمل نہ کرتے تھے۔ ان میں کا ہر فرد عابد و زاہد بھی تھا اور معلم بھی راج بھی تھا اور جنرل بھی۔ ان میں عزت نفس و خودداری کا یہ عالم تھا کہ کسی سے سوال کرنا یا کسی پر بار ہونا عار سمجھتے تھے۔ گھوڑے پر آراستہ چلتے چلتے اگر ہاتھ سے کوڑا اگر گیا تو خود اتر کر اٹھا لیا کسی سے سوال نہیں کیا کہ ہمارا کوڑا اٹھا دو۔ بڑے بڑے ممالک فتح کئے جو بلوں کے گونہ نہ رہے خزانوں پر حکمران رہے مگر غیب نہ رہے اس قدر میزبان تھے کہ ان کی ملکیت میں مصلیٰ، عصا اور کاسہ ان تین چیزوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ خود تکلیف اٹھاتے تھے دوسروں کو راحت پہنچاتے تھے۔ انہیں کی قوت بازو سے دنیا میں حتیٰ انصاف و علوم و فنون۔ امن و امان کا سمندر موجزن ہوا۔ آج جتنی بھی عجیب و غریب ایجادات کا انبار ہمارے سامنے ہے جو ہمارے آرام و تعیش کا سامان ہیں، سب انہی صوفیوں کی ہمت و توجہ کا نتیجہ ہے۔ وہ ہر وقت اخلاق حق و الباطل باطل اور خدمت خلق کے لئے کمر بستہ رہتے تھے۔ محنت و اہتمام کا یہ عالم تھا کہ تاریخ عالم کسی قوم اور کسی زمانے میں ان کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ جب رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو اس وقت اسلام منہدم شام، مصر میں اور افریقہ میں پہنچ چکا تھا۔ ملک عرب تقریباً تمام کا تمام حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ وہ عرب جہاں ہر وقت آتش فساد مشتعل رہتی تھی وہ عرب جس کے باشندے غایت درجہ کے شراب و جگر دانو تھے وہ عرب جہاں دختر کشی قمار بازی شراب خوری، زنا، استیصال بالجبر و غیرہ ذیائیم، کثرت سے رائج تھے اور محاسن میں شمار کئے جاتے تھے۔ جہاں جہالت کی تاریکی سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جو اسلام کے بعد امن، تہذیب، حسن اخلاق، اور علم و عدل کا گہوارہ بن چکا تھا۔ قوم کا تعمیری نظام اعلیٰ منزل تک پہنچ چکا تھا۔ توحید کی تعلیم سے سینے منور ہو چکے تھے۔ وہاں ایک بڑی شہرت تیار تھی جو دنیا کی معلم اور راہبر بننے کے قابل تھی اور جنہوں نے اس خدمت کو باحسن و جہد انجام دیا تھا۔

یہ عقائد تصوف اور تصوف کی تعلیم کا نتیجہ جو انبیاء علیہم السلام کا مسلک جو توحید و تہذیب و حسن اخلاق کا ضامن تھا۔ اگر اس مسلک کے علاوہ کوئی اور مسلک تصوف ہے تو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اور وہ خدا کے یہاں مقبول بھی نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسلام کے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔

غرض توحید اور حسن خلق یہ دو چیزیں تصوف کی روح مرواں بتائی جاتی ہیں۔ یہ دونوں چیزیں اعلیٰ درجہ پر اسلام میں موجود ہیں اور اسلام سے بہتر کسی مذہب و مشرب میں نہیں اسلئے متبعین اسلام کے سوا جو کوئی تصوف کا دعویٰ کرے وہ لان و گزان ہے۔

تصوف عہد خلافت راشدہ میں

عہد خلافت اول میں

سَلَامٌ عَلَىٰ غَايَةِ سَلَامٍ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ کے اجماع سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے یہ انتخاب موافق عقیدہ اہل حق باعتبار فضیلت واقع ہوا۔ درحقیقت امت رسول میں حضرت صدیق اکبر سے افضل کوئی بھی نہ تھا۔ نوار حکم ترمذی میں روایت ہے۔

وما فضل ابوبکر الناس بکثرة صیام ولا صلاۃ ولا بکثرة وایۃ ولا قنوی ولا

کلامہ ولیکن بشی وقع فی صدہ سہ - یعنی ابوبکر صدیق کی فضیلت نہ بکثرت عبادت نہ بکثرت علم سے بلکہ اس خاص چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے سینہ میں تھی۔

خداوند کریم کا جس بندے پر فضل و کرم ہوتا ہے جس کی عبادت اس کی بارگاہ عالی میں مقبول ہو جاتی ہے اس کا سینہ متور ہو جاتا ہے اس پر حقائق اشیا منکشف ہو جاتے ہیں اس کا نور عقل خورشید عینیا بار ہو جاتا ہے۔ اس کے اخلاق فاضلہ درجہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں انہیں انوار کی برکت سے وہ مخلوق خدا کی صحیح راہنمائی کرتا ہے چنانچہ جب ان واقعات پر نظر کی جاتی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر پیش آئے ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ با علم سب سے زیادہ صاحب الرثے، سب سے زیادہ مدبر اور سب سے بڑے شجاع اور متقی تھے حضور علیہ السلام کی وفات کے وقت تمام صحابہ پر ایک سکت کا عالم طاری تھا کسی کے ہوش و حواس بجا نہ تھے حضرت عمرؓ چلے دانا اور شجاع اور مستقل مزاج کی یہ حالت ہوئی کہ شمشیر بکت مسجد میں آکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جو کوئی یہ کہے گا کہ رسول اکرمؐ نے وفات پائی اس کا سراٹھا دوں گا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے استقلال نے ان کو اور سب کو سنبھالا اور آپ نے مسجد میں آکر یہ آیت تلاوت کی ”محمد ایک رسول تھے ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں۔ کیا وہ وفات پا جائیں گے تو تم اپنی پہلی حالت پر لوٹ جاؤ گے۔“ اس آیت کا سنا تھا کہ سب کے ہوش و حواس درست ہو گئے۔

اس کے بعد اندام میں انتخاب خلافت کا مسئلہ پیش ہو گیا۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق اس وقت نہ پہنچتے اور تندرست سے کام نہ لیتے تو اسی وقت مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو جاتا۔ اس اہم معاملے کو روبراہ لانا انہیں کی عقل سلیم کا کام تھا۔ حضور کے آخر زمانے میں مدعیان نبوت کھڑے ہو گئے تھے آپ کی وفات سے ان کو تقویت حاصل ہوئی۔ اور انہوں نے شورش بپا کر دی۔ بعض قبائل میں امتداد پھیل گیا حضور نے اپنی زندگی میں پیش اسامہ تیار کیا تھا وہ لشکر روانہ ہونے پایا تھا کہ وفات ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ معاملہ صحابہ کے سامنے پیش کیا حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ نے کہا ملک کی امداد دینی حالت بہتر ہے حضور کی وفات کا سانحہ تازہ ہے اس وقت اس لشکر کی روانگی مناسب نہیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ کی ہمت و شجاعت اور عقل و تدبیر نے اس کو قبول نہ کیا اور اس لشکر کو روانہ کر دیا جو کامیاب ہوا اور مدعیان نبوت و باغیوں کی خوب سرکوبی کر دی اسوۂ بدامنی کے زمانے میں بعض مسلمانوں نے کہا کہ ہم مسلمان

ہیں۔ مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ صحابہ نے اس معاملہ کو ٹالنا چاہا مگر حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں ان کے خلاف بھی جہاد کروں گا۔ آخر ان کو بھی سیدھا کر لیا۔ پھر جمع قرآن کا معاملہ پیش آیا۔ حضرت زید وغیرہ، جلیل القدر صحابہ نے اختلاف کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے سب کو قائل کر کے اس اہم کام کو بھی سرانجام کرایا۔ اگر ان واقعات پر تفصیل کے ساتھ غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس سے زیادہ نازک وقت اسلام کے لئے کوئی بھی نہیں تھا۔ اس وقت کی سنبھال اور اصلاح سب سے بڑے مدبرانہ شجیع سے ہی ممکن تھی جس کو حضرت ابوبکرؓ نے باحسن وجوہ انجام دیا اصلاح خلق، رفاہ خلق، تعلیم امن و تہذیب اور اشاعت دین وغیرہ ان تمام امور کو ملک گیر اور ملک داری کے ساتھ ساتھ نہایت خوبی اور استو کام کے ساتھ قائم کیا، سخاوت، عفو، رحم، عدل، خدمت خلق، انکساری ان خصائل جمیدہ میں آپ سب سے بڑھے ہوئے تھے آپ کے حالات اور زندگی کے کارناموں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا طرز زندگی سیدھا سادہ تھا جفاکشی کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ رات کو مصالے کی پشت پر سولے تھے۔ تو دن میں تخت حکومت پر جلوہ گر تھے۔ یہ تمام محنت و جفاکشی نہ اپنی ذات کے لئے تھی نہ اپنے اہل و عیال کیلئے یہ سب کچھ خدمت اصلاح خلق کیلئے تھا۔ ان کا مطمح نظر ان کی جدوجہد کا مقصد ترویج اخلاق حسنہ و توحید خالص و اشاعت علم دین اور قیام امن و تہذیب تھا۔ یہی خلق کی سب سے بڑی خدمت ہے یہی تصوف کی تعلیم اور اس کا نتیجہ ہے۔ اُمت محمدیہ میں یہ تھے صوفی اول خواجہ علی ہجویری نے کشف المحجوب میں خواجہ ابوالنصر سراج نے کتاب اللمع میں اور شیخ اکبر ابن عربی نے فتوحات مکیہ باب ۹۳ میں حضرت ابوبکر کو امام الصوفیہ لکھا ہے۔ حضرت ابوبکر کے زمانے میں بہت سے ممالک فتح ہوئے۔ کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے آپ نے ان کی تعلیم کیلئے مدارس قائم کئے۔ اور آپ خود بھی رسول کریم کے دیگر متبعین کی طرح تعلیم و تربیت فرماتے رہے اور کبار صحابہ جیسے حضرت عمر و عثمان و علی وغیرہ کو بھی تربیت فرماتا رہا۔

تصوف عہد خلافت دوم میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے آپ کا طرز عمل بھی تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کا تھا۔ آپ کے عہد میں فتوحات کی کثرت ہوئی۔ اسلام کی اشاعت میں عظیم الشان ترقی ہوئی۔ آپ نے رفاہ سے مناظر اساک صفحہ ۳۰ بحوالہ رسالہ قد سببہ خواتمہ محمد باری۔

خلق اور پیام امن و امان اور دنیوی ترقی کیلئے بہت سی اصلاحیں نافذ کیں اور حیرت انگیز تعلیم رائج کی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق لکھتے ہیں اور علم موفیہ است در علم تصوف و راست اہمیت مرحومہ اور انزالۃ الخفاء حصہ دوم میں لکھا ہے کہ تصوف میں زیادہ فیض حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا ہے۔

حضرت عمر نے نہایت جالفشانی اور دیانت سے امور خلافت کو سرانجام دیا۔ جو کچھ کیا مفاد عام اور مفاد اسلام کے لئے کیا انہوں نے اپنی ذات یا اپنے گنہ کے لئے کچھ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب آخر وقت میں صحابہ نے آپ سے انتخاب خلیفہ کیلئے کہا تو آپ نے اپنے عابد و زاہد اور عالم و فاضل بیٹے عبداللہ کا نام نہیں لیا۔ اس پر ایک صاحب نے ان کا نام لیا۔ تو فرمایا اگر اس کو شریک مشورہ کر لینا۔ مگر اس کو منتخب نہ کیا جائے۔

تصوف عہد خلافت سوم میں

حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان خلیفہ ہوئے آپ نے بھی مثل حضرت شیخین کے صحابہ اور تابعین کی تربیت و پرورش پر توجہ کی اور قرآن مجید کو ایک لغت پر جمع کرادیا۔ آپ کے عہد میں فتوحات فاروقی کی تکمیل ہوئی بہت سے امصار و دیار فتح ہوئے، ہر ملک و دیار میں کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے، اور کثرت سے صحابہ، اقطاع عالم میں منتشر ہو گئے۔ اس طرح نو مسلموں کی تعلیم و تربیت میں سہولت ہو گئی۔

واقفان علم تاریخ آگاہ ہیں کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے دس دن بعد تفرقہ پیدا کرنے کے لئے یہود نے ایک جماعت بنائی تھی جنہوں نے بظاہر مذہب عیسوی قبول کر کے دہشتی اختیار کر لی تھی۔ اور ریاضت و مجاہدہ سے اپنی بزرگی کا سکہ عوام کے قلوب پر بٹھا کر اس قسم کے عقائد و مسائل کو میان کرنا شروع کیا کہ مذہب عیسوی میں تفرقہ پڑ گیا وہی دہشت یہود نے اسلام کے متعلق اختیار کی حضرت عثمان کے آخر عہد خلافت میں ایک یہودی بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے پہلے تو یہ سلسلہ شروع کیا کہ حضرت عثمان اور ان کے عمال حکومت پر نکتہ چینی کرنے لگا۔ اور لوگوں میں اپنے خیالات شائع کرنے لگا اگرچہ حضرت عثمان نے کئی بار ان فریبی الزامات کی معقول و مدلل تغلیط کی لیکن ابن سبا کا پروپیگنڈا جاری رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سرداری یا حکومت پر کسی کو مامور فرماتے تو سب سے پہلے بدری صحابہ کا لحاظ کرتے تھے پھر دیگر اصحاب میں سے ان کی اسلامی خدمات اور اہمیت کے مطابق انتخاب فرماتے۔ خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کے عہد میں بھی یہی دستور تھا اسی پر حضرت عثمان کا اہل تھا۔ ابن سبائے کو مسلمانوں اور منافقوں میں یہ تحریک پھیلائی کہ گورنری وغیرہ بڑے بڑے عہدوں کا مطالبہ کرو۔ اس طرح اس نے حکومت اسلامیہ اور خلیفہ کے خلاف ایک جماعت تیار کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ عقیدہ تفضیل کی بنا ڈالی۔ اول اول یہ خیال پھیلا یا گیا کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ پھر اس کو تہمتی دے کہ حضرت علی کو سب سے افضل قرار دے دیا گیا۔ ابن سبک ماں چونکہ حبشی تھی لے اسے ابن سودا بھی کہتے ہیں۔ ابن سبائے جب تفرقہ بازی کی حرکتیں شروع کیں تو گورنر بصرہ اور گورنر شام نے اس کو شہر بدر کر دیا۔ اس نے چند روز خاموش رہ کر مناسب موقع پر اپنا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ حضرت عثمان کے عہد میں صرف سیاسی اختلاف رہا اور فرقہ تفضیل پیدا ہوا لیکن سوائے عقیدہ تفضیل کے دیگر عقائد یا مسائل میں اور کوئی اختلاف نہ تھا۔

تصوف عہد خلافتِ چہارم میں

حضرت عثمان کے بعد حضرت علی خلیفہ ہوئے اور سیاسی اختلافات نے بڑھ کر جنگ و جدل کی صورت اختیار کی۔ ابن سبائے اپنے خیالات کی اشاعت میں مصروف رہا اس کو اور اس کے ہم خیال لوگوں کو حضرت علی نے چند مرتبہ زبرد توپخ کی جب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی میں جنگ ہوئی تو اس زمانے سے حضرت علی کے طرفداروں کو شیعان علی د علی کے مددگار کہنے لگے۔ دونوں جنگ اور گردہوں میں سیاسی اختلافات کے سوا کوئی مذہبی اختلاف نہ تھا۔ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ میں جنگ ہوئی صلح کے لئے ایک پنچایت قرار پائی اس کے ممبر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جس گروہ نے شرارت پھیلائی تھی۔ اور اس کے آگے حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھے۔ اس گروہ آدمی جو حضرت علی کے لشکر میں تھے صلح کی خلاف ورزی تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر صلح ہو گئی تو ہمارے جرائم و انفعال کی تفتیش ہوگی ہم سزا یاب ہوں گے اور ہمارے تحریکات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے اس گروہ کی کوشش یہ تھی

کہ صلح نہ ہو۔ لیکن جب پچایت قرار پاگئی تو ان کو اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ بلا استقلال علیحدگی اختیار کریں کیونکہ اب ان کا نہ یہاں ٹھکانہ تھا نہ دوسرا فریق ان کو ملا سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے علیحدگی کی ضمانت علیحدگی کیلئے کسی مذہبی آرٹیکل کی ضرورت تھی اس لئے ان کے سرگروہ مسعود تمیمی اور زید بن حصین وغیرہ نے حضرت علی کو کافر قرار دیا۔ اور ان کا ساتھ چھوڑ کر عوراء کی طرف چلے گئے۔ اور عبداللہ بن وہب کو اپنا امیر منتخب کر لیا یہ لوگ امیر معاویہ اور حضرت علی دونوں کے طرفداروں کو یعنی تمام مسلمانوں کو کافر کہتے تھے۔ مسلمانوں نے ان کو خوارج کا لقب دیا۔ مسلمانوں میں یہ سب سے پہلا مذہبی اختلاف تھا۔

خوارج ظاہری طور پر بہت زیادہ تقویٰ و صہارت کی پابندی کرتے تھے اور غوری غوری اغزشوں پر لوگوں کو کافر قرار دے دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے خیالات کی تائید کے لئے حدیثوں میں تدریس و تبلیغ شروع کی اور کچھ نئی حدیثیں بنائیں ان کی دیکھی شیعان علی نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا۔

نصوف عہد خلافت چہم میں

حضرت علی کے بعد ان کے صاحب زادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نائب ہوئے۔ امیر معاویہ سے سلسلہ جنگ جاری تھا شیعان علی اور خوارج اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ خلیفہ منتخب ہونے سے چند ماہ بعد امام حسن نے امیر معاویہ سے صلح کر کے ان کے ماتحت پریعت کر لی۔ اور خلافت ان کے حوالے کر دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت اور امام حسین کے متعلق جو پیشین گوئیاں فرمائی تھیں وہ صرف بحیرہ پوری اتریں۔

(۱) ایک یہ کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہے گی۔ پھر ملک مارنے کا ٹٹنے والا ہو جائے گا۔ ثور سرانہ حکومت ہو جائے گی۔ حضرت علی کی شہادت تک خلافت کے انتیس سال چھ ماہ ہوئے۔ باقی چھ ماہ امام حسن نے خلافت کی اس طرح تیس سال پورے ہو گئے۔

(۲) حضور نے امام حسن کے متعلق فرمایا تھا کہ میرا بیٹا مسلمانوں کے روگروہوں میں صلح کرنے کا یہ پیشین گوئی اس صلح سے پوری ہوئی۔ اس وقت تک خوارج کے سوا تمام مسلمان ایک ہی مذہب و مسلک پر قائم تھے۔ تاریخ اور بہت کی کتابوں اور احادیث و تفاسیر کے ذخیروں میں نہ کہیں وحدۃ الوجود کا مسئلہ مذکور ہے نہ خلافت فطرت ترک دنیا کی تعلیم ہے

کہ ریاضت شائے کی ترغیب ہے نہ سماع قصائد و وجد و حال کا پتہ ہے۔ تمام مسلمانوں کی تہیں
تبلیغ اسلام، اشاعت علوم، تہذیب اخلاق اور تعمیر قوم پر صرف تھیں رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ان پانچوں خلفاء سے جو سلاسل طریقت جاری ہوئے ان کا ذکر سلاسل میں
آئیگا۔

نصوف عہد خلافت راشدہ کے بعد لقمہ قرن اول میں

سلسلہ علانیہ

تفہیں کا مسئلہ حضرت عثمان کے آخر عہد خلافت میں پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن وہ ایک نا
معلوم صورت میں تھا۔ ضرور تھا کہ لوگ اپنے اپنے خیال کے موافق حدیثوں کے مطلب و
معنی تجویز کرنے لگے تھے۔ اور احادیث میں تدلیس و تلبیس بھی ہونے لگی تھی لیکن علانیہ
مذہبی رنگ میں فرقہ بندی حضرت علی کے عہد میں ہوئی اور اس کی ابتدا خارجی مذہب
سے ہوئی۔

امیر معاویہ کے بعد تمام حکومت اکثر ظالم اور عیش پرست حکمرانوں کے ہاتھ رہی یہ
اہل حکومت اپنے عیش و آرام اور استحکام و توسیع حکومت کے سوا دینی امور سے کم دلچسپی
رکھنے والے تھے۔ اس لئے اب جو اصحاب رسول اور تابعین تھے وہ تفسیر، حدیث، فقہ، قرآن
تربیت ظاہری و باطنی کی خدمات بطور خود انجام دیتے تھے۔ بیعت چونکہ اب خلافت میں
داخل ہو گئی تھی اسلئے بزرگان دین میں بیعت لینے کا رواج نہ تھا۔ صرف صحبت و تلمذ کا
دستور تھا۔ لیکن باوجود امرائے نااہل کی حکومت کے اصحاب تابعین جنگ و جہاد میں برابر
شریک ہوتے تھے۔ قسطنطنیہ پر جب امیر معاویہ نے حملہ کیا تو اس فوج کا سپہ سالار یزید تھا
اس لشکر میں رسول کریم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو ایوب انصاری بھی تھے اور امام
حسن بھی تھے۔

تابعین امراء کو نصائح بھی کرتے تھے سیاسی معاملات میں بھی دخل دیتے تھے باوجود
حکام و امراء کی سخت گیری کے حق گوئی سے باز نہ رہتے تھے۔ یزید اور حجاج بن یوسف جیسے
ظالموں کے آگے بھی اظہار حق سے نہ رکے حضرت عبداللہ تابعی جنہوں نے حضرت عمر و عثمان علی
سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی اور جو تمام سلاسل طریقت کے سر حلقہ ہیں ہمیشہ جہادوں میں
شریک رہتے تھے۔ اور اکثر علم جہاد ان ہی کے ہاتھوں میں ہوتا تھا اسی وجہ سے ان کا لقب علم

بردار ہو گیا تھا۔

خلیفہ زبیر اول نے اپنے بھائی سلیمان کو ولیمہ دی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولیمہ دینا چاہا تو شاہی مصاحبوں نے ہاں میں ہاں ملائی لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے سردار خلیفہ سے صاف لفظوں میں کہا کہ آپ کے بیٹے سے سلیمان بہتر ہے۔ خلیفہ نے ناراض ہو کر ان کو قید کر دیا۔ تین برس کے بعد جب خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے اپنے بیٹے کو ولیمہ دینا چاہا۔ تو شیخ رجاء بن حیوہ نے کہا کہ آپ کا بیٹا اس لائق نہیں ہے اپنے چچا زاد بھائی عمر بن عبد العزیز کو منتخب کیجئے شیخ کی حق گوئی کا خلیفہ پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اس مشورہ کو قبول کر لیا۔ قرن اول میں نہ تصوف کے نام سے کوئی مسلک قائم ہوا نہ اس مسلک کے نام سے کوئی کتاب تصنیف ہوئی۔ حضرات تابعین کا وہی طرز عمل تھا جو صحابہ کرام کا تھا۔ البتہ بعض ثوارح اپنے عقائد کی تائید کیلئے حدیثیں گھڑتے تھے۔ اور شیعان علی اور طرفداران بنی امیہ و بنی عباس بھی اپنی تائید کیلئے یہی عمل کرتے تھے۔ امام حسن بصریؒ کے قول سے ثابت ہے کہ اس عہد میں دو ایک بزرگوں کو صوفی کہا گیا ہے۔

تصوف قرن ثانی میں

اللہ سے شکر تک

تابعین اپنے اساتذہ صحابہ کے قدم بقدم چلتے تھے ان کا مذہب، ان کا مسلک اور ان کا طرز عمل سب کچھ شیوخ کے موافق تھا۔ ان میں جو ہستیاں صحابہ کی طرح جامع صفات تھیں وہ رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی تھیں۔ گمراہ فرقوں کی سرگرمی بڑھتی جاتی تھی۔ قرآن کے معانی و مطالب اور اور حدیثوں میں تدلیس و تمییس کی جاتی تھی۔ نئی نئی حدیثیں وضع کی جاتی تھیں۔ نئے نئے عقائد و مسائل گھڑے جاتے تھے۔ گمراہ فرقوں کے علماء و بزرگوں کے لباس میں عوام کو اپنی طرف متوجہ کر کے گمراہ کرتے تھے۔ اس وقت بڑی ضرورت اس بات کی تھی کہ علوم دینیہ کی نگہداشت کی جائے۔ اس لئے مختلف طواریف بزرگوں نے مختلف شعبوں کو سنبھالا۔ بعض تعلیم قرآن میں مصروف ہو گئے یہ قراء مشہور ہوئے۔ بعض تدوین و تعلیم حدیث میں مشغول ہوئے یہ محدث کہلائے۔ بعض نے قرآن کے معانی و مطالب کی تعلیم کا درس قائم کیا یہ مفسرین مشہور ہوئے۔ بزرگوں اور اماموں کی جماعت ظالم اعداء اور عیش پرست ریشہ سواروں اور خود غرض حکام کو ان کے ناز و انداز سے پرہیز و توبیخ بھی کرتی تھی اور ان کے بعض مقاصد میں خلل انداز بھی ہوتی

حق اسلئے ظالم حکمران، محدثین و فقہاء پر قسم قسم کی سختیاں کرتے تھے

قرن اول میں اور اس قرن میں بھی صحابہ و تابعین شہید اور قید کیے گئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قید خانہ ہی میں انتقال ہوا۔ ان حالات پر نظر کر کے بعض وہ بزرگ جو صاحب عزم نہ تھے۔ درس و تدریس، تعلیم و تعلم اور وعظ و ہدایت وغیرہ امور سے دست کش ہو گئے اور انہوں نے صرف ذکر و شغل عبادت و ریاضت کو اختیار کر لیا یہ جماعت زیادہ عباد کے نام سے مشہور تھی۔ یہ لوگ سیاسی اور ظاہری اصلاحی امور سے علیحدہ رہ کر اپنے پاس آئے جانے والوں کو صرف افکار و اشغال کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ عوام کی رجوعات ان کی طرف زیادہ تھیں۔ یہ دیکھ کر گمراہ فرقے والوں نے اپنے فرقے کے عابدوں کو زیادہ عباد کہنا شروع کر دیا اہل حق نے اس تبلیغ سے بچنے کیلئے اپنے زیادہ کو صوفی کا لقب دیا۔ اور ان کی تعلیمات کو تصوف کہنے لگے۔ تصوف اہل میں اس تسلیم و عمل کا نام ہے جس کو اصطلاح شرع میں احسان کہتے ہیں۔ سیاسی اور علمی و اصلاحی کاموں سے زیادہ عباد کی ایک کثیر جماعت نے علیحدگی اختیار کر لی تھی یہ وہ لوگ تھے جن کی عقلیں پست ہو گئی تھیں یا جو حکام کے جور و جفا کی تاب نہ لا سکتے تھے یا ان امور پر توجہ کرنے کے لئے ان کو حسب دل خواہ موافق حاصل نہ تھے مگر سب کا یہ حال نہ تھا کچھ صاحب ہمت بزرگ ایسے بھی تھے جو براہِ راست خدات کو انجام دیتے رہے اور صحابہ و تابعین کی تقلید میں پوری پوری سعی کرتے رہے اس قسم کے صوفیوں سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی۔ ۱۲۲ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک المتوفی ۱۳۵ھ کے عہد میں خلفاء امراء کی امور دین کی طرف بے رغبتی دیکھ کر امام زبید بن علی بن امام حسین نے خلیفہ کے خلاف خروج کیا جنگ کرنے کیلئے ہزاروں شیعان علی نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امام حسین نے ان کی مالی امداد کی لیکن میدان جنگ میں شیعان علی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو انہوں نے فرمایا میں فضلموتی یعنی تم نے مجھے چھوڑ دیا اس وقت تک شیعہ مذہبی فرقہ نہ بنا تھا۔ ایک سیاسی جماعت تھی۔ امام زبید کے ساتھ صرف دو سو آدمی رہ گئے تھے انہوں نے اس قلیل جماعت کے ساتھ خلیفہ کی فوج کا مقابلہ کر کے جہاد شہادت نوش فرمایا امام زبید کے متبعین زبیدہ مشہور ہو گئے جو رفتہ رفتہ شیعیت سے بہت قریب ہو گئے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی المتوفی ۱۵۸ھ کے عہد میں مذہبی ابتری پر نظر کر کے محمد عرف نفس زکیہ بن عبداللہ حسن متقی بن امام حسن نے خروج کیا اور شہید ہوئے پھر ان کے بھائی ابراہیم نے علم جہاد بلند کیا وہ بھی شہید ہو گئے خلیفہ نے ابوحنیفہ کو قید کر دیا۔

اسی قرن میں روادریہ، مہمو نیہ اور قرامطہ فرقے پیدا ہوئے جو اپنے عقائد کو مکر و حیل کے ساتھ شائع کرتے رہے۔ سچے صوفی صرف عبادات و اشتغال کی تعلیم فرماتے تھے۔ ان کا مسلک کتاب و سنت کی پابندی تھا۔ اس وقت تک تصوف کے نام سے کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی۔ نہ ظاہر شرع کے خلاف امور رائج ہوئے تھے۔

اس قرن کے آخر میں تصوف صرف عبادت و ریاضت کا نام رہ گیا تھا۔ صوفیہ نے تمام ملکی و ملی خدمات سے دست کشی اختیار کر لی تھی اور تحصیل علوم پر بھی ان کی توجہ کم ہو گئی تھی لیکن سب ایسے نہ تھے بعض سچے صوفی صحابہ و تابعین ہی کے نقش قدم پر چلتے تھے۔

تصوف قرن ثالث میں

۱۱۰۰ھ سے ۱۲۹۰ھ تک

زاد و عباد کا گردہ جسے صوفی کہا جاتا تھا صرف عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ یہ لوگ سیاسی اور ظاہری اصلاحی امور سے علیحدہ رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان میں علم کی کمی بھی ہوتی گئی۔ بہت سے کم علم اور بے علم زاید و صوفی پیدا ہو گئے۔ لہذا قرامطہ وغیرہ گمراہ فرقے والوں کو ان میں اپنے اعمال و عقائد کے پھیلانے کا موقع ملا۔ کیونکہ کم علمی کی وجہ سے یہ لوگ ہر اس بات کو حش و حیا سے قبول کر لیتے تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کی طرف منسوب کی جاتی تھی۔ یہ اصول روایت و روایت سے واقف نہ تھے اور گمراہوں کی سرگرمیوں سے عزت و شہرت کی وجہ سے پیچھے رہتے۔ اسلئے ان میں قسم قسم کی بدعات شائع ہونے لگیں۔ دسویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے ان میں سماع رائج ہو گیا۔ کیونکہ قرامطہ وغیرہ کے وہ عبادت گزار جو صوفی بنے ہوئے تھے اور اللہ عوام کو اپنی طرف رجوع کرنے کیلئے نئے نئے طریقے ایجاد کرتے تھے۔ اور ان کی رضا جوئی کیلئے غیر شرعی امور پر دار و گیر ہوتے تھے۔ بلکہ خلاف شرع رسوم و عادات کو ابھارتے تھے۔ اس لئے علمائے اہل حق ابدی محبتیں وغیرہ اس گمراہی کے مخالف ہو گئے تھے۔ بلکہ جو اس فرقہ میں سچے صوفی تھے ان کو خود اس فرقہ پر اعتماد نہ ملا تھا۔ اس حلقہ صوفیہ خواجہ بشیر جان مسکن نے فرمایا ہے۔

از سخنان این طائفہ هیچ چیز بدی من فرار نہ گرفت تا آنکہ رد گواہ عدلی از کتاب و سنت برآں نیافتیم۔

چونکہ صوفیوں نے سوائے عزت و شہرت کے عبادت سے تمام امور اشتغال کو چھوڑ دیا تھا اسلئے ہر مکان اسلام پرانے تھے کہ تصوف تو بالکل پر مبنی ہے۔

انہیں حالات پر نظر کر کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔
 "تصوف سستی پر مبنی ہے اگر کوئی شخص ابتداء سے دل میں صوفی رہا اور اس حال میں
 ظہر کا وقت ہو گیا تو وہ بلاشبہ احمق ہے۔"

امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اگر کسی حدیث کی روایت میں کوئی صوفی
 ہو تو اس سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ یہ لوگ بوجہ حسن ظن کے جرح و تعدیل پر نظر نہیں کرتے۔

لیکن ایسے بہتر حالات سب کے نہ تھے کچھ صوفی ایسے بھی تھے جو جادہ مستقیم پر مہمت
 کے ساتھ قائم تھے۔ اور صحابہ و تابعین کی طرح تمام امور میں پابندی سنت کو لازم جانتے تھے
 بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے خواجہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے تصوف
 کے مسائل میں کلام کیا اس پر لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔ اور حاکم وقت نے ان کو سزا دی۔ میں کہتا
 ہوں کہ خواجہ ذوالنون مصری کے اقوال عین شریعت ہیں۔ اگر اور کچھ ان کی طرف منسوب ہے
 تو وہ انہماک کرنے والوں اور تحریج کرنے والوں کی کارگذاری ہے۔ اس زمانہ میں مقدسین کو بلام
 کرنے اور ان کی طرف مسائل و تصانیف منسوب کرنے کا بہت رواج تھا۔ امام ابو حنیفہ وغیرہ پر
 کیسے کیسے الزام لگائے گئے اور ان کی طرف تصانیف و مسائل منسوب کئے گئے حکام وقت نے
 اکثر اہل حق کو ایسے ہی جیلوں سے سزائیں دیں۔

اس عہد تک ان مسائل و اصطلاحات کا کچھ پتہ نہیں چلتا جو سوجہ تصوف میں رائج
 ہیں عبارت و ریاضت اور نعمائے الہی پر غور و فکر کرنے کے سوا کسی نے خدا کی ذات میں
 غور و فکر نہیں کیا وہ بزرگ ایسا کیوں کرتے جبکہ رسول کریم نے فرما دیا تھا۔

خدا کی ذات میں غور و فکر نہ کرو ابتداء اس کی نعمتوں میں غور و فکر کرو اس ارشاد میں دو اشارے
 ہیں۔ ایک یہ کہ اپنی ذات پر احسانات الہی کا معائنہ کرو۔ تاکہ طبیعت شکر کی طرف مائل ہو۔ دوسرے
 یہ کہ خدا کی پیدا کردہ نعمتوں میں غور کرو۔ کہ اس لئے تمام مخلوق تمہارے فائدے کے لئے پیدا
 کی ہے۔ تاکہ ان کے خواص و حقائق معلوم کر کے ترقی کا اپنی پیدا کر سکو۔ جو راحت و رونق خلق اور
 اشاعت تہذیب اخلاق اور قیام امن میں تمہارے معاون ہو سکیں۔ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان
 قرون ثلاثہ کے حالات سے ان معنوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

علیہ صفحہ العفافیہ یہ قول ابو نعیم نے امام شافعی کے حالات میں روایت کیا ہے۔

تصوف قرون ثلاثہ کے بعد

امراء نے ظالمانہ احکام اور گمراہ فرقوں کی دجل و تبلیس سے دین حق کی تمام شاخوں میں ایک طرح کا ترزلہ پیدا ہو گیا تھا، دنیا و حجب و جاہ کی وجہ سے مسلمانوں کو علوم دینی کی طرف کم رغبت رہ گئی تھی کیونکہ لوگ ان ذرائع کو تلاش کرتے تھے جن سے ان کو حکومت میں داخل اور احکام کا قرب حاصل ہو۔ اور جو لوگ اس قابل نہ ہوئے تھے وہ حصول زر کے لئے تجارت وغیرہ کے وسیع ذرائع اختیار کر کے ایسے مہمک ہو جاتے تھے کہ ان کو احکام شرعی سے بے پروا ہی ہو جاتی تھی۔ علم کے حاصل کرنے سے روپے کا حاصل کرنا مقدم سمجھا جاتا تھا اس طرح اہل حکومت و تجارت و صنعت و حرفت، علم دین سے بے بہرہ ہو گئے تھے۔ اکثر صوفیوں نے صرف ذکر و شغل کو مطمح نظر قرار دے لیا تھا اس طرح ان کی بھی کثیر تعداد علوم دینیہ سے محروم تھی چونکہ گمراہ فرقے والوں کا قرآن پر داؤ نہ چل سکا لہذا انہوں نے حدیث پر حملہ کر دیا نئی نئی حدیثیں اپنے مقصد کے موافق وضع کر لیں اور صحیح حدیثوں میں تغیر کر دیا یہ دیکھ کر ائمہ اہل حق نے ایسے اصول و ضوابط تدوین کر دیئے کہ دوزخ کا درودھ اور پانی کا پانی الگ ہو گیا۔ ان گمراہ کرنے والوں کے لئے اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا کہ نقیض پر ہاتھ ڈالیں انہوں نے ریاضت بلے شاقہ مہنوعی زہد و اتقاء اور شعبہ بازی سے لوگوں میں اثر پیدا کر کے خلاف شریعت عقائد و اعمال کو پھیلا کر شروع کر دیا تو ہم پرست، عجائب پرست، کم علم اور کم فہم لوگ ان کے معتقد ہو گئے۔ ان گمراہ کرنے والوں نے جیسے جیسے دجل و ذریب کہے ان سب کا مختصر بیان اس کتاب میں آئے گا۔

حلولیہ و غیر فرقوں کے دام میں پھنسی کر بعض لوگوں نے اناجی وغیرہ اس قسم کے کلمات کہے سلاطین اسلام نے ان کو سزائیں دیں۔ غرض قرن ثانی کے آخر سے تصوف میں جو خرابیاں ہوئی شروع ہوئی تھیں وہ روز بروز ترقی کرتی رہیں، اور قرون ثلاثہ کے بعد حلول و انحلال خیال صوفیوں میں پوری طرح حاصل کر گیا۔ اور غلط عقائد اور غلط شریعت اعمال رکھنے والے صوفی پیدا ہو گئے تصوف کا چشمہ صافی نہ ہو گیا چنانچہ اہل حق کی جماعت میں اس فرقہ کا کوئی اعتماد نہ رہا خود اسی گمراہ کے محتاط اور متدین بزرگ اس فرقہ کے اذال و انحال پر اعتماد نہ رکھتے تھے خواجہ اریسی کا قول ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ اب تصوف دو تصوف نہیں رہا تھا جس کو تصوف حق کہا جاتا ہے۔ خواجہ عزیز بغدادی جو تمام سلاسل طریقت کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ

منہ انوار نقیضہ یعنی اصرار العبودیہ صغیرۃ ۱۱۱

اصلی اور سابق صوفیوں کو زمانہ بحال کے برائے نام صوفیوں پر قیاس نہ کر د۔ اس وقت کے صوفی ان سے صرف نسبت کا تعلق رکھتے ہیں اور الفاظ متصوفانہ یاد رکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت حال اور اصیبت مالک سے غاری ہیں۔ زمانہ سابق کے صوفی متبع حدیث، امر اور شریعت سے واقف تھے قرآن ظاہری کے پابند، پیرکار، نیکو کار، خدا ترس اور معرفت شناس تھے جو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے قریب تھا۔ اس زمانہ کے صوفی واقعی باصفا ہوتے تھے اس کے بعد چوں کہ زمانہ گزرتا گیا لوگ رجعت قہری اور ترقی معکوس کرنے لگے چنانچہ حدیث غیر اقرین قرنی اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

حضرت جنید کا یہ قول ان کے ذکر میں تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے: ہمارے اس علم طریقت کی بساط سالہا سال ہوئے کہ پیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

خواجہ ابو الحسن بوشنگی اشرفی شمسہ کا قول ہے۔
آج تصوف کا نقطہ نام ہو گیا ہے مگر مسلمانی ندارد ہے آگے تصوف تھا مگر نام نہ تھا۔

خواجہ ابوالعباس دینوری نے فرمایا ہے۔

لوگوں نے ارکان تصوف کو توڑ دیا اس کے طریقوں کو تباہ کر دیا۔ اور اس کے معنوں کو بدل

دیا

امام غزالی شمسہ اپنے عہد کے صوفیوں کے متعلق احیاء العلوم باب دہم میں فرماتے ہیں۔
 جو حال کے صوفی ہیں ان کا دستور یہ ہے کہ سچے صوفیوں کی طرح اپنا لباس، حدیث، الفاظ و آداب اور مراسم و اصطلاحات بناتے ہیں یہ لوگ ظاہری حالات میں ان کے موافق ہوتے ہیں راگ سنتے ہیں حال کرتے ہیں اور نماز نہیں کی طرح بجا لاتے ہیں مصیبتوں پر سر جھکا کر اور گریبان میں منہ ڈال کر متفکروں کی طرح بیٹھتے ہیں لمبے سنائیں لیتے ہیں بات کرنے میں بہت پست اور ذلت بوشہ میں بغض جتنے شنائیں اچھے صوفیوں کے ہوتے ہیں سب کچھ اختیار کرتے ہیں مگر اپنے نفس اور دل کی حفاظت نہیں کرتے اور ظاہر و باطن کو خفی و جلی گناہوں سے پاک نہیں کرتے جو صوفیوں میں ادنیٰ درجہ کی باتیں ہیں ان سے بھی نہیں بچتے حرام و شہوات اور بادشاہوں کے مال پر گرتے ہیں۔

شیخ ابن جوزی محض شمسہ نے لکھا ہے

تصوف کا لفظ سری صمدی سے پہلے پیدا اور جب قائل ہے صوفیہ ہے لفظ کو

علم تعلیم سری صمدی

پیدا کیا تو اس کے اوصاف بہتر الفاظ میں بیان کئے ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک مجاہدہ نفس اور ریاضت کا نام تصوف ہے جو اخلاقِ رذیلہ سے روکتا ہے اور اخلاقِ فاضلہ مثلاً زہد، حلم، صبر، اخلاص اور صدق وغیرہ پر تیار کرتا ہے چنانچہ حضرت جنید بغدادی سے تصوف کی حقیقت پوچھی گئی تو انہوں نے کہا ”ہر بری خلق سے الگ ہونا اور اچھی خلق اختیار کرنا تصوف ہے“ اس کے بعد ابلیس نے صوفیوں کو دھوکا دینا شروع کر دیا اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اس کا فریب بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ متاخرین پر اس کا پورا تسلط ہو گیا، اس فریب کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس نے علم سے ان کو روک دیا اور ان پر یہ ظاہر کیا کہ مقصد صرف عمل ہے اس لئے جب علم کا چراغ بجھ گیا تو وہ اندھیرے میں بھٹکنے لگے۔

اس کے بعد محدث موصوف نے صوفیہ کی کتابوں کا ذکر کر کے ان پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زہد و اتقاء کی وجہ سے صوفیوں نے صحابہ، امام حسن بصری، امام سفیان ثوری، امام احمد بن حنبل، خواجہ فضل بن عیاض، خواجہ ابراہیم بن ادھم اور شیخ معروف کنوی وغیرہ کو بھی صوفیہ میں شامل کر لیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اس قسم کی کتابوں کی تصنیف کا سبب یہ تھا کہ لوگ سنن اور آثارِ اسلام کا بہت کم علم رکھتے تھے۔ اور صوفیہ کا ہر طریقہ ان لوگوں نے پسند کر لیا تھا اس پر لگے ہوئے تھے۔ اس طریقہ کو لوگوں نے اسلئے پسند کیا تھا کہ زہدِ مسلم طور پر ایک قابلِ تماشائی چیز تھی اور بظاہر ان لوگوں کو صوفیہ کے حال سے بہتر کوئی حالت اور ان کے کلام سے لطیف تر کوئی دوسرا کلام نظر نہیں آتا تھا اس کے برخلاف سلف کی سیرتوں میں کسی قدر خشونت پائی جاتی تھی عام طور پر مخلوق مجہول اس قوم کی طرف مائل تھی کیونکہ اس طریقہ میں ظاہری طور پر لطافت و عبادت کے اجزاء شامل تھے اور سماع کا سامان بھی تھا جس کی طرف طبیعتیں ناگہانی ہوتی تھیں۔ محدث موصوف نے شرعی نقطہ نظر سے صوفیہ آج ریاضات و مجاہدات پر بھی اعتراضات کئے ہیں جو طریقہ سنت کے خلاف ہیں۔ درحقیقت شرعاً اور عقلاً وہ اعتراضات صحیح ہیں، لیکن سچے صوفی اس قسم کی ریاضت نہ کرتے تھے۔ مگر اس کی تقسیم و امتیاز بہت مشکل ہے۔

علامہ ابن جوزی کی وفات ۷۴۰ھ میں ہوئی اس زمانے میں ابن عربی بھی موجود تھے محدث موصوف نے صوفیہ کی حکمت اور تمام ریاضات و معمولات و خیالات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مسئلہ وحدت الوجود کا ذکر نہیں کیا۔ اصل تصوف کے اعتبار سے یہ تمام حضرات صوفی تھے۔ اور خود حضرت ابن عربی بھی صوفی تھے۔

اس سے ثابت ہوتا کہ ان کی حیات تک اس مسئلہ کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ پانچویں صدی کے آغاز سے تصوف کی عملی حیثیت نابود ہو گئی اور وہ علمی قالب میں ڈھال لیا گیا اس نے ایک مستقل فلسفہ کی صورت اختیار کر لی تصوف کو فلسفہ بنانے کا کام شیخ الرئیس حکیم علی بن سینا نے شروع کیا۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

ابن سینا نے ایک فلسفہ ایجاد کیا جس کو اپنے سلف یونانیوں کے کلام اور اہل کلام پیمبر وغیرہ کے عقائد سے مرکب کیا اور بہت علمی و علمی امور میں ملاحدہ اسماعیلیہ کا طریقہ اختیار کیا اس میں کسی قدر صوفیہ کے کلام کی آمیزش بھی کی۔ لیکن درحقیقت اس کا مرجع بھی اسماعیلیہ، قرامطہ اور باطنیہ کا کلام ہے۔ آگے ہی فلسفہ لڑتی پکڑتا گیا اور شراقیوں کے مسلک سے قریب ہوتا گیا۔ صاحب دستانہ مذہب نے لکھا ہے:۔

عقائد صوفیہ صغیرہ ہما لعت کہ اشراقیہاں راست اما صوفیہ عقائد را بر طرز اشارات درخت انداننا اہل دریا بد اکثر کلام حضرت رئیس الموحیدین شیخ محی الدین ابن عربی و صوفیہ صغیرہ را بر سرے شمار د چون بر حد صرح میرساند با حکمت اشراقیہاں سے آمیزد

محمد بن طاہر مقدسی نے صوفیوں میں شامل ہو کر ایک کتاب صفوۃ التصوف تصنیف کی اس میں ایسی باتیں لکھی ہیں جن کو پڑھتے ہوئے ایک شریف صاحب عقل کو شرم آتی ہے ابن طاہر کے متعلق شیخ ابو الفضل بن ناہر نے لکھا ہے کہ وہ اباحیہ فرقے سے تھا غرض گمراہ فرقے کے لوگوں نے صوفی بن کر مسائل و عقائد باطلہ اور اعمال و افعال خلاف شریعت کو رواج دیا۔ یہاں تک کہ امر و پرستی ان میں رائج ہو گئی۔ ابن طاہر نے امر و نہی کی نظر بازی کے جواز میں ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ ایرانی صوفیوں میں اس کا بہت رواج ہوا۔ کیونکہ یہ ایرانیوں کا قومی مذاق تھا ایک فاضل نے لکھا ہے:۔

و غمبول کے مسلمان ہونے سے پہلے اسلام میں جو بدعتیں پیدا ہوئیں ان کو تصوف اور شیعیت نے رد کر دی۔ قرون ثلاثہ کے بعد سے تصوف اصطلاحات قائم ہوئیں۔ ان میں ہر دور میں تغیر و تبدل اور کمی بیشی ہوتی رہی۔ اور ان کے معانی و مفہوم بھی بدلتے رہے۔ ہندوستان میں تصوف میں ویدانت کا اثر بھی مشاہد ہو گیا۔ غرض تمام محالک میں باطل فرقوں کے لوگوں نے صوفیانہ لباس میں اصل تصوف کے چشمہ صافی کو کھد کر دیا۔ اور اکثر صوفی پابندی سنت و احکام شریعت کے خلاف عمل کرنے لگے۔ علامہ محمد مصطفیٰ اعظمی اپنی کتاب تاریخ اسلام میں

کہتے ہیں ”اللہ ایک ہے وحدانیت نبی کی زندگی کا سرچشمہ تھا یہی آپ کی ساری ریاضت و مجاہدہ کا اصول تھا یہی وہ چیز تھی جو اسلام کے نبی نے ہمارے سامنے پیش کی پس جو تصوف اس روح سے دور رہا۔ وہ اسلام سے بھی دور رہا پھر بعد میں تصوف مختلف جامے پہنتا رہا اور اسلام کے علاوہ دوسرے عناصر بھی اس میں جگہ پاتے رہے۔ یہ ہندی تصوف ہے وہ فارسی ہے۔ یہ مسیحی تصوف ہے وہ یونانی ہے ان اجنبی عناصر کی فراوانی نے تصوف کو ایک ایسا مذہب بنا دیا جو گویا اسلام سے بالکل معارض و مخالفت تھا یہ ناممکن ہو گیا کہ ان میں سے کسی کو ملت اسلامیہ کا جزو کہا جاسکے، حالانکہ اصل تصوف وہ ہے جو تعلیم نبی کا پر تو ہو اور جو قرآن و سنت کے تابع ہو۔ نیز کہتے ہیں ”اسلام کا تصوف جب تک دائمی اسلام کے سرچشمے سے مستفیض ہوتا رہا اس وقت تک اس کی حیثیت بالکل جداگانہ تھی“ نیز لکھتے ہیں ”اسلام کے تصوف کا صرف ایک مرکز اور ایک محور ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اور پس“

قرططہ اور دیگر گمراہ فرقوں نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے اور تصوف کو خراب کرنے میں جو کوششیں کی ہیں ان کا ذکر آئندہ بیانات میں آئے گا۔ وحدۃ الوجود اور رقص و سرور کے متعلق بھی جداگانہ تفصیل درج کی جائیگی۔ اور گمراہ فرقوں کے عقائد کا بھی مختصر بیان کیا جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ مروجہ تصوف میں کون سا عقیدہ اور مسئلہ کس فرقے سے آیا ہے

میں پھر کہتا ہوں کہ یہ خراب عقائد و حالات تمام صوفیہ کے نہ تھے۔ ہر زمانہ میں سچے صوفی بھی ہوئے ہیں جنہوں نے تبلیغ اسلام کی، اسلام کی عملی خدمات کیں، حکومت اسلامیہ کی سیاسی خدمات انجام دیں۔ اور جنگ و جہاد میں شریک رہے۔ ان کی ذات سے خلق خدا کو بہت راحت و نفع پہونچا ہے۔ انھیں ہر حق میں وہ کسی حاکم اور بادشاہ سے نہیں ڈرے اور انہوں نے بڑے بڑے مصائب و آلام برداشت کئے تمام بزرگوں کے حالات اور تمام واقعات کے لئے تو ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ ہم اس موقع پر چند بزرگوں کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھے دیتے ہیں۔

بعض صوفیہ کی چند سیاسی خدمات کا ذکر

- (۱) خلیفہ عبد الملک کی طرف سے امام شعبی قیصر روم کے پاس سفیر بن کر گئے
- (۲) ابو مسلم خراسانی ^{۱۳۲ھ} نے جب بنی امیہ ازراہ کے طرفداروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ تو امام ابراہیم بن میمون ^{۱۳۲ھ} اس کے پاس گئے اور اس کو مسلمانوں کے قتل سے باز رہنے کی

ہدایت کی۔ ابو مسلم نے ان کو قید کر دیا علماء کا ایک وفد ابو مسلم کے پاس گیا۔ اور امام کو چھڑا لیا۔ انہوں نے پھر جا کر ابو مسلم کی سرزنش کی تو اس نے امام کو قتل کر دیا جب ان کی شہادت کی خبر امام عظیم کو پہنچی تو بہت روئے۔

✓ (۳) خلیفہ منصور عباسی ۱۵۸ھ حج کو گیا اور امام سفیان ثوری کو بلا کر کہا۔ کچھ فرمائیے امام صاحب نے فرمایا خدا سے ڈر۔ دنیا تیرے ظلم و جور سے لبریز ہے خلیفہ نے کہا کوئی حاجت ہو تو فرمائیے امام صاحب نے فرمایا جن لوگوں کی تلوار کے زور سے تو خلیفہ ٹوٹا ہے ان کی اولاد بھوک مر رہی ہے خلیفہ نے کہا آپ کچھ اپنے لئے طلب کیجیے۔ امام صاحب نے فرمایا حضرت عمرؓ نے حج کیا تھا تو دس درہم سے کچھ اوپر خرچ ہوئے تھے تو اس قدر روپیہ لئے پھرتا ہے کہ بار برداری اس کی متحمل نہیں ہو سکتی آخر خلیفہ خاموش ہو گیا اور امام صاحب واپس تشریف لے آئے۔

(۴) یحییٰ بن عبداللہ بن امام حسن مشہی بن امام حسن مجتبیٰ نے خلیفہ ہارون الرشید ۱۹۳ھ کے خلاف خروج کیا بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر یحییٰ صلح پر مجبور ہو گئے جلعنامہ لکھا گیا اس پر بہت سے علماء و صلحاء کی گواہیاں ہوئیں یحییٰ، وزیر فضل برمکی کے ساتھ دار الخلافہ آئے۔ کچھ دنوں تک مہمان نوازی رہی پھر بعض مساجد کے مشورے سے خلیفہ نے نقص عہد کر لیا چاہا تو امام محمد بن حسن الشیبانی ۱۹۹ھ نے خلیفہ کی رائے مخالفت کی اور اس کو نقص عہد سے باز رکھا۔

✓ (۵) خلیفہ مامون الرشید ۲۱۸ھ نے عقیدہ خلق قرآن کا اعلان کیا اور علماء کو اس پر قائم رہنے کی ہدایت کی۔ امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ اور دیگر بہت سے ائمہ اور بزرگوں نے مخالفت کی خلیفہ نے سب کو سخت سزائیں دیں۔

(۶) خلیفہ معتصم باللہ ۲۲۷ھ نے ایک بزرگ بشر بن الوجد بن خالد کندی کو عہدہ قضا پر مامور کیا پھر ان سے کہا کہ مسئلہ خلق قرآن کے قائل ہو جائیں۔ انہوں نے کہا میں ایمان فروش نہیں ہوں۔ خلیفہ نے ان کو برخاست کر کے قید کر دیا۔

✓ (۷) مصر میں شیخ بکار بن قتیب بن اسد بصری بڑے بزرگ تھے ان کو خلیفہ معتصم باللہ نے مصر کا قاضی بنادیا گورنر مصر احمد بن طولون تنخواہ کے علاوہ ان کو کچھ روپیہ زائد بطور ہدیہ بھیجا کرتا تھا۔ شیخ اس روپیہ کو علیحدہ جمع کرتے جاتے تھے خلیفہ کو اس کے دلی عہد الموفق نے قید کر دیا۔ ابن طولون نے شیخ کو بلا کر کہا خلیفہ کو الموفق نے قید کر دیا ہے آپ الموفق کے بارے میں ولیعہدی سے معذرت کا فتویٰ لے لیجئے شیخ نے کہا۔ آپ نے میرے سامنے خلیفہ کا

فرمان رکھ کر موفق کی ولیعهدی پر دستخط کرائے تھے اب آپ اس کے خلاف چاہتے ہیں۔
تو اس کی دست بردار ٹھیکیدار خلیفہ کا فرمان لائیے گورنر نے کہا خلیفہ اس وقت معذور ہے
شیخ نے کہا جب اظہار حق کے معاملہ میں وہ اس قدر معذور ہے تو مجھے بھی معذور سمجھئے
گورنر نے کہا آپ کو شرم نہیں آتی کہ میں آپ کو تنخواہ کے علاوہ اس قدر رقم دیتا رہا ہوں
شیخ نے کہا آپ کی رقم محفوظ ہے میں واپس بھیج دیتا ہوں۔

(۸) خلیفہ معتضد باللہ ۶۷۹ھ نے حکم دیا کہ امیر معاویہ پر برسر منبر عن طعن کی جایا کرے۔
امام ابو یوسف کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے خلیفہ کو سختی کے ساتھ منع کیا اور اس امر سے باز
رکھا۔

(۹) خواجہ ابوالحسن نودی ایک کشتی میں سوار ہوئے اس میں بہت سے مٹکے رکھے ہوئے
تھے خواجہ نے طاح سے دریافت کیا۔ ان میں کیا ہے اس نے کہا ان میں شراب ہے خلیفہ
کے واسطے جا رہی ہے۔ یہ سن کر خواجہ نے سب مٹکے توڑ ڈالے جب خلیفہ معتضد
باللہ کو خبر ہوئی تو خواجہ کو گرفتار کر کے بلایا اور دریافت کیا تو گن ہے؟ خواجہ نے فرمایا۔ میں محتسب
خلیفہ نے کہا تجھے کس نے محتسب بنایا ہے کہا میں نے تجھے خلیفہ بنایا ہے خلیفہ خاموش ہو گیا۔

(۱۰) خواجہ ابو محمد حریری ۷۱۳ھ بھاشین خواجہ جنید بغدادی قراطرہ کے مقابلہ پر جہاد میں
شریک ہوئے قراطرہ نے پانی بند کر دیا خواجہ شدت عطش سے جان بحق ہو گئے۔
(۱۱) خراسان کے بادشاہ محمد بن ملک شاہ سلجوقی ۷۱۵ھ کو امام غزالی نے ایک خط لکھا اس
کا نام تصحیح الملوک ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

”حقوق اللہ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ معاف ہو سکتے ہیں حقوق العباد معاف ہونے کی کوئی تہیہ
نہیں حضرت عمر باوجود کمال احتیاط، عدل و انصاف کے مواعظہ قیامت سے ڈرتے تھے مگر
تیرا یہ حل ہے کہ تجھے کور عایا کی کچھ پیدا نہیں تیرا صرف یہی کام نہیں ہے کہ تو خود ظلم کرنے
سے باز رہے بلکہ تو اس کا بھی ذمہ دار ہے کہ تیرے اعمال حکومت کسی پر ظلم نہ کریں جو معاملہ
بھی تودہ سروں کے ساتھ کرنا چاہے پہلے یہ سوچ لیا کر کیا تو اس کو اپنے لئے بھی پسند کر
سکتا ہے اگر اسے اپنے لئے پسند نہیں کرتا اور دوسروں کے ساتھ ایسا کرتا ہے تو تو دغا باز
اور خائن ہے“

(۱۲) خلیفہ النقیضی الامیر باللہ ۷۵۵ھ کے زمانہ میں بغداد میں سلطان مسعود برادر

زادہ سلطان سبخر نے بہت زور پکڑا اور حکومت کے تمام امور پر قابض ہو گیا بہت سے جزیہ شکنس قائم کئے۔ لوگوں کو تکلیفیں دیں تو خواجہ ابن عباد اس کے پاس پہنچے۔ اور کہا تجھ کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ کہ اس نے تجھ کو یہ عروج دیا۔ لیکن تو لوگوں کو تکلیف دیتا ہے اور تو نے بہت سے مجھ سے ملے قائم کر دیئے ہیں۔ اور اس روپیہ کو بچائے خلق اللہ کی بھیر دی کے لغو اور عیش عشرت کے کانوں میں صرف کرتا ہے اس کی نصیحت کا بڑا اثر ہوا اس نے محصولات میں تخفیف کر دی

(۱۳) سلطان خوارزم شاہ نے بغداد پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا۔ خلیفہ بغداد ناصر الدین ^{۵۲۳} نے سلطان کو سمجھانے کے لئے ایک وفد مرتب کیا اس سفارت کا امیر خواجہ شہاب الدین مہروری کو مقرر کیا۔ خواجہ صاحب تشریف لے گئے دیکھا کہ بر سے رعب داب کا دربار ہے تین لاکھ فوج شمشیر برہنہ کھڑی ہے۔ خواجہ صاحب کسی امیر سے مرعوب نہ ہوئے۔ اور سلطان کے خیمہ میں پہنچ کر السلام علیکم کہہ کر آل عباس کی تعریف کر کے بادشاہ کو خون ریزی سے باز رہنے کی نصیحت کی بادشاہ کو یہ تمام امور ناگوار ہوئے۔ اس نے خواجہ صاحب کی سفارت کو حقارت سے ٹھکرا کے لشکر روانہ کر دیا۔ خدا کی قدرت یہ لشکر راستے میں بربت پائی اور ہر باد ہو گیا اور سلطان سے سوائے اس کے کچھ نہ بن پڑا اپنی جان بچا کر بھاگے اس واقعہ کو مشہور شاعر غالب الدین نے نظم کیا ہے۔

باز پنبہ دانہ کہ در پنبہ دانہ امت
اجرام کوہ با مست کہ نہاں در بیان رفت

سلطان ابھی حدود عراق سے نکلنے نہ پایا تھا کہ دوسری آنت یہ آئی کہ چنگیز خاں نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا۔ خوارزم شاہ نے مقابلہ کیا اور شکست کھا کر بھاگا آخر اسی غم و اندوہ میں مر گیا۔

(۱۴) خلیفہ معتمد باللہ ^{۵۲۴} کے عہد میں جب چنگیز خاں نے نیشاپور پر حملہ کیا تو باوجود پیرانہ سالی کے خواجہ فرید الدین عطار جنگ میں تشریف لے گئے اور چنگیزی سپاہیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے بالآخر ایک سپاہی نے ان کو شہید کر دیا۔

(۱۵) امام ابن تیمیہ ^{۵۲۵} سے لوگوں نے حاکم مصر کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ امام صاحب حاکم کے پاس پہنچے اس نے مسکرا کر ازراہ طعنے کہا آپ نے کیوں تکلیف کی میں خود حاضر ہو جانا۔ امام صاحب نے کہا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلاموں کے برابر بھی نہیں

ہیں۔ حضرت موسیٰ تبلیغ حق کے لئے دن میں تین مرتبہ گئے تو فرعون سے بھی برصھا ہوا ہے پھر میں تیرے پاس کیوں نہ آتا۔

(۱۶) وزیر حکومت نے چاہا کہ ولی لوگ بطور غلامت سفید عامہ باندھا کریں۔ امام ابن تیمیہ نے وزیر سے کہا یہ حکم خلاف شریعت ہے اس کو منسوخ کر دو۔ وزیر بہت حجت کی اور دھمکایا جب امام صاحب پر کچھ اثر نہ ہوا تو اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

(۱۷) قتلغ خاں گورنر دمشق نے بے حد ظلم و ستم کئے۔ تمام شہر پریشان ہو گیا کسی کی جان و عزت و آبرو محفوظ نہ رہی امام ابن تیمیہ، خواجہ نظام الدین اور محمود شیبانی نے متفق ہو کر ایک لشکر مرتب کر کے قتلغ خاں پر حملہ کر دیا اور اس کو شکست دے کر نکال دیا۔

(۱۸) ایک مرتبہ دمشق میں اور مغل سپاہیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ مغل زن و مرد کو قید کر کے لے گئے۔ امام ابن تیمیہ ملک غازان کے پاس پہنچے اور اس کو سمجھایا بادشاہ نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔

(۱۹) ملک غازان نے سترہ ہزار شاہ مصر ناصرین قلاؤں پر حملہ کیا امام ابن تیمیہ بہت سے مجاہدین کو جمع کر کے مصر کی فوج میں شریک ہو گئے۔ بمقام مرج الصفر (اس کو شہنشاہ بھی کہتے ہیں) جنگ ہوئی۔ مصری لشکر فتحیاب ہوا۔ امام شمس الدین جامع تذکرۃ الحفاظ کا قول ہے کہ مرج الصفر کی فتح امام ابن تیمیہ کی وجہ سے ہوئی۔

(۲۰) امام رازی اور خواجہ اجمیری نے سلطان غوری کے ساتھ اشتراک عمل کیا۔

(۲۱) سلطان محمد تغلق نے کوغختہ زیادہ تھا سلطان نے ایک مرتبہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی دعوت کی جب کھانے سے فراغت ہو گئی تو سلطان نے خواجہ سے عرس کی کہ مجھ کو کچھ نصیحت کیجئے خواجہ نے فرمایا تمہارے مزاج میں درندوں کا سا غصہ ہے اس کو ترک کر دو۔

(۲۲) سلطان شہاب الدین بادشاہ کشمیر نے پچاس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیادہ فوج سے حدود سلطنت دہلی پر حملہ کیا۔ فیروز شاہ تغلق بمقابلہ کیا اسی زمانہ میں کشمیر میں حضرت خواجہ امیر کبیر سید علی ہمدانی تشریف لائے چھ ماہ قیام کر کے وہ ہندوستان کی طرف چلے راستے میں فیروز پور قیام کیا۔ یہیں سلطان شہاب الدین خیمہ زن تھا۔ سلطان خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خواجہ صاحب کو یہ امر ناگوار گزرا کہ دو مسلمان بادشاہ آپس میں لڑیں۔ خواجہ نے سلطان سے کہا کہ صلح کر لو اس وقت سلطان کا پتہ بھاری تھا۔ مگر خواجہ کے فرمانے سے اس

نے صلح کر لی۔

(۲۳) مرزا شاہ رخ بن تیمور کی دست درازیاں دیکھ کر خواجہ اسحاق خٹلانی اور ان کے مرید سید نور بخش ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے خٹلان میں حکومت قائم کر لی اس پر جنگ ہوئی اور شاہ رخ قہیاب ہوا۔
(۲۴) یعقوب شاہ بادشاہ کشمیر ^{رحمۃ اللہ علیہ} کے عہد میں کشمیر میں بے حد مظالم ہوئے۔ تو خواجہ یعقوب صیرفی راہنہ حضرت مجدد صاحب، اور بابا داؤد قانی نے اگرہ اگر بادشاہ کو کشمیر پر فوج کشی کی ترغیب دی اور شرائط ذیل پر لشکر کی رہنمائی اور امداد کا وعدہ کر کے فوج شاہی کے ساتھ آئے اور کشمیر فتح کرادیا۔

حکام وقت امور مذہبی اور بیع و شراء اجناس اور نرخ غلات کے معاملات میں دخل نہ دیں۔
۱۲ اہل کشمیر کو غلام و کنیز نہ بنایا جائے

۱۳ اہل کشمیر ہر قسم کی بدعت اور جہور و تعدی سے مامون رہیں
۱۴ امرے کشمیر جو زمانہ طوائف الملوک میں مصدر فتنہ و فساد ہوئے ہیں ان کو امور ملکی میں شریک نہ کیا جائے۔

(۲۵) جب اکبر بادشاہ اپنی پیغمبری کا سکہ جمانا چاہا تو بزرگان دین نے اس کی مخالفت کی۔ اور بزرگوں کی طرح قاضی عبدالشہید ^{رحمۃ اللہ علیہ} سیدواری نے بھی بادشاہ کے خلاف وعظ و تقریر کا سلسلہ قائم کیا۔ بادشاہ نے ان کا خاندانی اعزاز و نوبت و تقارح اور نصف جاگیر ضبط کر لی لیکن قاضی صاحب نے اس سلسلہ کو بدستور جاری رکھا قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راقم سطور کے اجداد میں سے تھے۔ اور خواجہ نظام الدین بلخی کے پیر صحبت تھے

(۲۶) حضرت مجدد الف ثانی کو جہانگیر نے طلب کیا حضرت تشریف لیگئے اور حسب قاعدہ دربار مسجد معظم ادا نہ کیا۔ بادشاہ کو کچھ نصیحت بھی کی یہ امر اس کو ناگوار ہوا۔ اور حضرت کو کئی سال تک نظر بند رکھا۔

(۲۷) سلطان اورنگ زیب عالم گیر غازی نے جب دکن پر چڑھائی کی تو سلطان لشکر میں دو بزرگ یوسف اور شریف بھی شامل تھے۔ ان کا مزار حیدر آباد میں ہے اور سچ تک زیارت گاہ خلعتی ہے

(۲۸) معظم بہادر شاہ ابن عالم گیر غازی کی بدعنوانیوں پر حضرت سید آدم بنوری خلیفہ حضرت مجدد صاحب نے مخالفت کی بادشاہ نے ان کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا۔

ملک کتاب یادگار صفحہ شمس المطالع مراد آباد ۱۸۹۸ء

(۲۹) معزالدین جہاندار شاہ کے مقابلہ پر جب فرخ سیر نے خروج کیا تو جو ننگہ جہاندار بہ نسبت فرخ سیر کے حکومت کے لئے زیادہ موزوں تھا اور عقائد اعمال کے اعتبار سے بھی اس سے بہتر تھا۔ تو خواجہ محمد سعید عرف میراں بھیکہ چشتی رحمہ اللہ نے نواب ظفر خاں صوبیدار کو ہدایت کی کہ وہ فرخ سیر کا ساتھ دے۔

(۳۰) جب سکھوں نے مسلمانوں پر بے حد مظالم کئے تو حضرت سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید و شاہ عبد الرحیم نے جمعیت فراہم کر کے سکھوں پر جہاد کیا، اگرچہ یہ سب حضرات شہید ہو گئے۔ مگر سکھوں کی قوت پاش پاش ہو گئی۔ ۱۸۴۳ء میں جب انگریزوں نے دہلی و آگرہ کا قلعہ کیا تو دہلی کے ایک بزرگ صابر علی شاہ چشتی شاہ عالم ثانی کے پاس گئے اور انگریزوں پر جہاد کرنے کی ترغیب دی۔

صوفیائے کرام کی تبلیغی خدمات کو تمام مسلم اور غیر مسلم مورخین کا اتفاق تسلیم کیا ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت میں صوفیوں کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ نے پریچنگ آف اسلام میں دنیا کے ہر خطے کے متعلق ثابت کیا ہے کہ صوفیوں نے اسلام پھیلا یا حضرت خواجہ جنید بغدادی، حضرت غوث الاعظم حضرت خواجہ ابھری، خواجہ عبداللہ خفیف خواجہ شہاب الدین سہروردی اور بہت سے متقدمین و متاخرین صوفیہ کے دستِ حق پرست پر لاکھوں آدمی اور والیان ملک مشرف باسلام ہوئے۔ اور سچے صوفی ہمیشہ تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح میں مشغول رہے اس مختصر میں اس قدر گنجائش نہیں کہ میں ان بزرگوں کی تبلیغی خدمات کا اجمال کے ساتھ بھی بیان کر سکوں۔

خواجہ سدید الدین سید جلال معروف بابل شاہ آٹھویں صدی ہجری کے ابتداء میں کشمیر آئے۔ کشمیر کا راجہ رتن ان کے حالات و کرامات کو دیکھ کر مشرف باسلام ہوا۔ راجہ کے بعد ہزاروں ہندوؤں نے حضرت کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

امیر کبیر سید علی سہدانی کے ہاتھ پر کشمیر میں ہزاروں آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے صاحبِ زادے سید محمد صاحب نے تو ایسی حیرت انگیز کرامت دکھائی کہ جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی یعنی ان کے ہاتھ پر ایک دن میں دس ہزار سے زائد ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ اس امر کو ہندو مسلمان یورپین تمام مؤرخوں نے لکھا ہے۔

✓ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو جہانگیر بادشاہ نے قید کر دیا۔ تو آپ نے قید

خانہ میں دو ہزار ہندو قیدیوں کو مشرف باسلام کیا

حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی چشتی نے اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کو ایک مکتوب میں لکھا ہے

ہر جا باشندہ در اعلائے کلمۃ اللہ باشند و اصلاح مفاہد و فرزندان آدم نمایند کہ انبیاء بحوث برائے ہمیں کار بود اند جان و مال خود را صرفت کار دین کنند فیض دینی و دنیوی بہ تمام رسانند و ہمہ حلاوت و عیش خود را فدائے اُن بندگان باید کرد۔

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امرہوی چشتی سنگھ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ نے نگینہ صنایع بجنور میں ایک جلسہ میں دعائی گھنٹے اسلام کے متعلق تقریر فرمائی راقم سطور بھی اس جلسہ میں شریک تھا۔ گیارہ ہندو مشرف باسلام ہوئے اس جلسہ کی کیفیت ایک ضخیم کتاب رکوب السفینہ فی مناظرہ نگینہ میں شائع ہو چکی ہے

”صوفیائے کرام کی علمی خدمات“ ابتداء سے لیکر آج تک صوفیائے کرام تالیف تصنیف کے ذریعہ سے بھی اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ ان کی علمی خدمات کے عشر عشیر ان کے لئے ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے“

امام سفیان ثوری نے تفسیر کبھی د امام مالک، امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ نے حدیث و فقہ کی خدمت کی۔ اور اپنے علم و اجتہاد سے ایک عظیم الشان فن یعنی علم فقہ کو پیدا کیا۔ شیخ عبداللہ بن مبارک نے کتاب الزہد تصنیف کی امام غزالی نے تفسیر کبھی اور احیاء العلوم تصنیف کی شیخ اکبر نے ۷۷ کتابیں تصنیف کیں و تفسیر ہیں شیخ کی تصانیف میں تحریف بہت ہوئی ہے۔

خواجہ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش، حضرت غوث الاعظم، خواجہ حامی، خواجہ شہاب الدین سہروردی، خواجہ سعدی شیرازی، خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری اور بہت سے صوفی بڑے بڑے مصنف گزرے ہیں۔ تفسیر بیضاوی کو قاضی بیضاوی اپنے مرشد کے حکم سے تصنیف کیا صاحب فوز المرام لکھتے ہیں ملہ

قاضی ناصر الدین بیضاوی جو امام ہیں تفسیر اور فقہ اور علم کلام اور علم اہول اور علم تصوف میں رہ بکھوان کی تفسیر کو جو مشہور ہے پھری ہوئی ہے ساتھ تصوف کے علامہ فیضی کی مشہور ہے نقط تفسیر میں حضرت مجدد الف ثانی نے فیضی کا مداد کی۔

ملہ فوز المرام ص ۱۳۱ بحوالہ کواکب ظاہرہ

لیکن سبب حضرت کو معلوم ہوا کہ فیضی کے عقائد اچھے نہیں ہیں تو ساتھ چھوڑ دیا لہذا یہ تفسیر مکمل نہ ہو سکی۔ شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی شاہ ولی اللہ شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز یہ تمام بزرگ صاحب تصنیف تھے۔ تمام بڑے بڑے صوفیاء حدیث و فقہ و تفسیر کا درس دیتے تھے۔ شاہ کلیم اللہ نے اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین اور نگ آبادی کو ایک مکتوب میں لکھا۔

بمطالعہ کتب و حدیث و فقہ و سلوک چوں احیاء و کیمیا و امثال ذالک و تواریخ شاہ نسخ پیشین بہتر است یا ران اہل علم را در درس تفسیر و حدیث و فقہ در میان ظہر و عصر بعد از صبح بگویند مولانا فخر الدین چشتی دہلوی برابر حدیث و تفسیر فقہ کا درس دیتے رہے۔ تمام قدیم بزرگوں کی خانقاہوں میں مدارس اور کتب خانے تھے خواجہ گنج شکر کے کتب خانہ کا تذکرہ فراد العزیز میں ہے۔ سلطان المشرک کے کتب خانے کا ذکر اکثر مورخین نے کیا ہے۔ کتب خانہ نوالہاویہ کبیر راج سہرام میں ایک لاکھ روپیہ کی کتابیں تھیں۔

خواجہ عبداللہ حقیف سائیکہ نے ہندوستان سے کہ بہتان جزیرہ سرانند سب کا راستہ دریافت کیا غرض بچے صوفیوں نے ترویج علم و تہذیب و قیام امن و عدل و اشاعت اسلام و جہاد باللسان و جہاد بالسیف اور خلق اللہ کی ظاہری و باطنی ترقی میں پوری جہد و جہاد اسراؤ سلاطین کو بلا خوف نصیحت کرتے رہے یہ لوگ پوری طرح تتبع سنت تھے۔

لیکن مصنوعی صوفیوں کی کثرت ہوئی جاتی تھی یہ جماعت علم سے بے بہرہ تھی اور اعلم حجاب اکبر کو اپنی سند میں پیش کرتے تھے اعلم حجاب اکبر کے متعلق ایک صوفی صاحب علم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ علم سے مراد علم ذات ہے یعنی اپنے وجود کا اس قدر علم کہ جس سے خودی پیدا ہو جائے حجاب اکبر ہے

مصنوعی صوفیوں پر زیادہ اثر ان کی کم علمی کی وجہ سے فرقہ اباحیہ اور باطنیہ وغیرہ کا پڑا یہ لوگ ان کے دہل و فریب کو سمجھ نہ سکے لہذا ان میں بہت سی بدعات اور خرابات عظیمہ امور شائع ہو گئے۔

جب حالات بہت ابتر ہو گئے تو امام عزائی نے پانچویں صدی ہجری سے آخر میں تصوف اسلام کی صورت میں مرتب کیا احیاء العلوم وغیرہ اس میں ان کے متعلق ہیں اکثر مصنفین نے لکھا ہے کہ اس سے مستند وحدۃ الوجود کا ظہور ہوا۔

صوفیائے گورو نے اگر درس و تدبیس، اصلاح خلق اور جہاد سے سلاطین کی اچرہ و ستبروں

علا سحر نامہ ابن بطوطہ

کے خوف سے دست کشی اختیار کی تھی تو کاش وہ اپنے مسلک کو بدعات وغیرہ ہی سے محفوظ رکھتے اور طریق سنت کے موافق اپنی تعلیم کو محدود کر لیتے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ کم علمی حب جاہ، حب زر اور خود پسندی نے ان کو مغلوب کرنے کے راستے سے ہٹا دیا، اگر قدیم صوفیوں حضرت حنید، حضرت غوث الاعظم، خواجہ ابھیری اور خواجہ صاحبزادے کی بات دیکھے جائیں، ان کے ملفوظات پر نظر کی جائے اور اس میزان میں موجودہ صوفیوں کو تولد ملتے تو معلوم ہو گا یہ لوگ ان سے بالکل علیحدہ ہیں۔

اس زمانے میں صوفیوں کی وہ جماعت جو شریعت کی پیروی کرتی ہے درس و تدریس میں مشغول ہے۔ لہذا وہ اب اور بدعات سے متنفر ہے موجودہ صوفیوں کی اصطلاح میں ان کا لقب وہابی ہے۔ میں اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ بزرگان متقدمین اور ائمہ سلاسل نور مشائخ عظام نے جو تپتے صوفی کی تعریف کی ہے ان کے اقوال یہاں نقل کر دوں اکثر اقوال تذکرۃ الاولیاء سے ماخوذ ہیں۔ اگر کوئی قول کسی دوسری کتاب سے نقل کیا گیا ہے تو حوالہ لکھ دیا ہے۔

صوفی کی تعریف

مرحلقہ چشتیہ خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

جو اپنی عقل کو سنت رسول پر صرف کرتے ہیں۔ اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہیں اور اپنی خباثتوں سے رسول کے دامن میں پناہ لیتے ہیں ان لوگوں پر صوفی کا اطلاق ہوتا ہے رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ صوفی وہ ہے کہ اس کی گفتگو اس کے حال کے مطابق ہو اور ایسی کوئی بات نہ کہے جو خود اس میں نہ ہو۔ جب خاموش ہو تو اس کا معاملہ اس کے حال کی تعبیر ہو۔ قطع خلائق میں اس کا حال ناطق ہو۔ صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمام چیزوں میں صرف خدا کو پسند کیا اور خدا نے تمام انسانوں میں ان کو پسند کیا۔ خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ صوفی وہ ہے جس کا دل خدا کے ساتھ ہو۔

خواجہ سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف ہو۔ تفکر سے بھرپور ہو۔ خدا کی خاطر بشریت سے علیحدہ اور زر و خاک اس کے نزدیک برابر ہوں۔ خواجہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ صوفی وہ ہے جس کی جان کدورت بشریت سے آزاد

ہو، آفتِ نفس سے صاف ہو خواہشات سے خالی ہو اور ماسوی اللہ سے بھاگا ہوا ہو نہ وہ کسی کا مالک ہو نہ ملوک نہ وہ کسی کی قید میں ہو نہ کوئی اس کی قید میں ہو۔

خواجہ ابو حمزہ محمد ابراہیم ^{رحمۃ اللہ علیہ} صوفی صادق وہ ہے جو عزت کے بعد خوار ہو تو گری کے بعد درویش ہو ظاہر ہونے کے بعد پنہاں ہو، صوفی مومن کامل ہوتا ہے

امام سلاسل تصوف خواجہ جنید بغدادی ^{رحمۃ اللہ علیہ} صوفی وہ ہے جس کا دل ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے پاک ہو خدا کا فرمان بجالانے والا ہو، اس کی تسلیم و رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح ہو، اس کا اندوہ و غم حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح ہو، اس کا صبر اللہ علیہ السلام کی طرح ہو، اس کا ذوق و شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہو اور اس کی مناجات میں اخلاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو۔ تصوف اسطفا سے ہے جو ماسوائے برگزیدہ ہو نہ صوفی ہے۔

خواجہ ابو عبد اللہ محمد بن افضل ^{رحمۃ اللہ علیہ} صوفی وہ ہے کہ میرا رہے تمام بلاؤں سے اور منزہ رہے تمام عطاؤں سے۔

خواجہ شبلی ^{رحمۃ اللہ علیہ} صوفی وہ ہے جو تمام جہان کو اپنا عیال سمجھے صوفی وہ ہے جو لوگوں سے منقطع ہو اور حق سے متصل ہو۔

خواجہ ابو عبد اللہ محمد بن الحسین نر وغندی ^{رحمۃ اللہ علیہ} صوفی حق تعالیٰ سے اور زہد نفس سے ہوتا ہے زہد کی تعریف جو سوفیلے کرام نے فرمائی ہے وہ کٹندہ کسی باب میں نقل کی جائے گی،

خواجہ ابوالحسن علی بن ابراہیم خضرمی ^{رحمۃ اللہ علیہ} صوفی وہ ہے جس کا دل جملہ کائنات الگ رہے حق تعالیٰ ہی کے ساتھ آرام و چین پکڑے اور اپنے کل کام اسی کو سونپ دیے خواجہ ابو الحسن خرقانی ^{رحمۃ اللہ علیہ} صوفی بہ مریع و سجادہ بنورد و صوفی برسم و عادات صوفی بنورد صوفی آن بود کہ اور اچھا جتنے بنورد چیز سے نہ دارد و عمار و ستارہ شگاہت نہ بنورد عمار

خواجہ نور الدین جامی ^{رحمۃ اللہ علیہ} صوفی را در زہد مرتبہ بود درائے مرتبہ را بد کہ حقیقہ نفس ازاں دور بود عمار

امام الصوفیہ امام عبد الوہاب شمرانی ^{رحمۃ اللہ علیہ} صوفی متبع سنت اسرار شریعت سے واقف۔ فراتق ظاہر یہ کہے پابند پرہیزگار، نیکو کار اور معرفت شناس ہوتے ہیں

عنا نفحات الانس ص ۲۵۵ عمار ایضا عمار انوار القدسیہ ص ۱۶ تا عمار

اور کامل صوفیوں میں کوئی تراع و اختلاف نہیں ہوتا صوفی حتی الامکان کسی چیز کو جو شریعت سے خارج نہیں کرتے امام صاحب نے صوفیوں کے بہت سے علامات لکھے ہیں ان میں سے چند ایک کو نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) وہ علوم ضروریہ کو حاصل کرتا ہے (۲) وہ اپنے نفس سے لوگوں کے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے یعنی لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے اور اپنے نفس کے لئے خلقت سے مطالبہ نہیں کرتا (۳) ہر ایک کو اس کے درجہ کے موافق جگہ دیتا ہے اور ہر شخص کی قدر و منزلت کو پہچانتا ہے (۴) نفع و نقصان کو سوائے خدا کے کسی کے ہاتھ میں نہیں دیکھتا وہ ایسے الفاظ سے پرہیز کرتا ہے جس سے کوئی دعوے یا ترکیب نفس کا ظاہر ہوتا ہو (۵) وہ حرکات ظاہریہ جیسے نماز میں کانپنے کھڑکھوں کے بلانے سرنگوں ہونے وغیرہ سے پرہیز کرتا ہے اور اندرونی حالت کو چھپاتا ہے وہ لوگوں کی بھموری چاہتا ہے اور ان کو صنعت و ستکاری وغیرہ ذرائع معاشرت سے روزی حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے (۶) خود کسی سے سوال نہیں کرتا نہ کسی سائل کو رد کرتا ہے اور نہ زخمہ کرتا ہے (۷) دنیا و داروں سے اپنی حاجت کو پوشیدہ رکھتا ہے اور اپنی بھوک پیاس کو ظاہر نہیں کرتا وہ اپنے ملنے والوں سے شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے (۸) وہ آیات متشابہات و صفات الہیہ و اسمائے خداوندیہ و حروف مقطعات میں زیادہ غور و خوض نہیں کرتا (۹) صوفی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک نقیبہ ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔

”حضرت خواجہ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش“ جس نے دل کو محبت غیری کی کدورت سے پاک رکھا وہ صافی ہے اور جس نے محبوب حقیقی یعنی خدا کے لئے کو شرک و تعطل سے منزہ اور غیر کے خیال سے پاک رکھا وہ صوفی ہے۔

یہ ہے سچے صوفی کی تعریف اور تصوف کا صحیح مسلک جس کو صوفیوں کے اماموں اور سلاسل طریقت کے سر حلقہ مشاریح نے بیان فرمایا ہے اگر غور کیا جائے تو قرن اول اور قرن ثانی کے ختم کے قریب تک سو فیصدی ایسے صوفی نظر آئیں گے قرن ثانی کے آخر سے قرن ثالث کے ختم تک پچاس فیصدی اس کے بعد دس بیس فیصدی اور پچیسویں صدی میں ہزاروں میں ایک آدمی۔ آج کل مصنوعی صوفیوں کی اس قدر کثرت ہے کہ مسلمانوں میں متفرق صدی صوفی ہیں متقدمین کے عہد میں صدیوں میں ایک مہمور پیدا ہوا تھا آج ہر شہر

۱۔ کشف المحجوب

میں بہت سے منصور و موید ہیں قرن اول اور قرن ثانی کے آخر تک تصوف کا مسلک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنا اور اس کے مطابق دینی و دنیوی ترقی میں تخلق الشی بنائی کرنا تھا۔ وہ خدمت حکومت الہیہ کے قیام و استحکام کے لئے جدوجہد کرتے اور حصول علم میں کمال و رجب جانفشانی کرتے تھے قرن ثانی کے آخر سے اکثر لوگوں نے جو صوفی کہلاتے سلاطین کے ظلم و ستم سے تنگ آکر گوشہ عافیت اختیار کیا گواہوں نے صرف ذکر و مشغل کے ذریعہ تعذیب قلب کو اپنا مطمح نظر بنالیا تھا۔ مگر وہ درس و تدریس میں بھی مشغول رہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا یہ گروہ عزت نشین علم سے محروم ہوتا گیا اور ان میں قسم قسم کی بدعات رائج ہوتی گئیں اور عجم و ہند کے تصوف سے ٹکرایک ایسا عجیب و غریب مسلک جاری ہو گیا جس کو قرآن حدیث اور اسلام سے بہت کم تعلق ہے اور بدھ کے فلسفے سے زیادہ قریب ہے۔ اب کثرت سے گروہ صوفیہ کی یہ حالت ہے۔

۱) علم سے محروم (۱۷) اتنا الحق کے مدعی اور ہر لحظہ اس کا اعلان کرنے والے (۲) رقص و سرود کے شائق (۱۸) شاہدان بازاری سے ارتباط رکھنے والے (۱۹) تارک صوم صلوٰۃ رہا شعبہ بازاء خلاف شرع امور کا علی الاعلان ارتکاب کرنے والے (۲۰) شرعی مسائل کا مفہم اڑانے والے (۲۱) ماتھے پر توڑ کمر پیٹنے والے مریدوں کے مال پر گزراوقات کرنے والے اور امیرانہ عطا رکھنے والے (۲۲) شیعہ و غیر فرقوں سے بغض عقائد میں موافقت رکھنے والے (۲۳) رنگے ہوئے کپڑے پہننے والے (۲۴) گیسو دراز (۲۵) قبروں پر سیلے لگانے والے جہاں ہر قسم کا بازار لگتا ہے، نایک گانا گاتھے اور تمام لہو و لعب کی باتیں ہوتی ہیں۔ کھانے کے ہوٹل اور مٹھائیوں کی دکانیں ہوتی ہیں وہاں صوفی لوگ قبرستان میں دسترخوان لگا کر دعوتوں کے مزے اڑاتے ہیں سر حلقہ صوفیائے چٹھیل امام حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو قبرستان میں کھاتے دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص منافق ہے

لیکن یہ سب کا حال نہیں دنیا سچے صوفیوں سے بھی خالی نہیں ہزار در ہزار ہیں ایک دو ایسے بھی ہیں جن کو صحیح معنوں میں صوفی کہا جاسکتا ہے۔

الباب الثانی فی الکتاب

یہ تو تحقیق ہو چکا کہ تصوف اس مسلک اور علم کا نام جو انسان کو زہد و تقا و حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ دنیا میں ظاہری و باطنی ترقی کے راستے پر گامزن ہونا سکھا دیتا ہے اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس علم کے متعلق کون کون سی کتابیں تصنیف ہوئیں اور ان کی کیا حالت ہے اور وہ کیا سکھاتی ہیں۔

یہ امر بھی مسلم ہے کہ خداوند و الجلال نے انسان کو دنیا میں اسلئے بھیجا ہے کہ وہ نیکی اور راستی کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی ترقی کی منزلوں کو طے کرے اور اس کی رہنمائی کئے لئے نبی و رسول مبعوث فرمائے اور کتب و صحائف نازل فرمائے جن میں وہ ہدایات نکلیں کہ جن پر کاربند ہو کر انسان خیر و ظہر کی زندگی بسر کر سکتا۔ اسی وجہ سے بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام تھے و حقیقت یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ برہنہ و رسول صوفی تھا۔ اور ہر صحیفہ آسمانی تصوف کی کتاب ہے۔ لیکن انبیاء کے اہل صحائف اب دنیا میں موجود نہیں۔ آسمانی کتابوں میں اب ہمارے ہاتھوں میں خدا کی آخری کتاب ہے، جو نبی آخر الزمان پر نازل ہوئی یعنی قرآن۔

یہ وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا خود خداوند کریم نے وعدہ فرمایا ہے اور اب تک وہ وعدہ سچا ثابت ہوا ہے۔ یعنی آج چودہ سو برس سے یہ کتاب بعینہ ویسی ہی موجود ہے جیسی رسول اکرم پر نازل ہوئی تھی۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ مسلمانوں کا توبہ ایمان ہے ہی کہ قرآن مجید تحریف سے پاک ہے۔ لیکن قرآن کے غیر محترفات ہونے کا محققین خدا سبب غیر کو بھی اقرار ہے سروریمہور نے لکھا ہے عینہ

”قرآن جیسا محمدؐ نے بیان کیا ہے وہی کا وہی ہے“ جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ کتاب آسمانی ہے اور غیر محترفات ہے تو خدا کی کتاب کے سوا خدا رسی کے بہترین اصول اس کے سوا کون بتا سکتا ہے جو اصول و اعمال اس کے خلاف قرار دیئے جائیں گے۔ وہ یقیناً غلط ہوں گے۔ اب ہمیں اس کی تعلیمات کے متعلق غور کرنا چاہیے۔ یہاں تمام تعلقات و احکام پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہماری کتاب کا تعلق صرف مسلک تصوف سے ہے لہذا اسی حد تک اجمال کے ساتھ کچھ لکھا ہے۔

۱۔ دیباچہ جوامع الکلم ۲۔ لائف آف محمد

تصوف کی روح رُداں تین چیزیں ہیں توحید، اخلاق اور زہد۔ لہذا ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ان امور ثلاثہ کی تعلیم و بیان میں قرآن کا کیا درجہ ہے۔ ان امور کے متعلق باب تاریخ میں لکھا جا چکا ہے۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تصوف کی سب سے پہلی صحیح اور مکمل کتاب جو اس وقت موجود ہے وہ قرآن مجید ہے قرآن مجید کو رسول اکرمؐ نے پیش فرمایا آپؐ نے اکثر احکام و آیات کی تشریح بھی فرمائی اس لئے آپ کے اقوال جن کو حدیث کہا جاتا ہے وہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔

حدیثیں حضورؐ نے خود بھی لکھائیں اور حضورؐ کی اجازت سے صحابہ نے بھی لکھیں۔ حضورؐ اور صحابہ کے عہد کی بائیس تحریرات حدیث کج تک موجود ہیں علم حدیث کے بعد علم فقہ ہے۔ جن کو قرآن و حدیث کے اصول سے ان مقدس ائمہ نے مدون کیا ہے جنہوں نے صحابہ و تابعین سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان سے زیادہ آیات و احادیث کے صحیح مفہوم کو پانے والا کون ہو سکتا ہے۔ گویا فقہ قرآن و حدیث دونوں کی تفسیر ہے۔ اس کے بعد علم تفسیر کا بہرہ ہے۔ تفسیر میں صحابہ نے بھی لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض موجود بھی ہیں۔ ان کے بعد ائمہ نے پھر علماء نے لکھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس صحابی اور سفیان ثوری کی تفسیریں موجود ہیں یہ سب تصوف ہی کی کتابیں ہیں۔ لیکن سلسلہ مجری سے اہل بغداد نے کثرت سے احسان کی جگہ تصوف کہنا شروع کر دیا اسلئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس خاص نام کی رعایت سے قرون ثلاثہ میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ قرن ثانی میں امام عبداللہ بن مبارک سلمہ شاگرد امام اعظمؒ نے دھن کو صاحب تذکرۃ ولایا نے اولیاء میں شمار کیا ہے، کتاب ازہد و الرقاق تصنیف کی یہ کتاب کتب خانہ جامع قزوینی میں موجود ہے ۲۵۹ھ میں شیخ ابوکر محمد بن ابراہیم بن علی المقرئ الشرنوبی سلمہؒ نے اربعین تالیف کی اس میں زہد و اخلاق کی حدیثیں ہیں۔

اب لوگ تصوف قرآن و حدیث و فقہ و تفسیر سے علیحدہ ایک پانچواں علم سمجھتے ہیں اس علم کے متعلق خصوصیت سے سب سے پہلے جس مصنف کا نام لیا جاتا ہے وہ شیخ جعفر بغدادی سلمہؒ کا رسالہ انقیاد الی اللہ ہے۔ مجھے تحقیق نہیں ہوئی مگر غالباً یہ رسالہ اب دنیا میں موجود نہیں ہے، اس کے بعد فن تصوف کے نام سے ہر عہد میں صوفیائے کرام تصانیف کرتے رہے۔ اکثر بزرگوں کی مستقل متعدد تصانیف ہیں بعض کے ملفوظات ہیں۔ کسی کے

۱۔ دیکھو تاریخ الحدیث مصنفہ صادم

مکتوبات ہیں۔

کتاب المصنف خواجہ ابوالفراسراج ^{۳۳۵} تصانیف المصنفہ شیخ ابی عبدالرحمان
اسلمی ^{۳۳۶} رسالہ قشیریہ امام ابوالقاسم قشیری ^{۳۳۷} کشف المحجوب شیخ علی مجیری معروف بہ زانا
گنج بخش لاہوری ^{۳۳۸}

اس زمانہ تک تو مختلف اور مخلوط طور پر تصانیف تھیں لیکن امام غزالی ^{۳۳۹} نے
تصوف کو بصورت فن مدون کیا اور احیاء العلوم وغیرہ کتابیں تصنیف کیں۔ حضرت غوث اعظم
^{۳۴۰} نے غنیۃ الطالبین وغیرہ تصنیف کیں شیخ فرید الدین عطار ^{۳۴۱} نے تذکرۃ الاولیاء
رجزہ کتابیں لکھیں خواجہ شہاب الدین سہروردی ^{۳۴۲} نے عوارف المعارف اور شیخ محی الدین
اکبر ابن عربی ^{۳۴۳} نے فصوص الحکم وغیرہ تصنیف کیں۔ مولانا عبدالرحمان جامی ^{۳۴۴} نے نفحات
الانس وغیرہ امام عہد الوہاب شہرانی ^{۳۴۵} نے کبریت احمر وغیرہ تصنیف کیں اور بہت سے
بزرگوں کی تصانیف ہیں لیکن صوفیاء کی کوئی تصنیف بھی غیر خندوش نہیں ہے۔ کیونکہ فرقہ ہائے
ضالہ کے داعیوں کو اس گروہ میں اپنی رچل و تلیس کے پھیلانے کا بہت موقع ملا ہے اور
ان کی تصانیف کی کتب حدیث وغیرہ کی طرح جانچ نہیں ہوئی اسلئے ان بزرگوں کی تصانیف
پر محققین نے شبہات وارد کئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب قراطر اور اس کے دو سرے فرقوں اسماعیلیہ وغیرہ کے لوگوں
نے یہ دیکھا کہ ہم نے حدیث وفقہ وغیرہ کو جعل سازیاں کرنی چاہی تھیں وہ کا حقہ سرسبز نہیں ہو
سکیں کیونکہ محدثین و علماء نے اسماء الرجال اور اصول روایت و درایت کے ذریعہ دودھ کا
دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ کر کے دکھا دیا۔ تھا۔ تو ان کو سب سے بہتر یہی سید ان نظر آیا کہ
صوفیائے کرام کی کتابوں میں تحریف کریں انہوں نے تحریف میں یہاں تک کہاں کیا
کہ کتب تاریخ و قصص اور شعراء کے دواوین کو بھی تحریف سے نہیں بچوڑا۔ اس زمانہ میں
سطاح وغیرہ تو کتب نہیں۔ نقل کے ذریعہ سے کتابیں چلتی تھیں لہذا اکثر فرقہ ضالہ کے معتقدین
نے کتابت کا ہمیشہ اسی غرض سے اختیار کیا تھا ایک یہ صورت بھی کی گئی کہ داعیان فرقہ ضالہ
نے اکثر اسماء الرجال وہی مقرر کیے تو اہل حق کے محققین ان کے یہاں امام حمیر طبری بھی ہیں
امام ابو حنیفہ بھی ہیں، ترمذی، شافعی، عطار، اور حافظ غرض سب ہیں انہوں نے اپنی
کتابوں کے نام بھی ان کی کتابوں کے نام پر رکھے۔ اور ان بزرگوں کی طرف سے مستقل

تصانیف بھی مشہور کیں۔ ابان بن عثمان بن یحییٰ بن زکریا معروف بہ ابان الاحمر سلمہ نے کتاب المعازی تصنیف کر کے حضرت ابان بن عثمان غنی کے نام سے مشہور کی، جابر جعفی اپنے عقیدہ کے موافق حدیثیں بنا کر یا حدیثوں میں تغیر کر کے مستند روایات کی سندوں کے ساتھ حدیثیں رائج کیا کرتا تھا۔ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن ابی خلعت ثقی بھی یہی کیا کرتا تھا ابراہیم بن قتیبہ نے شیخ عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کی کتاب معارف کے نام پر اپنی کتاب کا نام بھی معارف رکھا۔ کتاب سرائع العالمین امام عزالی کے نام سے مشہور کی گئی ایک کتاب جس کا نام مختصر ہے مالک قرطبی نے تصنیف کر کے امام مالک کے نام سے مشہور کی۔ شیخ محمد الدین فیروز آبادی کے نام سے کسی نے ایک کتاب امام اعظم کی روز تکفیر میں تصنیف کر دی۔ وہ کتاب شیخ ابوبکر بن خیاط کی نظر سے گذری تو انہوں نے شیخ محمد الدین کو خط لکھا شیخ نے جواب میں لکھا کہ یہ مجھ پر کسی نے افتراء کیا ہے میں نے اس قسم کی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ میں تو امام اعظم کا معتقد ہوں۔ وہ کتاب اگر آپ کو ملے تو جلد آپ پر منسوخ و حلاج کی تصنیف سے ۷۷ کتابیں مشہور ہیں۔ لیکن ابن الدیم نے الفہرست میں لکھا ہے کہ حلاج سیرن میں صغر حسن تھا

تصانیف عطار شیخ فرید الدین عطار اولیائے کبار میں سے ہیں ان کی تصانیف نظم و نثر میں ہیں ان کی کل تصانیف کی تعداد قاضی نور اللہ شوستری جتھد نے ۱۱۴ لکھی ہے بعض نے ۱۱۰ بعض نے ۱۰۵ تعداد لکھی ہے ایک جعفی الذہب آدمی نے عطار تخلص کر کے ان کے نام پر چند کتابیں تصنیف کر کے مشہور کیں۔ ان میں سے ایک کتاب لسان الغیب ہے اس کے متعلق مرزا محمد بن عبدالوہاب قزوینی مقدمہ تذکرہ عطار میں لکھتے ہیں

”اس کتاب کی لغویت اور عطار کے نام پر افتراء ہونے کے راز سے ناواقف نہ رہیں۔ مشہور ہے۔ دروغ گور حافظہ نباشد ایک مثنوی اسرار الشہود شیخ عطار کے نام سے مشہور ہے مگر اصل میں یہ شمس الدین محمد لاجی اسیری کی تصنیف ہے کیونکہ اس میں سید نور بخش کی مدح ہے

آنداز غیب نامش شمس نور بخش بود چوں خورشید نامش نور بخش

سید نور بخش خواجہ شیخ عطار سے کم و بیش تین صدی بعد ہوئے ہیں۔ ایک کتاب ہمارے نامہ شیخ عطار کے نام سے مشہور ہے یہ دو ہیں۔ ایک بحر نرج مسدس میں ہے دوسری بحر مل مسدس میں ہے اس کی زبان شیخ عطار کے زمانہ کی زبان سے زیادہ صاف ہے۔

اسلئے اسے عطار کی تصنیف نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ حاجی خلیفہ نے اسے مولا ناروم کی طرف منسوب کیا ہے۔ خواجہ عطار کی کلیات میں بھی بہت کچھ تصرف ہوا ہے ان کے کلیات کا سب سے قدیم نسخہ ان کی وفات سے ڈیڑھ صدی بعد لکھا گیا

ایک کتاب تذکرۃ الاولیاء ان کی طرف منسوب ہے۔ اس میں ایسی غلط اور لغو روایتیں ہیں جو صریح تاریخ و واقعات و عقل کے خلاف ہیں۔ مثلاً منصور حلاج کے متعلق لکھا ہے کہ اس کو میدان حشر میں زنجیروں سے جکڑ کر لایں گے تاکہ صفحہ حشر کو زیر زبر نہ کر دے نیز لکھا ہے کہ شیخ عطار سے خلیفہ نے حلاج کے متعلق سوال کیا حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ شیخ کی وفات حلاج کے واقعہ سے قبل سو چکی تھی۔ لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ بن خفیف جب منصور کی سولی کے نیچے پہنچے تو جاں بحق ہو گئے۔ حالانکہ شیخ کی وفات ان کے وطن شیراز میں حلاج کے واقعہ سے (۶۲) برس بعد ہوئی لکھا ہے حلاج کے قتل کے فتوے پر حضرت جنید نے مہر کی تھی حالانکہ حضرت جنید حلاج کے قتل سے بارہ برس پہلے وفات پا چکے تھے حضرت خواجہ پارسا فصل الخطاب میں فرماتے ہیں ”آپچہ در بعضے کتب نوشتہ کہ سید الطائفہ شیخ جنید فتویٰ بقتل حسین بن کوشتہ اند این افتراء محض است بر سید الطائفہ وفات ایشان پیش از قتلہ منصور بیازوہ یا دوازوہ سال بودہ“

صوفیوں میں مشہور ہے کہ حضرت جنید کے سامنے جب منصور کے قتل کا فتویٰ پیش کیا گیا تو حضرت نے اس پر یہ شعر لکھ دیا۔

ظاہر ابن مردگرچہ کشتنی است باطناً ہرگز نمیدانم کہ کیست

حضرت سفیان ثوری کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان کی بددعا سے خلیفہ معاذ ارکان دولت زمین میں دھنس گیا یہ بیان تمام تاریخوں کے خلاف ہے۔ حضرت سفیان کے عہد کے خلفاء کی موت کے واقعات کتب تاریخ میں اس طرح مذکور ہیں کہ بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان الحمار جنگ میں مارا گیا اور بنی عباس کا پہلا خلیفہ ابو العباس سفاح معمولی موت سے مرا اس کے بعد ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا۔ وہ حضرت سفیان کا معتقد تھا ۸۰ھ میں حج سے واپس ہوتے ہوئے راستہ میں اپنی موت مرا۔ خلیفہ مہدی ابن منصور بھی حضرت سفیان کا معتقد تھا اسی کے عہد میں حضرت نے وفات پائی۔

خواجہ داؤد طائی کے ذکر میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض نے ان کو صرف دو مرتبہ دیکھا۔ یہ صریح غلط ہے۔ یہ دونوں بزرگ امام اعظم کی مجلس فقہ کے رکن تھے برسوں رات دن ساتھ رہے۔

کنز الحقائق ایک کتاب شیخ عطار کے نام سے مشہور ہے یہ اصل میں پہلوان محمود بن بوریائی دلی خوارزمی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

برو جان پدر ریشہ ز محمود کزینش جز حقیقت مست مقصود

ایک کتاب مفتح الفتح ہے اس کے متعلق محمد بن عبد الوہاب قزوینی نے دیباچہ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ یہ کسی زنجانی کی تصنیف ہے مصنف نے اس کا سال تصنیف خود ایک شعر میں بیان کیا ہے

بسال شمش صد ہشتاد و دو چار مشہور سال را بد آخر کار

خواجہ عطار کی وفات ۷۴۷ھ میں ہوئی اس لئے یہ کتاب خواجہ کی وفات سے (۱۱) برس بعد کی تصنیف ہے ایک کتاب رحلت نامہ ہے یہ شیخ بہلول کی تصنیف ہے اس میں یہ شعر ہے ہر کہ می خواہد کہ او را صل شود در پہلویش ہمہ حاصل کند یہ مثنوی شیخ بہلول کے نام سے بھی مشہور ہے منصور نامہ یہ بھی مثنوی بہلول کا ایک حصہ ہے۔ بے سر نامہ یہ کتاب شیخ عطار جیسے فاضل و کامل فن اور بزرگ کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تمام کتاب منصور نامہ کے اشعار کے سرقہ سے مرتب ہوئی ہے۔

منصور نامہ میں یہ شعر اس طرح ہیں

بود منصور سے عجب شوبہ حال در رہ تحصیل او را صد کمال

حال در حال عجب بود اسے بسر نے چوں حال این خبیساں بخیر

اور موز سر حق ہے بروہ بود نے کہ چوں بارہ را گم کردہ بود

بے سر نامہ میں بھی یہی اشعار ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلے شعر میں منصور سے

کی جگہ عطار سے ہے دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں خبیساں کی جگہ کساں ہے تیسرا شعر اس طرح ہے۔

در موز سر حق ہے بروہ بود نے کہ چو ما تو در بروہ بود

ایک مثنوی کنز الاسرار ہے یہ کسی مرتبی تنقص کی تصنیف ہے۔ عطار کے نام سے

مشہور ہے اس میں یہ شعر ہے۔

نصیحت دے سکین نر بنی را بگوشتی خود بگیرد مرو دانا
من تمام کتابوں میں شیعیت کے بعض مسائل کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ایک کتاب انسان
العیب نام ان کی طرف منسوب ہے اس میں یہ شعر ہے۔

شیعہ پاک است عطار اپنے پیر جنس این شیعہ بجان خود بخیر
خواجہ عطار ایک فاضل اور شائق شاعر تھے۔ ان کی طرف جو منظوم تصانیف منسوب
ہیں کسی اچھے شاعر کی تصنیف نہیں سمجھی جاسکتیں۔ ان کے نام سے ایک کتاب میلج
نام بھی مشہور ہے۔

ہیلاج فاضل عطار کے افلاط

معائنہ برد زن مفاعلہ ہے اس شعر میں غلط طور پر مفاعیلہ باندھا ہے
معائنہ مرا کرو است واصل حقیقت اور روشن جان و ہم دل

عام کی جمع عوام ہے اس شعر میں عوام غلط باندھا ہے۔
کنوناے شیخ این عوام مسکین بصورت اندر میں شورند در کیں
بت شکن ایک الف زیادہ ہے

نرا این جاست ابراہیم دامن شور در عاقبت این جابت شکن
شمارا زائد باندھا ہے

خبر وارم شمارا از شمارا کہ خواہد بود ناخبر قنارا
منظر العجائب عطار میں ہے

روز قرآن سخت گیر دوست ماں پوست را انداز پیش کر گساں
مولیناروم کے نام سے یہ شعریوں مشہور ہے۔

من زقرآن برگزیدم مغسزرا پوست را پیش سگاں انداختم
عطار کا ایک مستتراد ہے۔

نقد قدم از محزن اسرار برآمد : خود گنج عیان شد
بود خوف کہ خود بر سر بازار برآمد : بر خود نگسساں شد
مولیناروم کے نام سے بھی یہی مستتراد مشہور ہے۔

تصانیف ابن مقفع

عثمان بن عمر بن بحر المعروف بہ حافظ معتزلی نے کئی کتابیں لکھ کر حکیم ابن مقفع کے نام سے مشہور کیں اس کے بعد بعض لوگوں نے اس کے نام سے کتابیں لکھیں چھٹی صدی ہجری میں حلوبیہ اور اباحیہ فرقے کے لوگوں نے اپنے مسائل و عقائد کو زور شور سے شائع کرنا شروع کیا اور مسئلہ اتحاد و حلول کی تبلیغ پر تمام ہمت صرف کر دی اسی زمانے میں فلسفہ کا زور بڑھا۔

تصانیف ابن عربی: یہ دیکھ کر شیخ محی الدین اکبر نے ان مصنوعی مسائل کے متعلق گہرے فلسفیانہ رنگ میں تصانیف کیں اور اپنے پر زور فلسفیانہ دلائل سے اتحاد و حلول سے بچانے کے لئے مسئلہ وحدۃ الوجود کی طرف رخ کیا اور اس مسئلہ کو اس خوبی سے اور ایسے نازک دلائل سے ثابت کیا کہ اتحاد و حلول کا شبہ بھی نہ ہونے پائے تحریف نہ کرنے والوں کو یہ اچھا موقعہ ملا تھا آیا انہوں نے شیخ کے متعلق بعض مسائل و عقائد مشہور کر دیئے اور ان کی کتابوں میں خوب تحریف کی ان کے نام سے کتابیں مشہور کیں۔ اب کوئی ذلیل ایسا نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ شیخ نے وحدۃ الوجود کو کیا سمجھا تھا۔ اور کیا دلائل قائم کئے تھے شیخ کی طرف ایک بڑی تفسیر بھی منسوب ہے اس کے متعلق محققین نے لکھا ہے کہ اس میں بہت کم حصہ شیخ کا ہے ایک کتاب فتوحات مکیہ ہے اس میں بھی تحریف ہوئی ہے چنانچہ شیخ ہی کے سلسلہ کے ایک امام شیخ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ میں نے فتوحات مکیہ کا ایک قلمی نسخہ شیخ کے ہاتھ کا لکھا ہوا شیخ شمس الدین سید محمد بن سید ابوالطیب کے پاس دیکھا اس میں وہ مسائل نہ تھے جو شیخ کی طرف فتوحات مروجہ میں منسوب ہیں اس کو دیکھ کر شیخ شعرانی نے فتوحات کا خلاصہ کیا اس کا نام لوائح الانوار القدسیہ رکھا پھر اس کا خلاصہ کر کے کبریٰ احمر نام لکھا ان کتابوں میں وہ مسائل نہیں ہیں جو شیخ کی بدنامی کا باعث ہیں اور جن کو تحریف کرنے والوں نے بڑھا دیا ہے۔ مروجہ کتابوں میں بعض مقولے ایسے اضافہ کئے گئے ہیں جو کسی اہل عقل کے قلم سے نہیں نکل سکتے مثلاً لکھا ہے۔

ہماری کتابیں دیکھنا حرام ہیں۔

جب مصنف کو معلوم تھا کہ یہ استہد ر مضرت کتابیں ہیں کہ جن کا دیکھنا جائز نہیں تو تصنیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ اسباب معصیت کو فراہم کرنا جائز نہیں حق یہ ہے کہ حضرت شیخ پر یہ افتراء ہے۔ ان کے متعلق امام شعرانی نے کتاب البیواقیات میں لکھا ہے۔

عنہ تذکرہ شیخ محی الدین ابن عربی ص ۱۰۲ تصنیف عبدالغفور دوستی مطبوعہ ۱۳۸۵ھ

آپ کتاب و سنت کے سخت پابند تھے

✓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کسی نے لوگوں میں ایسی بات کہی کہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں۔ تو وہ ان کے لئے فتنہ ہے اور حضرت علی نے فرمایا ہے۔ لوگوں میں وہی بات کر دو جس کو وہ سمجھ سکیں۔ اس صورت میں کسی طرح یقین نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت شیخ جیسے بزرگ متبع سنت نے ناقابلِ فہم اور اوق نکات بیان کئے ہوں۔ حضرت شیخ کے جواہرِ اقوال اس کتاب میں نقل کئے ہیں ان سے بھی امام شعرانی کی تصدیق ہوتی ہے۔ شیخ کی تصانیف کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے چار سو لکھی ہے اور صاحب برهان الازہر نے ۲۰۰ لکھی ہے۔

تصانیف اجمیری: خواجہ معین الدین اجمیری کے نام سے کتابیں مشہور ہیں۔ انیس اللوح، رسالہ در کسب نفس، اور دیوان۔ خواجہ اجمیری کے دیوان کے متعلق مولوی صباح الدین عبدالرحمان صاحب اپنے مضمون میں رسالہ معارف ۱۹۴۵ء میں لکھتے ہیں خواجہ کی طرف ایک دیوان بھی منسوب ہے۔ مگر اہل نظر کی رائے میں یہ جلی ہے۔

معراج العاشقین: خواجہ گیسو دراز کی تصنیف ہے ایک کتاب معراج العاشقین انجمن ترقی اردو نے شائع کی تھی عرصہ کے بعد ارکان انجمن کو تحقیق ہوا کہ یہ رسالہ خواجہ صاحب کا مصنفہ نہیں ہے انجمن ترقی اردو کہاجی نے اس کا اعلان اپنے رسالہ اردو جنوری سنہ ۱۹۴۵ء میں کیا خواجہ گنج شکر کے نام سے بھی ایک کتاب آفاق النفس مشہور ہے۔

تصانیف سعدی: شیخ سعدی کی کتابوں میں بہت زیادہ تحریف ہوئی ہے۔ شیخ نے خود بیان کیا کہ میں محدث ابن جوزی کا شاگرد ہوں محدث موصوف حدیث کے معاملہ میں نہایت محتاط تھے لیکن شیخ سعدی کی تصانیف میں جو حدیثیں مذکور ہیں وہ اکثر یا تو ضعیف ہیں یا موضوع ہیں۔ جیسے لی مع اللہ وقت لا یسعہ ملک مقرب یا حضرت ابو ہریرہ کی حدیث زر غبا۔ بوستان میں ایک حکایت ہے جس میں شیخ کا سونا میں آنا مذکور ہے وہ بالکل جعلی ہے اور یہ قصہ شیعوں کے مسئلہ ثقیہ کو ثابت کرنے کیلئے گھڑا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حکایت سر اسر غلط بیانی کا مجموعہ ہے شیخ ایسی لغو باتیں نہیں کر سکتے تھے مثلاً لکھا ہے

بتے دیدم از عارِ در سومات موصع چو در جاہلیت منات

یعنی سومات کابت ماتھی دانت کا بنا ہوا تھا یہ غلط ہے ہندو ماتھی دانت کو ناپاک سمجھتے ہیں۔ وہ مجھ کی تصویر اس سے کیونکر بناتے۔

فتاند گبران پاژند خواں چو سگ با من از بہر یک استخوان
پاژند ہندو نہیں پرستتے۔ پارسیوں کی کتاب ہے ہندوؤں کی کتاب وید ہے

اسی طرح

پس پردہ مطراں آذر پرست

ہندو کو کہیں گبر اور کہیں مطراں کہا ہے حالانکہ مطراں پادریوں کو کہتے ہیں اور عیسائی آذر پرست نہیں ہیں گبر پارسیوں کو کہا جاتا ہے غرض ان تمام باتوں سے اس کی مصنوعیت ثابت ہوتی ہے اسی طرح بوستان میں اور بھی اشعار ہیں۔

کشف مکتوم یہ کتاب امام فخر الدین رازی کی طرف منسوب ہے اس میں اعمال تسخیر کو اکبادہ جادو لکھے ہیں بعض عملوں کے ساتھ لکھا ہے کہ اس عمل کو کرنے کے بعد زنا یا اغلام کرے حضرت مولانا احمد حسن صاحب محدث امر و مہوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتاب فخر رازی شیعہ کی تصنیف ہے

عوارف المعارف۔ عوارف المعارف کا جو نسخہ بابا فرید الدین گنجشکر کے پاس تھا اس میں اور شیخ نجیب الدین متوکل کے نسخے میں اختلافات تھے چنانچہ سلطان المشائخ نے بابا صاحب سے عرض کیا۔

من نسخہ دیگر بخد مت شیخ نجیب الدین متوکل دیدہ ام۔

تصانیف سلطان المشائخ۔ سلطان المشائخ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے ایک شخص نے آپ کی لکھی ہوئی ایک کتاب دکھائی تو انہوں نے فرمایا۔

من بیج کتبے مذکور شہ ام (نواد الفواد) حمید شاعر قلندر مرید خواجہ چراغ دہلوی نے خیر المجالس مصنفہ ۵۶۷ ہجری میں لکھا ہے۔

گیارہویں مجلس خیر المجالس خواجہ چراغ دہلوی نے فرمایا۔

میرے حضرت پیر و مرشد سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین قدس سرہ فرماتے تھے کہ میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام فرید الدین اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ مولانا قطب الدین بختیار کاکی اور باقی خواجگان چشت اور دوسرے

مشائخ نے جو ہمارے شجرہ میں ہیں کسی نے کوئی تصنیف نہیں کی۔ میں نے عرض کیا یعنی حمید شاعر نے کہ کتاب فواد الفواد میں لکھا ہے کسی نے حضرت سلطان جی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ایک معتبر آدمی سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں نے آپ کی تصنیف سے ایک کتاب دیکھی ہے۔ حضرت سلطان جی نے فرمایا اس نے غلطی کی میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی یہ سن کر حضرت خواجہ چراغ دہلوی نے فرمایا کہ واقعی ہمارے سلطان دہلوی نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ پھر میں نے یعنی حمید شاعر نے عرض کیا کہ یہ رسالے جو آج کل ہمیں دستیاب ہو رہے ہیں جن کا نام ملفوظات حضرت شیخ قطب الدین اور ملفوظات حضرت شیخ عثمان ہارونی ہے۔ کیا یہ رسالے بڑے حضرت کے زمانے میں ظاہر نہ ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت چراغ دہلوی نے، فرمایا یہ رسالے اس وقت نہ تھے اگر ان حضرات کی تصنیف ہوئے تو حضرت ان کا ذکر کرتے۔

محمد اہل خاں صاحب ایم اے سوانح عمری خواجہ غریب نواز مطبوعہ ۱۹۳۵ء مطبع سلیمی پریس الہ آباد میں حصہ ۸۵ پر لکھتے ہیں۔

ملفوظات خواجگان چشت میں بعض ایسی باتیں درج کر دی گئی ہیں جو کسی طرح ایسے بزرگوں کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتیں۔

مولوی برکت اللہ فرنگی محلی لکھنوی ترجمہ فصوص الحکم میں لکھتے ہیں

امام عبد الوہاب شہرانی نے فرمایا ہے کہ جب میں ابو طاہر مغربی سے ملا تو انہوں نے مجھے ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ دکھایا جس میں حاسدوں نے غلط عبارتوں کو بڑھا دیا تھا۔ اسی طرح محدوں نے حضرت امام احمد بن حنبل کے مرض الموت میں تکیہ کے نیچے جھوٹے عقائد لکھ کر رکھ دیئے تھے لیکن چونکہ سب ان کے عقائد سے واقف تھے لہذا فتنہ میں نہ پڑے امام غزالی کی احیاء العلوم میں بھی چند جھوٹے مسئلے لکھ دیئے گئے تھے قاضی عیاض نے ان سب کو جلانے کا حکم دے دیا امام عبد الوہاب شہرانی نے فرمایا کہ اسی طرح میری کتاب بحر الورد میں جھوٹے مسائل لکھ کر شامل کئے تین سال تک مہر و مکہ کے علماء کے پاس اپنی دستخطی کتاب بھیجی تب فتنہ فرو ہوا۔

دریبل العارفین۔ دریل العارفین کے متعلق یہ دعوائے ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اپنے مرشد خواجہ اجمیری کے ملفوظات جمع کئے ہیں اس کے متعلق

ان کے خلیفہ خواجہ گنج شکر کا یہ قول صاحب خیر المچاس نے صفحہ ۹ پر بحوالہ اخبار الاشباہ نقل کیا ہے از خواجگان پشت پیچ شخصے تصنیف نہ کردہ است۔

اہل خان صاحب صفحہ ۹ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں

اس رسالہ میں بعض ایسی عجیب و غریب اور خلاف عقل باتیں لکھ دی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت خواجہ غریب نواز کی تصنیف ہو گز نہیں ہے بعض باتیں ایسی ہیں جن کا قرآن و حدیث میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔ ایسی باتیں لازمی طور پر کسی شخص نے آپ کے نام سے مشہور کرنے کے لئے اس رسالہ میں بڑھادی ہیں یہی واقعہ اکثر بزرگوں کی تصانیف کے متعلق اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے "ان کی طرف ایک کتاب اور منسوب

درہ اسرار۔ یہ کتاب خواجہ گیسو دراز کی طرف منسوب ہے اس کے متعلق ڈاکٹر زوہر اردو مخطوطات میں لکھتے ہیں خواجہ بندہ نواز اہل دکن خواجہ گیسو دراز کو کہتے ہیں سے منسوب ایک رسالہ مدارج العاشقین شائع ہو چکا ہے ان کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے دکنی نثر میں متعدد رسالے لکھے ہیں ان کے بعض اقوال و مواعظ کو ان کے معتقدین و مریدین نے بھی کتابی شکل میں لکھ کر ان کے نام سے معنون کر دیا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اردو نثر میں ہے۔ لیکن عجیب و غریب نہیں کہہ جاسکتا کہ یہ خواجہ بندہ نواز ہی کی زبان ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے کسی معتقد نے ان کے اقوال یا ان کے کسی تارسی رسالے کو اردو زبان میں پھنپا کر زبان کے لحاظ سے یہ ادائل گیارہویں صدی کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔

مطلعات: خواجہ جلال الدین، النسوی خلیفہ بابا فرید الدین گنج شکر کے نام سے ایک کتاب مشیع کلمات جس کو مطلمات بھی کہتے ہیں مشہور ہے صاحب حیات مسعودی نے لکھا ہے کہ اس میں بہت تحریف ہوئی ہے۔

من یأخذ بالقلوب: ریاض القدس مصنفہ خواجہ نظام الدین بلخی خواجہ دعا خاں سے صدیوں کے بعد کیم الطالع بجنور میں عسکری میں شائع ہوئی۔ اس کی تصحیح مولوی راسخ الدین احمد ایڈیٹر اخبار بہار بجنور پیرہ قیام الدین قائم علوی چاندپوری صاحب موصوفت تحریر فرماتے ہیں

تصحیح اگر بینی خطائے نیاری بر سر من مابہرے

انہاں جا کہ کار تصحیح کا ریت بزرگ کہ میدان وسیع کتاب را از الفاظ و کلمات و جملہ و فقرات بل ہر لفظ و حرکات و سکونات و طرز تحریر و رسم خط و املاء وغیرہ یکایک ثروت ہمراہ شود۔ و حال اکثر نسخا خان زمانہ حال و خطاطان موجودہ الوقت و سنگ سازان فی زمانہ ظاہر و باہنہ کتاب منقول عنہ بس کہند و سالخورده و گرا آزرده و کاتبش در اکثر جا راہ غلط کرده بود و نسخہ دیگر کہ نمذ صحت گشتی بوجہ نادر الوجودی عنقا و از بس نایاب و منقود عدم فرصتی از دیگر امور فرود و علاوہ بر آن بس حتی الوسع کمر چہد بہ تصحیحش بستہ در کوشیدم و بعض جا بجزیر بر تحریر اصل کتاب قناعت در زیدم چونکہ سہو و خطا بخیبر بشر سر رشتہ اند اگر در نظر سے چند سطور صفحہ در صفحات از دست کاتب و سنگ ساز و از گام نظر غرض سے راہ یافتہ باشند ہر آئینہ از ناظرین بامکین امید اغراض و چشم پوشی است۔

غرض مشہور لوگوں کی کتابوں میں شیعہ فرقوں نے بہت کچھ تحریف کی ہے اور ان کے نام سے جعلی کتابیں بھی مشہور کی ہیں اب یہ فیصلہ بہت دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے کہ کون سی کتاب ان کی تصنیف ہے۔ اور کون سی جعلی ہے۔ اور جو کتابیں ان کی ہیں ان میں کس قدر تحریف ہوئی ہے۔ اس کا فیصلہ صرف ایک ہی طرح ممکن ہے جیسے ہم آگے بیان کریں گے۔

فواد الفواد

فواد فواد جس میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کے ملفوظات ہیں اس کے بارے میں رسالہ آستانہ اجپیر نے نقل کیا ہے کہ اس میں تحریف ہوئی ہے اس میں کہیں سماع کو مستحب و حلال لکھا ہے کہیں حرام لکھا ہے یہ اختلاف ہی اس کی دلیل ہے کہ اس میں تحریف ہوئی ہے۔

میزان الکبریٰ علامہ شعرانی نے اپنی کتاب میزان الکبریٰ میں اپنی ایک تصنیف کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی تعلیم بہت سے لوگوں نے حاصل کیں پھر نجد کو معلوم ہوا کہ اسکے سو سو اسو نسخوں میں تحریف کی گئی ہے جب میری زندگی میں یہ حال ہے تو خدا جانے میرے بعد کیا ہوگا۔

دیگر کتب۔ مجدد صاحب شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولانا اسماعیل شہید صاحب کی تصانیف بھی تحریف کرنے والوں کی دست برد سے محفوظ نہیں رہیں۔ ایک کتاب دستور الکسب مولوی رفیع الدین مراد آبادی کی تصنیف

ہے، وہ شاہ رفیع الدین کے نام سے مشہور ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب تفسیرات الکبیرہ میں بہت زیادہ تحریف ہوئی ہے مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم المتون مسئلہ کی مشہور تصدیق بہشتی زیور میں ایک کاتب نے حوالہ حدیث تھے ایک مسئلہ میں اپنے مسلک کے مطابق ترمیم کر دی۔ مولانا کے ایک عالم مرید کی نظر سے جو وہ کتاب گزری تو اسکو بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے مولانا سے استفسار کیا مولانا نے اپنے مایواری رسالے میں اعلان کیا کہ یہ تحریف ہے۔ راقم سطور نے ایک رسالہ محمود اور فردوسی شائع کیا تھا اس رسالہ کو ایک صاحب نے جفسہ ایک ماہنامہ میں اپنے نام سے شائع کر دیا البتہ صرف ایک فقرہ بڑھایا تھا۔ میرے دوست سید کمال الحسن بی ٹرندی الہ آبادی ایڈووکیٹ حیدر آباد دکن نے مجھ سے کہا کہ شخص مذکور پر دعویٰ دائر کر دینا چاہیے مگر میرے محسن دوست مولوی فیض الدین صاحب مرحوم ایڈووکیٹ حیدر آباد دکن نے فرمایا کہ اس کی پیروی میں آپ کو بہت دوڑ بھاگ پڑے گی بس اس پر خاک ملائے جو کچھ ہوا، ہوا۔ مجلس مولود کے متعلق ایک مضمون مولوی احمد بن دہلوی نے اخبار رفیق مدراس شعبان ۱۳۶۲ء مجری میں شائع کر لیا یہ اسی مضمون کے کچھ الفاظ بدل کر اسی اخبار میں ربیع الاول ۱۳۶۶ء میں ایک صاحب نے اپنے نام سے شائع کر دیا۔ کشت محبوب و غنیمتہ الطالبین، احیاء العلوم، رسالہ قشیرہ، عوارف المعارف یہ کتابیں اور دیگر بزرگوں کی کتابیں اگرچہ محدود مشہور ہیں مگر پھر بھی بہت کچھ شریعت کے مطابق ہیں۔

تمام تصانیف کے متعلق تفصیل سے لکھنا کہ ان کی کیا حالت تھی اور کس ذریعہ سے ہم تک پہنچیں اس مختصر کی بساط سے باہر ہے اسلئے بعض کتابوں کے متعلق مختصر لکھا جاتا ہے۔

کتاب الجمع

اس کتاب کو شامی نے پروفیسر نظریں نے طبع کرایا۔ پروفیسر مذکور نے دو نامی نسخوں سے مقابلہ کر کے یہ نسخہ مرتب کیا۔ ان دونوں نسخوں میں سے ایک شامی مجری کا اور دوسرا شامی کا لکھا ہوا تھا یعنی پہلا نسخہ مصنف کی وفات سے (۱۹۶۱ء) میں بعد کا لکھا ہوا تھا پہلا بہ خط اور کم خورہ تھا اور دوسرے کے درمیان کے اوراق نثار و تھنے

طبقات الصوفیہ، طبقات مصوفیہ شیخ ابی عبد الرحمن المسلمی نے لکھی اس کتاب کے متعلق مولانا جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں۔

الحق ان کتابیں لطیف و مجموعہ السنہ شریف، مشغل برحقانی و مستار من صوفیہ

و در تالیف و لطائف این طائفہ تالیفہ اما چون بہ زبان ہروی قدیم کہ در اس عہد بود و قریب یافتہ و
بتصحیف و تحریف نویسندگان بجائے رسیدہ کہ در بسیار سے از عواقع نہم و مقصود نہ سموت
درست نہ دہد۔

«آداب المریدین»

آداب المریدین مصنفہ خواجہ ضیاء الدین ابوالفتح سہروردی ^{۱۱۶۱ھ} ۱۷۵۱ء میں تالیف کیا گیا۔ اس کا ترجمہ فارسی میں گیسو دراز نے کیا جس کو ^{۱۲۵۱ھ} ۱۸۳۶ء میں سید عطاء حسین ایم۔ اے
نے انتظامی پریس حیدرآباد دکن میں شائع کرایا۔ شائع کنندہ نے مقدمہ میں صفحہ ۲
پر لکھا ہے۔

اس فارسی شرح کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلاکتہ کے کتب خانہ میں ہے۔ لیکن آداب
المریدین کی عبارت اس میں بہت غلط لکھی ہوئی تھی۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں اس
کے دو نسخے ہیں ان سے میں نے نقل حاصل کی۔ لیکن دونوں بہت غلط لکھے ہوئے ہیں۔
ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ کا نسخہ غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ الفاظ کی غلطیاں بے
شمار ہیں اور کہیں کہیں کاتب نے الفاظ اور بعض جگہ عبارت بھی چھوڑ دی ہے۔ بعض جگہ
الفاظ کی غلطیوں اور بعض جگہ ان کو چھوڑ دینے کی وجہ سے عبارت بے ربط اور ناقابل فہم
ہو گئی ہے آخر کے قریب کاتب نے متن اور شرح کے تقریباً دو تہیں سفحے عبارت چھوڑ دی
متن پر حضرت مخدوم نے بعض مقامات پر جو الفاظ لکھے ہیں۔ ان کی شرح شیخ احمد سہروردی
کے نسخے میں ان الفاظ کے بدلے دوسرے ہم معنی الفاظ ہیں۔

جوامع الکلم۔ جوامع الکلم یعنی لغو طراز خواجہ گیسو دراز ^{۱۱۶۱ھ} ۱۷۵۱ء میں تالیف کیا گیا۔ اس کتاب کو حافظ
محمد جان نے ^{۱۲۵۱ھ} ۱۸۳۶ء میں انتظامی پریس حیدرآباد دکن میں شائع کرایا۔ شائع کنندہ نے
مقدمہ میں دو مرتبے صفحہ پر اس کتاب کے متعلق لکھا ہے۔ مقالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام
نسخے بے شمار اور متعدد غلطیوں سے لبریز ہیں اور بعض مقامات پر بعض مضامین الحاقی
بھی معلوم ہوتے تھے جن کی حقیقت تمام نسخوں کے ساتھ مطابق نہ ہونے کی وجہ سے بے
نقاب ہوئی ہے۔

حظائر القدس من حظائر القدس مصنفہ خواجہ گیسو دراز اس کتاب کو حافظ عطاء حسین

ایم۔ اے نے ^{۱۲۵۱ھ} ۱۸۳۶ء میں انتظامی پریس حیدرآباد دکن میں شائع کرایا۔ شائع کنندہ نے مقدمہ میں
میں صفحہ ۲ پر لکھا ہے۔

اس کتاب کے نسخے نہایت کمیاب ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دو نسخے ہیں ایک سنہ ۱۰۴۸ھ کا لکھا ہوا اور دوسرا سنہ ۱۱۳۲ھ کا دونوں نسخوں کی کتابت غلط تھی اور وہ کرم خوردہ بھی ہیں۔ مملکتہ کی رائٹ ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں بھی اس کتاب کا ایک نسخہ ہے۔ میں نے اس کو حاصل کیا۔ اور اس کے مقابلہ سے اپنے نقل کو پختہ نسخے کی جہاں تک ممکن ہو تصحیح کی لیکن سوسائٹی کا وہ نسخہ نامکمل تھا اور نفس کتاب کا تقریباً دوثلث ہی تھا۔ اس لئے ثلث آخر کی تصحیح نہ ہو سکی سال حال میں سر شمس الامور مذہبی نے پندرہ سولہ سال پیشتر کا نقل کیا ہوا نسخہ کتب خانہ روضتین گلبرگ میں بھیجا وہاں سے وہ میرے پاس آیا اس کی کتابت نہایت بدخط تھی اور جا بجا غلطیاں ہیں

احیاء العلوم۔ امام غزالی کی احیاء العلوم میں بھی تعبیرات ہوئے ہیں۔ اور اس میں بعض ضعیف اور موضوع حدیثیں داخل کی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مترجم نے خود لکھا ہے۔ مکچہ اہل علم اس کی احادیث قابل اعتبار نہیں جانتے

سیر الاولیاء

یہ کتاب سنہ ۱۰۴۸ھ میں خواجہ محمد مبارک عرف میر خورد خلیفہ سلطان المشائخ نے تصنیف کی۔ مصنف کی وفات سے کم و بیش پان سو برس بعد ایک نسخہ برآمد ہوا جس کو لالہ چمنی اللہ نے شائع کرایا۔ اس کتاب میں کئی جگہ سلطان المشائخ کو خلافت ملنے کا ذکر ہے۔ ہر جگہ سنہ ۶۶۹ھ مہجری لکھا ہوا ہے۔ لیکن سلطان جی کے مرشد بابا فرید الدین گنج شمس کی وفات پا چکے تھے اسلئے یہ بیان صحیح نہیں حضرت سلطان المشائخ کے متعلق تین کتابیں مشہور ہیں۔ ایک فواد الفواد جو حضرت کے خلیفہ حسن علاء سنجری کی تصنیف ہے۔ دوسری سیر الاولیاء یہ پسر خورد حضرت کے خلیفہ کی تصنیف ہے۔ تیسری کتاب چہل روزہ نام ہے جو خواجہ جہاں احمد ایاز سابق راجکمار ہر دیو کی تصنیف ہے مشائخ نظامیہ ان تینوں کتابوں میں سے سیر الاولیاء کو بہت معتبر جانتے ہیں اور حقیقت سیر الاولیاء کا طریقہ انداز باقی کتابوں سے بہتر ہے

چہل روزہ۔ اب ہم چہل روزہ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہیں۔ لوہبر سنہ ۹۵۴ھ میں راجہ طور کا دہلی جانا ہوا۔ ایک خاص ضرورت سے بستی نظام الدین میں جانا ہوا۔ وہاں سلطان المشائخ کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ اتفاقاً خواجہ حسن نظامی سے ملاقات ہو گئی خواجہ صاحب نے

دو کتابیں اپنی مصنفہ اپنے قلم سے تمبر نام لکھ کر بطور ہدیہ مجھ کو دیں۔

ایک فاطمی دعوت اسلام دوسری چشتی اولیاء نامہ پہلی کتاب طبع سوم کی تھی جو ۱۹۵۰ء کی مطبوعہ تھی پہلی کتاب کے متعلق میں بعد میں لکھوں گا اس چشتی اولیاء نامہ پر اظہار خیال کرتا ہوں۔

چشتی اولیاء نامہ المعروف بہ نظامی بنسری

خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ کتاب فارسی قلمی کتاب چہل روزہ کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب کتب خانہ ریاست بھرتور میں ہے۔ وہاں سے خواجہ صاحب نے اس کی نقل حاصل کر کے اس کا ترجمہ کیا اور اس پر خود بہت سے خوشی تحریر کئے۔

راج کار ہر دیو دیو گڑھ دکن کے راجہ کے خاندان سے تھا۔ یہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد حکومت میں دہلی آیا۔ اور غیاث الدین تغلق کے زمانے میں مسلمان ہوا۔
در حاشیہ حسن نظامی ص ۱۱۱

یہ مسلمان ہوا تو اس کا نام احمد یاز رکھا گیا۔ ملک جو ناولی عہد غیاث الدین تغلق نے جو تخت نشینی کے بعد محمد تغلق مشہور ہوا، اس کو خواجہ صاحب کا خطاب دیا اور میر عمارت کے عہد پر سر فراز کیا۔ احمد یاز سلطان المشائخ کا مرید ہوا یہ جب سلطان جی کے یہاں حاضر ہوا تو وہاں کے حالات قلم بند کرتا ان حالات کے مجموعہ کا نام چہل روزہ ہے۔ اب اگر اس کتاب کی جانچ کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ کتاب درحقیقت ہر دیو کی تصنیف ہے تو مصنف حالات سے ناواقف ہے اور اس نے خلف بیان کی جرأت بجا کی ہے۔ ایک صریح جھوٹ یہ ہے کہ اس نے لکھا ہے کہ سلطان المشائخ نے جو بادلی تیار کرائی، میں اس زمانہ میں بادشاہ کا میر عمارت تھا اور بادلی بنانے کے انتظام و اہتمام میں بذات خود شریک تھا اس کی اس نے بھی طویل طویل داستان لکھی ہے۔ یہ تمام داستان غلط اور لغو ہے۔ کیونکہ بادلی کی تیاری کی تاریخ چشمہ و لکشا ہے جس سے دست کشہ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ زمانہ علاؤ الدین خلجی کا تھا۔ ہر دیو اس وقت تک مسلمان نہ ہوا تھا نہ دربار شاهی سے اس کا تعلق تھا۔

اس کتاب کو بایہ اعتبار سے ساقط کرنے کیلئے ایک ہی بات کافی ہے اس کے علاوہ ہر دیو اپنے وطن کے نام سے بھی واقف نہیں۔ کیونکہ اپنے وطن کا نام دیو گڑھ لکھا ہے راجہ صوج کے رہنے میں اس مقام کا نام وارا نگری تھا۔ ہر دیو گیارہ ہوا اگر یہ لفظ دکن علیہ علاؤ الدین خلجی تخت نشین ہوا اور غیاث الدین تغلق تخت نشین ہوا علیہ بعض نے غلطی سے دیو نگری لکھا ہے۔ بعض نے دیو گڑھ بھی لکھا ہے۔

کے بعض مقامات کے ناموں کے اخیر میں ہوتا تھا۔ جو نگیر اب تک موجود ہے۔
سلطان محمد تغلق نے ۷۲۵ھ ہجری میں اس کا نام دولت آباد رکھا۔ چنانچہ محمد تغلق کا درباری
شاعر بدر چاچی ایک مدحیہ قصیدے میں لکھتا ہے

تو دیوگیر خوش کہ دولت آباد اسنت کہ چار طاق دریا دست ہشتاب چناں
نام خواہ کچھ بھی ہو اور کسی نے کچھ لکھا ہو راہکار کو تو صحیح نام لکھنا تھا۔ اس کتاب میں جاہجا
سلطان المشائخ کا گانا سننا۔ مزا میر سننا۔ ان کو سجدہ تعظیم کیا جانا۔ اور رقص کرنا مذکور ہے یہ
تمام امور اس کتاب کے بیان کے خلاف ہیں جس کو نظامیہ سلسلہ کے مشائخ سب
سے زیادہ معتبر کہتے ہیں۔ یعنی سیر الاولیاء۔ اسلئے اس کو صحیح نہیں مانا جاسکتا۔ رقص و سرود
اور سجدہ کے متعلق انہیں عنوانات کی بحث میں ہم اس کتاب میں جہاں گانا نہ روید کریں گے اس
کتاب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سلطان المشائخ اور ان کے بڑے بڑے مرید ناواقف اور
کم علم تھے چنانچہ صفحہ ۲ پر لکھا ہے کہ سید محمد نواسہ بابا گنج شکر و خلیفہ سلطان المشائخ نے کہا
کہ آنحضرت پر طرے لکھے نہ تھے اور ان کے اصحاب بھی پر طرے لکھے نہ تھے مگر چونکہ علی نے لکھنا
پر طرے سیکھا تھا اور ان میں عقل بھی بہت زیادہ تھی۔ اس واسطے آنحضرت سے شریعت ظاہری
کی تعلیم و تربیت تو سب کو دی مگر باطنی شریعت کی تعلیم صرف علی کو دی۔

را باطنی تعلیم کا معاملہ جو اجہر بھی تھا دوسری صحابہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ تعلیم طریقت بسیار
راشدہ ہو کہ قریب ہشتاد نفر باشند شہاد بن اوس سے بھی ایسی ہی روایت ہے پھر سالہ بیکہ
میں بھی ہے۔ آنحضرت نے چند اصحاب کو نقباء فرمایا ہے جو ولایت کا اعلیٰ درجہ ہے
یہ حدیث آگے آئے گی۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس شیخ کے ایسے کم علم اور ناواقف خلفاء اور مجلس
کے علماء تھے اس شیخ کا علم بھی معلوم ہے پر لکھا ہے کہ سلطان المشائخ نے ابو دھن (ان کے
ہمیر کا وطن) کے گفتے کا ہم شکل ایک کتاب لکھا۔ سات دفعہ اس کی تعظیم کو کھڑے ہوئے۔ یہ
بیان سلطان المشائخ کی طرف منسوب ہے۔ حضرت سلطان المشائخ عالم فاضل مہتمم شریعت
تھے۔ انہوں نے حدیثوں میں دیکھا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کے لئے
کھڑے ہونے سے بھی منع فرمایا ہے۔ پھر سلطان المشائخ ایسی لغو حرکت کس طرح کر سکتے تھے۔
یہ چیزیں ان پروردگار پرستوں نے کھڑی ہیں جو لوگوں کے دلوں میں اپنی عظمت قائم کرنا

چاہتے ہیں۔ یہ باتیں ایسا شخص کہہ سکتا ہے جو حدیث سے بالکل بے خبر ہو۔ صحابہ کے حالات اور تاریخ سے بھی ناواقف ہو۔ آنحضرت نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا جو ہم سے سنا کرو لکھ لیا کرو۔ ابوداؤد بخاری اور طبقات ابن سلام طبقات ابن سعد وغیرہ یہ کتابیں کتابوں میں ان صحابیوں کے نام لکھے ہیں جو قبل از اسلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ مکہ میں صرف خاندان قریش میں سترہ آدمی لکھے پڑھتے تھے۔ چالیس صحابیوں سے رسول اکرم کتابت کی سنت لیتے تھے (روضۃ الاحباب)۔

حضرت ابو نکر کا غلام عامر بن فہیرہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا بخاری، صحابیات میں اسما بنت عبد اللہ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں ایک مسیحی فاضل نے اپنی ایک تصنیف صناعۃ العرب میں ان صحابیوں کے نام لکھے ہیں جو قبل از اسلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حضرت ام خالد بنت بن سعد بن ابی العاص نے فرمایا کہ اول بسم اللہ میرے باب نے لکھی علیہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسی باتوں سے اہل علم کی نظروں میں شیخ کی کیا وقعت رہے گی۔

ص ۸۹ پر سید محمد بنے جن کی علمیت و معلومات کا ادبہ ذکر ہو چکا ہے، خواجہ اجیری کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ پانچ پانچ دن کے طے کے روزے رکھتے تھے۔ اور ص ۳۹ پر حسن نظامی صاحب نے اپنے حاشیے میں لکھا ہے کہ بابا فرید نے چالیس رات کنوئیں میں لٹک کر صلوٰۃ مکوس ادا کی۔

یہ تمام امور شرعاً جائز نہیں خواجہ اجیری اور بابا فرید جیسے فاضل اور بزرگ اصحاب نے ہرگز اس قسم کی خلاف سنت ریاضتیں نہیں کیں۔

ص ۳۱ پر لکھا ہے کہ سلطان المشائخ کی مجلس میں جب امیر خسرو وغیرہ ہم سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت نے فرمایا کہ تم سب مل کر ایسی زبان تیار کرو جس کو ہندوستان کے رہنے والے ہندو اور باہر کے آئے ہوئے مسلمان آپس میں بات چیت کرنے اور لین دین میں استعمال کریں۔ حسن نظامی صاحب نے سلطان جی کے اس ارشاد کو اردو کی بنیاد قرار دے دیا۔ گویا اس وقت تک اردو زبان رائج نہ ہوئی تھی۔ لیکن یہ امر سراسر خلاف واقعہ ہے۔ کیا سلطان جی نے اپنے مرشد بابا فرید کے اردو اشعار نہ سنیے ہوں گے۔ اور کیا سید اشرف جہانگیر سمجھانی رحمۃ اللہ علیہ کے مصنفہ رسالہ کا ذکر نہ سنا ہو گا۔

”اے طالب آسمان و زمین سب کچھ خدا میں ہے جو تحقیق جان بگرتے میں کچھ سمجھ رہا ہے“
علیہ استیعاب جلد اول

اور اپنے مرشد کا یہ فقرہ بھی نہ سنا ہو گا کہ جب بابا جی کی آنکھیں دکھنے آگئیں تو بابا صاحب نے ان پر کشتی باندھ لی۔ تو ان کے مرشد خواجہ کاکلی نے باندھنے کی وجہ و ریاست کی تو بابا صاحب نے فرمایا۔

”آنکھ آئی ہے۔“

دیر محاورہ آج تک آشوب بدشتم کیلئے رائج ہے،

”صفت ۱۲ پر ہے آج حضرت کی مجلس میں ایک مرید ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے اور لال دوپٹہ اوڑھے ہوئے حاضر ہوئے حضرت نے ان کو دیکھا تو پوچھا موسیٰ یہ کیا سورت بناٹی ہے؟ یہ بھی غلط ہے کیونکہ تذکرہ میں لکھا ہے کہ موسیٰ شاہ سکندر کے مرید تھے ان کا ذکر ہم نے باب سلاسل میں لکھا ہے۔ موسیٰ سہاگ کی ملاقات تاریخی اعتبار سے سلطان المشائخ سے نہیں ہو سکتی کیونکہ موسیٰ نے ۸۵۳ھ میں وفات پائی اور سلطان المشائخ نے ۸۵۸ھ میں وفات پائی۔ دونوں کے درمیان سو سو برس سے زیادہ کا فاصلہ ہے۔ اس کتاب میں اور بھی بہت سی غلطیاں ہیں۔ غرض یہ کتاب خواجہ احمد ایاز پر ایک اتہام ہے۔ یہ کسی ایسے نادان بدعتی کی تصنیف ہے جو کم علم اور تاریخ بزرگانِ سلطنت سے ناواقف تھا۔ اس لئے یہ کتاب کسی رجحان بھی قابلِ اعتماد نہیں۔ اس کتاب میں سماع اور سجدہ تعظیم وغیرہ کا کوئی جگہ ذکر ہے اور اس پر حسن نظامی نے حواشی بھی لکھے ہیں ہم نے ان پر بحث نہیں کی۔ ان بکثرت کے تحت کی ہے۔ ان بکثرت سے بھی یہی ثابت ہو گا کہ اس کتاب کی تصنیف کوئی صاحبِ علم اور واقفِ حال آدمی نہیں ہے۔“

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ اس لئے شیعہ ان سے کبیدہ خاطر ہیں حسن نظامی چھپا اس کا اثر ہے۔ کیونکہ ان کے عقائد و خیالات سب کچھ فرقہ تفسیلیہ کے موافق ہیں چنانچہ وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کی روحانی زندگی میں شریک قرار دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہم نے لکھنے میں نہیں۔

”یہ تو میں پہلے کچھ چکا ہوں کہ روایت کی راشتہ اولاد کو بہت کم سنتی ہے۔ کہ خلفاء اس کے وارث ہوئے ہیں حضرت علی علیہ السلام کی عظمت و آثار کے جانشین حضرت امام حسن نقیر۔“

لیکن روحانی سلسلہ کی خلافت حضرت حسین کو ملی تھی، حضرت امام حسن حضرت علی کے ظاہری و باطنی دونوں طرح کے خلیفہ تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں امام حسن بھری کے متعلق محدثین و صوفیہ میں اختلاف ہے کہ محدثین کا ایک گروہ امام حسن بھری اور حضرت علی کی ملاقات کا قائل نہیں پھر خلافت کیسے ملی، اس طرح سلسلہ چشتیہ متقرض ہو جاتا ہے چشتیہ کا غیر مخدوش سلسلہ اس طرح ہے امام حسن بھری عن امام حسن عن حضرت علی۔

امام حسن بھری کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ وہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے تھے۔ اور انہوں نے حضرت عثمان سے بیعت کی تھی اس لئے امام حسن بھری کے مرشد اول حضرت عثمان تھے اس کے بعد حضرت علیؑ لیکن بعض کو اس سے انکار ہے اسلئے غیر مخدوش سلسلہ حضرت امام حسن ہی سے ہے۔ شہزادہ احمد اختر چشتی اپنی کتاب تذکرہ اولیاء و مجددین لکھتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے چار صاحبوں کو اپنا خلیفہ بنایا۔ وہ چار پیر کہلاتے ہیں۔ ایک امام حسن دوسرے امام حسین تیسرے کبیل بن زیاد چوتھے حسن بھری دسواں چہرہ اور صفحہ ۳۰۱ جلد اول میں لکھتے ہیں۔

کتاب حبیب السیر سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن بھری نے تربیت۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے بھی پائی ہے

اولیائے کرام کے درجات میں نقباء کا ایک بڑا درجہ ہے۔ نقباء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات والا صفات کو بھی شمار فرمایا ہے۔ اصل حدیث کا ترجمہ ہم کتاب جمع الفتاویٰ سے کرتے ہیں جس میں یہ حدیث بحوالہ ترمذی شریف مذکور ہے۔

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو سات نجباء یا نقباء عنایت فرمائے ہیں۔ لیکن مجھے جو وہ نقباء دیئے گئے ہیں۔ ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں فرمایا ہیں میرے دونوں بیٹے، جعفر حمزہ ابوبکر، عمر، محمد بن عبید، بلال، سلمان، عمار، عقیلہ و حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود۔

نظامی صاحب امام حسن سے خدا اور رسول کے عطا کردہ شرف کو ہمیں ہے شریعہ صاحب نفحات العبرہ سے کہتے ہیں کہ امام حسن سے ایک سلسلہ درپہ

سے تواتر آتا ہے سند باریق القرآن

ہے جس کی تفصیل ربط المشائخ میں ہے۔ اگر امام حسن کو روحانی خلافت نہ ملی ہو تو قدامتیں
یہ سلسلہ کیونکر جاری ہوگا؟

مجھے یاد پڑتا ہے کہ نظامی صاحبؒ نے نقشبندیہ سلسلہ پر یہ اعتراض کیا کہ شجرہ نقشبندیہ
میں خواجہ بایزید کے بعد شیخ ابوالحسن خرقانی کا نام آتا ہے اور ان دونوں کے درمیان اس
قدر فاصلہ ہے کہ لقاء صوری ممکن نہیں۔ اسلئے سلسلہ نقشبندیہ متفرض ہے
مگر خواجہ خرقانی اور خواجہ بایزید بسطامی کے درمیان بڑا فاصلہ ہے لیکن یہ سلسلہ نقشبندیہ
صوری سے بھی ہے۔ ابوالحسن خرقانی عن شیخ ابوالمظفر ترک طوسی عن شیخ ابی یزید عشق عن
شیخ محمد مغربی عن شیخ احمد خضریٰ عن خواجہ بایزید بسطامی۔ صفحہ ۱۵ پر نظامی صاحب حاشیے میں
لکھتے ہیں۔

ہجوم کرنے والے زائرین کو انتظام اور قابو کے اندر رکھنے کیلئے دپاک پٹن میں بابا
فرید کے مزار پر لکڑیوں سے مارتے ہیں (منتظمین) میں نے دیکھا کہ لکڑیوں سے ان کے
چہرے خون آلود ہو جاتے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کا خون دھو لیتے ہیں
پر ملتے جاتے ہیں فریدا، فریدا، فریدا، اور کسی مار پیٹ کی پرواہ نہیں کرتے کعبہ شریف کے
طواف کے وقت بھی بد و عرب ایسی ہی حرکتیں کیا کرتے تھے۔

دپاک پٹن کی مار پیٹ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ممکن ہے صحیح ہو، مگر کعبہ شریف
کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ میں نے آج تک کسی حاجی سے نہیں سنا
نہ کسی سفر نامہ میں پڑھنا نہ چشم خورد لیا نہ لکھا۔

فاطمی دعوت اسلام
مصنف خواجہ حسن نظامی دہلوی
طبع سوم ۱۹۵۰ء

اس کتاب میں خواجہ حسن نظامی نے سادات کی تبلیغ اسلام کو بیان کیا ہے جس میں
کثرت سے شیعہ فرقوں کے داعیوں کا ذکر ہے اگرچہ اعتباراً تاریخ یہ کتاب بھی پر از اغلاط
ہے۔ لیکن ہماری اس کتاب سے ان امور کا تعلق نہیں۔ اسلئے ہم ان کا ذکر بھی نہیں کرتے
تصوف کے متعلق جو بعض غلط امور بیان کئے ہیں ان میں سے خاص خاص کا ذکر کیا
جاتا ہے۔ سب سے زیادہ یہ امر قابل اظہار ہے کہ حسن نظامی صاحب تقضیہ الیہ ہیں۔

اس لئے ہر موقع پر وہ عقیدہ کو راست ثابت کرنے کیلئے ہر قسم کی سعی کرتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد اور عرشہٴ مبشرہ میں سے تھے جو تھے خلیفہ تھے خدا نے تمام ظاہری و باطنی خوبیاں انہیں عطا فرمائی تھیں ان کی اور ان کی اولاد کی محبت ہمارے ایمان کی قوت و زینت ہے۔ ان کی جس قدر مدح کی جائے کم ہے۔ لیکن ان سے پہلے جو تین خلفاء ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم گزرے وہ ان سے افضل تھے اور خلافت باعتبار فضیلت قائم ہوئی۔ یہی عقیدہ تمام اہل حق اور موفیانِ برحق کا ہے نظامی صاحب نے اس کتاب کو ۲۴ (۲۴) صفحات پر ختم کیا ہے اور اس کے بعد ایک ورق شمائل کیا ہے جس پر شمار کا ہندسہ نہیں ہے۔ اس میں عنوان ہے: بنی فاطمہ کے کارنامے،

اس عنوان کے تحت حضرت علی کی فضیلت ثابت کی ہے۔ حضرت کی فاقہ میں شعب ابوطالب میں رسول کریم اور ابوطالب وغیرہ کے ساتھ حضرت علی بھی محبوس رہے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت اس زمانے میں بچے تھے سارا خاندان محبوس تھا تو یہ ماں باپ کی رفاقت کے سوا کہاں جاتے ہیں کے علاوہ یہ بات ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان، بلال وغیرہ اصحاب نے آنحضرت کی رفاقت میں اس سے زیادہ مصائب برداشت کئے ہیں اس کے بعد حسن نظامی صاحب نے غزوہ احزاب و خندق کا ذکر کیا ہے۔ معام نہیں کس مصلحت سے پوری حدیث اور حدیث کے الفاظ کا ترجمہ نہیں لکھا۔ لکھتے ہیں۔

ابوسفیان بارہ ہزار فوج نیکر مدینہ پر چڑھ آیا تو آنحضرت نے مدینہ کے گرد خندق کھودی تھی۔ کافروں کا ایک بڑا پہلوان جس کا نام عمر بن عبدود تھا۔ اپنا گھوڑا کو دار خندق کے اندر آگیا۔ اور اس نے آنحضرت کو پکارا کہ محمد میرے لئے کسی کو بھیجو۔ آنحضرت نے سعد بن ابی وقاص کو بھیجا۔ اس نے دیکھا مگر کوئی مسلمان آگے نہ بڑھا۔ البتہ علی آگے بڑھے تو آنحضرت نے فرمایا تمہاری عمر چھوٹی ہے اور دشمن ایک ہزار سواروں کی طاقت رکھتا ہے۔ دشمن نے دوبارہ آواز دی۔ پھر آنحضرت نے دائیں بائیں دیکھا مگر دشمن کی دھاک ایسی تھی کہ مقابلہ کے لئے کوئی نہ بڑھا۔ حضرت علی پھر بڑھے اور آنحضرت نے دوبارہ روک دیا۔ دوسری دفعہ دشمن نے کہا اگر تمہارے پاس بھہ سے بڑھے کیلئے کوئی

نہیں سے تو ہتھیار ڈال دو۔ اور بارہا ان کو پھراٹھرت نے داییں بائیں دیکھ کر کوئی آگے نہ بڑھا
مگر حضرت علیؑ آگے بڑھے تو انحضرتؐ نے ان کے سر پر اپنا عمامہ رکھ دیا۔ اور اپنی تلوار ذوالفقار
انہیں دے دی اور کہا جاؤ میں نے تم کو خدا کے پیرو کیا اور دشمن کو تمہارا سے پہرہ کیا۔ حضرت علیؑ
ساتھ آگئے۔

آگے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ زخمی ہوئے اور انہوں نے وار کر کے دشمن کو قتل کر دیا۔ اس
معرکہ میں خاک جو اڑی تو مسلمانوں نے سمجھا کہ حضرت علیؑ شہید ہو گئے۔ مگر حضرت علیؑ جب خون
سے چمکتی ہوئی تلوار لئے ہوئے گرد و غبار سے باہر آئے اور انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا تو رسول
اللہؐ اور ان کے ساتھ سب مسلمانوں نے بھی تکبیر کے نعرے بلند کئے۔ اس معرکہ کے متعلق صحیح
حدیث میں جو کچھ مذکور ہے۔ اس کے لکھنے سے پہلے میں یہ عرض کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں
کہ نظامی صاحب اردو کے مشہور ادیب ہیں مگر لکھتے ہیں۔

گھوڑا کو اگر خندق کے اندر آگیا

اور گرنے کا یہ مطلب ہے کہ خندق میں آگرا حالانکہ نظامی صاحب کا یہ مطلب نہیں ہے
یوں لکھتے کہ خندق کے پار آگیا

حضور واقعہ

جب خندق کے قریب دشمن کا لشکر پیچھے زن تھا تو انحضرتؐ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔
کوئی ہے جو باہر نکل کر دشمن کی خبر لائے۔

لیکن زیر ابن العوام کے سوا کوئی نہ نکلا اور انہوں نے یہ خدمت انجام دی۔ رسول اللہؐ نے
خوش ہو کر انہیں حواری کا خطاب دیا۔

قتلہ جہیرہ کو فل عمر بن عبدود یہ چار آدمی باہر آئے اور مبارز طلب کیا۔ تو پہلی
ہی بار فوراً حضرت علیؑ باہر آئے۔ انحضرتؐ نے فرمایا۔ یہ عمر بن عبدود ہے اسی طرح تین بار تلواریں
آخر حضورؐ نے حضرت علیؑ کو عمامہ وغیرہ دے کر اجازت دے دی حضرت علیؑ نے عمر بن
عبدود کو ایسا زخمی کیا کہ وہ جان بر نہ ہو سکا۔ قتار اور جہیرہ نے حضرت علیؑ پر حملہ کیا تو حضرت عمرؓ
نے بڑھ کر حملہ رد کیا۔ اور قتار کا تعاقب کیا تو وہ بھاگ گیا۔

آنحضرتؐ کے عہد میں بہت سے معرکوں میں ایسا ہوا ہے کہ دیگر اصحاب نے پشیمانی
کی ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض معرکوں میں اصحاب اس امر کے منتظر رہے کہ حضورؐ کس کو بڑھنے
کا حکم فرمائیں۔ اس قسم کے واقعات سے اس لئے کسی کو سب سے بڑا بہادر ثابت کرنا کہ

اس کی فضیلت قائم ہو صحیح نہیں۔

صہ ۱۰۱ لکھتے ہیں صوفیوں کے جس قدر سلسلے ہیں سوائے نقشبندیہ سلسلے کے وہ سب حضرت علی سے مولود ہیں۔ نظامی صاحب کو معلوم نہیں کہ تمام سلاسل خلفائے مدبر کے ذریعہ سے آنحضرت تک پہنچتے ہیں تمام سلاسل ہیں خلفائے مدبر شامل ہیں حضرت خواجہ محمد پار سار سالہ قدسہ میں فرماتے ہیں

امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ بعد از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم از ان خلفائے کہ بر امیر المؤمنین علی مقدم بودند ہم بہ نسبت باطن تربیت یافتہ اند۔

اس طرح تمام سلاسل کی اصل آنحضرت کے بعد حضرت ابوبکر سے ہے۔ گو سلسلہ نقشبندیہ حضرت علی سے بھی ہے خواجہ بایزید بسطامی عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر عن امام زین العابدین عن امام حسین شہید کربلا عن حضرت علی کرم اللہ وجہہ البغایہ سند دوم

خواجہ جنید بغدادی عن شیخ سری سقلی عن خواجہ معروف کرخی عن امام علی رضا عن امام موسیٰ عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر عن امام زین العابدین عن امام حسین عن حضرت علی۔ صہ ۱۰۱ لکھتے ہیں کہ میں نے نقشبندیوں پر یہ اعتراض شائع کیا تھا کہ ان کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق سے ملتا ہے۔ اور حضرت ابوبکر کے بعد سلمان فارسی کا نام آتا ہے۔ مگر حضرت سلمان فارسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مقرب تھے۔ پھر ان کو حضرت ابوبکر سے بیعت ہونے کی کیا ضرورت تھی اس کے علاوہ حضرت سلمان فارسی حضرت علی کے شیعہ کہلاتے تھے وہ کیونکر حضرت ابوبکر سے روحانی بیعت کر سکتے تھے اس کے بعد نظامی صاحب نے لکھا ہے۔

” لیکن آج سے یہ اعتراضات اور اختلافات بھی ہیں نے اپنے دل و دماغ سے دور کر دیئے ہیں“

ہم یہاں اس قدر تشریح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ تمام سلاسل میں رواج ہے۔ اور بزرگان متقدمین میں بہت زیادہ اس کا رواج تھا۔ کہ اگر کسی پیر کے دو مرید ہوئے۔ ایک ان میں نائب اور خلیفہ ہوا تو پیر کے بعد دوسرے مرید نے اس پیر بجائی سے تجدید بیعت کر کے تعین حاصل کی ہے۔ اور اصل حقیقت تو وہ ہے جو ہم نے خواجہ محمد پار سار سے نقل کی ہے جب خود حضرت علی ہی نے حضرت ابوبکر سے بیعت حاصل کیا تو پھر ان کے اور ہمراہوں کا کیا ذکر

عہ مصباح العرفان مطبوعہ مطبع العلوم مراد آباد ۱۳۲۲ھ صہ ۳۹

ہے۔ اس کے علاوہ شیعانِ علی کی تقسیم عہدِ حضرت ابو بکر و غیرہ میں نہ تھی تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ تقسیم حضرت عثمان غنی کے عہدِ آخر سے شروع ہوئی ہے۔ اس لئے خلافتِ اول کے زمانے میں اس کا ذکر نہ صریح غلطی ہے۔

صنف پر لکھتے ہیں

”اسلامی دنیا میں جس قدر صوفیہ کے سلسلے ہماری ہیں ان کے بانی عموداً قاطعی ساداتِ حق ہیں۔ چشتیہ سلسلہ نواب احمد ابدالی چشتی کی نسبت سے ہے۔ یہ سید نہ تھے چشتیوں کے سر حلقہ امام حسن بصری سید نہ تھے۔ سہروردیہ سلسلہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی نسبت سے ہے وہ بھی سید نہ تھے۔ شیخ صدیقی تھے۔ رہے نقشبندیہ سو حضرت سلمان فارسی اور نواب بہا الدین نقشبندی یہ بھی سید نہ تھے۔

سلسلہ مجددیہ یہ مجدد الف ثانی سے ہے جو فاروقی تھے۔

سلسلہ قادریہ یہ ضرور سادات سے ہے مگر وہ بھی حضرت جنید بغدادی سے ہیں۔

تاریخ تصوف

میں نے بہت جستجو کی مجھے اردو فارسی عربی کی کوئی ایسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی۔ جس میں از ابتدا تا اہلِ تصوف کی مفصل تاریخ کا ذکر ہو زمانہ حال میں ایک سہری عالم ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کی ایک کتاب عربی میں شائع ہوئی ہے جس کا ترجمہ رئیس احمد جعفری نے اردو میں کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اچھی کتاب ہے لیکن اس کو تاریخِ تصوف کہنا سوزوں نہیں کیونکہ اس میں مختصر طور پر تصوف کی غیر کامل تاریخ ہے۔ کچھ تعلیمات و اصطلاحات کا بھی ذکر ہے لیکن سلاسلِ تصوف و مسائلِ تصوف و کتبِ تصوف کا کچھ ذکر نہیں

اسلام اور موسیقی

مؤلفہ محمد جعفر چیلوری رفیق ادارۃ ثقافت اسلامیہ لاہور مشہور محدثین محمد سی

پریس لاہور ۱۹۵۶ء

اس کتاب میں مولف نے فرقہ امامیہ کے امام محمد بن طاہر کی ”تذکرۃ اہلِ حق“ کی ہے یعنی ابنِ طاہر کی طرح راگ و مزامیر کا جواز ثابت کیا ہے۔ ابنِ طاہر نے چوبیسوں اصحاب کے اقوال اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں جن کو علامہ شمس العلماء نے ”نور باطلان“ میں

کیا ہے۔

مولوی محمد جعفر نے اول بائبل سے ثبوت پیش کیا ہے اور بائبل کے محرف ہونے کا بھی اقرار کیا ہے۔ محرف کتاب کے کسی ایسے حوالے پر اطمینان نہیں کیا جاسکتا جو کتب معتبرہ کے خلاف ہو اس کے علاوہ ہم نے بائبل ہی سے اس کا ناجائز ہونا ثابت کیا ہے۔ یہ حوالہ لکھا جا چکا ہے، اس لئے ان دونوں متضاد اقوال میں سے وہ قول قبول کیا جاسکتا ہے جو کتب معتبرہ کے موافق ہوگا۔ مولف نے لفظ زبور سے بھی مراد وغیرہ کا مطلب لیا ہے حالانکہ زبور کے معنی ہیں نیک و پاک مناجات اور صاف کرنا۔

موسیقی کی تاریخ لکھنے والوں نے حکیم فیثا غورث کو اس فن کا موجد قرار دیا ہے۔ فیثا غورث حضرت داؤد کے بعد گزرا ہے۔ اس لئے جب فن ہی حضرت کے عہد میں موجود نہ تھا تو پھر حضرت کی نسبت اس کی طرف درست نہیں۔

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت داؤد یا اور انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں موسیقی کا رواج تھا تب بھی یہ اہل اسلام پر حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض انبیاء کے عہد میں بعض چیزیں حلال تھیں۔ مگر اسلام میں وہ حرام ہیں۔ بائبل میں نبیوں کا شراب پینا بھی مذکور ہے تو کیا اس سے شراب کا جواز ثابت کیا جاسکتا ہے۔ خود ابتداء سے عہد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض باتیں رائج تھیں۔ مثلاً شراب پینا سچے صحابہ بھی شراب پیتے تھے اسی طرح سود اور متعہ وغیرہ بھی جائز رہے بعد میں ان کو حرام قرار دے دیا گیا۔

موسیقی ایک فن ہے جس کے قواعد و ضوابط معین ہیں جو چیز ان قوانین کے موافق ہوگی وہ موسیقی میں داخل ہوگی۔ اگر کوئی شخص قواعد کے خلاف بلند آواز سے یا آہستہ کوئی نظم پڑھے تو اس کو موسیقی نہیں کہا جاسکتا۔

جعفر صاحب نے جس قدر بھی احادیث یا بزرگوں کے اقوال پیش کئے ہیں۔ ان سب میں گانے بجانے کیلئے لہو کا لفظ آیا ہے اور جعفر صاحب نے خود بھی اس کو تسلیم کیا ہے لہذا حدیث خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن مسعود علیہ جلیل القدر صحابہ سے راگ ہی منقول ہے اہل علم جانتے ہیں کہ ان ہر دو حضرات کا فہم قرآن حدیث میں کیا رتبہ ہے ان کے مقابلہ میں کسی کی نہیں سنی جاسکتی اس کے علاوہ لہو تو خود ایک بیکار مشغلہ ہے لہذا مومن کی شان سے بعید ہے کہ ایسی باتوں

میں مشغول ہو جعفر شاہ صاحب نے بعض اقوال ایسے بھی پیش کئے ہیں کہ کسی نے کہا ہمیں قرآن و حدیث میں موسیقی کے خلاف کوئی حکم نہیں ملا۔ ان میں سے بعض اقوال جلیل الشان حضرات کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن یہ الحاقی معلوم ہوتے ہیں اور اس قول سے ان کی شانِ علم پر رصیہ آتا ہے۔ کیا آیت لھو الحدیث انہوں نے قرآن میں نہیں پریمی تھی؟ کیا حضرت ابن عباس و ابن مسعود کے اقوال انہوں نے نہیں سنے تھے؟ عالمانِ حدیث جانتے ہیں کہ حدیث نبوی مانی جائے گا جو سنیہ سنیہ کی مشرطہ پر پوری اترے گی احیاء العلوم وغیرہ جیسی کتابوں کی حقیقت کتب صحاح سنیہ کی طرح نہیں کی گئی محققین نے تسلیم کیا ہے کہ انہیں الحاقی روایات بھی ہیں۔ اور اس قسم کے مسائل کے متعلق ان کے بیانات صریح ہیں۔

اس لئے صحاح سنیہ کے خلاف ان کو سند میں لانا صحیح نہیں۔ جعفر صاحب نے اپنے خلاف مقصد حدیثوں کے روایات پر جرح بھی نقل کی ہے لیکن یہ اصول ہے کہ جس شخص کے متعلق جرح قوی اور زیادہ ہو اور اس کی تعدیل کمزور ہو تو اس کی روایت ناقابلِ قبول قرار دی جاتی ہے اور اگر جرح کم یا کمزور ہے اور تعدیل مضبوط ہے تو وہ راوی مستبصر ہے۔

صفحہ ۹۵ پر حضرت قاضی ثناء اللہ بانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی عبارت جو از مزامیر میں پیش کی ہے۔ معمولی فارسی پڑھا ہوا طالب علم بھی اسی عبارت کا وہ مفہوم قرا لے نہیں دے سکتا جو جعفر صاحب نے سمجھا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ بعض شافعی علماء نے اعلانِ نکاح کیلئے دف بجا نا حاکم لکھا ہے مگر اکثر شافعی علماء نے اس کی مخالفت کی۔ قاضی صاحب نے دف کے جائز سمجھنے والوں پر طعن کیا ہے کہ دف اور انکارہ میں کوئی فرق نہیں۔ غرض صحیح کے لئے حلال سمجھنا اور غرضی غیر صحیح کیلئے حرام کہنا یہ غیر معقول بات ہے۔ قاضی صاحب نے اپنی کتاب مائدہ میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔

یہ امر بھی اہل علم پر روشن ہے کہ سنیہ صالحین جہاں سماع کہتے تھے وہاں سماعِ قرآن مجید مراد ہوتا تھا اور سماعِ بزرگانِ دین میں رائج تھا۔ سماعِ قصائد بلا مزہ نہیں تھی اختلاف رہا ہے خواہ یہ کیسے دراز کا قول ص ۱۹ پر نقل کیا ہے فتح کار میں بیشتر در تلاوت و سماع بود یہاں تلاوت کے سماع سماع کا لفظ ہے تلاوت خود پڑھنے اور سماع دوسروں سے سنے کو کہتے ہیں۔ مراد سماعِ قرآن

ہے نہ کہ سماع فصائد۔

صنف اول پر علی حیدر شاہ پھلوری کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے ایک مرید شرکت عریس و سماع کو جائز نہیں کہتے تھے لوگوں نے علی حیدر شاہ سے کہا انہوں نے اپنے اس مرید کے صدق و اخلاص کی تعریف کی۔

صنف دوم پر امام تقی الدین سبکی کا قول نقل کیا ہے اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس زمانے میں لوگ سماع فصائد کو لہو لہی سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ اس کے جواز میں شبہ ہے،

مومن اور ولی کی شان اور پہچان یہی ہے کہ وہ لہو اور بیکار باتوں سے مجتنب رہے سلطان المشائخ جنہیں مشغوفہ صحابہ سمجھا جاتا ہے انہوں نے فرمایا ہے دہر کہ مزامیر شنود در محفل من نیاید،

جعفر صاحب سماع مزامیر کو مستحسن قرار دے رہے ہیں اور سلطان المشائخ ایک امر مستحسن پر مزا دے رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان المشائخ حدیث و قرآن اور تعامل سلف صالحین سے واقف نہ تھے اور علم شریعت سے بالکل کوڑے تھے۔ اور ان کے مریدوں میں سے بھی کوئی جعفر صاحب کی سی قابلیت کا آدمی نہ تھا۔ جو مرشد کو اس غلطی سے آگاہ کرتا اور سلطان حنی علم باطن سے بھی بے خبر تھے کہ لوگوں کو اس غزلے روحانی سے روکتے تھے۔ انیسویں صدی کے لوگ لکھتے وقت یہ بھی نہیں سمجھتے کہ کس کس پر کیا کیا الزامات عائد ہوتے ہیں۔ دیگر بہت سے بزرگوں پر بھی یہی الزام عائد ہوتا ہے۔ انیس اللہ و اح کے حوالے سے خواجہ عثمان فاروقی کا ایک قول نقل کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواجہ محمد چشتی سے سنا کہ خوارزم اور اس کے نواح کے لوگ مزامیر سنانے کی وجہ سے شراب نوشے۔

جعفر شاہ نے سماع کے ثبوت میں بوستان سعدی کے یہ اشعار بھی نقل کیے ہیں۔
نیکون وہ اشعار الحاقی معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے۔

سماع سے برادر نہ دانم کہ چیت مگر مستمع را بدانم کہ کیست

یعنی سعدی صاحب مزاج تھے ہیں کہ میں سماع کو تو نہیں جانتا مگر سنانے والے کو جانتا ہوں یا جانتا چاہتا ہوں۔ پھر آگے اس کی کیفیت بیان کی ہے کہ اگر اس نیت سے

سننے تو یہ ہو غرض پہلے شعریں تو سماع کے جاننے سے انکار ہے۔ باقی شعروں میں سننے والوں اور اس کے اثرات سے پوری پوری واقفیت کا اظہار کیا ہے۔

یہ بے جوڑ طرز بیان سعدی جیسے استاد کیا کسی اچھے شاعر کا بھی نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر سماع قہائد جائز و مستحسن ہوتا تو سعدی جیسا علامہ اور صوفی اس سے بچر اور لاعلم نہ ہوتا اور اس طرح انکار نہ کرتا۔

الغرض اس کتاب سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سماع نرائی میں نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے۔ لہو سننے کا حوصلہ ہے حضور نے فرمایا ہے کہ مومن میں کاربانی میں شمول نہیں ہونا جب مومن کی شان سے یہ بات بعید ہے تو صوفی اور ولی کو تو ضرور اس سے اجتناب کرنا لازم ہے یہ بھی ثابت ہے کہ اس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے اور کسی قدر مفید بھی ہے اس صورت میں حرمت و مفرت کا پہلو غالب رہے گا اس کتاب میں وہی دلائل ہیں جن کو اہل بدعت ہمیشہ پیش کرتے رہے ہیں۔ اور علمائے حق ان کی تردید و تشدید شدید کر چکے ہیں ہاں ثبوت میں اس قدر جدت ضرور کی ہے کہ ایک تو بولستن سعدی کا حوالہ ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اور ایک ان کے گھر کی لعینیت لمحات سلیمانی کا حوالہ ہے۔

اس کتاب میں ایک اور خاص جدت ہے کہ جس کی جرأت آج تک کسی بدعتی اور ضال و مضل نے بھی نہیں کی تھی احادیث بنوی کو راگ کے قانون پر تطبیق دیا ہے۔ یہ ایک نیا گناہ ہے جو ایجادات جعفری میں سے ہے اور کلام رسول کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے صحت پر لکھتے ہیں۔

بعض ایسی حدیثیں جو تہذیب کا مطالبہ کرتی ہیں ان میں چند قسم کی چیزیں آتی ہیں۔ بعض مناقب جلیلہ جیسے من کانت مولود فعلی مولود۔ یہ نثرانہ صوفیوں کی بعض محفل سماع میں بول گایا جاتا ہے۔

وہ قوم ناہو قوم قوم تانا تانا نمی یل یل یل یل ۔۔۔۔۔ ای انداز سے لوکان نہیں بعدای لکان عمو کو بھی گایا جاسکتا ہے۔

مجھے اس نثرانہ کی دہن پوری طرح آتی ہے لیکن کاغذ پر منتقل کرنا مشکل ہے۔ میں اپنے غیر محتاط زمانہ جوانی و دانی میں بدایوں، بریلی، بھوپال، کلیر، اجمیر، لاہور

دیگرہ میں محافل رقص و سرود میں کثرت سے شریک ہوا ہوں میں نے کبھی کسی قوال یا مراثنی یا صوفی سے حدیثوں کی یہ تان نہیں سنی جو آج جعفر صاحب سے معلوم ہوئی۔ اس لئے گمان کرتا ہوں کہ انہیں کی ایجاد ہے۔ میرے نزدیک اصل کا نقل کرنا بھی مناسب نہ تھا مگر کتاب پر ضروری تبصرہ کرنے کی مجبوری سے ایسا کہا گیا ہے۔ مشہور ہے نقل کفر کفر نہ باشد۔ اب آخر میں ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس سے اہل کتاب کے پڑھنے کے اعزاز اور انہوں کی کائنات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے۔ حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا قرآن کو عرب کے بچوں اور آزاد پر پڑھو۔ اور عقیقہ لٹھوں اور اہل کتاب کے طریقوں سے بچو (یعنی علامہ ازیں ہم بنظر احتیاط یہ مسئلہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں پیش کیا۔ وہاں سے جو قوالے صادر ہوئے اس کو بحکمہ نقل کیا جاتا ہے۔

حدیث۔ الغنا یورث النفاق وغیرہ کی رو سے رگ حرام ہے۔ حرام کے لغویوں کو محفوظ کرنا بہت گناہ ہے۔ بلکہ کفر کا اندیشہ ہوتا ہے ہاں اگر دوسرے کا قول اس کا صحیح مفہوم اور صحیح استدلال بیان کیا گیا ہو تو گناہ نہیں ہے۔ (اربع الثانی مسئلہ مہر)

جامعہ اشرفیہ

مولانا عبد الماجد دریا بادی اسلامی اور موسیقی پر تبصرہ کرتے ہوئے صدق جلیل اللہ ص ۲۲ نمبر سلسلہ میں لکھتے ہیں "کتاب کا نام ہی جو لکھا دینے والا نہیں خود کتاب بھی اسی رنگ کی ہے پڑھنے والے کے ذہن میں قدر تا سب سے پہلا سوال مقصد تحریر کے متعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور جب نہر سیرت مفسرین کے معاً بعد پہلا عنوان یہی نظر آتا ہے تو دل خوش ہوا اٹھتا ہے۔ لیکن ایسی ہی مایوسی ہوتی ہے جب نظر ان فقرہ سے دوچار ہوتا ہے کہ اس موضوع پر لکھنے کا مقصد فی سبغی پر کوئی کتاب لکھنی نہیں اور اس کتاب کا مقصد یہی نہیں کہ اسی کے فقہی جواز و عدم جواز پر کوئی تفصیلی بحث کی جائے اور ان متغی فقرہ کے بعد جب تلاش مثبت کی ہوتی ہے تو قناعت اس اجمالی اطلاع پر کرنا ہوتی ہے کہ ہمیں اس موضوع پر جو کچھ بھی بحث کرنی ہے اس کا بڑا حصہ ثقافتی دیکھنا ہے۔ ہمیں دکھانا ہے کہ عام طور پر مسلمانوں کو اس سے ربط و تعلق ہے۔ گویا مقصود یہ دکھانا ہے کہ امت نے اپنی تاریخ میں موسیقی کی کہاں تک عمر پرستی کی۔ کیسے کیسے روم ڈھائی مراثنی قوال گوئے پیدا کئے۔ اور گانے بجانے کے آرٹ میں اپنی تاریخ کے ہر دور میں کیا کیا کالات دکھائے یہ تو تھا کتاب کا نام بڑی آسانی سے۔ موسیقی کی تاریخ

قسم کے فقرے زبان قلم پر آتے ہیں۔ متقی صوفیائے کرام نے جو شرائط معیار پیش فرمائی ہیں۔ ان کی پابندی آج کسی آستانے، کسی درگاہ اور کسی خالقانہ میں ہماری بد قسمت آنکھوں کو نظر نہ آسکی صفحہ ۳۱۴

عام طور پر اس کا یعنی تخیل سماج کے ناقل کا بڑا مقصد اپنے اثر و اقتدار اور آستانہ متقدمین کا خاموش مظاہرہ ہوتا ہے۔ خدا کرے میرا خیال غلط ہو۔ اور اگر ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے میری اصلاح کرے صفحہ ۲۱ سب سے آخری صفحے پر مصنف نے موسیقی کو ایک جائز کھیل اور تفریح کی حیثیت دی ہے۔ اور اگر مصنف کی شان میں گستاخی نہ ہوتی ہو تو یہ بد مذاق اور حق نا آشنا تبصرہ نگار خود اس کتاب کا رد یہ بھی پس ایک جائز کھیل ذہنی تعبش، دماغی تفریح اور عقلی جمناسٹک سمجھتا ہے۔

یہ کتاب اسلام اور موسیقی پر تبصرہ ہے جو ایک چشتی شیخ اور مفسر و مترجم قرآن مجید نے کیا ہے۔

غرض کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو شبہات سے خالی ہو اور جو علم حدیث کی طرح روایات ثقات سے مسلسل اپنی سند مصنف تک پہنچا سکتی ہو۔ اکثر کتابیں مصنفین کی وفات کے طویل مدت بعد مرتب ہوئیں اور صدیوں کے بعد شائع ہوئیں۔

تخریفات کرنے والوں نے تو قرآن اور صحیح بخاری وغیرہ میں تخریفات کرنے اور تخریفات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جس کا خود خدا حافظ ہے اس کو کون خراب کر سکتا ہے۔ قرآن پر دائرہ چلا تو کسی شیعہ نے قدیم زمانے میں قرآن لکھا اور اس کا ترتیب ترویجی کے موافق قرار دے کر حضرت علیؓ کا مرقومہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ وہ قسمان اور شمس لائبریری کی ہشتہ میں ہے۔ اس کی موافقت اور مخالفت میں بیٹ سے اہل قلم کے مضمنا میں شائع ہوئے ہیں لیکن میری نظر سے کوئی مضمون ایسا نہیں گذرا جس میں صاحب مضمون نے حسب ذیل امور پر توجہ دلائی ہو اور اول یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مرقومہ سیما سے اور قرآن موجود ہیں اس قرآن کا خط ان سے مختلف ہے دوسرے یہ کہ اس قرآن میں بین السطور میں آیات کا فارسی ترجمہ ہے۔ قرآن مجید کا کسی زبان میں ترجمہ قرآن ثلاثہ میں نہیں ہوا قرین ثلاثہ کی آخری حد سلسلہ تک تھا اور غلط فہمی راہ میں تو بلا شیعہ کوئی ترجمہ چھوڑا ہی نہیں۔ اسلئے صاف ظاہر ہے کہ یہ اس

فرقے کی کارستانی ہے جو حضرت عثمان کی ترتیب کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کے آخر میں ایک سورہ مومنوں ہے جس کی آخری آیت اس کا پتہ دیتی ہے کہ کس عقیدے کے آدمی کی کاروائی ہے۔ **عَلَىٰ وَعَلَىٰ عَلِيُّ شَهِيدٌ**

اسی طرح ایک یورپین ڈاکٹر سنگانا نام کو کسی کے دو چار ورق ایسے مل گئے جن میں کچھ آیات قرآنی اور فقرات تھے۔ اہل یورپ نے اس کو بہت اچھا لایا۔ اس پر مولوی شبلی نعمانی اور مولوی محمد علی قادری نے مضامین لکھ کر ثابت کیا کہ یہ جعلی کاروائی ہے۔ ہم کتاب تاریخ القرآن میں ایسا مسکت الخضم جواب دیا ہے کہ جس کے آگے کسی کو بکشتی کی جرأت نہ ہو سکی ان اوراق پر نقطے اور زیر و زبر ہیں اور یہ کام عہد خلافت راشدہ میں نہیں ہوا۔ بلکہ عہد خلافت راشدہ سے کم و بیش نصف صدی کے بعد ان کی ایجاد ہوئی۔ اسلئے یہ کسی محرف شریعت کی کاروائی ہے۔

ذاب بخت خاں مرید خاں دہلی میں رہتے تھے۔ انہوں نے بخاری شریف میں تحریف کر کے اس کے نسخے قلمی لکھا کر ارزاں قیمت پر فروخت کر دیے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے اعلان کر کے ان نسخوں کو حاصل کر کے تلف کرایا۔ ایسا ہی واقعہ ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز کے عہد میں پیش آیا۔

معمولی دہنوی مقدمات اور عدالتوں میں جب ایک دستاویز پیش کی جاتی ہے تو اس کے متعلق یہ بھی تحقیق کیا جاتا ہے کہ یہ حراست جائز سے برآمد ہوئی ہے یا نہیں۔ اس شخص نے اس کو پیش کیا ہے جو اس کی حفاظت کا اہل و مستحق تھا، تصوف کی بعض کتابیں عیسائیوں نے شائع کی ہیں۔ بعض ہندوؤں نے طبع کرائی ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ دستاویز مشکوک و محکوک تو نہیں اس عیب سے تصوف کی کوئی کتاب خالی نہیں۔ اسلئے ان کتابوں کو وہ مرتبہ نہیں دیا جاسکتا جو کتب حدیث و فقہ کو حاصل ہے۔ حدیث و فقہ کے خلاف جو امور ان میں درج ہیں ان کو صحیح نہیں سمجھا جاسکتا جس حد تک یہ کتابیں حدیث و فقہ کی تائید کریں اسی حد تک معقول قرار دی جاسکتی ہیں۔

شاعراۃ کتابیں

قرنی مجید میں شعرا کی مذمت آئی ہے حدیث شریف میں ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری صحابی سے روایت کی ہے کہ ایک شاعر شعر کہہ رہا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **یَا مَعْشَرَ النَّاسِ مَنْعَفَةٌ مِّنَ الْمَرْءِ**

نے فرمایا اس کو پکڑو یہ شیطان ہے

لیکن حضور علیہ السلام کا حضرت حسان بن ثابت سے شعر تننا بھی ثابت ہے۔ اس لئے علمائے کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ حمد و نعت و اخلاق اور قومی و مذہبی معاملات کے اشعار میں کچھ ہرج نہیں ہے البتہ رندانہ خیالات اور جذبات کو اہجارنے والے اشعار سے احتراز لازم ہے۔ شاعری ہر زبان کے ادب کی جان ہے۔ اکثر اولیاء اللہ اور علماء نے شاعری کی ہے اور ان کے کلام میں ہر قسم کے اشعار ہیں۔ رندانہ، عاشقانہ، اخلاقی، حمد و نعت و غیرہ۔ اولیائے کبار میں حکیم سنائی، مولینا روم، حافظ شیرازی، شیخ سعدی، مولینا نظامی اور مولینا جامی وغیرہ بڑے بڑے شاعر ہوئے ہیں۔ ان کے کلام میں بھی ہر قسم کے اشعار مثل عام شعراء کے ہیں۔ اس لئے جس زبان کا شعر ہو وہ اس زبان کے ادب و فن کی مثالوں میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ مذہب و عقائد و مسائل کے معاملہ میں خواہ کسی شعر پر حسد نہیں ہو سکتا۔ سلوک و معرفت، اخلاق کے مضامین، ہندو مسلمان ہر قسم کے شعراء نے باندھے ہیں۔ یہاں تک کہ چرکین کی غلاظت کی ٹوکری بھی ان پھولوں سے خالی نہیں ہے۔ اس لئے شعر شاعری ہی کے لئے ہے مذہب کے واسطے نہیں۔ غلام دستگیر رشید ایم اے نے کیا خوب لکھا ہے

بعض اہل عرفان نے پیغام حقیقت پہونچانے کیلئے شاعری کو ذریعہ بنایا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں مختلف قسم کی پچیدگیاں ضرور پیدا ہوئیں۔

شاعر کوئی بزرگ ہو یا عالم فاضل ہو زمانے کی ہوا کا اس پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ مولینا روم اور شیخ سعدی بھی اپنے زمانے کی ہوا کے موافق فحش مضامین لائے ہیں مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں

ملک کی زبان فحش اور بد تہذیب ہو گئی ہے۔ مولانا روم جیسے نیک پاک، سعدی جیسے مصلح مسلمان، سادہ جی جیسے مہذب شاعر بھی نہ بچ سکے مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں

”مثنوی میں کثرت سے وہ روایتیں اور حکایتیں ہیں جو بالواقع غلط ہیں۔“

حقیقت یہ ہے کہ شاعر کے ذہن میں جو مضمون آجاتا ہے وہ اس کو زمانے کے پسندیدہ طرز پر بانڈھنے کی کوشش کرتا ہے۔ شاعر کی روایتی مضامین شراب و کباب، حسن و عشق اور متصوفانہ مضامین سے ہے۔ شاعر کے تصور کی صورت اس قدر حقیقت ہے کہ

علاء الدین معنوی، سہارن پریس، اعظم گڑھ، صفحہ ۱۰۱، شعر انجم حصہ چہارم، صفحہ ۱۰۱، عالمگیر الیگزینڈر پریس لاہور، صفحہ ۱۰۱، سوانح عمری مولینا روم، صفحہ ۱۰۱، معارف پریس اعظم گڑھ، صفحہ ۱۰۱

شیخ علی خیرین نے کہا ہے۔

تصوف برائے شعر گفتن ثوب است۔

اسی قسم کے مضامین تصوف کیلئے مفتی میر عباس نے اپنی مثنوی من و سلویٰ میں

کہا ہے۔

از تصوف میشود شیریں کلام زانکہ ماستد در گناہ لذت تمام

شعریں یہ بھی دستور ہے کہ ایک ہی مضمون کو ایک شاعر دوسرے شاعر سے

لیکر حدت کے ساتھ عمدہ طرز سے ادا کرتے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے تمام شعراء وادین

میں وہی شراب و کباب، گل و بلبل، ہجر وصال، حزن و عشق، اور تصوف کے مضامین ہیں۔ یہاں تک

کہ غیر مسلم شعراء کا کلام بھی متصوفانہ مضامین سے لبریز ہے۔ ان باتوں کا نا الہام سے تعلق

ہے نہ مذہب و مسلک سے واسطہ ہے، یہ چیزیں صرف اظہارِ کمال فن کیلئے ہیں۔ ہمارے

بزرگوں میں سے جن اولیائے کرام نے شاعری کی ہے۔ اہل ضلال نے ان کی مثنویات

و وادین میں بھی تحریف کی ہے بلکہ معمولی شعراء کے کلام کو بھی اس سے نہیں چھوڑا۔

فردوسی کے شہنشاہ کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کیا جائے تو کسی میں تعدادِ اشعار

کچھ ہے کسی میں کچھ کسی میں ایک شعر کسی طرح ہے کسی میں اس کے خلاف ہے۔

حدیقہ سنائی، حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حدیقہ کے متعلق شہزادہ دارا شکوہ نے

کہا ہے۔

حدیقہ حکیم بعضے ابیات نامعقول است،

حدیقہ میں وہ تحقیقت ایسی غلطیاں ہیں جو کسی نہایت ہی کم علم اور ناواقف سے

بھی سرزد نہ ہوئی ہوں گی۔ مثلاً جنگِ جل میں دو فریق تھے ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا کا اور دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس جنگ سے امیر معاویہ کا کوئی تعلق نہ تھا

نہ وہ اس میں شریک تھے۔ لیکن حدیقہ میں ہے کہ جنگِ جل میں امیر معاویہ میدانِ جنگ

سے فرار کھینٹے۔

در جل چون معاویہ بگریخت خون ناحق بے مغیرہ ریخت

مثنوی رومی مثنوی مولینا روم کے نسخوں میں بہت اختلاف ہے صاحبِ شعرا

نے مثنوی کے کل اشعار کی تعداد (۲۶۶۶) بیان کی ہے۔ اب اس سے زیادہ ہے، مثنوی

سلفیۃ الدنیا نوکر حکیم سنائی

کاسانواں دفتر جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں علیہ

اسے ضیاء الحق حسام الدین مجید
چونکہ البرج رخ ششم کردی گزر
صحبت پائندہ عمرت بر مزید
بر فراز برج مقتم کن سفر
سعد اعدا است بہت ہے خوش نشی
زانکہ تکمیل عادیہ مقمت است پس

بعض نے لکھا ہے کہ یہ دفتر مولانا کی تصنیف ہے۔ لیکن بعض کا بیان ہے کہ کسی دوسرے
شخص نے لکھا ہے۔ مثنوی کے بہت سے ایسے اشعار ہیں جو نہایت سست اور غلط ہیں،
جن کو ذی علم، صاحب کمال شاعر کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ بعض ایسے اشعار مشہور
ہیں جو عقائد اہل حق کے خلاف ہیں، اور مولینا کے مذہب و مسلک کے بھی خلاف ہیں مثلاً
چون صحابہ جنت دنیا خواستند مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

بہت حد ہفتاد قالب دیدہ ام بچو سبزہ بار بار دیدہ ام
محققین نے تسلیم کیا ہے کہ مثنوی میں مولینا کے صاحبزادے سلطان ولد نے بھی
اشعار بطرحائے ہیں۔ صاحب مرآۃ المثنوی لکھتے ہیں علیہ
مثنوی میں قدردانان مثنوی کے بھی اضافے ہیں
مولوی عبدالاحد دریابادی لکھتے ہیں علیہ

بعض اشعار جو عام طور پر مطبوعہ نسخوں میں درج ملتے ہیں، نگارن کی تحقیق میں الحاقی
نہایت ہو گئے۔

لندن میں پروفیسر نکلس نے مثنوی کی طباعت و شروح کے متعلق بڑی جدوجہد کی
ہے۔ علاوہ کثیر التعداد نسخوں کے جو اس کے مطالعہ میں آئے۔ تین قائم نسخے خصوصیت
کے ساتھ قابل ذکر ہیں ایک نسخہ برٹش میوزیم لندن میں ہے۔ جو مولانا روم کی وفات سے
۱۳ سال بعد لکھا گیا یعنی ۱۸۷۸ء کا مرقومہ ہے۔ دوسرا نسخہ جرمنی کے کتب خانہ میں ہے
جو ۱۸۷۳ء کا مرقومہ ہے یعنی مولانا کی وفات سے ۳۷ سال بعد لکھا ہوا ہے۔ ایک تیسرا نسخہ
نگارن کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔ یہ مولانا کی وفات سے (۱۷۱) سال بعد لکھا گیا۔

ایک نسخہ صرف دفتر دوم کا ہے جو مولینا کی وفات سے ۳۳ سال بعد کا ہے۔ ان تمام قدیم
نسخوں کی یہ کیفیت ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے سے متحد نہیں۔ سب میں
اشعار کم و بیش ہیں ۱۲۸۸ میں شیخ عبداللطیف عباسی گجراتی نے اپنی نسخوں سے مقابلہ کر کے
علا سوانح ہمیری مولانا روم ص ۶۶ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۳۱ء مرآۃ المثنوی ص ۲۶۵ مطبوعہ ۱۹۲۶ء
۱۹۲۶ء رسالہ ترقی لکھنؤ چھپوری ۱۹۲۶ء

ایک نسخہ مرتب کیا تھا۔ اس کا نام انہوں نے بوجہ اختلاف "نسخہ ناسخہ" مشنویات سقیمہ رکھا تھا۔
غرض مشنوی میں تحریف کا ہونا نہایت واضح طور پر ثابت ہے۔

مشنوی کی شرحیں انگریزی، عربی، فارسی، اردو، ترکی، ہر مبنی فریج تمام زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔

سب سے پہلے انگریزی زبان میں مہر جمس رڈ ہوس نے ترجمہ کیا جو ۱۸۸۱ء میں شائع ہوا۔ اصراف دفتر اول کا ترجمہ تھا

دفتر دوم کا ترجمہ پروفیسر ولسن نے ۱۹۱۱ء میں کیا فارسی میں مشہور شرحیں شرح بحر العلوم، شرح ولی محمد اکبر آبادی، شرح محمد رضا، مکاشفات رضوی، شرح عبد اللطیف اور شرح محمد افضل ہیں۔

حضرت اماد اللہ مہاجر کی نے بھی حاشیہ لکھا۔ اردو میں کشف العلوم، کشف المفہوم، پیراہن یوسفی، کلید مشنوی مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ مختلف شرحیں ہیں مولانا انجمن کانپوری نے بھی حاشیہ لکھ کر شائع کرایا تھا۔

مولیناروم کے نام سے ایک دیوان بھی مشہور ہے مولینا کا مرید خاص سپہ سالار مولانا کے حالات میں اس دیوان کا ذکر نہیں کرتا اور مولینا کے قریب زمانہ کی تصنیف مناقب العارفین میں بھی دیوان کا ذکر نہیں۔

دیوان شمس تبریز کے نام سے ایک دیوان مشہور ہے۔ بعض اس کو شمس تبریز کی تصنیف کہتے ہیں مگر صاحب ریاض العارفین نے لکھا ہے کہ مولانا نے شمس تبریز کے نام پر تصنیف کیا۔ اس دیوان میں شمس تبریز کی ذات کے متعلق ایسے اشعار ہیں کہ وہ کسی دوسرے ہی کے ہو سکتے ہیں۔

کلیات شمس۔ ایک کلیات بھی شمس تبریز کے نام سے مشہور ہے اس میں ایسے اشعار ہیں جو قراسط، اباحیہ، حلولیہ کے عقائد کے موافق ہیں۔ بعض اشعار میں صحابہ کرام پر تبرّ بھی ہے، مثلاً حضرت علی کی مدح میں ایک عقیدے میں یہ اشعار ہیں۔

اے تخت خلافت تو زبیدہ و لائق
احکام تو با حکم قضا ہر دو موافق

زیراک تو معصومی وغیرا تو گناہگار
ہادی و لائق ہر دو مرشد ناطق

یہ کام شیعہ کے سوا کسی صوفی کا نہیں ہو سکتا۔

دیوان حافظ۔ دیوان حافظ کے نسخوں میں ایسا اختلاف ہے کہ غزلیں کی غزلیں کسی نسخے میں ہیں کسی میں نہیں اور بعض کے مضامین صریح عقائد کے خلاف ہیں، بعض اشعار ہیں تبرا بھی ہے، تفصیل آگے آئے گی۔

قصائد کی شاہ نعمت اللہ ولی کے نام سے کئی قصائد مشہور ہیں جن میں پیشین گوئیاں ہیں ان کا سزا ہر کل علاقہ کشمیر میں ہے۔ ان قصائد میں گزشتہ واقعات تو معہ اسماء مذکور ہیں۔ اور آئندہ واقعات میں نام نہیں صرف اجمال کے ساتھ اشارہ ہے۔ ان قصائد کی لغویت کی یہی دلیل کافی ہے کہ اہل نظر ان قصائد کو جعلی کہتے ہیں۔ سادہ انسان ان پر عقیدہ رکھتے ہیں جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے یا گزر جاتا ہے تو اس قصیدہ میں ایک شعر کا اضافہ ہو جاتا ہے مثلاً سر سید احمد خاں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن مجید کی تفسیر کی۔ ان کے متعلق بھی ایک شعر ہے۔

کس بنام احمد گمراہ کتب بے حد سازند از دل خود تفسیر فی القرآن
ایک قصیدے میں انگریزوں کے متعلق ایک شعر ہے اس کا مدعا یہ ہے۔
شاہ مغرب بہر قتلش خوش عنال پیدا شود۔

اس پیشین گوئی کا بطلان اس زمانے میں ظاہر ہو گیا ان قصائد کے اکثر اشعار ایسے ہیں جو کسی شاعر اور ذی علم شخص کے نہیں ہو سکتے ماہ ستمبر ۱۹۴۷ء میں لاہور کے اخبارات نے نہایت شدت سے ان قصیدوں کو شائع کر کے ان کی شرح کی چونکہ ان دنوں حیدر آباد دکن میں مجلس اتحاد المسلمین نے بہت زور باندھا اور اس کا صدر تقریروں میں یہ ظاہر کر رہا تھا کہ میں جہاد کروں گا! میرے پاس اس قدر سامان ہے کہ حکومت ہند کا تختہ الٹ دوں گا اور میرے عثمان علیخان شاہ دکن بھی میرے ساتھ ہیں۔ ادھر حکومت ہند کو اصرار تھا کہ حیدر آباد دکن اطاعت قبول کرے لہذا اس موقع پر نعمت اللہ ولی کے قصیدہ میں ایک اور شعر برعیا گیا جس کا یہ مطلب تھا کہ حکومت ہند شاہ عثمان کے حملہ کی تاب نہ لا سکیگی۔ یہاں تک کہ اتحاد المسلمین کی فوج میں اور ہند کی فوج میں جنگ شروع ہو گئی۔ تین دن تک جنگ ہوئی کہ حضور نظام نے جنگ بند کرنے اور ہتھیار ڈال دینے کا حکم دیدیا اور اب حکومت ہند کا حیدر آباد دکن پر فوجی قبضہ ہے اس پر لاہور کے اخبار زمیندار ۱۵ ستمبر ۱۹۴۹ء میں خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری نے لکھا۔

”شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشین گوئیاں اب کتاب سے شائع ہو رہی ہیں لوگوں کو
 کیا معلوم کہ یار دوست ہر ایک سال چند اشعار جو پایہ شعر سے بھی گرے ہوئے ہوتے
 ہیں اضافہ کرتے رہے ہیں۔ اور ولی اللہ کا نام فروخت کرتے ہیں خواہ ان لوگوں کی نیت
 نیک ہو۔ لیکن جھوٹ جھوٹ ہی ہے مسلمانوں کو ان کے نزدیک نہ جانا چاہیے۔“
 اشعار گنگوہی اب خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بعض اشعار غزلیں
 مشہور ہو رہی ہیں۔ صوفیوں میں ان کا یہ شعر بہت مشہور ہے

بندہ قدوس گنگوہی خدا خود را شناس این ندا از غیب با اصراری گوید مرا
 قدوسی خاندان کے دو صاحبوں سے میری ملاقات ہے۔ دونوں اہل علم اور صاحب
 تقوت ہیں۔ ایک مولوی محمد عادل صاحب رکن دائرہ المعارف حیدر آباد دکن دوسرے مولوی
 اعجاز الحسن صاحب ملازم محکمہ امور مذہبی حیدر آباد دکن دونوں صاحبوں نے مجھ سے فرمایا
 کہ ہماری خاندانی بیاض میں یہ شعر اس طرح تحریر ہے۔

بندہ قدوس گنگوہی خدا را خود شناس این ندا از غیب با اصراری گوید مرا
 ایک غزل اور بھی خواجہ صاحب کی طرف منسوب ہے
 آستین بر دکشیدی ہم چو مکار آمدی۔

ان دونوں غزلوں کے متعلق شیخ سراج الحق گنگوہی نے فرمایا تھا کہ خاندانی بیاضوں
 میں نہیں ہیں بیاضوں کے اشعار میں بھی اختلاف ہے اور یہ شبہ بھی بعض بیاضوں میں
 ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ غزلیں خواجہ صاحب کی طرف غلط طور پر منسوب کی گئی ہیں۔
 حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے فاضل اور اولیائے کاملین سے تھے
 اور نہایت سختی کے ساتھ پابند سنت تھے انہوں نے اپنی تمام تصانیف میں اتنا
 سنت و شریعت پر زور دیا ہے اور آداب کا کمال درجہ لحاظ کیا ہے لیکن ان کے نام
 سے یہ شعر مشہور ہوا۔

من چہ بدوائے مصطفیٰ دارم پیچہ در پیچہ خدا دارم
 یہ شعر ان کے مسلک اور تحریر کے صریح خلاف ہے۔ مجدد صاحب کا شاعری
 سے شغف بھی مذکور نہیں۔
 ایک یہ خرابی پیدا ہو گئی کہ کسی بزرگ کے نام سے کوئی کیسا ہی شعر مشہور

ہو عقیدت مند اس کو کھینچ تان کر مذہب اور تصوف میں لے آتے ہیں اور تاویلات کی بھرمار سے اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثنوی مولانا روم اور دہلوان حافظ کے ساتھ یہ سلوک بہت بڑا ہے۔ تاویل کا یہ طریقہ ائمہ اسلام نے احادیث کے لئے مقرر کیا تھا کہ اگر کوئی ایسی حدیث جو مشاہدہ یا صحیح واقعات کے خلاف ثابت ہو جائے تو ہمیں تاویل پر مضطر ہو جانا چاہیے۔ لوگوں نے یہی عمل شعران کی مثنویوں رواہ اور مقبولوں پر شروع کر دیا۔

ایک یہ غلطی بھی ہوئی ہے کہ دیوان حافظ اور اولیائے کرام کے اشعار کے متعلق اہل علم نے یہ سعی کی کہ ان کی ایسی شرحیں کی جائیں کہ ان کے زندانہ مضامین کو جنہیں وہ شاعرانہ حیثیت سے لائے تھے کھینچ تان کر تصوف میں لے آئیں۔ اس غلطی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے زندانہ اشعار کو عوام تعلیم دین سمجھنے لگے اور ان کے دواہین کو انہماقی سمجھ بیٹھے پھر وہ زندانہ اشعار اپنے ظاہری معنی و مطلب کے اعتبار سے عقیدہ قرار پا گئے۔ ان بزرگ شاعرین نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس سے ان بزرگوں کے دامن کمال فن پر دھبہ آتا ہے کیونکہ جب تک ہر مصرعہ اور ہر شعر میں ایک ایک لفظ کی شرح نہ کی جائے کہ اس سے یہ مراد ہے اور اس سے وہ مراد ہے۔ اس وقت تک شعر تصوف و سلوک کے موافق نہیں ہوتا اس پر ایک صاحب فن کہہ سکتا ہے کہ اس بزرگ کو شاعری آتی ہی نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ مفہوم کو حقائق کے ساتھ ادا نہ کر سکا ہر جگہ توڑ جوڑ کر ناپڑتا ہے تب کہیں مطلب نکلتا ہے۔

غرض کوئی کتاب کوئی شعر ایسا نہیں ہے جس کو یقین رائق کے ساتھ کہا جائے کہ یہ جس بزرگ کی طرف منسوب ہے انہیں کی تصنیف ہے علاوہ ازیں اولیائے کرام کا ظاہری مشربعت کے خلاف کوئی قول و فعل قابل حجت نہیں کیونکہ ان سے گناہ بھی ہرگز ہو سکتا ہے۔ اور غلطی بھی ہو سکتی ہے یہ امر کس قدر قابل لحاظ ہے کہ سہمی حافظ شیرازی، مولانا روم اور امیر خسرو وغیرہ کا مادر زاد ولی اور صاحب الوہام ہونا مذکور اور ثابت نہیں ان کی زندگی کا کچھ زمانہ آزادی اور جوانی و دانی کا بھی گزرا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اشعار جن میں معاملہ بندی، شراب و کباب اور رندی و کسبعم کے مضامین ہیں عہد آزادی کی تصنیف ہوں، خواجہ بشر حافی جن کے تقویٰ و تقدس کی انتہا رحمتہ اللہ علیہ نے

بھی تعریف فرمائی ہے عہد جوانی میں دائم الخمر تھے۔ امیر خسرو فن شعر میں غزلیات وغیرہ لائے
 ہیں ایک راگ اور ایک باجا بھی ان کی ایجاد بتایا جاتا ہے ایسی ہی سعدی کی غزلیات بھی
 ہیں۔ عقل سلیم اس طرف راہبری کرتی ہے کہ یہ چیزیں ان اولیائے کرام کے عہد جوانی کے کارنامے
 ہوں گے غرض اس قسم کے اشعار خواہ کسی کے ہوں قابل حجت نہیں۔ تاہم انہ میں کوئی
 مضائقہ نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بلوغ البین میں تحریر فرمایا ہے

”حافظ شیرازی کے اس مجازی شعر کو حقیقت سمجھ کر دلیل پیش کرتے ہیں۔

بچے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک پیچہ بنود زراہ و رسم منزلہا
 علامہ عبدالوہاب قزوینی نے سنگتہ بحری میں ایک نسخہ دیوان حافظ کا مرتب کر کے
 شائع کیا تھا انہوں نے تیس قلمی اور قدیم مطبوعہ نسخوں سے یہ نسخہ تیار کیا تھا کسی
 نسخہ کی غزلیات اور غزلیات کے اشعار کی تعداد برابر نہ تھی مرتب نے دیا چہ میں اس امر
 کا اس طرح اظہار کیا ہے می بینم کہ عمدہ غزلیات دیوان حافظ و سچیں عمدہ ابیات
 غزل بسرعت رد و باقرائش میگزارد قریب صد غزل الحاقی است جس کتاب کی یہ حالت ہو
 اس کے اشعار کو سند عقائد قرار دینا شدید غلطی ہے اور ایسی کتاب کی شرح میں اس
 لئے جدوجہد کرنا کہ مطابق مسلک ہو جائے یہ بھی غلطی ہے۔

غرض علوم دین کا سب کچھ کام اس زمانہ میں ہوا ہے جس کی تعریف خود حضور
 علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ یعنی قرون ثلاثہ میں حضور علیہ السلام نے خود ہی ارشاد فرمایا
 ہے کہ پھر جھوٹ پھیل جائے گا اس کے علاوہ اولیائے کرام معصوم نہ تھے ان سے غلطیاں
 بھی ہوئی ہیں۔ اور ان کے کشف میں اشتباہ اور غلطی بھی ہو جاتی ہے۔
 شیخ اکبر ابن عربی نے فرمایا ہے۔

اہل کشف کو کثرت سے اشتباہ بھی ہو جاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں

”بعض بزرگان غلطی در کشف اینہا ہم تحریر میکنند“

اسی وجہ سے خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے فرمایا ہے

”مشائخ کا کوئی فعل حجت نہیں ہے“

ان اسقام کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ جو بھی قول و فعل کسی بزرگ کا ظہر

علیہ ملفوظات شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ ملفوظات حضرت علامہ اردو ترجمہ بلوغ البین

مصنف شاہ ولی اللہ صاحب عالیگر البکڑک پریس لاہور

شریعت کے خلاف ثابت ہو جائے اس کو رد کر دیا جائے کشف کے ذریعہ سے ہوا اور
خلاف شریعت ظاہر ہو اس کے متعلق مجدد صاحب فرماتے ہیں۔
”واگرنا الغرض ان معانی مفہومہ بکشف والہام ظاہر شود آنرا اعتقاد نہ باید کرد و لہذا
استغفار باید نمود۔“

خواجگان سلف کا یہی دستور تھا خواہ کشف ہو یا الہام یا کسی بزرگ کا قول ہو
جب تک اس کو شریعت کے مطابق نہ جانچ لیتے تھے، قبول نہ کرتے تھے۔ خواجہ سلیمان
دارانی ^{۲۱۸} کا قول ہے۔

”بسا اوقات محمد پر ایک نکتہ ظاہر ہوا مگر میں نے اس وقت تک اسے قبول نہ کیا
جب تک کہ کتاب و سنت سے اس کی تصدیق نہ کر لی۔“

خواجہ حامی نے لغات الانس میں خواجہ بشرحانی ^{۲۲۸} سے کسی کا قول نقل کیا

”از سخنان این طائفہ هیچ چیز بدلی من قرار نگرفت تا آنکہ دو گواہ عدلی از کتاب و سنت
بر آن نہ یافتند۔“

حضرت شیخ الاسلام خواجہ زکریا الفارسی کا قول ہے

”عنوفیاء کا جو کلام صریح کتاب و سنت کے مخالف ہو اس پر اعتقاد کرنا حرام ہے۔“

انام شیعرائی فرماتے ہیں

”جب ان کے کلام کو شریعت کے خلاف دیکھے چھینک دے۔“

علامہ ولی اللہ بلرغ البین میں فرماتے ہیں۔

”یاد رہے کہ امور دینیہ کی بنیادیں چیزوں پر ہے۔ ایک آیات و محکمات جو کہ کلام خدا
میں ہیں، احادیث صحیحہ جو کہ حقان کلام میں۔ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم جو بات انہیں
بالنہیںوں میں سے کسی ایک کے خلاف ہوگی، سے مرود سمجھنا چاہئے۔“

اعتراف کسی بھی بزرگ کا قول مرود قابل تسلیم نہیں ہے جب تک کہ کتاب و
سنت کی اس پر شہادت نہ ہو۔ اس کو قبول کرنا معصیت ہے۔

ائمہ نے یہ اصول قرار دیا ہے۔ کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہے وہ رد ہے۔ جو
نقل کسی امام کا حدیث کے خلاف ہے وہ رد ہے۔ صوفیائے کرام نے یہ اصول

قرار دیا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے خلاف جو قول کسی کا ہے وہ رد ہے یہی اصول مجمع ہے اور سچا راستہ یہی ہے۔ خواجہ معروف کرخی مسئلہ کا قول ہے بلکہ
 ”تصوف ایک ایسا اسم ہے جس میں فقر و زہد کے معانی شامل ہیں“
 خواجہ بشرخانی مسئلہ زہد کی یہ تعریف فرماتے ہیں۔
 ”زہد وہ ہے کہ شبہات سے پاک ہو۔“
 خواجہ ابو بکر کتانی مسئلہ فرماتے ہیں۔

”جس چیز میں کوئی مدنی، عراقی اور شامی مجتہد اختلاف نہ کرے وہ زہد ہے۔“
 امام شعرانی کا قول پہنچل آیا جا چکا ہے مدعیان تصوف نے ایک نئی صورت اور پیدا کی ہے کہ وہ بعض آیات و احادیث کے معنی و مفہوم کو اور یہی طرح بیان کرتے ہیں۔ لیکن اہل حق جانتے ہیں کہ قرآن پاک کی صحیح تفسیر حدیث شریف ہے۔ اور قرآن و حدیث کی صحیح تفسیر فقہ ہے۔ اسلئے فقہاء ائمہ مجتہدین اور محدثین نے جو معنی و مفہوم قرار دیا ہے وہی صحیح ہو سکتا ہے۔ صحیح مقصد و مطلب کو ان بزرگوں سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔ یا جنہوں نے صحابہ و تابعین سے فیض پایا جن کا علم و تقدس مستم تھا جو ان علوم کے صاحب قدر تھے جن کو زمانہ رسالت سے قرب کی فضیلت حاصل تھی۔ ان بزرگوں کے خلاف جس کسی نے بھی جو کچھ لکھا ہے وہ بروئے عقل بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

ایک یہ صورت بھی غلط فہمی واقع ہونے کی ہے کہ اسلامی احکام تمام ایک دم سے نازل نافرہ نہیں کئے گئے۔ بلکہ رفتہ رفتہ پیش کئے گئے ہیں تاکہ عوام سہولت کے ساتھ مقل ہو سکیں۔ قرآن میں نزول تدریجی کی بھی مصلحت بیان فرمائی گئی ہے۔

بعض امور ایسے تھے کہ جو حضور کے عہد میں ابتداء سے رائج رہے۔ پھر ان کی ممانعت ہو گئی۔ اس کے علاوہ امور مروجہ اور ضروریات و حاجات میں حضور علیہ السلام کسی ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے۔ اور یہ امر ممکن بھی نہ تھا اسلئے بعض قولی یا فعلی حدیثیں ایسی ہو سکتی ہیں جو ابتدائی عہد کی ہوں اور ان سے کسی امر کی اجازت لے لی جاسکتی ہو تو آخر زمانہ کی حدیث واجب العمل ہے، حضرات صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و مجتہدین نے جانچ کرنے کے بعد صحیح حدیثوں پر فقہ کی بنیاد قائم کی ہے۔
 عوارف المعارف

اسلئے ہمیں اصول فقہ کی روشنی میں مسائل کو لینا چاہئے۔ اور فقہاء کے مذہب پر عمل رکھنا چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے زمانہ رسالت کے قریب تمام احادیث وغیرہ کو جانچ کر اصول قائم کئے ہیں۔ اور اجتہاد کر کے مسائل کو مدون کیا ہے۔ اسلئے کوئی تصدیق یا غیر صحیح حدیث ان کے اجتہاد کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ نہ کسی حدیث کا ایسا جدید مفہوم قرار دیا جاسکتا ہے جو ان کے بیان کردہ مفہوم کے مطالب کے خلاف ہو۔ اگر کوئی شخص علم و عقل اور انصاف سے غور کرے گا تو اس کو اس میں کوئی عذر کی گنجائش پیدا نہ ہوگی۔

تیرہویں صدی ہجری سے ہندوستان میں صوفیوں کی بڑھتی ہوئی پڑی۔ لاکھوں گروڑوں مذہب پیدا ہو گئے۔ اور اس صوفی نے جو کچھ آرد و لکھنی پر یعنی جانتا تھا، تصوف میں کوئی نہ کوئی تصدیق ضروری۔ اور اس میں مسئلہ وحدۃ الوجود کی بحث کتابوں سے لے کر دیکھ کر نقل کی۔ لیکن یہ نازک مسئلہ ایسا نہ تھا کہ نقل و راہ عقل کی کسوٹی پر پورا اتر جاتا انجام یہ ہوتا کہ ان کے تمام دلائل اتحاد و حلول کی تائید میں آگئے۔ اگرچہ انہوں نے ظہر یہی کیا کہ اتحاد و حلول باطل ہے اور ان کا غالباً مقصد بھی یہی ہو گا لیکن دلائل میں اس سے نہ بچ سکے کچھ نئے تعلیم یافتوں نے بھی مذہب میں نام حاصل کرنے سکے۔ نئے تصوف پر رسالے اور مضامین لکھے لیکن انہوں نے اس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ مقصد کمال فائدہ میں ارا نہ کر سکے ان کی عبارت اور ان کے دلائل اس مفہوم کے خلاف ہیں جن کیلئے انہوں نے قلم اٹھایا تھا۔ اس عرصے عام کے زمانے میں حضرت ساجی امداد اللہ بھائی کی چشتی و مولانا رشید احمد گنگوہی چشتی و مولانا اشرف علی تھانوی حنفی کی تصانیف بہت کچھ قابل وثوق ہیں۔

الباب الثالث فی سلاسل الطریقت

تمام سلاسل طریقت کی ابتداء ذات بابر کات حضور نبی کریم علیہ السلام سے
 ہوئی۔ اور حضور کے بعد بالترتیب سلسلہ نقشبندی و باطنی خلفائے راشدین رضوان اللہ
 علیہم اجمعین سے ہے۔ سلاسل کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ سب کا ذکر کرتے کیلئے
 ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ لیکن تمام سلاسل اوپر جا کر ایک ہو گئے ہیں۔
 اس کے علاوہ زمانہ قدیم کے بزرگوں میں سے تقریباً ہر ایک بزرگ نے بہت سے
 شاگردوں سے فیض حاصل کیا ہے۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ صوفیائے کرام چل
 کسی بزرگ کا نام سنتے تھے حصول فیض کیلئے پہنچ جاتے تھے۔ خواجہ سعدی فرماتے
 ہیں۔

منتجع زہر گوشہ یافتہ زہر خرمی گوشہ یافتہ
 وہ لوگ جن کو کتب تاریخ و قصوت پر عبور نہیں کہتے ہیں کہ سلاسل طریقت
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی صحابی سے جاری نہیں ہوئے اور حضور
 علیہ السلام نے حضرت علی کے سوا کسی صحابی کو طریقت کی تعلیم نہیں دی یہ عقیدہ
 قرامطہ کے فرقوں کی ایجاد ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی
 اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور فیضان سب کے لئے یکساں تھا۔ آپ سے ہر ایک صحابی
 نے اپنی اپنی محنت اور قابلیت، اپنے اپنے ظرف و محبت کے موافق حصہ پایا اور
 ان میں سے ہر ایک صوفی کامل تھا گو فرق مراتب تھا حضور نے خود ارشاد فرمایا ہے۔
 ”میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں تم جس کا بھی اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔“
 حضور علیہ السلام کے بعد بالترتیب خلفائے راشدین سے سلسلہ رشد و
 ہدایت جاری رہا۔

تعلیم طریقت بسیار راجع بود کہ قریب ہشتاد و نفر باشند از انجملہ بعضی بزرگان
 از نسل ابوبکر و عمر و عثمان و علی و بعضی فرزندان نسل انس و ابن عباس بودند
 اسی قسم کی روایت شہاد بن ادیس سے رسالہ مکیہ میں منقول ہے ثوث الثوب
 اور شہاد بن منطلق الطبرستانی بھی ایسا ہی مذکور ہے

خواجہ یحییٰ نے ششاد کی قید اسلئے لگائی ہے کہ انہوں نے صرف ان صحابہ کو شمار کیا ہے جن سے اہل سلاسل نے سلاسل کو شمار کیا ہے۔ شہزادہ محمد اختر چشتی رسول اکرم کے متعلق تذکرۃ الفقراء میں لکھتے ہیں

”دس صاحبوں کے بارے میں فرمایا کہ ان سے راہ عرفان جاری ہوئی

وہ یہ ہیں ابو بکر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، ابو عبیدہ، سعد بن وقاص، اسعید

عبدالرحمن بن عوف۔

شہزادے نے یہ تعین بڑے سلسلوں کی شمار پر کی ہے۔ ورنہ ظاہر میں باطنی ہر صحابی نے حضور شیخ پایا ہے اور ہر صحابی سے دو منزل کو پہنچا ہے۔ بعض نے کئی سوا صاحب کی تعداد لکھی ہے ان لوگوں نے صرف مشاہیر کو شمار کیا ہے ورنہ حضور کی نگاہ فیض انار سے کوئی صحابی بھی محروم نہیں رہا۔ عقل سلیم بھی اسی طرف راہبری کرتی ہے کہ حضور کا شیخی صحبت اس قدر بے اثر نہیں ہو سکتا کہ صرف چند آدمیوں کو ہی منزل مقصود تک پہنچا سکے اس قسم کے خیالات سے دامن رسالت پر دست بردار رہنا ہے کہ آپ کی امت میں تو ایک ایک دلی نے سیکڑوں ولی بنادیتے اور آپ صرف چند آدمیوں کو ہی منزل مقصود تک پہنچا سکے شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ باب ۱۴ ص ۳۳ پر حضرت ابو بکر کو امام الاولیاء لکھا ہے شیخ عطار بھی تذکرۃ الاولیاء میں خلفائے راشدین کو اول ذکر کیا ہے اگر یہ حضرات صاحب طریقت نہ ہوتے تو مشہور بزرگ ایسا نہ لکھتے غرض خلفائے راشدین نے آپس میں بھی بالترتیب ایک دوسرے سے کسب فیض و تربیت کیا ہے خواجہ یار سار سالہ شیخ سلیم ہیں فرماتے ہیں۔

”امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ بعد از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ازان

خلفاء کہ بر امیر المؤمنین علی مقدم بودہ اند ہم نسبت باطن بتربیت یافتہ اند

چونکہ اس زمانے میں سوائے نقشبندیہ کے اہل شجرات نے دیگر سلاسل کو حضرت

علی پر ختم کیا ہے اس لئے ان لوگوں نے جنکی نظر وسیع نہیں اور جنکی معلومات محدود ہیں

یہ خیال قائم کر لیا کہ حضرت ابو بکر سے صرف سلسلہ نقشبندیہ ہی جاری ہوئی ہے اور دیگر

صحابہ سے کوئی سلسلہ نہیں چلا آخر زمانہ کے شجرہ نویسوں نے بظہر سہولت کسی اسم

کے خیال سے شجرات کو حضرت علی پر ختم کر دیا ورنہ بزرگان متقدمین کے دور میں ہر

چہار خلفاء کے اسمائے گرامی تھے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے اور ادر
 نتیجہ میں اسی طرح منقول ہے۔ اس رواج کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بزرگان متقدمین
 میں سے بعض بعض بزرگوں کا یہ طرز عمل تھا کہ دو شخصوں نے اگر ایک شخص سے بیعت کی
 اور وہ اس سے مجاز طریقت ہوئے۔ لیکن ان دونوں سے ایک نے شیخ کی ذات کے بعد
 اپنے پر بھائی سے بھی فیض حاصل کیا اور تجدید بیعت کی تو بعض مذکورہ شجرہ میں اس
 درمیانی شیخ کا نام نہیں لکھتے صرف شیخ اول ہی کا نام لکھتے ہیں جیسے خواجہ علاؤ الدین
 عطار اور خواجہ محمد یار سائے بہاؤ الدین نقشبند سے بیعت کی اور اجازت پائی اور خواجہ
 نقشبند کے بعد خواجہ عطار نے خواجہ یار سائے سے تجدید بیعت کی اور فیض حاصل کیا تو
 بعض اہل سلسلہ خواجہ نقشبند کے بعد خواجہ عطار کا نام لکھتے ہیں بعض دونوں کے
 درمیان خواجہ یار سائے کا نام بھی لکھتے ہیں اسی طرح چونکہ خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ نے
 رسول اکرم سے بیعت کی اور فیض پایا یا پھر حضور کے بعد ایک دوسرے سے بیعت و استفادہ
 کرتے رہے اسلئے شجرہ نویسو تک اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں ترتیب و اسما قائم کر لیں
 یہ بھی چھوڑا ہے کہ اگر کسی بزرگ کو کسی شیخ سے صرف نسبت زوجہ حاصل ہے یعنی ان کا
 نہیں ہوئی اس صورت میں بھی بظہر اختصار سلسلے میں درمیانی شیوخ کے نام نہیں
 لکھتے جیسے خواجہ یار یزید بسطامی کے بعد شجرات میں خواجہ ابوالحسن خرقانی کا نام ہے ان
 دونوں کے درمیان اس قدر طویل زمانہ ہے کہ بقائے صورت کسی طرح ممکن نہیں اور درمیان
 میں چار شیخ اور ہیں لیکن چونکہ خواجہ خرقانی نے براہ راست خواجہ یار یزید بسطامی کی بیعت
 سے فیض و تربیت حاصل کی ہے اسلئے اہل سلسلہ نے درمیانی شیوخ کے نام شارح
 نہیں کئے لہذا صورتی سے انکا صحیح سلسلہ اس طرح ہے۔

ابوالحسن خرقانی عن الامام یزید بن عقیل عن ابی یزید عن ابی یزید عن ابی یزید عن ابی یزید عن ابی یزید
 احمد بن محمد بن عیسیٰ بن یزید بسطامی۔

امام حسن بصری اور حضرت علی کی ملاقات سے انکا برآمد شیعین نے انکار کیا ہے لیکن
 شجرات میں حضرت علی کے بعد امام حسن بصری کا نام ہے اور انکا صحیح سلسلہ نقل عورتی
 سے یہ ہے۔

حسن بصری عن امام حسن عن حضرت علی۔

ایک یہ غلطی بھی شائع ہے کہ کم علم صوفیاء سمجھتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین امام طریقت نہ تھے اور ان سے سلسلہ جاری نہیں ہوئے شیخ اکبر فتوحات مکیہ باب بوصایا میں فرماتے ہیں
 ”یہ کہیں نہ کہو کہ حضرات مجتہدین معارف اسرار سے محجوب تھے جیسا کہ بعض جاہل اور بے علم صوفی کہا کرتے ہیں کیونکہ یہ کلمات شانِ امامت کے نہ پہچانتے کی وجہ سے کہے جاتے ہیں۔“

اور باب ۹۹ میں فرماتے ہیں

”اصل میں مجتہدین ہی وارثِ انبیاء کرام ہیں۔“

صاحبِ فوز المرام نے امام ابو حنیفہؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اہمال و اوتاد و نجباء تھے سلسلہ طریقت میں وہ سلسلہ جو سب سے پہلے خاص نام سے مقرر ہوئے یعنی حنیفہ وہ امام اعظم سے ہے اور ترونِ ثلاثہ کے اندر ہے اور باقی تمام سلسلہ طریقت ترونِ ثلاثہ کے بعد مقرر ہوئے
 صاحبِ فوز المرام لکھتے ہیں علیہ

”جوابِ حدیث کے جامع ہیں درمیانِ علم ظاہر اور باطن کے اور محیط میں ساتھ احکام اور حکمتوں اور معارف اور اسرار کے مثل ائمہ شافعی اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اور ان کے امثال یہ لوگ بہترین اہمال و اوتاد اور نجباء ہیں پس پرہیز کر لو سوئے ظن سے ان کے حق میں کہ شیطان اس کو تجھے اچھا دکھاتا ہے۔ جن پر شیطان غالب ہے وہ نورِ علم سے ہدایت نہیں پاتے کہتے ہیں کہ ائمہ فقہاء و مجتہدین اس مرتبہ کو نہیں پہنچے اور علماء متفق ہیں اس بات پر کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ اوتاد سے ہیں اور ایک ہدایت میں ہے کہ قبل وفات کے قطب ہوئے ایسا ہی بعض ان کے تابعین فقہاء مثل امام نووی رضی اللہ عنہ اور مثل ان کے رضی اللہ عنہم۔“
 دوسری جگہ لکھتے ہیں علیہ

”امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور مثل ان کے رحمۃ اللہ علیہم کہ جامع ہیں درمیان حقیقت و شریعت کے۔“

بزرگانِ متقدمین اور صاحبانِ علم نے جو اولیائے کرام کے تذکرے لکھے ہیں ان میں بالترتیب خلفائے راشدین و ائمہ مجتہدین کا اول ذکر کیا ہے جنہیں رسالہ ”شہداء“
 علیہ فوز المرام صاحب نے فوز المرام حصہ ۱ بحوالہ کواکبِ ظاہرہ

مکتوبات حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی، تذکرۃ الاولیاء اشتباہ فی سلاسل الاولیاء اب ہم
پہلے ان سلسلوں کو لکھتے ہیں جو صحابہ کرام سے ہیں

سلاسل صحابہ

۱۔ خواجہ حفید بغدادی عن شیخ ابی سعید الخزاز عن خواجہ بشر حافی عن شیخ ابی رجاء
الطہاء عن خواجہ نفیس بن عباس عن شیخ منصور السلمی عن شیخ محمد بن مسلم الزاہد عن شیخ مجتہد
روفل عن شیخ محمد مطہم عن حضرت ابی بکر الصدیق۔

۲۔ شیخ بدیع الدین شاہ مدار عن طیفور شامی عن امین الدین شامی عن عبد اللہ شلم
بردار عن حضرت ابی بکر الصدیق۔

۳۔ شیخ ابی سعید الخزاز عن شیخ عبد اللہ وحی عن ابی تراب عسکر نخسوی عن خواجہ بایزید
بسطامی عن شیخ امین الدین شامی حضرت عبد اللہ علمبردار عن حضرت عمر فاروق۔

۴۔ شیخ ابی تراب عسکر نخسوی عن حاتم اہم عن شیخ عبدالرحمن خواص عن شیخ شفیق
بلخی عن شیخ ابراہیم ادرہم عن شیخ بیل بن زیاد عن حضرت عثمان غنی۔

۵۔ عبد اللہ علم بردار اور کبیل بن زیاد سے حضرت علی سے بھی فیض پایا ہے اس لئے
ان دونوں کا سلسلہ حضرت علی سے بھی ہے۔

۶۔ شیخ کبیل بن زیاد عن حضرت ابی ہریرہ صحابی
۷۔ امام الطریقہ شیخ احمد کبیر دفاعی ۲۵۷ عن شیخ منظور بسطامی عن امام سہیل بن

عبد اللہ تستری عن خواجہ ذوالنون مصری عن شیخ اسرائیل مفرجی عن شیخ ابو عبد اللہ محمد
حبشیہ قابعی عن حضرت جابر انصاری صحابی یہ سلسلہ دفاعیہ مشہور ہے۔

۸۔ خواجہ بایزید بسطامی عن شیخ حبیب عجمی عن امام محمد بن سیرین عن حضرت
انس بن مالک صحابی۔

۹۔ امام الطریقہ ابو العباس سید احمد بدوی ۵۷۷ عن شیخ عبد الجلیل نیشابوری
عن شیخ عبد الحمید عن شیخ عبد الحمید عن شیخ علی بن ابی الحسن عن شیخ احمد شوافی عن

شیخ محمد شیرازی عن شیخ عبدالرزاق عن شیخ ابی طاہر عن شیخ عبد القدوس عن شیخ احمد بن
محمد نور بزی عن شیخ حبیب عجمی عن امام حسن بصری عن شیخ عمران بن حصین عن حضرت

انس صحابی یہ سلسلہ بدویہ مشہور ہے۔
۱۰۔ نقیحات العنبر

شیخ شامعہ ثوریری نے فضیل بن عیاض سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔
 علیہ شیخ عطار بن ربیع عن امام قاسم بن محمد عن امام عروہ بن زبیر عن حضرت سلیمان
 فارسی صحابی۔

۱۱۔ شیخ داؤد طائی عن امام ابی حنیفہ عن شیخ عطار بن ربیع عن حضرت عبد اللہ بن
 زبیر صحابی و حضرت زبیر بن العوام صحابی۔

۱۲۔ شیخ داؤد طائی و شیخ ابراہیم بن ادھم عن امام سفیان ثوری عن امام ابراہیم مخنفی بن
 امام علقمہ بن قیس عن حضرت عبد اللہ بن سعود صحابی۔

۱۳۔ امام احمد بن حنبل عن امام سفیان ثوری عن امام ابو محمد عمرو بن دینار عن حضرت عبد اللہ بن عباس صحابی
 ۱۴۔ شیخ ابراہیم بن ادھم عن امام مالک عن نافع عن حضرت عبد اللہ بن عمر صحابی
 ۱۵۔ امام حسن بصری عن حسن بن علی صحابی۔

۱۶۔ امام حسن بصری عن امام حسن بن علی صحابی

سلسلہ تابعین

۱۔ شیخ ابراہیم بن ادھم عن شیخ موسیٰ بن یزید راعی عن خواجہ اویس قرنی تابعی۔
 نوٹ: اویس قرنی نے حضرت عمرو عثمان و علی بنیوں سے بیعت کی یہ قول زیادہ
 معتبر ہے بعض نے لکھا ہے حضرت علی سے بھی بیعت کی۔

۲۔ امام ابو حنیفہ تابعی عن شیخ ہرم بن حبان عن خواجہ اویس قرنی۔
 ۳۔ خواجہ فضیل بن عیاض و خواجہ داؤد طائی دونوں نے امام ابو حنیفہ سے فیض پایا۔

سلسلہ ائمہ مجتہدین

۱۔ خواجہ بشر حافی عن امام احمد بن حنبل عن امام شافعی عن امام جعفر صادق

۲۔ امام شافعی عن امام محمد عن امام ابی یوسف عن امام ابو حنیفہ

۳۔ خواجہ ابراہیم بن ادھم عن امام سفیان ثوری عن امام ابی حنیفہ

۴۔ خواجہ داؤد طائی عن امام ابی حنیفہ

۵۔ خواجہ زبیر بن عیاض عن امام ابی حنیفہ

۶۔ خواجہ عبد الواحد بن زبید عن امام ابی حنیفہ

(۷) امام الطریقہ شیخ محمد بن علی حکیم الرندی سند عن امام ابی حنیفہ یہ سلسلہ حکیمیہ مشہور ہے۔

(۸) خواجہ ذوالنور مصری عن امام مالک

انکے مجتہدین کے بعض سلاسل صحابہ اور تابعین کے سلاسل میں آگئے ہیں انکے علاوہ صحابہ و تابعین و انکے کے اور بہت سلسلے ہیں۔

خواجہ فغیل بن عیاض اور خواجہ جنید بغدادی یہ تمام سلاسل طریقت کے امام اور سر حلقہ ہیں انہوں نے بہت بزرگوں سے فیض حاصل کیا اور عازت پائی

بیان سلاسل

طریقت کے سیکڑوں سلسلے ہیں سب کے بیان کی وہاں گنجائش نہیں ہوتا ہے میں مشہور ہے کہ چار خاندان ہیں یعنی چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور جوہر کے تعین میں اختلاف ہے کوئی کسی سلسلہ کو شمار کرتا ہے کوئی کسی دوسرے کو ایکسے یہ ہے

(۱) خواجہ عبدالواحد بن زبیر کا سلسلہ زیدیہ (۲) عیاضیہ (۳) ادھبیہ (۴) ہبیریہ (۵) چشتیہ (۶) عجمیہ (۷) طیفوریہ (۸) کرخیہ (۹) سقطیہ (۱۰) جفیریہ (۱۱) گارونیہ (۱۲) طوسیہ (۱۳) فردوسیہ (۱۴) سہروردیہ

بعض نے لکھا ہے (۱) زیدیہ (۲) عیاضیہ جو خواجہ فغیل بن عیاض سے ہے (۳) ادھبیہ یہ خواجہ ابراہیم ادھم سے ہے (۴) ہبیریہ جو خواجہ ہبیرہ بصری سے ہے (۵) چشتیہ جو خواجہ محمد علی دہلوی سے ہے (۶) عجمیہ یہ خواجہ حبیب عجمی سے ہے (۷) طیفوریہ یہ خواجہ یازید بسطامی عرف طیفور سے ہے (۸) کرخیہ یہ شیخ معروف کرخی سے ہے (۹) سقطیہ یہ شیخ سمری سقطی سے ہے (۱۰) جفیریہ یہ خواجہ جنید بغدادی سے ہے (۱۱) گارونیہ یہ خواجہ ابوالسحاق گارونی سے ہے (۱۲) طوسیہ یہ خواجہ علاؤ الدین طوسی سے ہے (۱۳) سہروردیہ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے ہے (۱۴) فردوسی یہ شیخ نجم الدین کبریٰ فردوسی سے ہے

بعض نے ان سلاسل کی شاخیں اس طرح لکھی ہیں (۱) قادریہ، یہ عورت الاعظم سے ہے (۲) یسویہ یہ شیخ احمد یسوی سے ہے

نقشبندیہ یہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند سے (۱۰) نوریدہ شیخ ابوالحسن نووی سے ۱۱ خفروہ
شیخ احمد خفروہ سے ۱۲ شطاریہ عقیقہ شیخ عبداللہ شطاری (۱۳) چشتیہ بخاریہ محمد و محمد بن
بخاری سے ہے (۱۴) زیدیہ شیخ بدر الدین زاہد سے ہے (۱۵) انصاریہ شیخ الاسلام عبداللہ
انصاری سے ہے (۱۶) صفویہ شیخ صفی الدین سے ہے (۱۷) عیدروسیہ شیخ عبداللہ
عیدروس سے ہے (۱۸) مدار یہ یہ شیخ بدیع الدین شاہ مدار سے ہے۔

لیکن اس طرح اگر تقسیم کی جائے تو سیکڑوں سلسلے ہو سکتے ہیں بعض مشہور بھی
ہیں جیسے قلندر یہ، حقانیہ، کبرویہ وغیرہ آئندہ بھی اس طرح نام قائم ہوتے
چلے جائیں گے ہمارے فرمانے میں امدادیہ حاجی امداد اللہ سے۔ تو کلیہ سائیں تو کل شاہ
سے مشہور ہے اس التزام کی کوئی خاص ضرورت نہیں چونکہ تذکرہ نویسوں نے لکھا
ہے اسلئے ہم نے بھی نقل کر دیا اور مذمت سب کی ایک ہے ہم صرف مشہور
سلسلوں کو لکھتے ہیں سلسلوں کے نام بعض بزرگوں کے نام بعض بزرگوں کے
وطن کے نام اور بعض بزرگوں کے پیشے کے نام مشہور ہیں اسلئے ہر سلسلہ کی جو
بزرگ کی نسبت سے ہوا ہے اسکی ابتداء اسی بزرگ کی سن وفات سے قائم کی گئی
ہے اور وہ سن سلسلہ کے نام کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے بڑے بڑے سلسلوں کے
نام پر نمبر ڈال دیا ہے شاخوں پر نمبر نہیں دیا گیا

سلسلہ ملائتیہ ۲۷۱

امام الطریقہ شیخ حمدون قصار سلسلہ عن شیخ ابی الحفص عن خواجہ حبیب بغدادی
۲۷۲ چشتیہ سلسلہ

خواجہ ابی احمد ابدال ساکنی پشت سلسلہ عن شیخ ابی اسحاق شامی عن خواجہ
مشتاا علوری عن خواجہ امین الدین ابو میرہ بھری عن شیخ حذیفہ مرعش عن شیخ
ابراہیم ارم عن خواجہ فضیل بن عیاض عن خواجہ عبدالواحد بن زید عن امام حسن بھری
عن حضرت علی چشتیہ سلسلے کی کئی شاخیں ہیں جو آگے چل کے مشہور بزرگوں کی
نسبت سے مشہور ہوئی ہیں بعض کا ذکر کیا جاتا ہے

چشتیہ صابریہ ۲۷۳

امام الطریقہ شیخ علاء الدین صابر کلیری سلسلہ عن بابا فرید الدین گنج شکر عن

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی عن خواجہ معین الدین اجمیری عن شیخ عثمان ہارونی عن
خواجہ شریف زندانی عن شیخ قطب الدین مودود عن شیخ ناصر الدین ابی یوسف عن
خواجہ ابو محمد محترم عن خواجہ ابی احمد ابدال ہشتی

پشتیبان نظامیہ سلسلہ

امام الطریقہ سلطان الشارح نظام الدین اولیاء سلسلہ عن بابا فرید الدین گنج شکر
مخدومہ نظامیہ سلسلہ

امام الطریقہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری سلسلہ عن خواجہ
غیر الدین چراغ دہلوی عن سلطان نظام الدین اولیاء
اسی سلسلہ کو جلالیہ بھی کہتے ہیں۔

درویشیہ نظامیہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ درویش محمد سلسلہ عن شیخ سیاں بن حکیم عن خواجہ گیسو دراز
عن خواجہ چراغ دہلوی
پشتیبان غفوریہ سلسلہ

امام الطریقہ شاہ عبد الغفور اعظم پوری ر ضلع مراد آباد سلسلہ عن سید عبد الکبیر
عن سید عبد اللہ عن شیخ قطب الدین بخاری عن سید حامد نوبہار عن سید ناصر الدین
عن محمود مخدوم جہانیاں۔

شاہ عبد الغفور پہلے سلسلہ قادریہ میں شاہ عبد الکبیر سے بیعت ہوئے اور
شیخ عبد العزیز سنہلی سے بھی بیعت پایا اور خواجہ عبد القدوس گنگوہی سے بھی بیعت
ہوئے تینوں بزرگوں سے خلافت پائی

شیخ عبد الغفور شیخ بدر الدین قریشی کے فرزند تھے موضع بدھانا ضلع
مظفر نگر کے باشندے تھے اپنے مرشد خواجہ عبد القدوس کے حکم سے اعظم پور
باسطہ ضلع مراد آباد میں اقامت گزین ہوئے یہیں وفات پائی انکے تین بیٹے
تھے علی ابوالحاکم علی محمد علی بندہ اور ایک بیٹی عقیس فاطمہ نام۔ شیخ
عبد الغفور کے دست حق پر بیعت کر کے کئی سہند و شرف باسلام ہوئے وہ
انکی مہاجرادی فاطمہ کو بی بی راج باس کہا کرتے تھے۔ شیخ عبد الغفور کا سلسلہ

تمام عالم میں جاری ہو ا اس طرح کہ سید ظاہر کے سبقتیں خلیفہ ہوئے جو دہلی، بغداد، بصرہ، مدینہ، لداخ، استنبول، جتدہ، چین، کابل، ایران وغیرہ ممالک میں تھے سید ظاہر کا سلسلہ اس طرح ہے سید ظاہر قطب الدین کوتانوی (کوتانہ)

انہوں نے سلسلہ میں وفات پائی مزار موضع کوتانہ میں ہے یہ مرید اور خلیفہ تھے اپنے والد سید محمود بخاری کے جو بمقام من ابدال ایک جہاد میں شہید ہوئے اسی نوح میں دریائے اٹک کے کنارے انکا مزار ہے

یہ مرید تھے سید حسین بخاری کے بی بی راج باس انکی والدہ تھیں، ان کا مزار اگرہ میں ہے یہ مرید تھے اپنے والد سید علاؤ الدین قادری کے ان کا مزار ارکانہ میں ہے اور یہ خلیفہ تھے سید عبد الغفور کے۔ راقم سطور کے نانا شیخ محمد اسماعیل جاگیر دار شیرکوٹ شاہ عبد الغفور کی نسل سے تھے

حزہ شاہی ۱۹۵ھ

شیخ حمزہ ۱۹۵ھ عن خواجہ گیسو دراز

قلندر شاہی ۱۹۵ھ

شیخ عزیز کی ۱۹۵ھ عن خضر دمی عن قطب الدین عن عبد السلام عن خواجہ عبد القدوس گنگوہی عن خواجہ محمد عارف رودلوئی عن خواجہ احمد عارف عن شاہ عبد الحق رودلوئی عن خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء عن شیخ شمس الدین ترک عن خواجہ علاؤ الدین صابر

۳۳ غزالیہ ۱۹۵ھ

امام الطریقہ امام محمد غزالی عن شیخ ابی المعالی عن ابی القاسم قشیری عن علی وقاتی عن شیخ ابی القاسم امیر آبادی عن خواجہ شبلی عن خواجہ جنید بغدادی عن غزالیہ کہ کئی شاخیں ہیں ان میں سلسلہ عبیدروسیہ بہت مشہور ہے

عبیدروسیہ ۱۹۵ھ

امام الطریقہ سید عبد اللہ عبیدروسی ۱۹۵ھ عن شیخ عمر محضار عن سید عبد الرحمن عن محمد بن علی بن علی بن علوی عن شیخ علوی بن محمد عن محمد بن علی بن شیخ ابو دیو، مفرجی عن شیخ ابی العزراء عن علی ابن خرمیم عن قاضی ابو بکر بن العربی اللاندسی

الاشبیلی عن امام محمد غزالی
عک قادریہ سلمہ

یہ سلسلہ حضرت غوث الاعظم سید محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی کے اسم
مبارک عبد القادر کی نسبت سے قادریہ مشہور ہوگا

امام الطریقہ حضرت غوث الاعظم عن شیخ احمد اسود دینوری عن خواجہ ممشاد
علود دینوری عن شیخ ابی العباس نہاوندی عن خواجہ ابی عبد اللہ خفیف عن شیخ احمد
بن حسن عن خواجہ جنید بغدادی

دیگر

حضرت غوث الاعظم عن سید ابی صالح عن سید موسیٰ جنگی دوست عن
سید عبد اللہ جبلی عن سید یحییٰ زاید عن سید موسیٰ مورت عن سید داد مورت
عن سید موسیٰ الجون عن سید عبد اللہ محض عن امام حسن مثنی عن حضرت امام حسن بن
علی

حضرت غوث الاعظم نے بہت بزرگوں سے اجازت اور فیض حاصل کیا ہے
اسلئے آپ کا سلسلہ بہت طریقوں سے ہے اس سلسلہ کی زیادہ مستند شاخیں
یہ ہیں اکبریہ سلمہ

امام الطریقہ شیخ محی الدین اکبر ابن عربی سلمہ عن شیخ جمال الدین یونس
عن حضرت غوث الاعظم
شعرانیہ سلمہ

امام اللہ لیقہ امام عبد الوہاب شعرانی سلمہ عن امام جلال الدین سیوطی
عن شیخ کمال الدین عن شیخ شمس الدین حریری عن شیخ عمر بن الحسین عن شیخ
احمد بن ابراہیم عن شیخ محی الدین اکبر ابن عربی
قمیصیہ سلمہ

امام الطریقہ سید قمیصی الاعظم سلمہ عن سید البیاس مغربی عن سید عبد الحق
مغربی عن سید مغربی عن سید احمد قدسی عن سید عبد القادر رادوی عن سید
عبد الوہاب عن سید موسیٰ عن سید یحییٰ زاید عن زین الدین عن سید عبد الرزاق

عن سید غوث الاعظم

۵ کبرویہ سلسلہ

امام الطریقہ سید نجم الدین کبریٰ ^{۱۱۱۱} عن شیخ ابو بکر نساج عن خواجہ ابی الفاسم
گورگانی عن شیخ ابی عثمان مغربی عن شیخ علی کاتب عن شیخ علی رودباری عن خواجہ
جنید بغدادی

رومیہ سلسلہ

امام الطریقہ مولانا جلال الدین رومی ^{۱۱۱۱} عن شیخ بہاؤ الدین عن سید نجم الدین
کبریٰ (اس سلسلہ کو فارسیہ بھی کہتے ہیں،
مولویہ قلندر یہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ شرف الدین ابو علی قلندر پانی پتی ^{۱۱۱۱} عن مولانا روم
قلندر صاحب کا سلسلہ اس طرح بھی ہے

قلندر ابو علی شاہ عن شہاب الدین عن شیخ امام الدین ابدال عن شیخ سید
الدین غزلوی عن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
فردوسیہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ رکن الدین فردوسی ^{۱۱۱۱} عن شیخ بہاؤ الدین سمرقندی عن سید
نجم الدین کبریا
پہلوانیہ سلسلہ

امام الطریقہ امیر کبیر سید علی ہمدانی عن شیخ شرف الدین خرقانی عن شیخ نور
الدین عبد الرحمن اسفرائینی ^{۱۱۱۱} عن شیخ جمال الدین احمد خورقانی عن شیخ رضی الدین عسلی
عن سید نجم الدین کبریٰ
ملا شطاریہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ عبد شطاری ^{۱۱۱۱} عن شیخ محمد عارف عن شیخ محمد عاشق عن
شیخ خدا علی ماوراء النہری عن خواجہ بایزید بسطامی

دیگر

امام الطریقہ شیخ عبد اللہ شطاری عن شیخ منصور بسطامی عن خواجہ جنید

بغدادی یہ سلسلہ غالباً سلسلہ اولیہ سے ہو گا کیونکہ خواجہ جنید اور شیخ عبداللہ کے درمیان ایک واسطہ ہے اور زمانہ ساڑھے تین صدی کا ہے اس عرصہ میں ایک واسطہ ممکن نہیں

سہروردیہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ ضیاء الدین عن وجیہ الدین عن شیخ اخی فرح زنجانی عن ابی العباس انہا وندی عن عبداللہ بن حنیف عن شیخ ادیم عن خواجہ جنید بغدادی دیگر

خواجہ جنید بغدادی عن شیخ موی سقلی عن شیخ معروف کرخی عن شیخ داؤد طائی عن شیخ حبیب غمی عن امام حسن عن حضرت علی۔

سہروردیہ کی بھی شاخیں ہیں ان میں زیادہ مشہور حمید یہ ہے جو قاضی حمید الدین ناگوری سلسلہ کیطرت منسوب ہے بعض اسکو سلسلہ مصوفیہ کے نام سے بھی لکھتے ہیں اکثر کا قول ہے کہ سلسلہ مصوفیہ صوفی حمید الدین ناگوری خلیفہ خواجہ اجیری کے سلسلہ کا نام ہے سہروردیہ کی ایک شاخ بہاؤ الدین خانیہ بھی ہے بہاؤ الدین خواجہ بہاؤ الدین ذکر یا المتالی کا سلسلہ مگر خانیہ کے متعلق تحقیق نہیں ہو سکا کہ یہ کسی زنجانی بزرگ سے ہے شاذلیہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ ابوالحسن شاذلی سلسلہ عن عبدالسلام ابن مشیش عن عبدالرحمن بن زیات مدنی عن شیخ تقی الدین عن فخر الدین عن ابی الحسن علی عن شیخ تاج الدین عن شیخ شمس الدین عن خواجہ جنید بغدادی

نقشبندیہ سلسلہ

خواجہ بہاء الدین کنویں بانی اور پھول بوٹے بنانے کا پیشہ کرتے تھے اسلئے لوگ ان کو نقشبند کہتے تھے ان کی نسبت سے یہ خاندان مشہور ہوا ہے امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین نقشبند سلسلہ عن امیر سید طلال حسین عن شیخ محمد بابا سماسی عن علی رامینی عن شیخ ابوالعزیز غزنوی عن خواجہ عارف دیوگری عن خواجہ عبدالخالق غجدوانی عن شیخ یوسف ہمدانی عن شیخ ابوعلی فارمدی عن امام ابی القاسم قشیری (باقی غزنیہ میں دیکھو)

دیگر

شیخ ابو علی فارمیدی عن خواجہ ابی القاسم گرگانی عن شیخ ابی الحسن خرقانی عن خواجہ
بایزید بسطامی عن امام جعفر صادق عن امام قاسم بن محمد عن حضرت سلمان فارسی صحابی
سلسلہ نقشبندیہ کی کئی شاخیں ہیں ایک شاخ یعنی مجددیہ بہت زیادہ مشہور
ہے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے ہے

مجددیہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ احمد مجدد الف ثانی سلسلہ عن خواجہ باقی باللہ عن خواجہ کلنکی
عن خواجہ درویش محمد عن شیخ زابد محمد دشتی عن خواجہ عبداللہ احرار عن مولانا یعقوب
چرخ عن علاؤ الدین عطار عن خواجہ بہاؤ الدین نقشبند
خاندان نقشبند کے متعلق شاہ عبد العزیز نے لکھا ہے۔
”بزرگان نقشبندیہ قواعد سلوک را خود در دست کردہ اند“
سرمد کی ایک رباعی مشہور ہے

سرمد غم عشق در مندان داند
نہ خودستان و خور پسندان اند
از نقشبانیوں بسوئے نقاش شدن
این نقشبندی غریب نقشبندان داند
مولانا خواجہ عبدالرحمن جامی فرماتے ہیں

نقشبندان عجب قافلہ سالار اند
کہ بر انداز رہنماں بحر قافلہ را
حاشائے کہ بر آرم ہنہ یا غم گلہ را
حاشائے کہ بر آرم ہنہ یا غم گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند
رو بہ از جیلہ چیاں بگسلہ این سلسلہ را

مجدد صاحب کو تمام خاندانوں میں مختلف بزرگوں سے اجازت تھی
مداریہ سلسلہ

اولیاء اللہ کے مراتب میں قطب مدار ایک مرتبہ ہے سید بدیع الدین شاہ
مدار اسی مرتبہ کے بزرگ تھے انکی نسبت سے یہ سلسلہ مدار یہ مشہور ہے
امام الطریقہ سید بدیع الدین شاہ مدار سلسلہ عن شیخ البوریع مقدس عن شیخ عبداللہ
کی عن شیخ یحییٰ الدین شامی عن خواجہ جنید بغدادی
دیگر

شاہ مدار عن سید اشرف جہانگیر سمنانی عن جہانیاں جہاں گشت شہزادہ داراشکوہ
نے سفینۃ الاولیاء میں شاہ مدار کا سلسلہ شیخ طیفور شامی کے ذریعہ رسول اکرم تک
لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اس طرح صرف پانچ چھ واسطے درمیان ہیں میں حالانکہ یہ
مدت بہت طویل ہے گویا (۸۰۰) برس ہیں چھ آدمی ہو گئے ہیں بظاہر یہ صورت صحیح
نہیں معلوم ہوتی اگر نسبت اولیہ سے اس کو تسلیم کیا جائے تو مفالغہ نہیں رہے شاہ
مدار کے غیر مخدوش سلسلے لکھ دیئے ہیں۔

سنو سید سلسلہ بحری

امام طریقہ سید احمد الشریف السنوسی و متوفی غالباً ۱۲۵۶ھ بحری عن سید اعصری
عن سید احمد الزلفی عن سید ابن السنوس عن سید احمد بن ادیس عن سید عبدالوہاب
التازی عن سید عبدالغنی الریاض عن احمد الخضر عن خواجہ بایزید بسطامی
اس سلسلہ میں اسمائے مشائخ کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سلسلہ اکثر مشائخ
سے نسبت اولیٰ سے قائم ہے۔

نیز شیخ سنوسی ۳۵۶ھ کو تمام سلاسل میں اجازت تھی سنو سید سلسلہ اہل نوبت کا ہے
احمد الخضر غالباً سید خضر رومی ہیں جو خلیفہ تھے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے۔
خضر رومی کا ایک سلسلہ اس طرح بھی مذکور ہے خضر رومی عن شیخ عبدالغنی رومی
عن عبداللہ علمبردار صحابی خضر رومی کی ولادت اوائل صدی پنجم ہجری میں ہوئی اسلئے
صحابی سے سلسلہ گفتار صحابی ممکن نہیں نسبت اولیہ سے تسلیم کیا جا سکتا ہے اور
عبداللہ علمبردار کی صحابیت بھی کسی حدیث یا اسماء الرجال سے ثابت نہیں بعض
تصوٹ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عبداللہ علمبردار کی عمر چھ سات سو برس کی ہوئی
لیکن از روئے تنقید یہ بات صحیح ثابت نہیں ہوئی خضر رومی کی وفات سنہ
میں ہوئی

حیدر یہ

شیخ حیدر راد یہ ایک بزرگ سائیں صدی ہجری کے عشرہ دوم میں تھے ان
سے ایک مرتبہ یہ کرامت سرزد ہوئی کہ انہوں نے ایک تلوار کو توڑ کر اپنی گردن
میں ڈال لیا گویا لوٹا موم ہو گیا مجھے یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ شیخ حیدر کس سلسلہ کے

بزرگ تھے اس سلسلہ کے لوگوں نے لوہے کے طوق پہننے شروع کر دیئے شیخ ابن بطوطہ سیاح نے جو انیسویں صدی عیسوی کے ربیع اول میں ہندوستان میں تھا لکھا ہے کہ اس سلسلہ کے فقیر لوہے کے طوق اور پٹیاں پہنتے ہیں ہندو فقیروں کا ایک گروہ اسی طرح لوہا پہنتا ہے۔ اہل دکن اسکو ستانول کہتے ہیں رومن کیتھک پارٹی کمریوں سے باندھتے ہیں معلوم نہیں کہ ان فقیروں نے کفار کی مشابہت کیوں اختیار کی۔

سدا سہاگ ^{۵۳}

یہ سلسلہ شیخ موسیٰ سہاگ کی طرف منسوب ہے انکو موسیٰ شاہ بھی کہتے ہیں ان کے دو طریق ہیں

۱۔ موسیٰ سہاگ عن شاہ سکندر عن شاہ جلال قلندر عن شاہ جمال مجرکن شاہ ابراہیم گرم سیل عن شیخ ابوالنجیب سہروردی ^{۵۴}

۲۔ شاہ جمال مجر عن سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری عن شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی عن شیخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ ابی النجیب سہروردی

بعض بزرگوں کے سلسلے کسی خاص خصوصیت کی وجہ سے کسی خاص لقب سے ملقب ہوئے تھے مثلاً ایک محدث شیخ حمید تھے ان کا لقب تھا وہ حمید طویل مشہور

ہوئے ایک محدث لومڑی کی کھال پہنا کرتے تھے عربی میں لومڑی کو ثعلب کہتے ہیں اسلئے ثعلبی مشہور تھے جس طرح اس سلسلہ میں شاہ جمال مجر اسلئے مشہور ہوئے

کہ وہ مرتبہ تجربہ پر فائز تھے لوگوں نے یہ مطلب لکھا کہ انہوں نے نکاح نہیں کیا تھا اسلئے مجر مشہور تھے اس وجہ سے اس سلسلہ کے بعض فقراء نکاح نہیں کرتے

اور ترک سنت کر کے گنہگار ہوتے ہیں دوسرے سید جلال الدین منیر شاہ ^{۵۵} چونکہ نہایت حسین جمیل سرخ سفید رنگ کے آدمی تھے لہذا میر سرخ مشہور

تھے اس سلسلہ والوں نے اس سے یہ مطلب لیا کہ وہ سرخ لباس پہنتے تھے سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں ایک عالم تھے مولینا حسام الدین یہ بھی چونکہ

سرخ سفید رنگ کے آدمی تھے لہذا یہ بھی سرخ مشہور تھے اگر یہ لقب لباس کی وجہ سے ہوتا تو یہ مولینا بھی سرخ لباس پہنتے حالانکہ علماء سرخ لباس نہیں پہنتے

مولے سہاگ ^{۵۶} میں احمد آباد گجرات میں فوت ہوئے

۱۔ تذکرہ اولیائے ہند حصہ سوم

ایک صاحب جو پرگندہ دارم پور کے باشندے تھے انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے اجداد میں ایک شخص موسیٰ بن منصور تھے جو اپنے وطن سہاگ پور کی نسبت سے موسیٰ سہاگ مشہور ہو گئے تھے اور سہروردیہ خاندان میں مرید تھے ان کے سلسلہ کے لوگوں نے سہاگ کی رعایت سے زمانہ وضع اختیار کر لی تھی سہروردیہ کا ایک گروہ ہے جو زیور وغیرہ پہنتا ہے۔ انکو دکھن میں (پوشمار موسیٰ) کہتے ہیں ڈاڑھی موچھ وغیرہ کا صفایا سہروردیہ فقراء کرتے ہیں۔

اب مجرد سرخ اور سہاگ ان تینوں لفظوں کی رعایت سے اس سلسلہ کے لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ نکاح نہیں کرتے زمانہ لباس پہنتے ہیں اور چوڑیاں وغیرہ پہنتے ہیں ان سب کا لازمہ ڈاڑھی موچھ کا صفایا ہے بعض حیار اہل کوں کا صفایا کرتے ہیں اس طرح امور خلاف شرع و خلاف طریقت کے ترک ہو تے ہیں بعض بزرگ اپنے وطن کے نام پر مشہور ہوئے ہیں سید خواجہ محمد تقیم حکم الدین ۵۵۰ شجرہ کے لقب سے مشہور تھے کیونکہ موضع حجرہ کے رہنے والے تھے شیخ فتح اللہ شیریں سنبھلی خلیفہ خواجہ سلیم چشتی ۹۹۹ شجرہ تربت سرگرم سنبھلی کے باشندے تھے یہ تربت کر کے مشہور تھے اسی طرح فتح خاں بن سید محمود بادری اپنے وطن بادریہ کے نام سے مشہور تھے

رسول شاہی سلسلہ

رسول شاہ کا نام عبدالرسول تھا موضع بہاولپور (نژاد لور) کا باشندہ تھا اور میں بساط خانہ کی دکان کرتا تھا سلسلہ میں دکان میں خسارہ آیا اس صدمہ سے عبدالرسول کو جنون ہو گیا ڈاڑھی موچھ سرمنڈا دیا اور بڑا نکتا پھرا کرتا تھا نشے نے بھنگ وغیرہ کا عادی کر دیا ایک مولوی محمد حنیف تھے وہ مجذوب سمجھے جاتے تھے ہو گئے انہوں نے تصوف کا رنگ چڑھانا شروع کر دیا۔ اور ایک شجرہ طریقت مرتب کر لیا رسول شاہ عن شیخ داؤد عن حبیب اللہ عن شیخ اسماعیل عن تفضی آفندہ عن سید عبدالرزاق عن شیخ اللہ داؤد عارف عن شاہ بندگی عن شاہ سچن گوشہ نشیں عن شاہ محمد گوشہ نشیں عن خواجہ اسحاق عن خواجہ داؤد قریشی عن شاہ واجن قتال عن شیخ بہاؤ الدین عن شیخ شہاب الدین سہروردی

اگر اس شجرہ کے بزرگوں کے سوانح کی جانچ کی جائے تو غالباً کچھ بھی ثابت نہ ہو سکے گا رسول شاہ کے پاس جو شخص مرید ہونے آتا تھا اس کو فاقہ کرایا جاتا تھا پھر اس کو سب کچھ بھنگ پلائی جاتی تھی اس قسم کے فقیر تمام امور خلاف شرع کرتے ہیں ٹوٹا پھوٹا کچھ مرنے والے ہیں اور شراب بھنگ چرس وغیرہ پیتے ہیں تارک صوم و صلوٰۃ ہیں اس سلسلہ کے فقیروں کو غلام طور پر پھنڈر کہتے ہیں انکے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا ہے:

” ذکر فقرا و رسول شاہی وغیرہ بیان آمد فرمود از ایشان ملاقات نہ بایا کرد بسیار کدورت حاصل میشود بلکہ ملاقات از ہنود و دنیا داران چنداں لکدر نیست“
غوث علی شاہ قلندر پانی پتی کا قول ہے:

بعض فرقے تو ایسے شروع ہوئے جو بالکل شرع کے خلاف تھے مثلاً رسول شاہی۔ رسول شاہ کے بعد انکے معتقدین نے حنیف شاہ کو سجادہ نشین بنایا۔ اس کے بعد نذا حسین کو اسکے بعد توکل حسین کو اس کو توکل حسین معتقد بھی کہتے تھے سلسلہ ہجری میں توکل حسین کے مرنے پر رنگ علی شاہ سجادہ نشین ہوا آگے سلسلے کو میں نے تحقیق نہیں کیا
چو کہ شاہی سلسلہ

شاہ چو کہ عن نظام الدین تارنوی عن شیخ خافون عن شیخ حسین ناگوری عن اسماعیل د اسماعیل کے بعد رسول شاہی میں دیکھو اس سلسلہ کو نظام شاہی بھی کہتے ہیں
لعل شہبازیہ سلسلہ

سید لعل شہباز عن خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی عن شیخ شہاب الدین سہروردی۔
حبلی سلسلہ

کریم علی حبلی عن شیخ محمد کشمیری یہ فقیر کوڑا پاس رکھتے ہیں اور اپنے بدن پر مار کر در یوزہ گری کرتے ہیں حبید آباد کن میں ہندو فقیروں کا ایک گروہ ہے وہ بعینہ یہی ہے وہاں انکو رانگلا مانا جاتا ہے
قاسم شاہی سلسلہ

حاجی قاسم عن شیخ محمد کشمیری عن شیخ یعقوب صوفی کشمیری عن شیخ سلیم چشتی

علا قاسم الشاہیر وغیرہ علا موقوفات علا موح کوڑ

اس سلسلہ کے فقیر پیروں کا گھونگر دہنتے ہیں اور حال کھیلتے ہیں پیروں میں گھونگر دہنتے ہیں
کر کو دتے ہیں اور حال کھیلتے ہیں م
محمود شاہی سلسلہ

سید شاہ محمود نورنگ بن شاہ محمد بن سید عثمان جھولانی سہروردیہ سلسلہ
کے شیرخ میں سے تھے بعض نے قادری لکھا ہے سلسلہ میں وفات پائی پنجاب
میں جس مقام پر مدون ہیں وہاں ایک موضع آباد ہے اس کا نام محمود بولہمی ہے
اس سلسلہ کے فقراء کمر میں مویج کی رستی باندھتے ہیں رومن کی تھلک پادری
بھی کمر میں رسی باندھتے ہیں۔
جھولانی شاہی سلسلہ

یہ سلسلہ شاہ عثمان جھولانی بخاری سے ہے ان کا مزار قلعہ لاہور کے اندر ہے
یہ پنج پیر مشہور ہیں۔
مادھو لال حسین سلسلہ

شیخ مادھو عن شیخ حسین لاہوری عن شیخ بہلول دریائی عن شیخ لطف اللہ
عن شیخ نصیر الدین قریشی سہروردی
دولانی شاہی سلسلہ

شاہ دولہ عن سید فاخر عن لوزگا شاہ کبیر عن شیخ صدر الدین عن شیخ کن الدین
ابن الفتح ملتانی عن شیخ صدر الدین عارون عن شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی۔ اس سلسلہ
کے فقیر پیشانی پر الف لکھتے ہیں اور الف اللہ والے کہلاتے ہیں جب یہ لوگ آپس
میں ملتے ہیں تو وہ بجائے سلام کے کہتا ہے عشق اللہ دوسرا جواب میں کہتا ہے
سدا عشق۔ بعض یاد اللہ بھی کہتے ہیں
خضریٰ سلسلہ

شیخ خضر سیوستانی عن شاہ سکندر عن خواجہ جانی عن سید علی عن شیخ جمال
مجرد عن شہباز عن ابی اسحاق عن شیخ مرتضیٰ سجانی عن شیخ احمد بن مبارک عن
حضرت عزت الاعظم۔
جلالہ جیمہ

اس فرقہ کی بنیاد چوتھی صدی ہجری میں یا اسکے کچھ بعد اس طرح قائم ہوئی کہ منصور جس کو حلاج کہتے ہیں ترمطی اور حلوی ہونے کے جرم میں قتل کیا گیا اسکے بعد اسکے مریدوں نے اپنے عقائد کے موافق حلاجیہ فرقہ قائم کیا شیخ فرید الدین عطار شکرۃ الاولیاء میں اسی گروہ کے متعلق لکھتے ہیں

بغداد میں ایک جماعت زندیقوں کی ہے ان کے خیال میں حلول و اتحاد ہے وہ اپنے آپ کو حلاجی کہتے ہیں اور اپنی نسبت منصور کی طرف رکھتے ہیں صاحب کتاب مشاہیر اسلام لکھتے ہیں سلسلہ

ان کے مریدوں نے ان کے قتل کے بعد طرح طرح کے خیالات وضع کرنے شروع کر دیئے اور زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ان کے معتقدوں میں ایک گروہ پیدا ہو گیا جو زندیق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ گروہ اکثر یا نہیں اسلام کے خلاف کرتا ہے حلول و اتحاد کے قائل ہیں

نور بخش سنہ

کشمیر لداخ تبت بلتستان میں ایک فرقہ ہے جو نور بخش کہلاتا ہے لداخ میں ان کا شمار چالیس ہزار ہے یہ لوگ سید نور بخش کو امام مہدی مانتے ہیں ان کے عقائد و اعمال شیعوں سے بہت ملتے ہیں احوط نام ایک کتاب انکی مذہبی کتاب ہے اس میں مسئلہ اتحاد و حلول وغیرہ کی تعلیم ہے اور ایسے سنجیدہ اقوال و مسائل ہیں جن کا سمجھنا بہت مشکل ہے اس فرقہ کے متعلق لکھا ہے

ایک شخص سید شمس الدین شعبی ساکن عراق تھا وہ خراسان آیا اور تقیہ کر کے اہل سنت و جماعت بنارہا آدمی قابل تھا اس نے بہت جلد سلطان حسین مرزا و ابی خراسان کے دربار میں رسائی حاصل کر لی سلطان نے اسکو سفیر بنا کر کشمیر بھیجا حسن شاہ بادشاہ کشمیر کی علالت کی وجہ سے یہ سفارت ناکام واپس گئی حسن شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا خور و مال بیٹا محمد شاہ تخت نشین ہو گیا حکومت اندام کے ماکھوں میں رہی میر شمس جو ب ناکام خراسان پہنچا تو سلطان حسین کو کسی طرح معلوم ہو گیا کہ میر شمس نے تقیہ کر رکھا ہے اور وہ شیعہ ہے سلطان نے اس کو اپنے ممالک محروسہ سے نکل جانے کا حکم دیا میر شمس وہاں سے کشمیر

آگیا یہاں اگر ظاہر کیا کہ میں شاہ قاسم الزراہن سید نور بخش کا خلیفہ ہوں سید
 نور بخش سے اہل کشمیر کو خاص عقیدت تھی اسلئے سب اسکے گرد وید ہو گئے سلسلہ
 ہمدانیہ کے ایک بزرگ بابا اسماعیل کشمیری تھے میر شمس نے انکے ہاتھ پر تجزیہ بیعت
 کی اس طرح کشمیر میں اسکا وقار اور بھی قائم ہو گیا بابا اسماعیل وفات پا گئے ان کا ایک مرید
 بابا علی بخار ریافت و مجاہدات کی وجہ سے مرجع خاص و عام ہو گیا بابا علی ناخواندہ
 آدمی تھا شمس نے اس سے ربط و ضبط پڑھایا اور رفتہ رفتہ اپنے خیال پر لا نا
 شروع کیا شمس نے ایک کتاب (احوط) نام لکھ کر ایک درخت کے تنے میں چھپا
 دیا اور ایک سال بعد لوگوں سے کہا کہ مجھے خواب میں سید نور بخش نے کہا ہے کہ
 درخت کو کاٹ کر دیکھو اسمیں میرے عقائد کی کتاب ہے اس پر عمل ہونا چاہئے درخت
 کاٹ کر کتاب نکالی گئی اس کے موافق لوگوں کے عقائد و اعمال مقررہ کئے گئے اور یہ
 فرقہ نور بخشی مشہور ہوا کشمیر کے ایک بڑے قبیلہ جاک کے لوگ شیعہ تھے ان کا
 بیان ہے کہ میر شمس شیعہ تھا لیکن کتاب احوط اسکی تصنیف نہیں ہے کسی گمراہ
 محد کی ہے بعض مصنفین نے ان عقائد کی اشاعت میں سید نور بخش کو شامل کیا ہے
 لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ سید نور بخش ایک مستند بزرگ کے خلیفہ اور صاحب
 علم تھے اس کے علاوہ وہ ۷۹ھ میں وفات پا چکے تھے اور یہ واقعہ انکی وفات کے
 کم بیش پچیس برس بعد کا ہے بعض مصنفین نے انکے فرزند شاہ قاسم الزراہن کو ملوث
 کیا ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری نے
 اپنی کتاب مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ بعض لوگ سید نور بخش کو امام مہدی کہتے
 تھے تو انکے بیٹے قاسم لوگوں کو کہتے تھے کہ تم بدنام کرتے ہو اسکے علاوہ صاحب تاریخ
 فرشتہ نے لکھا ہے کہ میں بدشاہ میں مشائخ نور بخشیہ سے ملا ہوں اور وہ میرے
 ہم درس رہے ہیں سب شریعت ظاہری سے آراستہ اور سنن نبوی سے
 پیراستہ تھے اور اہل السنۃ والجماعت سے متفق تھے اس موقع پر مناسب
 معلوم ہوتا ہے کہ سید نور بخش کے کچھ حالات دیئے جائیں
 ۷۳ھ ہجری میں کشمیر میں سلطان شہاب الدین بادشاہ کران تھا اسی زمانہ
 میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی تشریف لائے سلطان اور اہل کشمیر کو حضرت

سے عقیدت ہو گئی حضرت کے دستِ حق پرست پر بہت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اریان کے صا جنزاد سے حضرت سید محمد صاحب کے ہاتھ پر تو ایک ان میں امقدر لوگ مشرت باسلام ہوئے جسکی نظر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی یعنی کم و بیش بارہ ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا اس وجہ سے اہل کشمیر کو اس سلسلہ سے خاص عقیدت تھی اور آجتک انکی عقیدت قائم ہے

سید نور بخش

خلیج فارس کے مغربی ساحل پر الاحساء نام ایک علاقہ ہے اسکے دارالحکومت کا نام بھی الاحساء تھا محمد بن عبداللہ جنکا سلسلہ نسب سترہ واسطوں سے امام موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے قطیف میں پیدا ہوئے عبد اللہ کے بیٹے محمد تھے ان کے بیٹے نور بخش تھے محمد بن عبد اللہ نے شہر کابل علاقہ کوستان میں سکونت اختیار کی تھی نور بخش ۵۹۷ھ میں پیدا ہوئے الکاف نام بھی محمد رکھا گیا بعد تحصیل علم خواجہ اسحاق خندان خلیفہ سید علی تہمدانی کے مرید ہوئے انکے ریاضات مجاہدات سے خوش ہو کر انہوں نے نور بخش خطاب دیا سید نور بخش شاعر بھی تھے بعض غزلوں میں نور بخش تخلص لائے ہیں بعض میں الاحساد کی رعایت کی ہے خواجہ اسحاق نے ۶۲۷ھ میں سید نور بخش کو خلافت عطا کی حکام کے مظالم چہرہ دستی اور خلاف شرع عمل و دہ آمد دیکھ کر خواجہ اسحاق نے خندان میں شرعی حکومت قائم کرنی چاہی یہ علاقہ مرزا شاہرخ بن تیمور کے زیر حکومت تھا اور اسکی طرف سے بایزید گورنر تھا گورنر نے دونوں بزرگوں کو گرفتار کر کے مرزا شاہرخ کو اطلاع دی بادشاہ حکم دیا کہ قیدی جس جگہ ہی قاعدہ کو ملیں وہیں قتل کر دیئے جائیں لیکن مولینا حکم الدین کی سفارش پر قتل کا حکم فسخ کر کے انکو ہرات طلب کیا گیا اور یہاں حصار اختیار الدین کے چاہ و سیاہ میں قید کر دیا گیا چھپس برس کے بعد انکو بہستان (مضافات نورستان) میں بھیجا گیا کچھ عرصہ کے بعد ابراہیم والی شیراز نے انکو رہا کر دیا یہاں سے وہ کوستان آگئے بہت لوگ انکے مرید ہوئے اور انکا سکہ و خطبہ جاری کر دیا گیا جب مرزا شاہرخ کو بشر پوئی تو انکو پھر گرفتار کرالیا یہ کسی طرح بھاگ کر خاں پور پونج گئے محکم خاں نے انکو گرفتار کر کے مرزا شاہرخ کے پاس بھیج دیا یہ پھر چاہ و سیاہ میں قید کر دیئے گئے ۵۳۸ھ میں انکے بعد پھر ہرات

پہونچ گئے آخر انکو مجبور کیا گیا کہ دعویٰ خلافت سے توبہ کریں انہوں نے توبہ کی سزا
 میں رلا کئے گئے اور انکو اجازت دیدی گئی کہ علوم رسمی کا درس دیا کریں لیکن سیاہ
 دستار پہ علمائے مخصوص تھے نہ باندھیں اور عام لوگوں کو جمع نہ کریں کچھ عرصہ کے
 بعد مرزا شاہ رخ کو پھر ان سے خطرہ پیدا ہوا لہذا پھر ان کو گرفتار کر کے تبریز بھیج دیا
 اور حکم دیا کہ وائی تبریز انکو روم پہونچا دے لیکن تبریز پہونچ کر یہ رلا کر دیئے گئے یہ
 وہاں کے شیردان ہوتے ہوئے گیلان پہونچے شہر میں مرزا شاہ رخ کے وفات
 پائی پھر ان سے کسی نے تعرض نہ کیا سید نور بخش نے اسے میں سکونت اختیار کی
 ان کے آگے بہت سے مرید جمع ہو گئے اور عیحدہ ایک گاڈل آباد کیا گیا ۹۹ھ میں سید
 نور بخش نے وفات پائی ایک کتاب سلسلہ الدرب نام انکی تصنیف سے مشہور ہے
 انکے دو بیٹے تھے ایک سید جعفر دوسرے سید قاسم نور بخش سید
 جعفر عربستان چلے گئے اور وہیں عبادت الہی میں عمر بسر کر دی سید قاسم، انور باب
 کے جانشین ہوئے سلطان حسین والی ہرات شہر میں انکا محنت نہ ہو گیا اور شہر کو
 بھی انکا مرید ہو گیا شہر میں شاہ اسماعیل صفوی نے جب تخت ایران پر قبضہ کیا تو ان کو
 جاگیر دی شاہ قاسم کے ایک بیٹے کا نام بہاؤ الدولہ تھا
 شجرہ نسب خاندان نور بخش
 نور بخش

سید جعفر	سید قاسم
شش الدین	بہاؤ الدولہ
قوام الدین	نعتی الدین
قاسم	
سید محمد	

قوام الدین نے ایک قلعہ بنوایا اور اسمیں اپنے بہت سے مریدوں کو جمع کیا شاہ
 خہما سید صفوی والی ایران ۹۳۲ھ کو اسے خطرہ ہوا اس زمانہ میں قوام الدین نے
 ایک شاعر کو قتل کر دیا تھا قاسم نے اسی جرم میں انکو گرفتار کر کے قزوین میں قید کر دیا آخر
 اسی قید میں انتقال کیا۔

سید نور بخش کے ایک مرید اور خلیفہ شیخ شمس الدین محمد جیلانی لاہمی المتخلص امیری
تھے انہوں نے کتاب گلشن راز کی شرح لکھی تھی
عارف شاہی

ایک گروہ نقراء کا عارف شاعر مشہور ہے سید عارف شاہ کے بعد اس گروہ
کے سلسلہ کا پتہ نہیں چلتا۔ اسی گروہ کے متعلق شہزادہ احمد اختر چشتی بنیرہ بہادر شاہ
ظفر بادشاہ دہلی لکھتے ہیں

ایک گروہ عارف شاہی مشہور ہے اس گروہ میں بہت لوگ شامل ہیں یہ فقیر
ضلع میرٹھ، مظفرنگر اور بجنور میں بکثرت ہیں کہ سید عارف شاہ شاہ عشری
موضع سہنپور ضلع بجنور کے ساکن تھے انہوں نے پہلے تو مسلمان جوگیوں کی اصلاح کی بعد
میں اور لوگ بھی شامل ہو گئے مگر یہ نہیں معلوم ہر سنا کہ عارف شاہ کو خرقہ و درویشی اس
خاندان سے پہونچا اور کیونکر پہونچا یا کس فقیر نے قال برائے جو یہی فقیر اس گروہ کے
کھتے ہیں اگے لاء علی ظاہر کرتے ہیں ان کی قبر درگاہ علی جی نواح دہلی میں ہے وہاں کے
لوگ اسے جٹے مٹے والے کی درگاہ کہتے ہیں۔

عارف شاہ کی قبر چختہ ہے جس پر آمیند بنا ہوا ہے اور احاطہ بھی سہنپور میں
بھی ان کی قبر ہے وہاں عرس بھی ہوتا ہے سجادہ اور خدام دہلی سے آتے ہیں جلیاں اور بھگت
یہ سہنپور راتم طور کے رہتے ہیں۔ سبیل پر ہے چرنکہ وہاں خاندان قاضیان میں
میرے عزیز ہیں اسنے بچپن سے میرا دہلی آنا جانا ہے میں بارہا عرس میں گیا ہوں۔
اور عارف شاہی فقیروں اور ان کے سجادوں سے ملا ہوں سجادہ نشین کا مذہب
شیعہ ہے فقراء کے بھی اکثر عتاکر ہیں یہ فقیر، غار و زہ وغیرہ تمام احکامات شرعی
کے تارک ہیں اور ناخواند، ہیں صورت، سیرت میں خلافت شریع میں قوالی بلج
رنگ اور گانا بجانا انکے مشاغل ہیں۔

ستمہ شاہی

یہ فقیروں کا ایک گروہ ہے اس میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور ہندو بھی ستمہ نام
ایک شخص گرو نانک کا مرید تھا اس سے یہ سلسلہ چلا یہ لوگ ڈنڈے بجا کر گا کر
بھیک مانگتے ہیں گرو نانک سکھ مذہب کے پہلے گرو تھے انہوں نے سکھ مذہب کی بنیاد رکھی۔
لے تذکرۃ الفقراء مصنفہ شاہزادہ احمد اختر چشتی بنیرہ بہادر شاہ صاحب مطبعہ فخر المطابع لکھنؤ و شہزادہ

بعض نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان تھے مہندو کہتے ہیں ہندو تھے ۵۳۱ھ میں انتقال کیا کروناٹک کے کلام میں تو مجید بھی ہے اور قرائن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ کی طرح بھی بابا فرید الدین گنج شکر کی تعریف بھی ہے اس لیے بعض نے لکھا ہے کہ بلا صاحب کے مرید تھے لیکن بابا صاحب اور ان کے درمیان کسی صدیاں ہیں یعنی کروناٹک دسویں صدی ہجری میں ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بابا صاحب سے ان کو عقیدت ہوگی شاید بابا صاحب کے سلسلہ کے کسی درویش کی بیعت کی ہو گی

کروناٹک کا بنایا جوا یہ ایک معمر ہے جس سے عدد اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۹۲) نکلتا ہے

بیونام سرلیتو کا اور جو گن کر لو لائے

دو دولاڈ اور یکا پنچ گن کر لو اور بست بہاگ ہاڈ

باقی بچے کو نو گن کر لو اور اسی میں دو دولاڈ

گروناٹک یہ کہیں نہرٹے میں نام محمد یاد

لیتو یعنی چیز الاؤ۔ نکالو۔ تفریق کرو۔ بست ہیں۔ بہاگ تقسیم

یعنی کسی چیز کے نام کے عدد نکالو اسکو چار میں ضرب دو حاصل ضرب میں سے

کو نکالو تفریق کرو حاصل تفریق کو پانچ میں ضرب دو حاصل ضرب کو بیس سے تقسیم کرو

باقی جو بچے اسکو نو میں ضرب دو حاصل ضرب میں دو جمع کرو الکا حاصل (۹۲) ہوگا

مثال۔ بیس = ۲ + ۱۰ = ۳۰ = ۲ × ۱۶۸ = ۳۳۶ = ۵ × ۸۲ = ۴۱۰

باقی = ۱۰ + ۹۰ = ۱۰۰ = ۲ + ۹۲ = ۹۴

دوسری مثال = قلم = ۱۰ + ۳۰ = ۴۰ = ۲ × ۱۶۸ = ۳۳۶ = ۵ × ۸۲ = ۴۱۰

باقی = ۱۰ + ۹۰ = ۱۰۰ = ۲ + ۹۲ = ۹۴

باقی = ۱۰ + ۹۰ = ۱۰۰ = ۲ + ۹۲ = ۹۴

باقی = ۱۰ + ۹۰ = ۱۰۰ = ۲ + ۹۲ = ۹۴

باقی = ۱۰ + ۹۰ = ۱۰۰ = ۲ + ۹۲ = ۹۴

باقی = ۱۰ + ۹۰ = ۱۰۰ = ۲ + ۹۲ = ۹۴

نعمت اللہ شاہی علیہ السلام

اس گروہ کے فقیر نعمت اللہ شاہی کہلاتے ہیں تو کی تاج اور جھنڈے ہیں یہ سلسلہ

حضرت نعمت اللہ ولی کا ہے

سید شاہی علیہ السلام

سید محمد حضوری امام نو سے کاظم کی نسل سے تھے اصل وطن غور تھا لاہور میں

اگر معین ہوئے اپنے باپ کے مرید تھے شرف الدین العارفین انکا نام تھا ان کا گروہ

سید شاہی مشہور ہے سلسلہ نسب اس طرح ہے شرف الدین عن سید یعقوب

عن سید عبداللہ علی عن سید احمد عن سید احمد عن شاہ ابی الفرج عن سید

عبدالوہاب عن حضرت غوث اذاعظم

جو سلسلے جس جس ملک میں زیادہ مشہور و مقبول ہیں انکی فہرست حسب ذیل

ہے سلسلہ ملک

پشتون ہندوستان

قادر یہ عرب ہندوستان

نقشبندیہ عرب ہند، ماوراء النہر، افغانستان

سہروردیہ توران و ہندوستان

ہمدانیہ کشمیر

شاذلیہ مصر و سوڈان

بدویہ عرب

شعاریہ ہندوستان

رفاعیہ حیدر آباد و کن

ماہندیہ ہندوستان

باقی سلاسل متفرق طور پر مختلف ممالک میں ہیں حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی

مہاجر مدنی و حضرت حاجی امداد اللہ مساجر مکی کی وجہ سے تمام سلاسل تمام ممالک

میں پہنچ گئے کیونکہ ان دونوں بزرگوں کے معتقدین سے شاید ہی کوئی

خطہ دریا خالی رہا ہو۔

سلسلۃ الذہب

جس طرح حضرات مجددین نے سلسلہ روایت حدیث کے ایک سلسلہ کا نام سلسلۃ الذہب قرار دیا ہے اسی طرح اہل تصوف میں بھی ہے مجھے یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ اس خطاب کی ابتدا کس بزرگ نے کی بعض بزرگوں نے سلسلہ قادریہ مصیبت کو سلسلۃ الذہب کہا ہے بعض نے سلسلہ مکرخیہ کو قرار دیا ہے سلسلہ مکرخیہ حضرت معروف کرخی شہید کی نسبت سے مشہور ہوتا

مکرخیہ شہید

شیخ معروف کرخی شہید عن امام علی رضا عن امام موسیٰ کاظم عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر عن امام زین العابدین عن امام حسین شہید کربلا عن حضرت علی اس کا نام سلسلۃ الذہب رکھنے کی وجہ یہ قرار دی گئی ہے کہ ان سلاسل میں سادات نظام اور ائمہ اہلبیت کی تعداد زیادہ ہے چونکہ بزرگان متقدمین میں سے ایک ایک بزرگ نے ہر ت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا ہے یہاں تک کہ بعض اولیاء اللہ کے مشائخ کی تعداد سو تک پہنچی ہے اسلئے ایک ہی سلسلہ سے پیسوں طریقوں سے سلسلہ الذہب مرتب ہو سکتا ہے جنکی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ائمہ اہلبیت اور سادات نظام کی وجہ سے سلسلۃ الذہب قرار دیا گیا ہے راقم سطور کے والد صاحب نے ایک سلسلہ مرتب کیسے اپنی کتاب مصباح العرفان پیر، لکھا ہے وہ اس لقب کا زیادہ مستحق ہے۔

مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری عن سید احمد عن سید جلال الدین عن سید علی عن سید محمود عن سید محمود عن سید احمد عن سید عبد اللہ عن سید علی عن سید مرتضیٰ جعفری عن امام محمد تقی عن امام محمد تقی عن علی رضا رائے سلسلہ مکرخیہ

اعظم السلاسل

راقم السطور کے والد نے ایک نہایت صحیح سلسلہ حضرت امام اعظم کی نسبت سے مرتب کیا تھا اس کا نام اعظم السلاسل ہے

شیخ احمد مجدد الف ثانی عن شیخ عبد الاحد عن شیخ رکن الدین عن خواجہ عبد القدوس گنگوہی عن شیخ درویش محمد عن سید بدھن بھراچی عن سید اجل عن شیخ بدیع الدین شاہ

مدار عن محمد بن سید شرف جہانگیر سمنانی عن خواجہ بہاؤ الدین نقشبند عن شیخ سلطان
الدین عن شیخ احمد مولینا عن بابا اکمال حیدری عن سید نجم الدین کبریٰ عن شیخ البرقانی
سہروردی عن حضرت غوث الاعظم عن شیخ احمد اسود شہوری عن شیخ نمشاو غلوینی
عن شیخ ابو العباس بہادندی عن شیخ عبد اللہ محمد بن حنیف عن شیخ بہا احمد حسن الخراسانی
عن خواجہ حبیب بغدادی عن شیخ ابی سعید الخزاز عن شیخ بشر عافی عن شیخ ابی رجاہ اعطاء
عن خواجہ مفیل بن عیاض عن امام اعظم عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر عن امام بن
العابدین عن امام حسین شہید کربلا عن امام حسن عن حضرت علی عن حضرت عثمان عن حضرت
عمر عن حضرت ابی بکر عن حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

زنجانیہ

میرے خاندان میں بھی سلسلہ طریقت جاری رہا ہے جو جہانگیر بادشاہ کے عہد میں
عبدالشہید کی وفات کے بعد سلسلہ دہو گیا اور ایک صورت سے اب تک جاری ہے
کیونکہ قاضی صاحب پیر صحبت تھے خواجہ نظام الدین بلخی کے خواجہ نظام الدین بلخی
کا سلسلہ اس طرح ہے خواجہ نظام الدین عن خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء عن شیخ شمس
الدین ترک عن خواجہ علاؤ الدین صابر آگے سلسلہ چشتیہ صابریہ دیکھو خواجہ نظام الدین
سے آگے یہ سلسلہ اس طرح ہے حاجی امداد اللہ مبارکی عن شیخ عبدالباری عن شیخ عبداللہ
عن شیخ عضد الدین عن شاہ محمد علی عن شاہ محمدی عن شیخ محمد اللہ آبادی عن شیخ
ابی سعید گنگوہی عن خواجہ نظام الدین بلخی حضرت حاجی امداد اللہ کو چشتیہ صابریہ نظامیہ
مداریہ، قلندریہ، سلامتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ وغیرہ سلسلہ تمام سلسلے
پہنچے ہیں جنکی تفصیل شاہ ولی اللہ کی تصانیف و حاجی صاحب کی تصانیف
منیاء القلوب و راقم سطور کے والد ماجد کی کتاب مصباح العرفان میں ہے ان جامع
سلسلے میں ایک سلسلہ حضرت حاجی صاحب کا یہ ہے حاجی امداد اللہ عن شیخ نور محمد

حاشا نقیبہ خواجہ نظام الدین بلخی سے ہندوستان میں بہت سلسلے جاری ہیں ایک مشہور سلسلہ اس طرح ہے
مولانا احمد حسن مراد آبادی دہلی صاحب زادگان مولانا محمد حسن صاحب دہلی مولانا مظہر حسن صاحب سے راقم سطور
کے والد نے عربی کی تحصیل کی عن سید امانت عن سید جانک عن سید اعظم عن میر سالم عن میراں بیگم عن شاہ ابوالعالی
عن شیخ راؤر عن شیخ صادق عن شیخ ابی سعید عن خواجہ نظام الدین بلخی میرے رشتے کے بھائی مولوی محمد حسین صاحب
طیب خاں پیراچہ گیار مولانا احمد حسن کے مرید تھے لیکن مولانا کے بعد یہ میاں انگارہ شاہ کے سلسلے میں
داخل ہو گئے گویا پیر میں ان کا مزاج ہے وہ ان کا عرس وغیرہ ہوتا ہے

عن سید احمد شہید عن شاہ عبدالعزیز عن شاہ عبدالرحیم عن سید عبداللہ عن سید آدم بنوری
عن حضرت مجدد الف ثانی عن قاضی عبدالشہید قاضی عبدالشہید سے اوپر یہ میرا خاندانی سلسلہ
کسی نسبت سے موسوم و مذکور نہیں چونکہ ہندوستان میں میرے بزرگ قاضی حسن زنجانی اور
سے تشریف لائے تھے اسلئے میں اس سلسلہ کو زنجانیہ ہی کے نام سے موسوم کر کے
لکھتا ہوں امام قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق نے خلافت پائی حضرت سلمان فارسی
صحابی اور اپنے نانا امام جعفر صادق سے یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل امام قاسم کی اولاد میں
قاضی عبدالشہید تک قائم رہا۔

قاضی عبدالشہید عن قاضی تاج الدین عن قاضی عبدالرحمن عن قاضی حسن زنجانی
عن محمد بن شاہ عبدالباری متوکل زنجانی عن شیخ ابی نجر جلال الدین نقیبہ عن شیخ احمد
عن شیخ ابی الوفا کمال الدین عن شیخ عبدالقادر عن شیخ عبدالعلی عن شیخ ابی الفضل عبدالرحیم
عن شیخ عبدالکریم عن شیخ ابی القاسم عن شیخ ابی یوسف عن شیخ ابی المنصور عبدالحکیم
ذیہ ہی قاضی عبدالشہید کا شجرہ نسب ہے، ابی المنصور عبدالحکیم شاگرد اور خلیفہ تھے
امام سعد زنجانی کے امام سعد کا ذکر امام ذہبی شکہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ
میں کیا ہے۔ سعد بن علی بن محمد بن الحسین الزنجانی امام سعد شاگرد تھے امام ابی عبد اللہ
محمد بن الفضل بن لطیف البغدادی کے اور امام ابوالمنظر منصور بن عبدالجبار سمعانی ان
کے شاگرد تھے محدث خطیب بغدادی اگرچہ عمر میں ان سے بڑے تھے مگر انہوں نے
بھی ان سے حدیث حاصل کی امام ذہبی نے ان کے متعلق امام محمد بن ظاہر کا قول
نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے زنجانی جیسا نہیں دیکھا انہوں نے
سکھ مجری میں وفات پائی۔

امام سعد نے حدیث میں ایک مسند بھی تصنیف کیا تھا۔ امام سعد نے اپنے
باپ سے خلافت پائی تھی ان کا سلسلہ طریقت یہ ہے سعد عن علی عن محمد بن حسین
عن احمد عن ابی الحسین عن محمد بن احمد عن امام قاسم محمد بن حضرت ابی بکر صدیق
بیز امام قاسم نے خلافت پائی اپنے نانا امام جعفر صادق سے اور حضرت سلمان
فارسی صحابی سے

امام سعد کا سلسلہ نسب بھی امام قاسم تک یہی ہے

تاریخ حدیث مصنف عبدالعزیز دارم

ابو المنصور عبد الحکیم اور امام سعد کا سلسلہ نسب احمد بن ابوالطیب میں اس طرح مل جاتا ہے

احمد بن ابوالحسن

ابی بکر
ابو محمد
عبد اللہ
عبد الحکیم

حسین
محمد
علی
سعد

عبد العلی کو عالم رویا میں اپنی طرف سے شیخ اخئی فرخ زنجانی نے مجاز طریقت کیا شیخ کا سلسلہ طریقت یہ ہے

خواجہ اخئی فرخ زنجانی عن خواجہ ابی العباس نہادندی عن شیخ ادیم عن خواجہ حنفید

بغدادی

قاضی عبد الشہید عربی کے شاعر تھے انہوں نے دس جلدوں میں قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی اسکا نام بیان القرآن تھا جب اکبر بادشاہ نے اپنی پیغمبری کا سکہ جمانا چاہا تو اکثر علماء نے مخالفت کی قاضی عبد الشہید نے بھی تقریریں کیں بادشاہ نے نصف جاگیر و منصب و نوبت و نشان و نقارہ ضبط کر لیا لیکن انہوں نے اس سلسلہ کو ترک نہ کیا مستلمہ میں وفات پائی سر حلقہ چشتیاں خواجہ نظام الدین بلخی نے بھی ان سے فیض حاصل کیا اور یہ انکے پیر صحبت تھے اس طرح سلاسل چشتیہ میں بھی الکافیضان ہے۔

قاضی عبد الشہید کے بعد خاندان میں سلسلہ طریقت نہیں رہا انکے بعد راقم سطور تک سلسلہ نسب اس طرح ہے عبد الصمد بن ظہور الحسن بن مولوی محی الدین بن قاضی علی احمد بن قاضی جلال الدین بن قاضی ابین الدین بن قاضی غلام علی بن ضیاء الدولہ عماد الملک ثابت جنگ قاضی بدر عالم بن قاضی کمال الدین بن قاضی عبد الشہید

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امر دہوی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت حافظ عبد الرحمن پنجابی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شیخ عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت سید عبد الصمد بنگالی رحمۃ اللہ علیہ نے سلاسل طریقت میں خالص راقم سطور کے والد ماجد کو مجاز طریقت فرمایا ہے

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امر دہوی رحمۃ اللہ علیہ کو تمام سلاسل

میں اجازت تھی حضرت حاجی امداد اللہ اور شاہ عبد الغنی مہاجر مدنی سے حاجی صاحب کا سلسلہ لکھا جا چکا ہے شاہ عبد الغنی کا سلسلہ اس طرح ہے۔

۱۔ شاہ عبد الغنی عن شاہ ابی سعید دہلوی عن شاہ عبد اللہ غلام علی عن مرزا مظہر جان جاناں شہید عن شیخ نور محمد بدایونی عن شاہ محمد حسن عن شیخ سیف الدین عن خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی عن حضرت محمد دلف ثانی

۲۔ حضرت حافظ عبد الرحمن بخاری ہمدانی کو تمام سلاسل میں اجازت تھی حاجی امداد اللہ اور سائیں توکل شاہ اہلوی سے۔

۳۔ سائیں صاحب کا سلسلہ اس طرح ہے۔ سائیں توکل شاہ عن حاجی قادر بخش عن حاجی محمود جالندھری عن شیخ محمد شریف قندھاری عن شاہ ابی سعید دہلوی عن شاہ عبد اللہ غلام علی

۴۔ شیخ عبد الہادی بخاری مقیم مکہ معظمہ حیدر آباد تشریف لائے تھے انہوں نے حضرت حاجی امداد اللہ کے سلاسل میں والد ماجد سے اجازت چاہی تھی جو مکہ بزرگ باوقات اور پابند سنت اور مفسر قرآن تھے کئی مہینے سے ان کے پاس مقیم تھے اسلئے انہوں نے انکو اجازت دیدی تھی اور انہوں نے والد صاحب کو سلسلہ پیش کیا ہے میں اجازت دیدی تھی

سلسلہ پیش کیا ہے

شیخ عبد الہادی بخاری عن مولانا محمد یعقوب مکی عن شاہ نیاز احمد دہلوی عن مولانا فخر الدین دہلوی عن خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی عن شاہ حکیم اللہ جہاں آبادی عن شیخ یحیی مدنی عن شیخ محمد عن شیخ حسین جرج عن شیخ جمال الدین عن شیخ واجہ عن شیخ علم الدین عن شیخ سراج الدین عن خواجہ کمال الدین عن شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی۔

شاہ نیاز احمد صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک شاہ نظام الدین صاحب یہ سرپرست لیسے بال رکھتے تھے اکثر عورتوں کی طرح بالوں کا جوڑا باندھتے تھے گانا سنتے تھے اور دیگر امور سنت و شرع کے پابند نہ تھے دوسرے شاہ نصیر الدین بدایونی ہیں بہتے تھے سرخ کپڑے پہنتے تھے اور زیور بھی امور سنت و شرع کے پابند نہ تھے دونوں

صاحبزادہ نہایت تکلف کی امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور نہایت فاخر اور نفیس مزاج اور صاحب دماغ تھے شاہ نصیر الدین صاحب کا جب انتقال ہوا تو ان کو غسل کر سرخ لباس اور زیورات پینا کر حصہ عہدی کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا مولانا فخر الدین کے خلفاء میں ایک کا نام میاں برہان الدین عرف دہلے شاہ کا بھی تھا وہ بہت مشہور تھے مجھے ان کے حالات تحقیق نہ ہو سکے ان کے مرید و خلیفہ میاں غلام فخر الدین عرف انگارہ شاہ صاحب تھے یہ سرخ لباس و زیورات پہنتے تھے گانا بہت بہت بہتے تھے شرعی امور کے پابند نہ تھے راقم سطور کے رشتے کے ایک بھائی ہوی محمد حسین صاحب طبیب خاص مہاراجہ گوالیار بھی انکے خلیفہ تھے مگر وہ عالمانہ وضع رکھتے تھے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے گانا سنتے تھے اور عرس میں شریک ہوتے تھے گوالیار میں انکا مزار ہے عرس وغیرہ ہوتا ہے ان کے ایک مرید سید اکبر حسین عریب نے ان کا شجرہ طریقت نظم کیا تھا

بیم یزید شیخ عبد الہادی صاحب نے والد صاحب کو سلسلہ سنوسیہ میں مجاز کیا تھا شیخ صاحب خود حضرت سنوسی سے مجاز تھے سنوسی سلسلہ لکھا جا چکا ہے

حد ۱۲۵۰ میں والد صاحب کی ملکیت میں ایک بزرگ سید عبدالکبیر بنگالی سے ملاقات ہوئی اور ایک ہفتہ تک ان کی صحبت کا شرف حاصل رہا انہوں نے سلسلہ قادریہ میں مجاز فرمایا اور اپنا شجرہ طریقت عطا فرمایا سید عبد الصبور عن شیخ داد بخش بنگالی عن شاہ بولن شاہ عن غلام احمد عن حافظ محمد امین عن شاہ بلاقی عن سید شاہ بولن میرے وطن سیوہار کے رہنے والے تھے شاہ بلاقی کی والد سے تھے میرے بھائی محمد قاضی علی احمد میرے والد کے نانا قاضی سید امام علی سہیدی، میرے دادا اور ان کے بھائی شاہ صاحب سے بیعت تھے بنگالیہ ۱۲۵۰ کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہو گیا تو معاندین کفار نے انگریزوں کو یاد کرایا کہ شاہ صاحب نے باغیوں کی مدد کی تھی انگریزوں نے شاہ صاحب کی جائیداد ضبط کر لی اور انکو رنگون جلا وطن کر دیا وہیں ۱۲۵۰ میں وفات پائی رنگون کے پاس موضع گین سے وہاں آپکا مزار ہے یہ قطب عالم صاحب کی زرگاہ مشہور ہے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب تابع سنت تھے مروجہ بدعات سے نفور تھے سیوہار کے

محمد باقر عن سید احمد عن سید انبیا عن سید کبیر عن سید قطب الدین عن سید محمد علی عن
سید بہاؤ الدین کرخی عن سید محمود عن سید عبد الواسع عن سید عبد العزیز عن سید عبد اللہ
عن سید ابراہیم عن سید اسماعیل عن سید بہاؤ الحق عن سید ابوالعافی عن سید احمد عن
محمد موسیٰ عن سید محمد حسن فانی عن سید محمد الدین عن سید ابوصالح عن سید عبد الرزاق
عن حضرت عوث الاظم

عہ والد صاحب کو عجاز کیا سلسلہ قلندر بہ مدار یہ میں ایک بزرگ محمد امین نام نے
ان سے انہیں بہت فائدہ پہونچا لہذا ان ہی سلسلوں کو اختیار کر لیا مگر انہوں نے
جو شجرہ دیا تھا وہ کم ہو گیا مگر یہ سلاسل حاجی امداد اللہ کے سلسلہ میں بھی شامل
ہیں اور والد صاحب حضرت کے کئی خلفاء کی طرف سے ان کے سلسلہ میں مجاز
تھے۔

والد صاحب سے اجازت لی تھی تمام سلاسل میں شیخ عبد الہادی بخاری مہاجر
کئی نے اور عبد الکریم مدنی نے (از اولاد شاہ عبد الغنی مہاجر مدنی)
شجرات گویا ایک تاریخی یادداشتیں ہیں اگر صاحب سلسلہ کے عقائد صحیح
ہیں اعمال صالح ہیں منبع سنت ہے تو یہ نسبت بہت فائدہ پہونچانے والی ہوتی ہے۔

بقید حاشیہ صفحہ ۱۲۱ چلا ہے شاہ صاحب کی قسم کھایا کرتے تھے اس قسم کے سوا کسی
قسم کا اعتبار نہ کرتے تھے اور شیخ کمال اجواب حدیثی کہلاتے ہیں، وہ کسی مولوی کے کہنے پر
کسی مسئلہ کو نہ مانتے تھے جب تک کہ شاہ صاحب نہ فرما دیں راقم سطور کے چچا مولوی محمد حسین غریب
نے پیر باغی لکھ کر شاہ صاحب کے حضور میں پیش کی تھی شیخ سید مغل کا پیو ہے تقی کے مرشد خدا گاہ
اور کلاوں کی قوم کا ہے رسول + اور جلاہوں کی قوم کا اللہ + شاہ صاحب زیاعی برہمکر مسکرائے اور
دووں قوموں کو تبلیغ کی شاہ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے شاہ بولن بن کریم الدین شاہ باقی
شاہ صاحب نے سلسلہ اپنے ناموں شاہ غلام احمد سے حاصل کیا صاحب الوار العارفین نے
شاہ صاحب کے متعلق لکھا ہے (موطش فقہیہ سہوارہ لود) صحیح نام سیوارہ ہے بعض نے سہوارہ
بھی لکھا ہے سوارہ غلط ہے (غریب) چیوٹ گیا جب سے وطن بچے سے میرا سیوارہ
نیم فرقت سے رفیق کے سواں صدارہ + چناں شہ مور و حسین اشارہ
کر شاہ جاگیر رادش سیوارہ۔

اور اگر اسکے خلاف ہوتا ہے تو ایک دو نہیں اگر ستر ہزار مشائخ نے بھی خرقة عطا کیا اور
مجاز گردانا تو بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیز ہے نیست۔ البسا بھی ہوتا ہے کہ مریدوں کی
صلاحیت دیکھ کر بزرگ مجاز بنا دیتے ہیں لیکن ترک اتباع سنت سے وہ صلاحیت
بھی معدوم ہو جاتی ہے۔

شجرہ جملہ خاتوا دلائل طریقت

بزرگان متقدمین میں سے ہر بزرگ نے بہت سے شیوخ سے فیض حاصل کیا
ہے اسلئے شجرات بھی مختلف طریقوں سے مرتب ہو سکتے ہیں کتاب مصباح العرفان
میں شجرات کے مختلف طریقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض سلاسل منقرض ہیں یعنی شیوخ کی ملاقات بعض شیوخ سے ثابت نہیں
ان کا فیضان نسبت اولیہ سے تسلیم کیا جاسکتا ہے جیسے مروجہ شجرہ چشتیہ میں امام
حسن بصری کا شیخ حضرت علی کو قرار دیا گیا ہے محدثین کے ایک گروہ کو ان کلمات سے
سے انکار ہے مروجہ شجرہ نقشبندیہ میں خواجہ ابوالحسن خرقانی کا شیخ خواجہ بابریہ
بسطامی کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ دونوں بزرگوں کے درمیان اس قدر زمانہ طویل
ہے کہ لقائے صوری کا امکان نہیں ہر سلسلہ کی بعض صورتیں ہم ناکہ چکے ہیں اب
شجرہ ذیل اس طرح مرتب کیا گیا ہے جس میں القراض کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا
اصلی خاندان سے یہی ہیں۔ باقی انکی شاخیں ہیں۔ اسلئے سب کی تفصیل کی ضرورت
نہیں سلاسل مذکورہ بالا سے معلوم ہو سکتا ہے۔

خواجہ جنید بغدادی عن شیخ ابی سعید الخزاز عن خواجہ بشر حافی عن شیخ رجا
العطاء عن خواجہ فضیل بن عیاض عن امام اعظم ابو حنیفہ کوفی عن امام جعفر صادق
عن امام محمد باقر عن امام زین العابدین عن امام سلیمان عن امام حسن عن حضرت علی
عن حضرت عثمان عن حضرت عمر عن ابی بکر الصدیق عن رسالت ابی اللہ علیہ وسلم۔

ہندوستان میں خانوادہ کے طریقت کی نسبت

فنا و سبیداء نقشبند یہ کہ بعد قادر یہ ظاہدان دلے متبع شریعت سمجھے جائے ہیں
یہ ارکان اسلام کے پابند ہوتے ہیں لیکن ان میں بدعات کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے
چشتیہ: فیصدی مثالوں سے بے علم ہیں یہ لوگ صوفی کہلاتے ہیں

سنگے کپڑے پہنتے ہیں لمبے بال رکھتے ہیں، اتباعِ سنت و شریعت سے بہت دور ہیں، رخصت و سرود انکی عبادت ہے۔ نماز روزہ حج و زکوٰۃ کے اکثر تارک ہیں وحدۃ الہ جوڑ کے مدعی ہیں ان میں کفر و شرک تک کے رسم و رواج شائع ہو گئے ہیں انہوں نے ہندو جوگیوں اور فقیروں سے بہت مشابہت پیدا کر لی ہے علامتیہ قلمذریہ بھی

ان ہی میں شامل ہیں لیکن ان میں شاذ و نادر ہی کوئی سچا صوفی ہوتا ہے گویا ان میں ایک صوفی تھے وہ ہندوؤں کو بھی مرید کرتے تھے اور رام رام کا پاس انھیں بناتے تھے ایک صاحب زندگیوں اور کسبوں کو بھی مرید کرتے تھے اور بیعت و عشاء کے وقت کے بعد کرتے تھے

ایک عجیب سلسلہ

اپریل ۱۹۵۶ء میں مجھے کوئی دن سرگنگا رام ہسپتال لاہور میں رہنا پڑا وہاں تین خادم تھے

یوسف، رمضان، اور کرم الہی عرف خدمت علی محمد کو یہ معلوم ہو کر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ تینوں عیسائی ہیں ان کے باپ دادا نے یہ مذہب قبول کیا تھا کرم الہی نے بیان کیا کہ ماں باپ نے میرا نام کرم الہی رکھا تھا مگر میرے مرشد نے خدمت علی خطاب دیا میں نے دریافت کیا کہ تمہارے مرشد کس سلسلہ کے درویش ہیں اور ان کا کیا نام ہے اس نے کہا کہ چشتیہ نظامیہ سلسلہ سے ہیں ان کا نام غلام نبی شاہ ہے انہوں نے مجھ کو یسوع یسوع کا پاس انھیں بتایا ہے۔

یہ سلسلہ :- ان کی اور قادر یہ خاندان کی حالت یکساں ہے رفاعیہ :- یہ فقیر حیدر آباد دھن میں ہیں بے علم اور اتباع شریعت سے دور ہیں درپوزہ گری کرتے ہیں ان کی ایک درگاہ حیدر آباد میں ہے وہاں عرس ہوتا ہے ایک عرس میں ان کے کچھ عجائب نمائی کی شہرت سنکے ہیں بھی شریک ہوؤا تھا مزار کے سامنے قوالی ہوئی پھر فقرائے اٹھ کر عجائبات دکھائے کسی نے انکے نکال کر رکھ دی اور پھر اپنی جگہ رکھ دی کسی نے پیٹ میں کسی نے سر میں چھرا پار کر یا نہ زخم ہوئے نہ خون چلا اسی طرح ہفت ضرب دکھائیں رفاعی فقیروں کے متعلق شیخ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ جلد اول میں لکھا ہے اس کے فقیر لگے کھاتے ہیں اور سانپ کو چبا جاتے ہیں۔

خواجہ جہاں نے نفحات الانس میں لکھا ہے ”اس سلسلہ کے شیخ احمد الحسن رفاعی ہیں مگر ان بالوں کو نہیں جانتے اور نہ ہی ایسا کرتے تھے ہندوؤں میں کئی گروہ ہیں جو بام مارگ اور جی مارگ وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں وہ ہر

چیز کو جائز سمجھتے ہیں اور حشرات الارض کو کھا جاتے ہیں ہندوستان کی تاریخوں میں ان کا مفصل ذکر ہے

ان خاندانوں سے متعلق بعض مصنفین کی رائیں لکھتا ہوں مولوی عبدالسلام ندوی نے لکھا ہے۔

چشتیہ قلندریہ علامتیہ وغیرہ فرقے کے صوفی بعض کسبیوں کو سناٹے رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عشق حجازی کی منزلیں طے کر رہے ہیں اور یہ عشق حقیقی کا نہ بینہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ لڑکوں اور عورتوں کو دیکھنے صانع کی عظمت نشان پر نظر کرتے ہیں

جی چاہتا ہے صنعت صانع پر مٹا دے بت کو بھٹاکے سامنے یاد خدا کروں شیخ ابن بطوطہ نے سفرنامہ کی جلد دوم میں لکھا ہے۔

ہندوستان میں بعض صوفیوں نے جوگیوں کی صحبت اختیار کی اور انکے بعض اعمال اختیار کیے

صاحب فوز المرام فرقہ قلندریہ کے متعلق لکھتے ہیں

”قلندریہ یہ فرقہ فرانس سے تیار نہ نہیں کرتا گرامس زمانہ میں ایک فرقہ نے اپنا نام قلندریہ رکھا ہے لیکن اس نے اسلام کو اپنی گردن سے نکالا ہے اور خالی سے وہ قلندریہ کے اوصاف سے بس نام قلندریہ ان کا عاریت ہے اور فرقہ شعر جو ایک طائفہ زنادہ کا ہے ان سے تقرب میں“

”قلندریہ کی زندانہ وضع اور خلافت شرع عمل چوتھی صدی سے جاری ہوئی اور دمشق سے اسکا رواج سندھ میں ہوا“

قلندریہ سلسلہ کے تمام بزرگ پابند شرع ہونے لگے شاہ محمد کاظم قلندر کے متعلق لکھا ہے آپ کا طریقہ ظاہری و باطنی موافق کتاب و سنت تھا قلندر اس زمانے رخصتوں کا صفا پا کرتے ہیں یہ طریقہ قدما کے خلاف ہے

اس غلط طرز کے رائج ہونے کی وجہ صاحب اصول المقصود نے لکھی ہے ”حضرت شاہ عبدالعزیز کی کہ مخاطب بہ قلندر بود بسبب کبر سنی موہباشی سے“

بختہ پورانیں جہت خلق حبیہ را صورت قلندریہ نامیدند ہر کہ انہیں سلسلہ باشند
عنہ فوز المرام ص ۵۵۵ نفحات العنبر یہ عن الفاس قلندریہ اصح المظاہر عنہ البختم لکھنؤ ۱۳۵۵
نفحات العنبر یہ ص ۵۵۵

وہ خلق میخائیل بعد حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر ریچ کے ان پیران ابن سلسلہ
خلق نہ نمود

اور جن بزرگوں نے اس طریق کو اختیار کر لیا تھا بعد میں توبہ کی اور دائرہ صلی بھی رکھی۔
سید نجم قلندر مدت العمر بے ریش و برکت رہے آخر عمر سے پندرہ برس بچے
دائری رکھلی

مولانا سجنی قلندر مرید بوعلی شاہ قلندر نے مرنے سے ایک ماہ قبل دائری رکھ
لی تھی اکثر بے علم و نادان قف ایک بزرگ کے اس شعر سے اپنے خلاف شرع اعمال کی
سند بکرتے ہیں

صنوارہ قلندر سزاوار من نمائی کہ دوا زور دیدم رہ اسم پارسائی
اول تو شعر سے شاعر کو ایسے مضمون سے غرض نہیں ہوتی کیونکہ وہ مسائل بیان
نہیں کرتا یوں اتفاقی طور پر کوئی مسئلہ آجائے تو آجائے

رہ و رسم پارستانی سے مطلب زہد خشک ہے یعنی آدمی صرف بظاہر پارستانی
جو یہ بھی بہت اچھا ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ اسکے دل میں خدا اور رسول کی محبت
ہو قلندر اسی پر زور دیتے ہیں یہ ہے مطلب اس شعر کا کہ پارستانی کے دُور وازدہ سے
آدمی بہت دیر میں کامیاب ہوتا ہے اور راہ محبت میں جلد کامیاب ہو جاتا ہے

ملا متید یہ صوفیائے کرام کا ایک گروہ تھا اسمیں قسیم کے صوفی تھے ایک وہ
جو ہر حکم شریعت و سنت کو بغیر کسی خوف و طعن و تشنیع کے انجام دیتے تھے اسلئے
انکی بعض باتوں پر نادان قف انکو ملامت کرتے تھے دوسرا گروہ وہ تھا جو واجب و
فرق کو بالاعلان ادا کرتا تھا اور نوافل وغیرہ عبادات کو اخفا کے ساتھ بجا لاتا تھا اور
بظاہر کوئی ایسا امر مباح اختیار کر لیتا تھا جس سے بظاہر لوگ ان کو بزرگ و مقدس نہ
جانیں جیسے بازار میں کسی دکاندار سے ملاقات پیدا کر لی اسکی دکان پر بیٹھنے لگے لوگوں
سے مہذب مذاق کرنے لگے یہ تمام امور اپنے اخفا سے حال کیلئے تھے۔

ایسے ہی بزرگوں کے متعلق سعدی شیرازی نے فرمایا ہے۔

چو نیست المقدس دروں پر تاب را کردہ دیوار بر سر دل خراب

ملا متید کے متعلق شیخ اکبر نے لکھا ہے

علم نقیحات انہیر یہ صمد لا سے نقیحات انہیر یہ صمد لا سے شیخ اکبر بن عربی صمد لا

”الوہیکر اولیاء ملا متی کے سرور تھے اور ملا متی مطلب یہ ہے کہ سوائے صلوات
خمسہ کے اور کچھ نہ پڑھتا ہو عام مومنین جو فرض ادا کرتے ہیں عبادت میں مسکینوں
سے ممتاز نہ ہو اور بازار میں لوگوں کی طرح آمدورفت کرتا ہو سب سے معمولی باتیں
کرتا ہو مگر دل سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو ایک چشم زدن بھی مالک سے غافل نہ ہو۔
یہ اس وقت کی طبیعت اور سلطنت کی ہو جس نہ رکھتا ہو۔“

شہزادہ دارا شکوہ لکھتے ہیں

”بعض نے در زمرہ ملا متیہ خود را منسلک دارند تا کہ ایشان را نشا سندنہ چیزے
کہ خلاف شرع باشند“

صاحب نوز المرام لکھتے ہیں

ملا متیہ وہ سالکین ہیں جنہوں نے بہت کوشش کی غایت درجہ اخلاص میں
اور محافظت کی قائمہ صدق میں اور واجب کیا اپنے نفسوں پر پردہ پوشی رکھنا
طاعت کا اور اخفائیکوں کا چشم خلق سے باوجود یکہ انہوں نے کوئی دقیقہ اعمال
فرائض اور نوافل سے گزر نہیں کیا مشرب الکافایت کرتا ہے عبادت میں معنی
اخلاص کو انکو اس امر میں لذت ہے کہ انکی عبادت اور احوال پر سوائے خدا
کے کوئی مطلع نہ ہو

خواجہ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں

”گمراہوں کے ایک گروہ نے مشہور کر رکھا ہے اپنے تئیں ملا متیہ اور لباس
صوفیوں کا پہن رکھا ہے تاکہ ان کا شمار صوفیوں میں ہو حالانکہ انہیں صوفیہ
سے کوئی لگاؤ نہیں بلکہ یہ لوگ دھوکے اور گمراہی میں پڑے ہیں اور صوفیہ کا لباس
کبھی اپنے بچاؤ کے لئے اور کبھی کسی دعویٰ کے ساتھ پہنتے ہیں اور اہل اباحت کی
راہ چلتے ہیں“

حضرت خواجہ عبدالرحمن جامی فرماتے ہیں

اما ملا متیہ جماعتے باشند کہ در رعایت معنی اخلاص و محافظت قاعدہ صدق
و اختہ ماہی غایت جہد مبذول دارند و در اعتقائے طاعات و کتم جزرات از لیل خلق
مبالغہ واجب دانند بیچ دقیقہ از سوارح اعمال گھل نہ گذارند و تمسک جمیع فرائض
عند سقیۃ الاولیاء و نوز المرام فی لطیفات اولیاء کریم صفت و کن پولیس شکرہ مجری
عند ترجمہ مولانا انعارت صفا علیہ تعالیٰ تعالیٰ تعالیٰ

و نوافل از لوازم شمرند و مشرب ایشان در کل اوقات تحقیق معنی اخلاص بود و لذتِ شان در تفریقِ بر اعمال و احوال ایشان و بچنان کہ عاصی از ظہورِ محفیت بر عذر بود ایشان از ظہورِ طاعت کہ مظنہٴ ربی باشد حذر کنند تا قاعدہٴ اخلاص خلل نہ پذیرد۔

حضرت دانا گنج بخش پیر علی جوہری فرماتے ہیں
 "جو شخص خلاف شرع کوئی کام کرے اور کہے کہ میں ملامتیہ ہوں اسکا یہ نقص گمراہی ہے اور گناہ ہے۔"

خلافتِ شرع و رویشوں کے متعلق حاجی امداد اللہ چشتی فرماتے ہیں۔
 "از رویشِ خلافتِ شرع کہ بر وفقِ سنت رسول اللہ بنا شد و رہانہ اگر چہ از کرمات و خرق عاداتِ بظہور آید و با آسمان پروردگار
 سلسلہٴ ملامتیہ کے بانی خواجہ حمد دول قضا رحمۃ اللہ علیہ لکھنے اپنے سلسلہ کی خودیہ تعریف فرمائی ہے۔"

"و ملامتیہ گروہ بود کہ کسی نہ پئے حرمتے کار سے نہ کنند تا اور ملازمت کنند ملازمت اُن بود کہ در کار حق سبحانہ تعالیٰ از و غفلت پاک ندارد۔"
 اہل کل چشتیہ، ہزاریہ، قلندریہ، ملامتیہ وغیرہ کے رویشوں نے جس سلسلہٴ اختیار گمراہ کیا ہے وہ بالکل خلاف سنت اور مخالف شرع شریف ہے اول تو یہ لوگ اکثر بے علم ہیں و دوم یہ کہ سلسلہٴ طریقت کو انہوں نے وراثتاً اختیار کیا ہے اکثر اسی پر اہل عزت اور گزر اوقات کا مدار ہے اسراء اور عوام کو راضی رکھنا بغیر کسی رکاوٹ کے ان کا مطمح نظر ہے اسلئے یہ تمام عقائد و اعمال میں شریعت کے خلاف ہیں عبادت سے اسلئے بچتے ہیں کہ ان کا خیال ہے جب آدمی خاصانِ خاص سے پر جاتا ہے تو اسکو کس محنت و مشقت کی ضرورت نہیں ہوتی اور ایسے آدمی پر کوئی پابندی اور قانون عامل نہیں ہوتا وہ آزاد ہے جو چاہے کرے اس کو سب کچھ جائز ہے۔

یہ لوگ عورتیں اور اسرار میں رکھتے ہیں رقص و سرور میں مشغول رہتے ہیں بعض منشیات کے بھی عادی ہوتے ہیں ان کے اعمال و افعال بعض غیر مسلم فرقوں سے ملتے ہیں اور زیادہ تر یہ فرقہ اباحیہ سے متعلق ہے

ترجمہ کشف المحجوب ص ۵۵ علی ضیاء القلوب ص ۵۵ صفحہ ۱۵۵۵

تیسری صدی ہجری کے آخر میں ایک شخص علی بن فضل نام نے ایک فرقہ بنایا تھا اس کی تفصیل باب الثنات میں کی جائے گی اسکا ایک عقیدہ یہ تھا کہ حرام و حلال کی پابندی کی ضرورت نہیں نہ عبادت و ریاضات کی ضرورت ہے اس فرقے کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے

یہ لوگ کمال اس میں سمجھتے ہیں کہ گائیں بجائیں، وجد و حال کریں، رویں بے ہوش ہو جائیں اور مرجائیں لیکن یہ تمام امور خلاف شرع شریعت میں فرقہ جہولہ اور فرقہ جہرہ کے لوگوں کی یہی حالت تھی ان تمام فرقوں کو بالاتفاق کا فرقہ قرار دیا گیا ہے۔

الباب الرابع فی الرجال

اور بیاضے عظام کے حالات میں جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں خواہ عام تذکروں کے طور پر خواہ کسی بزرگ کی سوانح عمری کے طور پر یا تصوف اور تعلیمات کے متعلق خوش اعتقادوں نے ان میں اس قدر غلو کیا ہے کہ جس کو عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی نہ وہ علم و تاریخ کے معیار پر صحیح اثر سکتے ہیں، حضرات صوفیائے کرام نے مسلمانوں کی دینی اور دنیوی ترقی میں بے حد جدوجہد کی ہے تبلیغ کے لئے انہوں نے غیر مالوس ممالک کے سفر کئے، جہاد میں شرکت کی اور سیلابین کو خلاف شرع امور پر روکتے ٹوکتے رہے۔ قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے تصنیف و تالیف کرتے رہے لیکن اگر آج ان بزرگوں کے تذکروں کو دیکھا جائے تو ان امور کا کہیں ذکر نہیں کثرت کرامات کے بیان سے مجلدات پڑھیں، کتب حدیث و تفسیر و فقہ و تاریخ کی چھان بین کرنے سے ان کی خدمات جلیلہ کا پتہ چلتا ہے ورنہ اہل تصوف نے تو بے حد و نہایت سلسلہ کثرت کرامات کے سوا کچھ نہیں لکھا،

”نشئی محمد بن فوق لکھتے ہیں

”صوفیائے کرام کے تاریخی اور صحیح حالات بہت کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کے متعلق جیسے کچھ واقعات پیش آتے رہے اور جو کچھ ان سے کمالات ظاہر ہونے رہے مریدوں اور خوش اعتقادوں نے ان کو نمک مرچ لگا کر پیش کیا“

بعض بعض بزرگوں کے متعلق ایسی ایسی رہا ضات و عبادات لکھی ہیں جو شرع اور عقل دونوں کے خلاف ہیں مثلاً کسی جائز چیز کو کھانا پینا چھوڑ دینا، روزے پر روزے رکھنا اور کسی عضو کا بے کار کر لینا اور اگر نماز و عبادت کا ذکر کیا ہے تو ایسا بڑھا دیا ہے کہ کسی طرح بھی ثابت نہ ہو سکے۔ مثلاً بعض بزرگوں کے متعلق لکھا ہے کہ رات میں ہزار رکعات پڑھتے تھے اگر ان کی نماز صرف اٹھابیسٹی ہوتی تھی تب تو ممکن ہے ورنہ اگر عبادت کے ساتھ بھی نماز پڑھی جائے تو ایک منٹ میں ایک رکعت ہوتی ہے تو ہزار رکعتیں ہزار منٹ میں ہوئیں جن کے پونے سترہ گھنٹے ہوتے ہیں، اس قدر طویل رات کہیں نہیں ہوتی۔ ایسے غلو کا یہ نتیجہ ہوا کہ بعض محققین کو بعض بزرگوں کے وجود ہی سے الکار ہو گیا۔ اویس قرنی کے متعلق اسماء الرجال کے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس نام کا کوئی تابعی نہیں ہوا شیخ ابراہیم ادھم کے قصبے کو بعض نے گوتم بدھ کے قصبے سے ماخوذ بتایا ہے۔ منصور کا معاملہ ایسا ہے جو کسی طرح آج تک سلجھ ہی نہ سکا، سرمد کے واقعات ایک گورکھ دھند اپنے ہوئے ہیں۔ میں اس کتاب میں چند بزرگوں کے حالات بقدر تعارف لکھوں گا اور جن کے متعلق کچھ اختلافات ہیں وہاں تفصیل سے اپنی تحقیقات پیش کروں گا، اس سلسلہ میں بعض صوفیائے کرام کی سیاسی تبلیغی، علمی خدمات اور بعض تصرفات و کرامات کا بھی ذکر ہوگا

میرا یہ عقیدہ ہے جس کو میں نے گذشتہ ابواب میں ثابت کیا ہے کہ تصوف عین اسلام ہے اور انبیاء و رسل، صحابہ، و ائمہ سب صوفی تھے۔ اس لئے باب الرجال میں اول حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و بعض دیگر صحابہ و ائمہ مجتہدین کا ذکر ہونا چاہیے ان حضرات کے متعلق ضخیم کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں اس باب میں بخیاں، ترتیب چند سطور پر اکتفاء کیا جائے گا۔

حضور خانم انیس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب اسم گرامی تھا آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نامی آمنہ تھا۔ خاندان قریش سے تھے مکہ وطن تھا، شہرہ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، اس زمانے میں

دنیا پر جہالت و ضلالت کی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ جب آپ کا سن شریف چالیس کو پہنچا تو رب العزت نے اصلاح خلق کے لئے آپ کو مبعوث برسات فرمایا آپ نے نہایت عزم و استقلال سے فرائض رسالت کو انجام دینا شروع کیا بارہ برس کے بعد آپ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور تیسرے سال کی عمر میں سلمہ ہجری کو مدینہ میں وفات پائی

وامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین ہزار تو ز دامن گلہ وارد
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام، ابوبکر کنیت، صدیق عتیق لقب، آپ سب سے پہلے تیس سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ رسول کریم کے بار غار اور عشرہ مبشرہ و انجاء بدر و احد و بیعت رضوان سے تھے آپ اصحاب رسول کریم میں ہر طرح سب سے افضل تھے۔ اس لئے حضور کی وفات کے بعد ۱۴ ربیع الاول یوم شنبہ سلمہ ہجری میں آپ حاشین و خلیفہ رسول منتخب ہوئے ۲۲ جمادی الثانی شب شنبہ میں ہجرت تیسرے سال سلمہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی ولادت مکہ میں ہوئی وفات مدینہ میں پائی حضور کے پہلو میں دفن ہوئے۔

”حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ“

عمر بن الخطاب نام، ابو حفص کنیت، فاروق لقب، مدینہ کو ہجرت کی ہجرت سے چالیس سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے حضرت ابوبکر کے بعد سلمہ ہجری میں خلیفہ ہوئے یکم محرم سلمہ ہجری کو مدینہ میں شہید ہوئے۔ حضرت ابوبکر کے پہلو میں دفن ہوئے۔

دیکھو تو رفاقت یہ ابوبکر و عمر کی
چھوڑا پس مرگ بھی پہلوئے محمد
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان بن عفان نام ابو عبد اللہ و ابو عمر کنیت ذوالنورین رضی اللہ عنہ، مکہ میں پیدا ہوئے سلمہ ہجری میں حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے سلمہ ہجری میں مدینہ میں شہید ہوئے بقیع میں دفن ہوئے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ

علی ابن ابی طالب نام، ابو الحسن کنیت، حیدر لقب مکہ میں پیدا ہوئے
رسول اکرم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے حضرت عثمان کے بعد سلسلہ ہجری میں خلیفہ
ہوئے سلسلہ میں کوفہ میں شہید ہوئے ان کا مزار نجف اشرف میں مشہور ہے لیکن
محققین و محدثین نے تحقیق کے ساتھ لکھا ہے کہ ایک شہر کوفہ میں دفن ہوئے
نجف میں جو قبر حضرت علی کی مشہور ہے وہ مغیرہ بن شعبہ کی ہے
یہ فہمی مغیرہ بن شعبہ ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ زید کی ولی عہدی کی تحریک
اول اول انہوں نے ہی کی تھی۔

”حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ“

حسن بن علی نام، ابو محمد کنیت، سید و نقی لقب رسول اکرم کے نواسے تھے
سلسلہ ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے سلسلہ میں حضرت علی کے بعد خلیفہ ہوئے چھ
مہینے کے بعد خلافت سے دست بردار ہو گئے سلسلہ کو مدینہ میں وفات پائی۔
”حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ“

حسین بن علی نام عبد اللہ کنیت، سید و شہید لقب، رسول اکرم کے نواسے
تھے سلسلہ ہجری کو پیدا ہوئے سلسلہ کو کربلا میں شہید ہوئے۔
”بابا رتن صحابی“

شیعہ فرقے کے مبلغین نے اہل فن کی تصانیف و تحریف کرنے میں اور
بزرگوں کے حالات کو مسخ کرنے میں جو جو کارستانیوں کی ہیں ان کا بیان مع ثبوت
اس کتاب کے اکثر بیانات میں بھگن بزرگوں کے حالات کو مسخ کیا گیا ہے ان
میں ایک بابا رتن صحابی بھی ہیں۔

بابا رتن کا نام رتن سنگھ تھا، سلسلہ نسب یہ ہے رتن سنگھ بن ساہو شہیرا
بن جنک دیو بن مندی بن کرپار۔

ہندوؤں کا ایک قوم چوہان ہے جس کی اصل چھوہان ہے ان میں ایک خاندان
ہے اس کا نام (تسیرا) ہے بابا رتن اسی خاندان سے تھے ان کا اصل وطن برصغیر
ترندی مشعل قبیلہ ریڑھہ ضلع بجنور تھا بابا رتن مقام جیورہ ضلع علی گڑھ کے راجہ
کے دربار تھے یہ رات کے وقت موسم گرما میں اپنے محل کی چھت پر بیٹھے تھے کہ انہوں
نے ابن کثیر البدایہ و النہایہ علیہ ابن کثیر روایت خطیب بغدادی

نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے اس حیرت انگیز واقعہ کی جب انہوں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ پیغمبر عرب نے یہ معجزہ دکھایا ہے یہ معتقد ہو گئے اور عرب جا کر مشرف باسلام ہوئے پھر عرصہ کے بعد وطن واپس آئے اور موضع کھاوڑی متصل اعظم پور آباد ضلع مراد آباد میں سکونت اختیار کی اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے شہداء میں وفات پائی ان کا مزار اسی موضع میں زیارت گاہ خلایق ہے ہندوستان میں ایک بزرگ حاجی رتن نام بھی گذرے ہیں جو خواجہ اجمیری کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے تھے ان کے حالات ہم علیحدہ لکھیں گے ایک نام ہونے کی وجہ سے حالات میں التباس ہو گیا ہے

امام ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے رتن کو کذاب و دجال لکھا ہے اور اپنی کتاب میزان کے علاوہ ایک علیحدہ رسالہ کسروثن رتن درتن کے بت کی شکست لکھا ہے امام موصوف کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رتن کو کذاب سمجھتے ہیں اور بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ خیال ہے کہ زنادقہ نے ایک فرضی نام گھڑ کر موضوع حدیثیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں

امام ذہبی کی تحقیقات ان روایات اور ردایوں پر مبنی ہے جو رتن کی طرف منسوب ہیں ایک روایت میں ہے کہ رتن نے بیان کیا۔

”میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ملک شام میں ہوں میں نے دین کی تلاش میں شام گیا وہ سب عیسائی تھے میں عیسائی ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد میں نے رسول کریم کا حال سنا اور میں مدینہ جا کر مشرف باسلام ہوا حضور نے میرے لئے طول عمری کی دعا فرمائی، پھر میں حضور کے ساتھ جنگ یہود میں شریک ہوا پھر حضور سے اجازت لے کر وطن چلا آیا۔“

عبدالوہاب بن اسماعیل صوفی نے بیان کیا ہے کہ محدثہ سجری میں شیراز میں مجھے ایک بوڑھا ملا اس نے اپنا نام محمود بتایا اور کہا کہ میں بابا رتن کا بیٹا ہوں اس نے بیان کیا،

میرے والد نے شوق القبر کا معجزہ دیکھا تھا یہی سبب مدینہ منورہ جانے کا ہوا میرے والد خندق کھودنے میں رسول کریم کے ساتھ تھے میرے والد حجاز گئے ملاحظہ میزان الاعتدال جلد اول مطبوعہ مصر ص ۳۳۳ لسان المیزان ابن حجر جلد دوم صفحہ ۱۱۱ السیغہ الادبی

توان کی عمر سولہ سال کی تھی اس کے بعد وہ چھ سو تیس سال زندہ رہے ۶۱۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

رتن کے متعلق جو چند ایک روایات ہیں ان میں بے حد تضاد ہے اور تاریخی حقائق سے کوئی بھی صحیح ثابت نہیں ہوتی ان تمام حدیثوں کا مرکز موسیٰ بن جعفری ہوتا ہے جس کے متعلق امام ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ اس جاہل کی وضع کردہ ہیں۔

در حقیقت محمود حسن نے اپنے آپ کو رتن کا بیٹا کہا اور موسیٰ بن جعفری یہ دونوں شیعہ فرقوں کے مبلغ تھے انہوں نے اس طرح دین میں رخنہ اندازی کرنے کا خیال قائم کیا اور بیچارے رتن کو خواہ مخواہ بدنام کیا سندرجہ ذیل روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شیعوں اور جاہل صوفیوں کی کارستانی ہے۔

(۱) جو شخص میرے بچے حسین کے عم میں اس کی شہادت کے دن روئے گا وہ قیامت کے دن اور العزم سمجھوں گے ساتھ ہو گا۔

(۲) رسولی محرم کو رونا قیامت کے دن روشنی ہے۔

(۳) رتن نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ کی شادی کے دن ہم مدینہ میں تھے ہم تمام اصحاب رات بھر گاتے پھرتے تھے صبح کو رسول کریم سے کہا تو آپ نے دعا دی ہے۔

الشری امام ذہبی نے جن واقعات اور روایات کو دیکھا اور سنا ان پر لفظی کر کے رائے قائم کر دی ان کے ہم عصر علامہ صفدی نے ان کی تردید کی ہے فاضل القضاۃ محمد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے اول رتن کے خلاف لکھا بعد میں جب وہ ہندوستان آئے تو انہوں نے رجوع کیا اور لکھا کہ میں نے ہندوستان میں رتن کے متعلق تو اتر کے ساتھ سنا ہے۔

ہندوستان میں غالباً مولانا غلامرضا حسن گیلانی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو میں رتن پر مضمون لکھا جو بالاقساط ۱۳۱۵ھ ہجری میں رسالہ الرشید دیوبند میں شائع ہوا مولانا کی تمام تحقیقات صرف امام ذہبی کی تصانیف پر مبنی ہیں۔

رتن ایک ہندی نژاد شخص تھے ان کے متعلق تحقیقات ہندوستان میں مولانا جاسٹس خاں لوگوں کی مندرجہ کردہ روایات پر اعتقاد بغیر تحقیقات کے کرنا مناسب غلط لسان الہیہ کے لسان الہیہ کے لسان الہیہ کے

نہ تھا اور ہندوستان میں بھی تحقیقات چھوٹی جماعت کے لوگوں کی نہ ہونی چاہئے تھی اول
 تو ہندوستان میں تاریخ اور سوانح لکھنے کا رواج ہی نہ تھا میں نے اپنی کسی تصنیف
 میں رتن کا نام ضرور لکھا ہے اور ان کی صحابیت کا بھی ذکر کیا ہے لیکن اس کے
 متعلق مجھے کسی قسم کی تحقیقات کا خیال نہ ہوا تھا اس زمانہ میں ایک ادبی کتاب کی
 تالیف کے سلسلہ میں کچھ تحقیقات کی ضرورت پیش آئی تو ہندوستان کے چھوٹے
 چھوٹے گروہوں ذات پات والوں اور جوگیوں سے جو روایات سنیں تو ان سے اس
 امر کی تصدیق ہوئی کہ بابا رتن صحابی تھے چونکہ اور بزرگوں نے بھی ان کی ستائش کی
 ہے اس لئے ہمیں خواہ مخواہ بدگمانی کرنے کی ضرورت نہیں ان روایات میں سے
 جو حالات صحیح معلوم ہوئے اسی قدر میں نے لکھ دیئے رتن سے کوئی روایت نہیں
 یعنی رتن پر کسی مسئلہ یا عقیدے کا مدار نہیں اس لئے ہم کو انکار کی ضرورت
 نہیں پھر جب کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ان کے حالات و روایات بیان کر بیولے
 صوفی اور شیعہ ہیں تو صرف صحیح حالات لینے چاہئیں اور خواہ مخواہ ایک بزرگ
 ہستی کا انکار نہ کرنا چاہئے ہندوؤں کی روایتوں اور شیعوں کی کارستانیوں میں
 بابا رتن صحابی اور حاجی رتن کے حالات خلط ملط ہو گئے ہیں مختلف مقامات
 مختلف گروہوں اور مختلف کتابوں سے چھ مہینے تحقیقات کرنے کے بعد جس نتیجہ
 پر پہنچا ہوں درج کرتا ہوں حاجی رتن کے متعلق جو معلومات مجھے حاصل ہوئی ہیں وہ
 اسی کتاب میں علیحدہ لکھی جائیں گی یہاں یہ امر قابل اظہار ہے کہ آئین اکبری میں
 بابا رتن ترندی کی کنیت ابو الرضا لکھی ہے، ابو الرضا کنیت بھی شیعہ مبلغوں
 کی گھڑی ہوئی ہے مولانا مناظر احسن صاحب (بن نصیر) اور ترندی ان الفاظ پر بھی
 اعتراض کرتے ہیں اور یہ اعتراض الکا صحیح ہے لیکن اگر وہ تحقیق کرنے تو ان کو معلوم
 ہو جاتا کہ نصیر نہیں (تسیرا) اور ترندی نہیں (ترمذی) ہے یہ کاتبوں کا تصرف
 معلوم ہوتا ہے اب رہا بابا رتن کا ۶۳۲ھ میں وفات پانا سو صحیح نہیں کیونکہ یہ
 حاجی رتن ساکن بٹھنڈہ کا سال وفات ہے بابا رتن کی تعریف امام ابن حجر عسقلانی
 تاجی محمد الدین فیردز آباری خواجہ علاء الدولہ سمنانی اور خواجہ محمد پارسانے کی
 ہے ابو الفقل نے آئین اکبری میں لکھا ہے۔

”شیخ ابن حجر عسقلانی و مجد الدین فیروز آبادی و علاؤ الدولہ سمنانی و خواجہ محمد یاسا

پذیرندہ و ستائش گزار۔“

اصل یہ ہے کہ تحقیقات کی جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ظاہر دیوان المعروف گوگا پیر اور تھے بابا رتن صحابی اور تھے اور حاجی رتن اور تھے نگران سب کے حالات اس طرح خلط ملط ہو گئے ہیں کہ صحیح نتیجہ پر پہنچنا دشوار ہے میں نے ایک ادبی کتاب کے سلسلہ میں گوگا پیر کے متعلق تحقیقات کی اور مختلف مقامات مختلف کتابوں قدیم ربانی روایتوں اور کتبوں سے حالات اخذ کئے ہیں شدید جدوجہد کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ بابا رتن صحابی اور ہیں حاجی رتن دوسرے شخص ہیں شیخ مجد الدین فیروز آبادی نے جو کچھ لکھا ہے وہ حاجی رتن کے متعلق ہے کیونکہ انہوں نے بھٹنڈہ کے لوگوں سے حالات سنے اور بھٹنڈہ حاجی رتن کا مدفن ہے بابا رتن کے متعلق کوئی واضح تحریری شہادت نہیں ہے اپنے عقائد کی اشاعت کے لئے شیعہ مذہب کے مبلغوں نے روایات وضع کیں اور بابا رتن کی عمر قریب سات سو برس کے قرار دے کر ان کا سن وفات وہ قرار دیا جو حاجی رتن کا سن وفات ہے۔

ابوالفضل نے آئین اکبری جلد سوم میں رتن کے متعلق لکھا ہے

”بابا رتن پور نصیر ترمذی، کنیت ابوالرمانا“

مولانا مناظر احسن صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ

”ابوالفضل تاریخ سے کورائیا“

مولانا ابوالفضل نصیر اور ترمذی (پیر برہم ہو گئے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ ابوالفضل کی غلطی نہیں بلکہ کاتب کی غلطی ہے بابا رتن (نصیر) خاندان سے تھے جس کا کاتب لے نصیر اور مونس ترمذی کے رہنے والے تھے جس کا کاتب نے ترمذی لکھا دیباچہ ابوالفضل کی یہ خطہ ضرور ہے کہ جب اس نے بابا رتن سے متعلق لکھا تھا تو اس کو پوری تحقیقات کرنی چاہئے تھی اگر وہ ایسا کرتا تو اس قریب زمانے میں یہ معاملہ آسانی کے ساتھ صاف ہو جاتا، مولانا کی مندرجہ ذیل عبارت کو بڑھ کر بہت افسوس ہوگا جو انہوں نے اپنے مضمون میں ابوالفضل کے متعلق لکھی ہے، اس روایت کا بیان کرنے والا اکبر کے دربار کا وہ منشی ہے جس پر مذاقت پروری سے زیادہ

کذب فروشی کا گمان غالب ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابو الفضل عرصہ دراز تک اسی حالت میں رہا مگر کفر میں اس کا تائب ہو کر حج کو جانا اور اسی راستہ میں مقتول ہونا ثابت ہے، کیا مولینا کے نزدیک گنہگار کی تائب قبول نہیں ہوتی یا تو بہ کرنے کے بعد بھی وہ شخص اسی خطا کا مستحق رہتا ہے اگر اس طرح کہتے تو اچھا تھا۔

ابو الفضل کا یہ بیان اس زمانے کا ہے جبکہ اس پر صداقت کا گمان نہیں ہو سکتا تھا۔

ابو الفضل کیا کرتا رہا اور ابن حجر نے نصر اور ترمذی ہی لکھا ہے البتہ ترمذی کا ملا و صحیح لکھا ہے علیہ

”حضرت عمرو بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ“

عمرو بن عبد العزیز نام ابو حفص کنیت، مروان بن حکم کے پوتے تھے، عاصم بن حضرت عمر کے نواسے تھے، بڑے محدث، مجتہد اور فقیہ تھے۔ امت رسول میں یہ پہلے مجد و تسلیم کئے گئے ہیں ۱۱۵ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے ۱۴۹ھ میں خلیفہ ہوئے

اور مسئلہ میں وفات پائی

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

نعمان بن ثابت نام ابو حنیفہ کنیت، امام اعظم لقب شیعہ میں پیدا ہوئے آپ تابعین میں سے تھے مسئلہ میں وفات پائی

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

مالک بن انس نام ابو عبد اللہ کنیت، امام دار الهجرة و امیر المومنین فی الحدیث لقب شیعہ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے تھے مسئلہ میں وفات پائی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ

ابو عبد اللہ کنیت محمد بن ادریس نام شیعہ میں پیدا ہوئے شیعہ میں وفات پائی امام محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل نام ۲۴۱ھ کو بغداد میں پیدا ہوئے مسئلہ میں وفات پائی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ ابویس ثمری رحمۃ اللہ علیہ

ابویس بن عامر ناگہ قبیلہ مراد سے تھے، مومنین قرن علاقہ میں سکے باشندے تھے۔
رسول اکرم کے عہد میں مشرف باسلام ہوئے مگر اپنی معذور والدہ کی خدمت گزاری
کی وجہ سے "افرد دربار رسالت نہو سکے اس لئے ان کا صحابہ میں شمار نہیں البتہ
رجاۃ تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ خیر التابعین لقب ہے۔ سلسلہ جو ہیں وفات
پائی۔

چونکہ ان کو رسول اکرم سے نقلے صوری کا شرف حاصل نہیں پھر بھی انہوں
نے حضور کی روحانیت سے کسب فیض کیا لہذا جس کسی بزرگ کو بزرگان متقدمین میں
سے کسی بزرگ کی روحانیت سے فیض ہوتا ہے اسکو نسبت اولیہ کہتے ہیں، بعض علماء
اسماء الرجال کو ان کے وجود ہی سے انکار ہے بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عمر ان سے
ملے بعض نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی۔ امام مالک کو ان کے وجود
سے انکار ہے لیکن صحیح مسلم میں جو روایت اشیر بن جابر کی بنی طریق سے ہے
ان کے وجود کی قوی دلیل ہے امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ان کو مجروح قرار
دیا ہے۔

خواجہ ابو حازم سنیہ

مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے، تابعی تھے بہت سے صحابہ سے ملے تھے سنیہ
میں وفات پائی
صوفی ابوالثیم سنیہ

بغداد کے رہنے والے تھے، شیخ ابی عبد اللہ البیہقی کے اصحاب ہیں۔ سے تھے،
ابوالثیم زاہد مشہور تھے، حافظ ابوالفیم "غیاث سند" نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں ان
کے متعلق لکھا ہے "ابو ہاشم من قدماء زہاد بغداد" اور دوسری روایت
میں ہے "ابو ہاشم الزاہد"۔

محدث خطیب بغدادی نے بھی اپنی تاریخ کی چورمویں جلد میں ان روایات
کا ذکر کیا ہے۔

اسلام میں ابوالثیم پہلے شخص ہیں جو لوگوں نے صوفی کے لقب سے پکارا،

امام سفیان ثوری بھی ان کی صحبت میں پہنچے تھے

شیخ ابراہیم بن ادہم سلامہ

ابراہیم بن ادہم بن منصور بن زید بن جابر تمیمی عجل ان کے حالات نظم و نثر کی چوبیس کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۱) کتاب اختیار الرفیق لطلاب الطريق لابن العباس شہاب الدین احمد بن

سلامہ (قلمی)

(۲) سرآة الاسرار (قلمی) (۳) تذکرة الاولیاء (۴) نفحات الانس (۵) وفات الوفا

مطبوعہ بولاق ۱۲۳۸ھ ہجری ۱۸۲۱ء الرسالة العشریہ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۹ھ (۶) سفینۃ الاولیاء

(۸) ولی اللہ ادہم دکنب خانہ گوتھالیں ہے اور نظم میں ہے (۹) قصہ ابراہیم ادہم عربی

دکنب خانہ برلن (۱۰) کتاب درویش مصنف حسن رومی یہ ترکی زبان میں ہے (۱۱)

سیرۃ السلطان ابراہیم ادہم مصنف درویش حسن رومی (۱۲) گلزار ابراہیم (۱۳) مختصر قصہ

ابراہیم ادہم ملائی زبان میں اس کا ترجمہ ہے۔ ہولینڈی زبان میں ڈاکٹر ہیلا نڈرنے

ترجمہ کیا (۱۴) قصہ ابراہیم ادہم طویل ملائی زبان میں ہے (۱۵) قصہ ابراہیم ادہم

لاطینی ہے (۱۶) عربی کتاب شیخ ابوبکر حفصی (۱۷) بستان السلاطین (۱۸) قصہ ابراہیم

ادہم دجاوی زبان میں ہے (۱۹) قصہ ابراہیم ادہم سوئڈہ زبان میں (۲۰) طبقات

الصوفیہ شیخ ابو عبد الرحمن السلسی (قلمی) (۲۱) حلیۃ الاولیاء محدث ابو نعیم اصفہانی -

(۲۲) کشف المحجوب - (۲۳) طبقات الکبریٰ شحرانی (۲۴) معجم البلدان اور بہت سے

سے چھوٹے چھوٹے رسالوں اور تذکروں میں ان کا ذکر ہے بعض یورپین ڈاکٹروں

یعنی زکسن وغیرہ نے ان پر مقالے لکھے ہیں ڈاکٹر ہیلا نڈرنے اپنی کتاب میں لکھا ہے

کہ یہ ملک عراق کے بادشاہ تھے۔ ملائی زبان کے قصہ ابراہیم ادہم سے انہوں نے

استدلال کیا۔ دیگر متقدمین و متأخرین مصنفین نے بھی ان کو بادشاہ لکھا ہے مگر بلخ

اور عراق کی تاریخوں میں ان کا کہیں نام نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت بلخ

کے ماتحت رئیسوں میں سے ہوں گے۔ بعض یورپین مصنفین گونٹے وغیرہ

نے لکھا ہے کہ ابراہیم ادہم کا قصہ گوتم بدھ کے قصہ سے ماخوذ ہے کیونکہ اس

قصہ میں اسلامی تصوف کی بہ نسبت ہندی و سریانی تصوف کے خصائص زیادہ

پائے جاتے ہیں۔ ان کے مقام دفن میں بھی اختلاف ہے۔ معجم البلدان میں قلعہ سوتقین بلا دروم اور اختیار الرفیق میں شہر معور اور مرآۃ الاسرار میں شام نزد مزار لوط علیہ السلام لکھا ہے۔ بعض نے بغداد نزد مزار امام احمد بن حنبل لکھا ہے سو وفات میں بھی اختلاف ہے ۱۶۱ھ سے ۱۸۷ھ تک مختلف سنن بیان کئے گئے ہیں۔ اختیار الرفیق و نفحات الانس میں ۱۶۱ھ ہے اور مرآۃ الاسرار میں ۱۶۱ھ ۱۸۷ھ اور ۱۸۷ھ لکھا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم زمانہ قیام مکہ معظمہ میں جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کر کے گزر اوقات کرتے تھے انہوں نے بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا تھا شجرات میں خواجہ فیض بن عیاض ان کے مرشد لکھے جاتے ہیں اور ان سے بہت سے بزرگوں نے فیض حاصل کیا ان میں خواجہ حذیفہ مرعشی بھی ہیں۔

خواجہ جنید بغدادی ۲۹۷ھ

خواجہ جنید بغدادی کے ماموں شیخ سری سقطی اولیائے کبار میں سے تھے جنید نے ان سے بیعت کی در خواست کی سری سقطی نے فرمایا کہ جب تک تم علم کی تحصیل نہ کر لو گے میں تم کو بیعت نہیں کروں گا چنانچہ یہ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے اور بڑے فاضل اجل ہوئے، شیخ نے ان کو بیعت کر کے اپنا خلیفہ مقرر کیا یہ تمام سلسلوں کے سر حلقہ ہیں ۲۹۷ھ میں وفات پائی ان کے مریدوں میں خواجہ شبلی زیادہ مشہور ہوئے شہر اور راسکوه نے سفینۃ الاولیاء میں ان کے ذکر میں لکھا ہے۔

مشارح جمع سلسلہا نسبت بالیشان درست می کنند و منسوبان ایشان را جنید می خوانند و ازین جهت ایشان را سید الطائفہ امام ائمہ گویند سخن ایشان در طریقت حجت و بیچ کس از مشایخ متقدمین و متاخرین بر ظاہر و باطن ایشان انگشت توانست نہاد مقبول ہمہ بودند

خواجہ عبداللہ حصہ ۳۷۷ھ نے فرمایا ہے کہ پانچ پیر قابل تقلید ہیں ان پانچ میں ایک خواجہ جنید بھی ہیں شیخ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں ان کے متعلق لکھا ہے

”ابتداء سے حال سے آخر تک سب فرقوں کے نزدیک مقبول، محمود اور پسند ہے۔ سب آپ کی امامت پر متفق تھے، آپ کا قول طریقت میں مقبول ہے اور

سب زبانوں میں پسندیدہ رہا ہے کوئی آدمی آپ کے ظاہر و باطن پر نکتہ چینی اور اعتراض نہیں کر سکتا۔ آپ اہل تصوف کے پیشوا تھے آپ کو سید الطائفہ اور لسان القوم سے مخاطب کیا گیا ہے طاؤس العلماء اور سلطان المحققین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ شریعت، طریقت اور حقیقت میں انتہائی درجہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ زبان میں بے نظیر گزشتہ ہیں اور طریقت میں مجتہد تھے۔

منصور حلاج سنہ

حلاج کے متعلق جس قدر روایات ہیں ان میں سے حد اختلاف ہے اور اسی قسم کی باتیں ہیں جن پر شدید اعتراضات اور قوی شبہات وارد ہوتے ہیں۔ حلاج کا تمام قصہ قرامطہ کی جعل سازوں سے بھرا ہوا ہے اور اس میں اس درجہ جعل و تلبیس ہے کہ کام لیا گیا ہے کہ اب صحیح واقعہ کا پتہ چلنا ممکن نہیں اس کی وجہ سے جو گمراہی پھیل گئی ہے اس کا انسداد نبی کے سوا کسی سے ممکن نہیں بڑے بڑے علماء بھی ان واقعات کی قریب کاروں سے محفوظ نہ رہ سکے حلاج کے واقعہ کو بعض اہل سنت نے بے خبری میں صحیح جانا، بعض نے حسن ظن کے غلبہ سے تاویل میں لیں، بعض نے تاریخ و قصص اور شاعری کی روش کے لئے اختیار کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ متاخرین نے منصور کو ولی کامل سمجھ لیا اور روایات مشہورہ کو عقیدہ بنا لیا حسین بن منصور حلاج بیضا کا رہنے والا تھا اس کا دادا آتش پرست تھا اس کا نانا بھی تھا جو ساحر و شعبدہ باز تھا یہ عبداللہ بن ابی بلک کوئی مشہور ساحر کا شاگرد تھا عبداللہ ابو خالد کابلی ساحر کا شاگرد تھا وہ ذرتانی تھا ساحر کا شاگرد تھا وہ سماج غبت جارج بن سوید تمیمی ساحر مغرب و مدعیہ نبوت کا شاگرد تھا۔

حسین بن منصور حلاج اس وجہ سے مشہور ہوا کہ ایک حلاج سے اس کا بچہ ارتباط تھا دونوں ایک جان و دوا لب تھے وہ نہ یہ خود حلاج نہ تھا حسین بن منصور حلاج نہ موت کا اظہار کرتا نہ امارت دکھاتا نہ کشف کر کے حالات بتاتا، گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے گرمیوں میں پیدا کرتا، غیب سے روپیہ منگاتا اس روپیہ پر کندہ ہوتا تھا "قل ھو اللہ احد" ان کا نام اس درجہ قدرت اللہ رکھا تھا۔ بعض اس کو ولی سمجھتے تھے بعض شعبدہ باز اور ساحر کہتے تھے۔ اہل

حلاج اور اس کے واقعہ کے متعلق چند ایک روایات ہیں، اب میں ان کو نقل کر کے ان پر جو شبہات میرے دل میں پیدا ہوئے ہیں لکھتا ہوں

(۱) امام المحررین جوینی نے کتاب التناضی فی اہول الدین میں لکھا ہے: "نہن آدمیوں نے باہم صلاح کی کہ سلطنت اسلام کو الٹ دیا جائے، نساد برپا کر دیا جائے اور لوگوں کو تالیف قلوب کے ذریعہ متحد کیا جائے، ایک ابوطاہر سلیمان بن سعید حسن شیبالی رئیس قرامطہ دوسرا حکیم ابن مقفع تیسرا منصور حلاج، اول الذکر نے مالک احسا میں دوسرے نے مالک ترک میں اور حلاج نے بغداد میں کام شروع کیا۔"

میرے نزدیک اس روایت میں یہ غلطی ہے کہ منصور کو ابن مقفع کا ہم عصر قرار دیا گیا ہے لیکن ابن مقفع اور منصور کے درمیان ڈیڑھ صدی کا فاصلہ ہے ابن مقفع کا ۶۹ھ میں خاتمہ ہو چکا تھا اور منصور کو ۳۰۰ھ میں سولی دی گئی تھی

(۲) تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ خواجہ جنید نے منصور کے قتل کا فتویٰ دیا اس روایت میں یہ غلطی

ہے کہ حضرت جنید منصور کے قتل سے بارہ سال قبل وفات پا چکے تھے ہم نے اس پر باب الکشف میں بحث کی ہے۔

اس امام بیہوشی نے تاریخ الخلفاء میں اور امام ذہبی نے طبقات دول اسلام میں ۳۰۰ھ کے حالات میں لکھا ہے کہ خلیفہ مقتدر عباسی کے عہد میں حسین بن منصور حلاج کو تشہیر کیا گیا اور منادی کرائی گئی کہ یہ قرامطہ کا داعی ہے وہ ۳۰۰ھ میں قتل کیا گیا لوگوں میں یہ بھی مشہور ہوا کہ یہ الوہیت کا مدعی ہے اور حلال کا بھی قائل ہے

اس روایت پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ تشہیر و قتل میں آٹھ سال کا فرق کیوں ہوا؟ بعض اس کو دلی جانتے تھے، بعض شعبدہ باز اور ساحر، بعض لوگوں نے اس کو خدا بھی کہا۔ جب خالد وزیر خلیفہ مقتدر عباسی کو خبر ہوئی تو اس نے لوگوں کو بلا کر وراثت کیا، ایک جماعت نے اقرار کیا کہ ہم اس کو خدا سمجھتے ہیں حلاج نے انکار کیا اور کہا میں بندہ ہوں اور عبادت کرتا ہوں وزیر نے تافہنی البکر وغیرہ فقہاء سے اس کے قتل کا فتویٰ طلب کیا، علماء نے کہا جب تک ہمارے نزدیک اس کا جرم ثابت نہ ہو ہم فتویٰ نہیں دے سکتے۔ ایک شخص نے

خبر دی کہ بصرہ میں کچھ لوگ حلاج کے اصحاب میں سے ہیں جو اس کی خدائی کی تبلیغ کرتے ہیں میں ان کو جانتا ہوں میں بھی انہی میں سے تھا جب مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ ساحر ہے تو میں نے تو بہ کر لی، ایک لڑکی نے بیان کیا کہ مجھ سے حلاج نے کہا کہ وہ آسمان کا خدا ہے اور میں اس کا خدا ہوں۔ حلاج نے اپنے مذہب کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی تھی، وزیر نے اصحاب حلاج کو تلاش کرایا تو تین، شخص، حمید، سمیری اور محمد بن علی صنیائی ایک گھر میں چھپے ہوئے ملے اور ایک کتاب بھی ملی جو سونے سے لکھی ہوئی اور ریشم میں لپیٹی ہوئی تھی اس میں کچھ رمز و کنایات میں لکھا ہوا تھا مبلغین اور اصحاب حلاج کے اسماء تھے ایک وردی پر لکھا ہوا تھا کہ جو شخص حج کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ اپنے گھر کی ایک کڑھی کو صاف کر کے عرفہ کے دن اس کا طواف کر کے کچھ خیرات کر دے اس کا حج ہو جائے گا دیہ قرامطہ کا سا عقیدہ ہے، وزیر نے یہ کتاب قاضی کو دکھائی قاضی نے حلاج سے دریافت کیا کہ یہ تو نے کہاں لکھا دیکھا، حلاج نے کہا حسن بصری کی کتاب اخلاص میں قاضی نے کہا اس کتاب کو مکہ میں میں نے خود دیکھا ہے اس میں یہ نہیں لکھا اس پر وزیر نے حلاج کے قتل کا فتویٰ لکھا یا حلاج نے کہا، مجھے قتل نہ کرو میں مسلمان ہوں میرا مذہب سنت ہے اور اس کے متعلق میری تصانیف ہیں مگر وزیر نے خلیفہ سے اجازت لے کر حلاج کو قتل کرادیا

اس روایت میں یہ چند شبہات پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ جس جماعت نے حلاج کے خدا ہونے کا عقیدہ ظاہر کیا تھا وہ گرفتاری اور قتل سے کیوں متشنی رہی دوسرے یہ کہ کتاب میں جن مبلغین کے نام لکھے تھے ان کی گرفتاری و قتل وغیرہ کا اس روایت میں کچھ ذکر نہیں، تیسری یہ کہ جب حلاج نے کہا میں مسلمان ہوں، بندہ ہوں، اہل سنت ہوں عبادت گزار ہوں اور مذہب اہل سنت کے متعلق میری تصانیف ہیں تو کسی ایسی کتاب کی تصنیف سے صاف انکار نہیں کیا گیا پھر کس جرم پر فتویٰ دیا گیا، چوتھے یہ کہ کتاب میں صرت حج کا ذکر لکھا تھا، الوہیت کا دعویٰ یا انا الحق وغیرہ کا کچھ ذکر نہیں تھا۔ اور وجہ قتل انا الحق مشہور ہے۔

(۵) علامہ محمد لطفی جمعہ و کبیل مہر نے اخبار الہلال مہر میں حلاج کے متعلق

اپنی تحقیقات شائع کرائی تھی اس کا ترجمہ ہفتہ وار اخبار ہند کلکتہ نے مارچ ۱۹۳۵ء
میں شائع کیا جو درج ذیل ہے

”خلیفہ ابو الفضل جعفر المقتدر بالله عباسی جس کا عہد حکومت ۳۳۳ھ ہجری کو ختم
ہوا مثل شاہ شطرنج تھا یہ دو مرتبہ معزول کیا گیا۔ آخر قتل کیا گیا خلیفہ کا وزیر حامد
بن عباس سب پر حاوی تھا، وہ چاہتا تھا کہ ملک میں اس کے سوا خلیفہ پر کسی
کا اقتدار نہ ہو، مشہور حلاج صوفی تھا بہت لوگ اس کے مرید تھے یہ بغداد میں رہتا تھا اس
کی بہت سی کرامتیں مشہور تھیں، مفسر تشواری داروغہ محلات شاہی بھی اس کا مرید
تھا خلیفہ بیمار ہوا مفسر تشواری نے خلیفہ سے کہا کہ اگر حلاج سے آپ رجوع کریں تو
آرام ہو جائے گا خلیفہ نے حلاج کو بلایا حلاج کے عمل سے خلیفہ کو صحت ہو گئی پھر
خلیفہ کی ماں بیمار ہو گئی وہ بھی حلاج کے عمل سے اچھی ہو گئی خلیفہ کو حلاج سے عقیدت
ہو گئی، خلیفہ نے حلاج کو اپنے محل میں رکھ لیا وزیر حامد جس کو مسعودی، ابن خلدون
ابن اثیر، خیالی، یاقوت اور تمام مورخین نے ظالم لکھا ہے، کو ظلم کرنے میں لطف آتا
تھا اور وہ سخت حاسد تھا کسی کا عروج نہ دیکھ سکتا تھا وہ خلیفہ پر اس قدر حاوی
تھا کہ اس نے خلیفہ کی سب سے بڑی مغلانی ام موسیٰ کو گالیاں دیں اور خلیفہ کچھ
نہ کر سکا وزیر حلاج کے عروج کو دیکھ کر بھل گیا اور اس کے گرنے کی فکر میں لگ گیا
ایک شخص عباسی نام اور دو سرا ابو علی ہارون بن عبد العزیز بھی محض حسد کی بنا پر
حلاج کے مخالف ہو گئے انہوں نے حلاج کے خلاف کوئی تدبیر کارگر ہوتے نہ
دیکھی سوائے اس کے کہ حلاج پر کوئی شرعی الزام لگایا جائے انہوں نے وزیر
سے سازش کر کے یہ مشہور کیا کہ حلاج خدا ہونے کا مدعی ہے، محمد بن علی قناعی
کی پرستش کرتا ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے اسی طرح ایک
ماشہی شخص کے متعلق کہا گیا کہ وہ کہتا ہے حلاج خدا ہے اور میں اس کا پیغمبر ہوں،
ان خبروں کو پھیل کر وزیر نے خلیفہ سے کہا کہ حلاج کو میرے حوالہ کیجئے تاکہ اس کے
مقدمہ کی تحقیقات کی جائے خلیفہ وزیر سے دتا تھا باورِ ناخوانستہ حوالے کر دیا،
مفسر تشواری نے خلیفہ سے بہت کہا کہ حلاج کو وزیر کے حوالے نہ کرے مگر خلیفہ
نے وزیر کے خوف سے نہ مانا، وزیر نے ایک جماعت سے اقرار کرایا کہ وہ حلاج

کے مرید ہیں اور حلاج کو خدا جانتے ہیں ان لوگوں نے یہ شہادت دی، لیکن حلاج نے کہا میں ان میں سے کسی سے واقف نہیں ہوں میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ ربوبیت یا الوہیت یا نبوت کا دعویٰ کروں، میں ایک معمولی آدمی ہوں خدا کی عبادت کرتا ہوں اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا۔ وزیر نے قاضی ابو عمرو ابو جعفر بہلول اور دیگر علماء سے کہا کہ لوگ گواہی دیتے ہیں کہ حلاج خدائی کا مدعی ہے لہذا اس کے قتل کا فتویٰ دیا جائے، علماء نے کہا جب تک حلاج ہمارے سامنے دعویٰ نہ کرے ہم فتویٰ نہیں دے سکتے کیونکہ گواہوں کی تکذیب کرتا ہے اور الوہیت کے دعوے سے انکار کرتا ہے، اب وزیر نے حلاج کو ہد نام کرنے اور عام لوگوں کو اس کی طرف سے برا بکھتا کرنے کی یہ تدبیر کی کہ ایک عورت حیدرہ بنت سمیری سے یہ بیان کرایا کہ حلاج نے اس سے کہا کہ اگر تیرا شوہر تیرے ساتھ بڑا سادک کرے جو ہنشا پور میں ہے تو تو روزہ رکھنا اور شام کو چھت پر چڑھ کر افطار کرنا اور میرا تھوڑا کر کے مجھ سے اس کی شکایت کرنا میں تجھے دیکھ لوں گا اور تیری فریاد سن لوں گا، اس عورت کے بیان سے وزیر کا مقصد یہ تھا کہ ثابت کیا جائے کہ حلاج حاضر و ناظر ہونے کا مدعی ہے، اس عورت نے یہ بھی کہا کہ ایک رات حلاج میرے پاس بستر پر آیا میں نے اس کو چھڑک دیا اور حلاج کی لڑکی نے مجھ سے کہا کہ میرے باپ کو مسجدہ کر میں نے کہا مسجدہ خدا کے سوا کسی کو نہ چاہئے حلاج نے کہا ایک خدا آسمان پر ہے ایک زمین پر ہے اس کے بعد وزیر نے حلاج کو قید کر دیا پھر اس کو الطین نام قید خانہ میں منتقل کر دیا یہ زمین کے نیچے ایک تہ خانہ میں تھا جہاں نہ ہوا آتی تھی نہ روشنی، حلاج کے پیروں میں تیرہ بیڑیاں ڈالی گئی تھیں جو ٹخنوں سے لپکر گھٹنوں تک پہنچ گئی تھیں حلاج کے ساتھ اس کا پندرہ سالہ لڑکا احمد بھی قید کیا گیا تھا حلاج قید خانہ میں روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھتا تھا، شیخ عبداللہ خفیف کا بیان ہے کہ پھر قید خانہ میں حلاج سے ملنے گیا تو اس کا لڑکا مجھ کو ملا میں نے اس سے دریافت کیا، شیخ کہاں ہیں؟ اس نے قید خانہ کے دوسرے حصے کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ وہاں چند بد معاش قید ہیں شیخ ان کے پاس جاتے ہیں ان کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں وہ ان کے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں، اسی عرصہ میں منصور حلاج آگیا،

وہ جسین آدمی تھا میں نے اس سے باتیں کیں، موقع پا کر حلاج فید خانہ سے بھاگ کر صوبہ
 اواز کے صدر مقام سوس میں پہنچا اور ایک یہودی کے گھر جا کر چھپا، وزیر نے جگہ جگہ
 تلاش کر لیا آخر حلاج گرفتار ہو گیا، گرفتار کرنے والوں نے پوچھا تو حلاج بے حلاج لے گیا
 میں نے کسی حلاج کا نام بھی نہیں سنا، مگر انہوں نے چھوڑا، وہاں سے پابجواں بغداد
 لایا گیا اور فید کر دیا گیا ۲۵ ربیع الاول ۳۳۰ کو پھر اس پر مقدمہ چلا گیا اور حلاج پر
 تشدد کیا گیا وزیر نے حلاج سے کہا کیا یہ سچ نہیں کہ تو نے پہلے مہدی ہونے کا دعویٰ
 کیا تھا اور اب خدا ہونے کا مدعی ہے؟ حلاج نے کہا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ میں بھلا
 کچھ نہ کہتا ہوں، الوہیت کا دعویٰ کر سکتا ہوں، میں محض ایک معمولی آدمی ہوں اللہ کی
 عبادت کرتا ہوں روزہ اور نماز، اکثر انہوں اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا اسی مقدمہ
 کے دوران میں ایک دن ابو الحسن علی بن عیسیٰ نے جب حلاج کی بہت توبہ کی تو
 اس کو غصہ آگیا اور حلاج نے کہا بس اور آگے نہ بڑھنا ایک لفظ بھی منہ سے نہ
 نکلے، ورنہ میں زمین تجھ پر الٹ دوں گا علی بن عیسیٰ پیر سن کر ڈر گیا اور اس مقدمہ
 کی تحقیقات سے علیحدہ ہو گیا حلاج مقدمہ کے دوران میں کثرت سے یہ دعا پڑھتا
 تھا۔

سبحانک لا الہ الا انت عملت سوء و ظلمت نفسی فاعفونی فانہ لا یغفر
 الذنوب الا انت، یعنی پاک ہے تو اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے بدی
 کی ہے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔
 وزیر بہت لاچار ہو گیا اور حلاج پر کوئی جرم ثابت نہ کر سکا تو آخر اس نے جھلا
 کر کہا کہ حلاج کی ڈارمھی مونڈ کر خوب پیٹا جائے اور وجہ کہہ بل پر سولی باندھ کر زندہ
 اٹکا دیا جائے چنا چیمہ یہی کیا گیا، ایک منادی چلا کر کہتا تھا دیکھو قرامطہ کا پیغمبر یہی
 ہے کچھ دیر کے بعد حلاج کو اتار لیا گیا اور آٹھ برس سات مہینے آٹھ دن قید رکھا
 گیا پھر ۳ ذیقعد ۳۳۰ میں اس کو سولی دے دی گئی۔

اس تحقیقات پر یہ چند قری شبہات دارمہوتے ہیں
 (۱) حلاج سقاہ حیدرہ کے بستر پر گیا اور اس کا بیٹی اسکے ساتھ تھی کیا ایسا کسی سخت
 سے سخت بد معاش سے بھی ممکن ہے۔

(۱) حلاج کے ساتھ اس کاڑ کا کس جرم میں قید کیا گیا تھا؟

(۲) وزیر نے حلاج سے یہ کہا تھا کہ اول تو نے مہدویت کا دعویٰ کیا اب الوہیت کا مدعی بنے تو حلاج نے جواب دیا کہ میں نبوت والوہیت کا مدعی نہیں۔ امام مہدی امام ہوں گے نبی نہیں پھر یہاں نبوت کا کیا ذکر تھا؟

(۳) جب حلاج کو اس قدر پٹریاں پہنائی گئی تھیں کہ گھٹنوں تک پہنچ گئی تھیں تو وہ دوسرے قیدیوں کے کمرے میں کیوں کر جاسکتا تھا۔

(۴) مقدمہ نو برس تک جاری رہا اس زمانہ میں مقتدمات میں اس قدر زمانہ کا فرق ہوتا صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۵) وزراء و امراء جس شخص کے متعلق اس قسم کی سازش کرتے تھے اس کو جلد از جلد ٹھکانے لگا دیتے تھے۔

(۶) جس جماعت نے یہ اقرار کیا کہ وہ حلاج کی الوہیت کے قائل ہیں ان کی تنبیہ و سزا کا کچھ ذکر نہیں۔

(۷) منصور کے سولی پانے کی تاریخ ۲۵ ذی الحجہ ۳۲۹ ہجری ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں لیکن اس مضمون میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواجہ عبداللہ غفین نے قید خانہ میں منصور سے ملاقات کی مگر اس زمانے میں بروئے تاریخ خواجہ صاحب خور و سال تھے ان شبہات کے علاوہ مجھے منصور پر اور شبہات بھی ہیں (۸) تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ خواجہ عبداللہ خفیت جو ب منصور کی سولی کے نیچے پہنچے تو جان بحق ہو گئے یہ بھی بروئے تاریخ غلط ہے کیونکہ خواجہ صاحب کی وفات منصور کے واقعہ سے بائیس سال کے بعد ان کے وطن شیراز میں ہوئی۔

(۹) منصور کے متعلق تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ اس کا انا الحق کہنا اور اس پر سولی پانا دونوں غلط ہیں، مولینا خواجہ جامی نے بھی نفحات الانس میں لکھا ہے۔ ”بر حلاج سخنہائے دروغ گویند و کلمات نامفہوم و ناراستت بندند و کتابہائے مجہول و جہل پرے منسوب دارند“

(۱۰) حلاج کو بغداد میں سولی دینا بیان کیا گیا ہے لیکن حلاج کی قبر ہندوستان میں بمقام محمود بنکدر الہی آئی آسا میں ہے اس تحقیق نے انا الحق اور بغداد اور سولی علیٰ مجاہد لہذا نیاں حیدر آباد دکن جلد ششم ۱۹۴۲ء

وغیرہ کی بنیادی عمارت وغیرہ جہنائی گئی تھی سب کو منہدم کر دیا۔
انا الحق کہنے والے کے متعلق اور حلاج کے متعلق ائمہ طریقت کا فتویٰ :-

شیخ اکبر فصوص الحکم میں فرماتے ہیں

” حلاج کو تجلی ذات حاصل تھی اور افراد کا مقام رکھتا تھا “

اس پر خواجہ سید محمد بن جعفر کی حسینی صاحب بحر المعانی و بحر الانساب خلیفہ

خواجہ چراغ دہلوی لکھتے ہیں

” اس کو تجلی ذات کی ہوئی تو ہرگز انا الحق نہ کہتا اس لئے کہ تجلی ذات میں محبوبیت

مہوتی ہے اور محو کو کیا معلوم، میں کون ہوں کیا ہوں “

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ جو قول شیخ اکبر کی طرف منسوب ہے وہ حضرت شیخ

کا معلوم نہیں ہوتا کسی تحریف کرنے والے کی کارستانی ہے کیونکہ حضرت شیخ بڑے

فاضل اور ولی کامل تھے وہ ایسی کمزوریات نہیں فرما سکتے تھے، خواجہ کی نے جو اعتراض

کیا ہے وہ صحیح ہے

(۲) امام شعرانی نے طبقات کبریٰ میں حضرت غوث الاعظم کا قول نقل کیا ہے کہ

” حلاج سے لغزش ہو گئی تھی اور اس زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس کو سنبھال

لیتا “

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ یہ قول حضرت غوث پاک کا نہیں ہو سکتا اور نہ امام شعرانی

ایسے قول کو نقل کر سکتے تھے یہ بھی تحریف ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات کیا اپنے سلسلہ

کے بزرگوں کو ایسا ناقص اور ادنیٰ درجہ کا بتا سکتے تھے اس زمانہ میں خواجہ شبلی اور

خواجہ ابو العباس نہاد ندی جیسے اولیائے عظام موجود تھے جنکی کمالیت و علمیت کو

تمام اولیائے کرام نے تسلیم کیا ہے اور جو حضرت غوث پاک کے سلسلہ کے امام ہیں

اور ان کے دادا پیر خواجہ ممشاد علو کے مرشدوں سے ہیں

(۳) خواجہ جامی نے نغمات الانس و لواحق الارواح میں شعرانی کا بیان لکھا ہے

” زیادہ تر مشائخ نے حلاج کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو تصوف سے

کوئی لگاؤ نہ تھا “

(۴) فرائد السالکین میں بابا فرید الدین گنج شکر نے اپنے مرشد خواجہ قاضی العزیز

بختیار کاکی کا قول نقل کیا ہے

”اگر منصور حلاج کامل ہوتا تو ہرگز دوست کا بھید ظاہر نہ کرتا لیکن چونکہ کامل

نہ تھا اس واسطے دوست کے اسرار کو اس نے ظاہر کر دیا اور جان سے گیا۔“

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ یہ قول نہایت ہی کمزور ہے یہ قول حضرت بابا کا نہیں

ہو سکتا یہ بھی تحریر ہے کہ چونکہ اول تو انا الحق کہنا ثابت ہی نہیں دوسرے یہ کہ جو قول

مطلوبہ اتحاد کے عقیدہ کا نتیجہ ہے اور علماء اور صوفیاء دونوں کے نزدیک باطل

ہے وہ سراسر الہی نہیں ہو سکتا ہم نے اس پر کسی دوسری جگہ بحث کی ہے۔

(۵) خواجہ علی ہجویری نے کشف المحجوب میں لکھا ہے معراج کو صوفیائے

مناخرین نے قبول کیا ہے اور محض صوفیائے متقدمین نے اس کو مجبور کیا ہے تو

یہ اس کی بے دینی کی وجہ سے نہیں معاملہ کا مجبور اصلی مجبور نہیں ہوتا۔“

اس بیان پر چند اعتراض وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ اس میں کہا گیا ہے

کہ صوفیائے مناخرین نے منصور کو قبول کیا ہے۔ لیکن تذکرۃ الاولیاء میں ہے

کہ خواجہ جنید اور امام ابوالقاسم شیری نے اس کو قبول کیا ہے یہی خواجہ جامی

نے لفحات الانس میں لکھا ہے اور یہ دونوں حضرات صوفیائے متقدمین میں سے

ہیں دوسرے یہ کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر و خواجہ ابوالقاسم گرگانی و شیخ ابو علی ناریندی

و خواجہ ہمدانی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ منصور کے حال کے بارے میں متوقف

ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ حسین کا ان بالوں سے کیا مطلب

تھا یہ سب لوگ بھی صوفیائے متقدمین میں سے ہیں۔

شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری اشک نے فرمایا ہے کہ میں حسین کو مجبور

سے قبول نہیں کرتا (۱) مشائخ سلف نے اس کو قبول نہیں کیا (۲) اس کے

قبول نہ کرنے میں دین و شرع کی رعایت ملحوظ ہے مگر میں رو بھی نہیں کرتا

اور جو اسے قبول کرتا ہے اسے پسند کرتا ہوں۔“

خواجہ انصاری بھی صوفیائے متقدمین میں سے ہیں وہ گویا ایک

طرح پر اس کو قبول کر رہے ہیں اور اس میں یہ سمجھا گیا ہے کہ مشائخ

سلف نے ان کو قبول نہیں کیا یہ صحیح نہیں۔ جنید اور ابوالقاسم بھی مشائخ

متقدمین سے ہیں

(۴) حضرت مجدداً العین ثانی نے تحریر فرمایا ہے کہ غلبہ حال سے پہلے کفر اور اسلام میں تمیز نہ کرنا جس طرح اہل شریعت کے نزدیک کفر ہے اہل حقیقت کے نزدیک بھی کفر ہے اگر کوئی اختلاف ہے تو غلبہ حال کی صورت میں ہے اہل شریعت ایسے مغلوب الحال کو جو کفر و اسلام میں تمیز نہ کرتا ہو کافر جانتے ہیں اور اہل حقیقت کے نزدیک وہ کافر نہیں ہے ہی وجہ سے کہ فقہاء منصوصاً حلاج کو کافر بتاتے ہیں اور اہل حقیقت تکفیر نہیں کرتے تاہم یہ بھی اسے ناقص جانتے ہیں کا ملین میں سے ایک نجاشی کہتے ہیں انوار اللعین

راقم سطور کو اس بیان کے الحاقی ہونے کا بھی گمان ہے کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ اہل حقیقت اس کو کافر جانتے ہیں لیکن خواجه جامی نے لکھا ہے کہ اکثر مشائخ نے اس کو رد کیا ہے اور خواجه ابو یوسف جوڑی نے اس کو ساحر کہا ہے۔ سلطان المشائخ نے مردود کیا ہے۔ حضرات اہل حقیقت نہ تھے حلاج کے خلاف

لفات الانس میں خواجه جامی نے تحریر فرمایا ہے
”ربارہ ترمشائخ نے حلاج کو رد کیا ہے“

خواجه فرید الدین عطار تذکرۃ الاولیاء میں حلاج کے بیان میں لکھتے ہیں
”کہ وہ خواجه عمرو بن عثمان مکی کا مرید تھا“

خواجه عمرو مرید تھے خواجه ابو سعید خراسانی و حضرت جنید کے،
خواجه ابو یوسف مستند خلیفہ اعظم خواجه عمرو حلاج کے پیر بھائی، نے
حلاج کو سنا کر کہا ہے: ”اخبار الاخبار میں ہے کہ حضرت سلطان نظام الدین
اولیاء سے ابن منصور حلاج کی نسبت دریا فت کیا گیا تو فرمایا مردود ہے۔“

حلاج کے موافق

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے خواجه جنید اور خواجه ابو القاسم قشیری منصور کی
صحبت میں ملے بغیر ہیں خواجه ابو العباس عطاء اللہ شیخ عبداللہ خفیف، خواجه ابو القاسم
نہیر آبادی خواجه شبلی اور شیخ ابو العباس شریح اس کے ماننے والوں میں ہیں۔

اس بیان پر یہ اعتراض ہے کہ خواجه جنید بغدادی تو اس واقعہ سے بارہ سال پہلے وفات پا چکے تھے اور خواجه ابو العباس عطاء نے اس واقعہ سے ایک ماہ قبل وفات پائی ہے۔

ان تمام روایات و بیانات پر نظر کرنے سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔
 (۱) منصور نے انا الحق نہیں کہا
 (۲) منصور کے قتل پر عطاء نے فتویٰ نہیں دیا بلکہ وزیر نے خلیفہ سے اجازت لے کر قتل کرایا
 (۳) ایک منصور حلاجیہ فرقہ کا تھا جو قتل کیا گیا۔

تین منصور

تذکرۃ الاولیاء میں بہت سے متضاد و غلط بیانات کے بعد لکھا ہے حلاج کو ساحر یا حلول والا جانتا تحقیق کے خلاف ہے وہ ایک واحد تھا۔ حسین منصور حلاج ایک اور شخص تھا جس نے بلخ میں اس کی تقلید کر کے یعنی صوفی بن کر ظہور کیا تھا اور وہ مارا گیا تھا اس کا مذہب حلول تھا اور یہ منصور ولی کامل تھا شہر بغداد ملک فارس کا باشندہ تھا خواجه عمرو بن عثمان کی کامرید تھا وہ خواجه جنید اور خواجه سہیل بن عبد اللہ تستری وغیرہ کی صحبتوں میں مدتوں رہا تھا ایک حسین بن منصور محمد تھا جو محمد زکریا کا استاد اور ابو سعید قرطبی کا رفیق تھا وہ ساحر تھا شہزادہ اتریشی نے ایک اور اعتراف کیا ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ یہ حلولی انہوں نے کہاں سے ہم پہونچائی ہیں۔

”محمی الدین منصور حلاج خلیفہ جنید بغدادی تھا وہ ایک واحد تھا“

تبصر

حسین بن منصور حلاج بغدادی حضرت شیخ عمرو بن عثمان کے مرید تھے اور سچے صوفی تھے۔ ساسد وزیر نے سیاسی وجوہ پر ان کو قتل کرایا انہوں نے انا الحق وغیرہ کچھ نہیں کہا بخیریت کر سنے والوں نے منصور حلولی کے قتل کے واقعہ اور حالات کو حلاج کے واقعہ میں ملا دیا

کسی سچے صوفی نے انا الحق نہیں کہا نہ کوئی کہہ سکتا ہے انا الحق کہنے والے
 علی تذکرۃ الفقراء صفحہ ۱۸۱ الطایع لکھنؤ ۱۹۹۵

کی تمام اولیائے کرام نے مخالفت کی ہے جو شخص اس قسم کے الفاظ کہے وہ مونی مانی
اور دلی کامل نہیں ہو سکتا اور اپنی شریعت اور اپنی طریقت دونوں کے نزدیک کافر
ہے

بعض اور بزرگوں کے متعلق بھی قریب قریب اسی قسم کے الفاظ کہنا لکھا ہے
وہ سب دجل و فریب ہے

بہر حال معاملہ جو بحد ورجہ کا محدوش ہے تو ایسے شخص اور واقعہ کا ذکر کرنا
بھی اولی ہے اگر کسی بزرگ سے اس قسم کے کلمات کا کہنا ثابت ہو جائے تو وہ
بہر بزرگ معنوی ہے ایسے شخص کا قول و فعل لائق اعتبار و قابل تقلید نہیں بلکہ قابل
افسوس ہے کیونکہ اس کے کمال کا نقص ہے۔

خواجه شبلی رحمہ اللہ

بہدان کے قریب ایک موضع کرخ نام تھا یہاں ایک نو مسلم ترک خاندان آباد
تھا ان کے سردار کا نام ابودلف تھا جو خلیفہ ماروزن الرشید کا ہم عمر تھا کسی نامعلوم وجہ
سے اس خاندان نے موضع شبلیہ ترک کرکے اپنی علاقہ میں جو حصہ ملک ولایت فرغانہ کے
نام سے مشہور تھا یہاں سمرقند سے آگے ایک شہر آباد تھا اس کا نام امر و شہر تھا
اس شہر کے قریب موضع شبلیہ تھا جو نقل سکونت کی اس خاندان کے اکثر افراد
نے میدان جنگ میں دراد شجاعت دی، اس لئے سلاطین کی طرف سے ان
ممالک کی گورنری اس خاندان کو عطا ہوئی اس خاندان میں ایک شخص تھا
جو محمد شبلی مشہور تھا اس کا اسلامی نام یونس تھا یہ خلیفہ المتوکل باللہ کے
عہد میں حاجب الحجاب رعرعل بیگی کے عہدہ جلیلہ پر مقرر تھا جس کے
بعد ر کے لڑکا پیدا ہوا جعفر ابودلف نام اور ابوبکر کنیت قرار پائی یہی خواجہ
ابوبکر شبلی کے نام سے مشہور ہے

خواجہ شبلی کا خاندان مالکی مذہب رکھتا تھا خواجہ کو مرطی نام مالک حفظ یاد
مقی انہوں نے تیس برس حدیث، فقہ اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی جب فارغ
التحصیل ہو گئے تو خلیفہ نے ان کو نہادند کا گورنر مقرر کر دیا
خلیفہ المعتز باللہ ۸۹۲ھ میں کسی خوشی کے سلسلہ میں ایک دربار منعقد

کیا اس زمانہ میں مسیحی مصلحتی جس کو اب سامرہ کہتے ہیں بغداد کے قریب
 دارالسلطنت تھا، تمام صوبجات کے گورنر حاضر دربار تھے۔ سب کو خلعت عطا
 ہوئے سب خلعت پہنے ہوئے خلیفہ کے تخت کے روبرو ہو کر بیٹھے تھے
 کہ اتفاقاً ایک گورنر کو جھینکائی زور ناک سے ریزش ٹپکنے کو ہوئی وہاں
 اس کے پاس نہ تھا مجبوراً اس نے خلعت کے دامن سے ریزش کو صاف
 کر دیا یہ امر خلیفہ کو ناگوار ہوا اور کہا کہ اس نے ہمارے خلعت کی تکرہن کی لہذا
 فوراً خلعت اتروا لیا گیا اور اس کو معزول کر کے بہت لمبے عرصے کے ساتھ
 دربار سے نکلا دیا گیا اس واقعہ سے شبلی گورنر کو یہ خیال پیدا ہوا کہ دنیا کے
 ایک حکمران کے خلعت کی ذرا سی بے حرمتی کرنے کی اس قدر سخت سزا ہے
 تو جو شخص خداوند و الجلال کے عطا کردہ خلعت و حیات کی بے حرمتی کرے
 اور اس کو اعمال بد کی نجاست سے آلودہ کرے اس کو کسی قدر سزا ملے
 گی یہ خیال بجلی کی طرح شبلی کے دل و دماغ میں گوندا گیا اسی وقت گورنری
 سے استعفا دے دیا اور مرشد کامل کی تلاش میں سامرہ سے بغداد آئے
 یہاں حضرت شیخ خیر الساج کی زیادہ شہرت تھی انہیں کے پاس پہنچے
 شیخ نے اول ان سے توبہ کرائی پھر ان کو خواجہ حنیف کی خدمت میں بھیج دیا
 جب یہ خواجہ کے پاس پہنچے تو عرض کی لوگوں نے آپ کے پاس گھیر
 مراد کا پتہ دیا ہے آپ مفت عطا فرمائیں گے یا قیمت لیں گے؟ خواجہ
 نے فرمایا اگر میں فروخت کرنا چاہوں تو تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے
 مفت دوں تو تم کو اس کی قدر نہ ہوگی اگر جوان مردوں کی طرح اس بھرے
 پادیاں میں غوطہ لگاؤ اور صبر کے ساتھ انتظار کرو تو گوہر مراد ہاتھ آجائے
 گا اس کے بعد خواجہ نے فرمایا کہ نہاوند کے گورنر رہے ہو رعایا کے معاملہ
 تمہاری گردن پر ہیں ان کو اور ان کے یا معافی حاصل کر کے آؤ مرشد کے
 حکم سے یہ نہاوند پہنچے کسی کا حق ادا کیا کسی سے معاف کرالیا ایک شخص
 کا ایک درہم ان کے ذمہ واجب تھا اس کا کچھ پتہ نہ چلا یہ ہمیشہ اس
 کے نام پر خیر خیرات کرتے رہے اور ہمیشہ خائف و لرزاں رہے خواجہ حنیف

تھے ان کو خالقانہ کے درویشوں کی خدمت پر مامور کروایا یہ نہایت تن و رہی سے
 خدمات مفروضہ کو ادا کرنے کے لیے خواجہ نے ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا
 کیا کہ تمہارے نزدیک تمہارے نفس کا کیا مرتبہ ہے؟ انہوں نے کہا
 میں سب سے ذلیل ہوں خواجہ بہت خوش ہوئے اور کہا اب تمہارا
 ایمان درست ہوگا۔ ایک مرتبہ خواجہ نے ان سے دریافت کیا تم خدا کو کس
 طرح یاد کرتے ہو؟ اس طرح کہ مذہم میں اس کے یاد کرنے کی قابلیت
 ہے اور نہ اس ذکر کی صلاحیت ہے انہوں نے عرض کیا میں بحقیقت مجاز
 ہوں کہ اس قدر یاد کرتا ہوں کہ وہ بہ حقیقت حقیقت خود ہی میری طرف توجہ
 کرتا ہے (آیت کریمہ فاذا رونی اوکر کم۔ کا بھی یہی ارشاد ہے) خواجہ جنید بہ جواب
 سن کر پھر شک گئے، حضرت جنید نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ رسول کریم
 نے شبلی کی پیشانی پر ہاتھ دیا صبح کو شبلی سے دریافت کیا کہ تم کیا عمل کرتے
 تھے جس سے یہ مرتبہ حاصل ہوا، شبلی نے کہا میں بعد نماز مغرب دو نفل پڑھتا
 ہوں۔ اور ان میں اکثر یہ آیت پڑھتا ہوں (لقد جاءكم رسول من انفسکم) اس سے
 میں شبلی پہاڑ ہوئے سر پہ دل سے ان کو دار الشفا میں داخل کر دیا علی بن عیسیٰ وغیرہ
 کو جب ان کی علالت کی خبر ہوئی تو اس نے خلیفۃ المقتدر باللہ سے ذکر کیا
 وزیر اور بادشاہ دونوں عبادت کے لئے آئے، خلیفہ نے اپنے طبیب خاص
 کو جو عیسائی تھا ان کے علاج پر مامور کیا، طبیب ان کے حالات دیکھ کر متفق
 ہو گیا جب یہ صحت یاب ہو گئے تو ایک دن طبیب نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا
 کہ آپ کے علاج کے لئے میرے بدن کے گوشت کی ضرورت ہے تو میں
 اپنے بدن کا گوشت کاٹ کر دیتا حضرت شبلی نے فرمایا یہ باتیں میری دوا
 نہیں ہیں میری دوا اور یہی ہے طبیب نے کہا وہ کیا؟ فرمایا تو مشرف
 باسلام ہو جا طبیب فوراً مسلمان ہو گیا خلیفہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو
 کہا ہم نے مرین کے پاس طبیب کو بھیجا تھا یہ کیا خبر تھی کہ طبیب کے
 پاس مرین جارہا ہے

جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو جمعہ کے دن شرکت جماعت

کے لئے آدمیوں کے سہارا سے گئے جبکہ وقت اخیر پہنچا آپ نے فرمایا وضو کراؤ نماز پڑھو کر آیا اس نے دائرہ میں خلل نہ کیا تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خلل کرایا کہ آخر وقت تک یہ سنت ترک نہ ہو۔
 ہیں وفات پائی خواجہ شبلی عربی کے زبردست شاعر تھے خواجہ ابو علی دقاق وغیرہ بہشت سے اولیاء اللہ ان کے مرید تھے۔
 ”خواجہ احمد ابدالی بہشتی“

قصیدہ چشت کے رہنے والے تھے خواجہ ابواسحاق شامی کے مرید تھے
 شہید ہیں پیدا ہوئے شہید ہیں اپنے وطن میں وفات پائی قبر چشت میں ہے انہیں کی نسبت سے خاندان چشت مشہور ہے۔
 ”خواجہ ابوالنور سراج شہید“

عبداللہ بن علی نام ابوالنور کنیت لقب طاؤس القنبراء طوس کے رہنے والے تھے خواجہ ابو محمد مرتضیٰ کے مرید تھے خواجہ عثمان اور تمام بزرگوں نے ان کی تعریف کی ہے کتاب الملیح ان کی تصنیف ہے مشہور ہے خواجہ سری سقطی اور خواجہ سہیل تستری سے بھی انہوں نے ملحق کی

خواجہ ابو عبداللہ خفیف شہید

محمد نام شہزادگان شیراز میں سے تھے شہید ہیں پیدا ہوئے بعد تحصیل علم شیخ ادہم شہید و مرید خواجہ جنید کے مرید ہوئے شافعی المذہب تھے تصوف میں صاحب تصنیف تھے سلسلہ خفیفہ ان میں کمی قربت و سہولت ملتی ہے اسلام میں خاص طور پر ان کا نام آتا ہے شہید ہیں سلسلہ بزرگوارانہ پائی خواجہ ابوالعباس بن ہذاوندی ان کے خلیفہ تھے

داتا گنج بخش شہید

علی بن عثمان نام کنیت ابو حسن موصوف ہجویر (قرب غزن) کے باشندے تھے شیخ ابو الفضل بن عثمانی و مرید شیخ نصری بن خواجہ شبلی کے خلیفہ تھے مرشد کے حکم سے تبلیغ اسلام کے لئے قندھار آئے سید احمد ہیں وفات

پانی اہل پنجاب ان کو راتا گنج بخش کہتے ہیں
 امام قشیری ^{رحمۃ اللہ علیہ}

عبد الکرم بن ہواندن نام شیخ ابو علی وفاق کے خلیفہ تھے خواجہ ابو علی نادر علی
 ان کے خلیفہ تھے ^{رحمۃ اللہ علیہ} وفات پانی

عبد الملک نام ضیاء الدین اقیب، ابو المعالی کنیت اور امام الحرمین خطاب
 تھا، موضع جفریدہ (متصل پشاور) میں ^{رحمۃ اللہ علیہ} پیدا ہوئے مشاہیر علماء
 اور صوفیاء سے علم ظاہر و باطن حاصل کر کے مکہ معظمہ میں درس قائم کیا
 پھر مدینہ منورہ میں آکر سلسلہ درس جاری کیا اس لئے امام الحرمین مشہور
 ہوئے۔ وزیر نظام الملک محقق طوسی نے پشاور میں ایک مدرسہ قائم کیا
 تھا جس کو مدرسہ نظامیہ کہتے تھے اس نے امام الحرمین کو بلا کر اس کا صدر
 مدرس بنایا ^{رحمۃ اللہ علیہ} میں وفات پانی امام صاحب صوفیائے کبار اور
 علمائے کرام میں سے تھے آپ کی تصنیف بہت سی کتابیں ہیں
 حضرت غوث الاعظم ^{رحمۃ اللہ علیہ}

عبد القادر نام محی الدین لقب آپ کا پوری سلسلہ حضرت امام حسن سے
 اور نادر سلسلہ امام حسین سے ملتا ہے ^{رحمۃ اللہ علیہ} موضع جیلان و لوز
 طبرستان، میں پیدا ہوئے، اعجازہ سال کی عمر میں بغداد آئے اور علم
 حاصل کیا۔ بہت سے مشائخ سے فیض حاصل کیا۔ خواجہ ابو سعید خرمزی
 سے خرقہ خلافت پایا۔ جنابی مذہب تھے، فتوح العقب وغیرہ کئی کتابیں
 آپ کی تصنیف ہیں۔ چونکہ عبد القادر نام تھا اس لئے آپ کا سلسلہ قادریہ
 مشہور ہوا ^{رحمۃ اللہ علیہ} کو بغداد میں وفات پانی، غوث، ولایت کا ایک مرتبہ
 ہے گویا حکومت باطنی کا ایک عہدہ ہے چونکہ آپ اس کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز
 تھے اس لئے غوث الاعظم مشہور ہوئے اہل بدعت اس لقب کو لغوی معنی
 پر سمجھنے لگے

خواجہ عطار ^{رحمۃ اللہ علیہ}

محمد بن ابی بکر ابراہیم نام، فرید الدین لقب، پشاور کے قریب ایک

موضع میں پیدا ہوئے، عطاری کی دکان کرتے تھے اس وقت مشہور ہوئے،
حنبلی المذہب تھے۔ خواجہ محمد الدین بغدادی کے مرید تھے۔ ان کی تصانیف
کی تعداد میں اختلاف ہے، بڑے بھائی مصنف اور شاعر تھے ایک سنی
بوس کی عمر تھی تاتاریوں نے ان کو شہید کر دیا۔

خواجہ شہاب الدین سمرودی رحمہ

خواجہ شہاب الدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے،
رخسان عراقی (عجم) ان کے خاندان کا وطن تھا۔ ۸۰۰ھ میں پیدا ہوئے موضع سمرود
عراق عجم میں سکونت اختیار کی اپنے چچا شیخ و حید الدین سے خرقہ خلافت پایا شافعی
المذہب تھے چند کتابیں ان کی تصنیف سے ہیں، سلسلہ سمرودیہ ان کی نسبت
سے مشہور ہے شیخ سعدی ان کے خلفاء سے تھے، علماے حلب سے ان کی
مخالفت ہو گئی ان کے فتویٰ پر سلطان حلب الظاہر بن سلطان مملوح
الدین نے ان کو قتل کر دیا یہ واقعہ ۸۱۵ھ ہجری کا ہے

خواجہ سلطان الہند اجمیری رحمہ

معین الدین بن غیاث الدین نام، آپ حسن الحبیبی سادات سے ہیں
۸۴۰ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی ۸۵۰ھ میں والد ماجد
کی وفات کے بعد بخارا پہنچ کر مولانا حام الدین سے تکمیل علم کی اس زمانہ
میں شیخ عثمان کارونی کی بہت شہرت تھی یہ نامدن اقرب پیشاورد پہنچ
کر ان سے بیعت ہوئے چند ماہ بعد پیر کے ساتھ سفر حجاز کو گئے واپسی پر
بغداد، ہمدان اور اصفہان وغیرہ بہت سے مقامات کی سیر کی کرتے ہوئے
غزنی پہنچے پھر پیر و مرشا کے حکم سے بخرمن تبلیغ اسلام ہندوستان کی طرف
روانہ ہوئے۔ ظہور پہنچ کر داتا گنج بخش اور شیخ حسن زنجانی کے مرادات سے
فیض حاصل کیا وہاں سے دہلی آئے ۸۵۱ھ میں اجمیر پہنچ کر قیام فرمایا
بہت سے لوگ آپ کے دست حق پرست پر مشرت باسلام ہوئے آپ
کے خلفاء کی تعداد ۲۳ بیان کی گئی ہے ان میں زیادہ مشہور خواجہ قطب
الدین بختیار کاکی اور عینی حمید الدین ناگوری ہیں خواجہ صاحب نے ۸۳۳ھ

میں وفات پائی ۹۱۹ھ میں لوگوں کی نشان دہی سے آپ کے مزار کا نشان
نمایا گیا ۹۹۹ھ میں اکبر بادشاہ نے عمارت بنوائی
شیخ اکبر ابن عربی ۳۱ھ

محمد نام کنیت ابو عبد اللہ والوبکر لقب محی الدین اکبر و ابن عربی ۳۱ھ
میں ہسپانیہ کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ علی بن محمد مشہور
بزرگ تھے ظاہری المذہب تھے شیخ اکبر نے ابو العباس احمد بن محمد الحریف
سے اپنے وطن میں اور شیخ ابوبکر بن خلف و شیخ ابوالحسن بن بزیل سے اشبیلیہ
میں علم قرآن و فقہ و تفسیر و حدیث کی تحصیل کی شیخ ابن بشکوال و شیخ ابن یونس
و شیخ ابن عساکر و شیخ ابن جوزی مشہور محدثین سے بھی سند حدیث حاصل
کی۔ ابن رشد قرطبی سے فلسفہ حاصل کیا شیخ ابومدین الشیب المخری مراکش
سے مرید ہوئے ۹۵ھ مکہ معظمہ پہنچے یہاں حافظ جمال الدین ابو محمد یونس
بن یحیی العباس القصار و خلیفہ غوث پاک، سے مرید ہوئے پھر مصر و شام
وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے ۹۱۱ھ میں دمشق پہنچ کر قیام کیا اور قزوین
پہنچ کر نکاح کیا ۳۸ھ میں وفات پائی شیخ کثیر التصانیف تھے ان کی تصانیف
کی تعداد دین اختلاف ہے چونکہ ان کی تصانیف میں تحریف بہت کی گئی
ہے اس لئے ان پر بڑے بڑے محدثین و اولیائے کرام نے اعتراض کئے ہیں
ان کی کتاب فصوص الحکم کی ۲۷۴، شرحیں لکھی گئی ہیں، شارحین میں ہاد
مشہور مولانا جامی، خواجہ یار سنا اور امیر کبیر سید علی ہمدانی ہیں شیخ کی
تشریح ہیں یعنی ان پر جو اعتراضات و تنہات ہیں ان کی تردید میں
کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان معنی میں امام سیوطی و امام شعرائی
امام یافعی، امام حافظ ابن حجر عسقلانی بھی ہیں ہندوستان میں علماء
وصوفیائے حال میں مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی ان کی تشریح میں
ایک رسالہ لکھا ہے۔

”شیخ شمس تبریز (رحمۃ اللہ علیہ) کے بعد“

شمس الدین بن علاؤ الدین نام، تبریز اصل وطن تھا، ان کا خاندان

اسماعیلیہ متقا مگر یہ خود توبہ کر کے اہل سنت والجماعت ہو گئے اور اپنے وطن
 میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر ہاباکمال جندی کے مرید ہو گئے ازالہ بندہ بن
 کر بسر اوقات کرتے تھے اور اسی صنعت و تجارت کے سلسلہ میں سیاحت
 کرنے کے لئے نکلے اسی سوداگری کے سلسلہ میں سلاطینہ میں تو نبہ پور پہنچے
 اور برج فروشوں کی سرائے میں مقیم ہو گئے۔ لوگ ان کی طرف رجوع ہوتے
 شہرت سن کر مولانا روم بھی ملنے گئے، مولانا کے حریذ خاص سید سالار نے
 اپنی کتاب میں مولانا اور شمس تبریزی کی ملاقات کا بس اس قدر ذکر کیا
 ہے یہی قابل اعتبار ہے بعد کی کتابوں میں اس کی ملاقات کا قصہ بنا کر
 لوگوں نے مختلف طور پر بیان کیا ہے اس پر یقین کرنا مشکل ہے شمس کی
 ملاقات کا مولانا پر ایسا اثر ہوا کہ دس و تدریس چھوڑ کر ریاضت و محاہدات
 میں مشغول ہو گئے لوگوں کی یہ امر ناگوار گزرا اور اس پر اس قدر برہمی پیدا
 ہوئی کہ شمس کو خوف ہوا کہ کوئی ہنگامہ برپا ہو جائے اس لئے شمس نے
 سے دمشق چلے گئے کچھ دنوں کے بعد شمس نے مولانا کو خط لکھا مولانا نے
 جواب میں اپنے صاحبزادے سلطان ولد کو مدد عطا کر کے ایک ہزار اشرفی
 کے بھجا اور تاکید کی کہ شمس کو لے کر آئیں یہ قافلہ دمشق پہنچ کر شمس
 سے ملا شمس نے اشرفیوں کو دیکھ کر کہا کہ ان ریہوں کی ضرورت نہیں مولانا
 کا خط کافی ہے چند روز کے بعد شمس اس قافلہ کے ساتھ قریب آئے مولانا
 اور دیگر عمائد شہر نے بڑی رسوم و عمام سے استقبال کیا، کچھ دنوں کے بعد
 شمس نے مولانا کی کنیز کیمیا نام سے عقد کر لیا اس سے شمس اور مولانا
 کے صاحبزادے علاؤ الدین چلیپی میں رنجش ہو گئی، علاؤ الدین کے ساتھ کچھ
 اور لوگ بھی شریک ہو گئے، اس پر ہی سے شمس اس درجہ مجبور ہوئے کہ
 دمشق غائب ہو گئے پھر کچھ پتہ چلا یہ واقعہ ۸۳۳ھ کا ہے سید سالار نے
 اس قدر بیان کیا ہے، بعد والوں میں سے بعض نے لکھا ہے کہ شمس ناراض
 ہو کر تبریز چلے گئے وہاں سے پھر مولانا ان کو راضی کر کے لے آئے کتاب جو پھر
 مفیدہ میں ہے کہ شمس کو علاؤ الدین کی رنجش کی وجہ سے مولانا کے بعض پیروں

نے قتل کر دیا۔ لغات الانس میں ہے کہ خود علاؤ الدین نے قتل کیا عام طور پر مشہور ہے کہ شمس نے بھی ایا الحق کہا تھا، اس پر بادشاہ وقت نے ان کی زندہ کی کھال کھجوا کر اس میں بھروسہ بھر دیا تھا، بعض نے لکھا ہے کہ شمس نے رقم باد خانی کہہ کر مردہ زندہ کیا تھا، اس پر بادشاہ نے کھال کھجوائی۔

ملتان میں ان کا مزار ہے، صحیح وہی ہے جو سپہ سالار نے لکھا ہے کہ شمس روبروش ہو گئے پھر کچھ پتہ نہ چلا۔

شمس تبریز کے نام سے ایک دیوان ہے، صاحب ریاض العارفین نے لکھا ہے کہ مولانا نے شمس کے نام سے دیوان تصنیف کیا، ایک کلیات بھی شمس تبریزی کی ہے اس میں دیوان کے علاوہ قصائد بھی ہیں ان قصائد میں ایسے شعراء ہیں جو فرقہ اسماعیلیہ کے عقائد کے موافق اور اہل سنت کے خلاف ہیں، منشی محمد الہی فوقی لکھتے ہیں

”ایک کلیات اور ایک دیوان شمس تبریز کی تصنیف ہے شمس تبریز کے نام سے جو دیوان مشہور ہے وہ حضرت شمس تبریز کی تصنیف نہیں ہے یہ ایک فاعش غلطی ہے اور افسوس ہے کہ بدت سے چلی آتی ہے۔“

شمس تبریز کو بابا کمال جندی کا مرید لکھا ہے لیکن مجھے باوجود تلاشیں لیا جوار جندی، لقب سے کسی بزرگ کا پتہ نہیں چلا، بابا کمال جندی کا ذکر ہے لیکن شمس سے ڈیرہ جندی بعد گزرے ہیں شمس تبریز کا صحیح سلسلہ بیعت اس طرح ہے

شمس تبریز شیخ رکن الدین سخا سی عن شیخ قطب الدین ابهری عن ابوالخیر عبد القادر سرمدی
”شمس تبریز ملتانی“

اسماعیلیہ فرقے کے بدت سے داعی ہندوستان آئے ان میں زیات مشہور یہ حضرات ہیں پیر نور الدین گورکانی کا مزار ساری میں ہے (پیر محمد بن الدین ان کا مزار اوج میں ہے) پیر حسن کبیر ان کا مزار بھاؤ پور میں ہے پیر تاج الدین ان کا مزار سندھ میں ہے پیر شمس تبریز ان کا مزار ملتان میں ہے

فاطمی دعوت اسلام کے صلے پر ہے نزاریوں کے بہت سے داعی
ہندوستان میں آئے جن میں پیر شمس الدین تبریز بھی تھے شمس تبریز بھی ان کو کہا
جاتا ہے ملتان میں ان کا مزار ہے عوام ان غلطی سے حضرت مولانا رومی کا مرشد بھی
تصور کرتے ہیں

غالباً نور الدین کا لقب سید سعادت بھی تھا ان کو عام طور پر نور کہتے تھے پیر
صدر الدین وغیرہ سے کئی صدی قبل آئے تھے اسی سلسلہ میں عبدالوہاب بن
اسماعیل صوفی اور محمود بھی تھے یہ ساتویں صدی ہجری میں گزرے ہیں۔
پیر صدر الدین

یہ پیر شمس کے ہمراہ آیا تھا اس نے کہاروں اور سناروں کو مسلمان کر کے
شمس مت بنایا جس قدر آغا خانی خوجے ہیں وہ سب صدر الدین کی کوشش سے
مسلمان ہو کر اسماعیلی بنے صدر الدین نے اپنا ایک نام ہندوستانی بھی رکھا تھا اور
یہ عقیدہ قائم کیا تھا کہ حضرت علی وشفو کے دسویں اوتار تھے وہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو برہما اور آدم علیہ السلام کو شیو کہتا تھا اس کی تہذیب ایک
کتاب و سار تا نام سے یہ خوجیوں میں مقیم سمجھی جاتی ہے
امام الدین

سلسلہ میں ادھر پنجاب میں آیا وہاں سے گجرات پہونچا اس نے اپنا
فرقہ علیحدہ بنایا امام شاہی نام رکھا اس کا سجادہ نشین ایک ہندو مہنت تھا
اس کے متقدموں کا ہر مسلمان پیر ان کو مومن کہتے ہیں اور جو بظاہر ہندو اور
بہ باطن مسلمان ان کو گیتی کہتے ہیں اس فرقہ کو مت پیغمبی بھی کہتے ہیں اس کے
مرشد موزعہ شاہ نے ایک کتاب تہذیب کی تھی اس کا نام سیدہ بنتی ہے۔
خواجہ گنج شکر سلسلہ

مسعود بن سلیمان کابلی نام، فرید الدین شکر گنج لقب سید صنع کوہی مال
و متھل پاکستان پنجاب میں پیدا ہوئے، بعد تھمیل علم خواجہ قطب الدین بختیار
کاکا کے سرید ہوئے، ایک مرتبہ اپنے مرشد کے ساتھ یہ اپنے دادا پیر خواجہ جہیری
کی خدمت میں حاضر ہوئے، خواجہ صاحب نے ان کو دیکھ کر خواجہ قطب الدین

سے فرمایا

”قطب الدین بسیار شہباز بلند پرواز بدست آوردی“

۶۶۶ھ کو پاکپٹن میں وفات پائی، سلطان نظام الدین اولیاء اور خواجہ علاؤ الدین صابر کلیری ان کے خلیفہ تھے خواجہ گنج شکر اردو زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے۔

قاضی حمید الدین ناگوری ۶۷۸ھ

قاضی حمید الدین بن قاضی عطاء اللہ ناگوری خواجہ شہاب الدین بہروردی کے خلیفہ تھے

خواجہ صابر ۶۷۹ھ

علی احمد علاؤ الدین سید عبدالرحیم بن عبدالسلام نام و حضرت غوث پاک کے پر پوتے تھے ان کی والدہ ماجدہ عرف بی بی خاتون جمیلہ خواجہ گنج شکر کی بہن تھیں ۷۵۵ھ میں پیدا ہوئے، بعد تحصیل علم ۸۳۷ھ میں اپنے ماموں خواجہ گنج شکر کے پاس پہنچے ۸۳۷ھ میں ان کا عقد ہوا ۸۳۷ھ میں خواجہ گنج شکر کے مرید ہوئے ۸۳۷ھ میں فرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے ۸۳۷ھ میں وفات پائی خواجہ شمس الدین ترک ان کے خلیفہ تھے سلسلہ چشتیہ صابریہ ان کی نسبت سے مشہور ہے، کلید متصل رکھی، میں الکا مزار ہے، بعض مصنفین نے اس امر سے انکار کیا ہے کہ وہ خواجہ گنج شکر کے مرید اور خلیفہ تھے شاہ خلیل الرحمن جمالی سہروردی نے اپنی کتاب آئینہ حقیقت نمایں سے اس کے وجود ہی کا انکار کیا ہے لیکن خواجہ گنج شکر مکتوب سر الصبوت نام میں ان کے بیعت ہونے کا ذکر ہے اور خواجہ ابوالقاسم گرگانی نے اپنی تاریخ طرب نامہ اور خواجہ اشرف جہانگیر سمنانی نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ خواجہ گنج شکر کے خلیفہ تھے

مولانا روم

محمد نام، جلال الدین لقب، عرت مولانا روم، ان کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے ان کے والد کا نام محمد اور لقب بہاؤ الدین تھا ان کے دادا کا نام بھی محمد تھا اور لقب حبیب تھا، وطن بلخ تھا۔

حسین بڑے صوفی اور مشہور فرید گتھے ان کی شادی محمد خوارزم شاہ خراسان کی بیٹی سے ہوئی تھی شہزادی کے بطون سے بہاؤ الدین پیدا ہوئے۔ بہاؤ الدین ننہیاں کی وجہ سے اکثر خراسان میں رہتے تھے کبھی کبھی بلخ آجاتے تھے بہاؤ الدین کی شادی کے بعد سلسلہ میں مولینا پیدا ہوئے، بہاؤ الدین کی وجہ سے سلسلہ میں خراسان سے نیشاپور آگئے یہاں خواجہ فرید الدین عطار ان سے ملنے آئے نیشاپور سے بغداد آئے اور کچھ دنوں قیام کر کے حجاز چلے گئے وہاں سے شام ہوتے ہوئے زنجان آئے وہاں سے آق پہونچ کر ایک سال قیام کیا

وہاں سے لارندہ آئے، یہاں سات برس ٹھہرے یہیں اٹھارہ برس کی عمر میں مولینا کی شادی ہوئی اور یہیں سلسلہ میں مولینا کے صاحبزادے سلطان ولد پیدا ہوئے۔ پھر بہاؤ الدین لارندہ سے قونہ آئے اور یہیں ۷۲۸ھ میں وفات پائی مولینا نے اپنے والد اور ان کے مرید سید برہان الدین سے علم حاصل کیا سلسلہ میں مولانا حلب چلے آئے اور مدرسہ حلاویہ میں داخل ہو کر تحصیل علم کرنے لگے وہاں سے دمشق آکر تکمیل علوم کی مولینا چالیس برس کی عمر تک تحصیل علم میں مشغول رہے، مولینا کی مثنوی مشہور ہے چھ دفتر نو ضرور مولینا کے ہیں۔ ساتویں کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مولانا کی تصنیف ہے بعض کہتے ہیں کسی اور شخص نے لکھ کر مولینا کے نام سے مشہور کیا ہے تحریف و تصرف سے کوئی دفتر خالی نہیں۔ مولینا کے

نام سے ایک دیوان بھی مشہور ہے لیکن مولینا کا مرید خاص سپہ سالار ان کی تصانیف میں اس دیوان کا ذکر نہیں کرتا مولینا کو شمس تبریز سے محبت اور عقیدت تھی شمس تبریز مدت تک مولینا کے پاس رہے ان کے متعلق بہت سی بے سرو پا باتیں مشہور ہیں صحیح اسی قدر ہے جو سپہ سالار نے لکھا ہے جس کا ذکر ہم شمس تبریز کے بیان میں کر چکے ہیں مولینا نے سلسلہ میں وفات پائی۔

سید جلال الدین سرخ سلسلہ

سید جلال الدین نام ابوالموید سید علی کے فرزند تھے ان کی دائرہ شاہ محمودی

تو ان کی بیٹی تھی سید جلال الدین بنایت حسین اور سرخ سفید رنگ کے آدمی
 تھے، حیرت غالب تھی اس لئے جلال سرخ مشہور ہوئے ۷۵۰ھ بمقام انج پنجاب
 میں پیدا ہوئے، ان کے لقب بہت سے ہیں، شبیر شاہ، پیر سرخ، شریف اللہ
 ابوالہرکات، ابوالحد، سید بزرگ، مخدوم اعظم، جلال اکبر، عظیم اللہ، جلال سرخ،
 خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مرید و خلیفہ تھے ۷۹۰ھ میں انج میں وفات
 پائی۔

امام بیضاوی ۷۹۰ھ

ابو سعید ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی۔ شافعی مذہب تھے شبیراز کے
 کے قاضی تھے۔ آخر ترک دنیا کر کے شیخ محمد بن محمد تختانی کی خدمت میں رہے۔
 اور مرشد کے حکم سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جو بہت مشہور و مقبول ہے ۸۱۷ھ میں
 وفات پائی۔

سلطان المشائخ ۸۲۵ھ

محمد بن احمد سید بخاری نام لقب نظام الدین سلطان المشائخ اور محبوب
 الہی ۸۲۵ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے چودہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ
 ہوئے ۸۵۲ھ میں دہلی آئے ۸۵۸ھ میں بابا فرید شکر گنج سے مرید ہوئے ۸۵۸ھ میں
 خلافت پائی ۸۵۸ھ میں وفات پائی، سلسلہ چشتیہ نظامیہ انہیں کی نسبت سے
 مشہور ہے ان کا مزار موضع عنایت پور (متصل دہلی) میں ہے اب اس کا نام ہی
 نظام الدین اولیاء ہو گیا ہے یہی نام ریلوے اسٹیشن پر لکھا ہے
 سلطان المشائخ کے متعلق لکھا ہے۔

”چوں عمر عزیز سلطان المشائخ بہ ہشتاد کشید ہر اس کے پنج وقت نماز یہ جہت
 جوعت خانہ کہ عمارتیں زلیس رفیع است فرد آدم سے“

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی ان کے خلفاء میں زیادہ مشہور ہیں
 خواجہ چراغ دہلوی ۸۵۸ھ

نصیر الدین بن سید محی بن سید عبداللطیف نام چراغ دہلوی، لقب سید
 عبداللطیف ہندوستان میں آکر لاہور میں مقیم ہوئے یہاں سید محی پیدا ہوئے

سید بکلی آخر میں اور وہ گئے یہاں نصیر الدین پیدا ہوئے تھے چچا بکلی بہت سے بکلی
 بکلی کو دہلی آئے اور سلطان المشائخ کے مزید بڑے سلطان المشائخ منشاخ
 بنائے تھے۔ دروغ مزید کو کوئی اثر نہ ہوا۔ لیکن خود مزید منشاخ و اموی
 کہ لکھنے کے یہ ناچار تھے سلطان المشائخ بن کر فرماتے تھے نصیر الدین شیخ کتب
 کے سیکھتے ہیں وفات پائی۔ دہلی کے قریب مزار ہے یہ مقام اب چچا بکلی
 کے نام سے مشہور ہے۔

شاہ ترمذی رحمہ اللہ

اسلام الدین نام خلیفہ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی (مزید خواجہ صابر)
 ان کے پیر نے تر بانی خطاب دیا، کثرت استعمال سے تر بانی ہو گیا۔
 میں وفات پائی مزار لاہور میں ہے۔

شیخ حمید الدین ناگوری، خلیفہ خواجہ حمیری خواجہ صاحب نے انہیں
 سلطان التارکین خطاب دیا۔

محمد بن محمد البخاری نام بہاؤ الدین لقب محرم شمس الدین بمقام قنبر عارف
 پیدا ہوئے، جنہیں اللہ عز و جل نے ان کا ہمیشہ کنواری بانی اور پھول بوٹے بنانا تھا اس
 لئے لقب شمس مشہور تھے، خواجہ محمد بانی خراسانی اور خواجہ امیر سید کلاں کے مزید تھے شیخ
 الاول شمس پیر وفات پائی مزار نواز شریف قنبر عارفان کے قریب ہے ان کی نسبت
 سے خاندان نقشبندیہ مشہور ہے خواجہ محمد بانی اور خواجہ علاؤ الدین عطار ان کے
 خلفاء ہیں اسرار مشہور ہیں۔

نور الدین نعمت اللہ بن سید عبد اللہ بن ابوبکر نام سترہ واسطوں سے ان کا نسب
 امام اقرہ صلی علیہ وسلم سے رجب نقشبندی میں لکھا ہے میں پیدا ہوئے شیخ رکن الدین شیرازی
 شیخ شمس الدین کی، سید جلال الدین خوارزمی اور قاضی عہد الدین سے تحصیل علم کی۔
 امام عبد اللہ ناصفی سے چوبیس سال کی عمر میں مرید ہوئے ۷۳۲ھ میں ماہان من وفات
 علیہ امام عبد اللہ ناصفی شمس خاندان قادریہ میں مزید تھے دہلی آکر خواجہ چرخ زبوری سے فیض حاصل
 کیا اور تمام خاندانوں میں اجازت پائی۔

پائی جذت الفردوس تاریخ وفات ہے، ایک مصنف نے سن وفات ۱۲۲۷
 مادہ وفات ر عارف اسرار وجود لکھی ہے سلطان احمد یحییٰ دکنی ان کا مرید تھا اس نے
 اپنے آدمی بھیج کر ہزار و گنبد تعمیر کرایا، ان کی قبر لہلہ علاقہ کشمیر میں جس سے حریفینا
 مصنوعی ہے ان کی تصنیف سے تین سو کتابیں مشہور ہیں جن کو ایرانیوں نے
 ان کی وفات سے عرصہ دراز کے بعد مرتب کیا ان میں ایک دیوان بھی ہے اس
 میں بارہ ہزار اشعار ہیں پہلا شعر یہ ہے

خوش بگو اسے یار بسم اللہ بگو ہر چہ جوئی بسم اللہ بخو

(منقول از تاریخ یزدونگارستان کشمیر وغیرہ وغیرہ ۱۲۵۰)

شاہ محمد غوث سنہ ۱۲۹۷ھ

حمید الدین محمد نام، غوث نقب سید قیام الدین ابن سید معین الدین قنجا
 جوہوری کے فرزند تھے ان کا خاندانی سلسلہ سادات نیشاپور سے تھا جوہوری سے ان کے
 والد نے نقل سکونت گوالیار کی طرف کی۔

شاہ محمد غوث نے بعد تحصیل علم بابا حضور شاہ ظہور الحق اور حاجی حضور
 عرف حمید و بزرگوں سے تحصیل علم باطن کی اور خاندان شطاریہ میں خلافت حاصل
 کی، حاجی حمید خلیفہ تھے شیخ مازن کے، وہ خلیفہ تھے شیخ عبداللہ شطاری کے۔
 شاہ غوث متبحر فاضل اور شیخ کامل تھے ان کی تصنیفات میں، کچا لہیات
 وغیرہ چند کتابیں خاص طور پر مشہور ہیں، شاہ غوث کے عملیات مشہور ہیں اور اس
 فن میں ان کی تصانیف بھی ہیں مگر کوئی تصنیف تحریف سے خالی نہیں اور کئی کتابیں
 تصنیف کرنے والوں نے خود تصنیف کر کے ان کے نام سے مشہور کر دی ہیں۔
 ہمالیوں بادشاہ ان کا مرید تھا اکبر بادشاہ بھی معتقد تھا یہ اکبر کے پاس آکر وہیں
 آئے تھے یہیں وفات پائی لیکن ان کے ورثاء تلاش اپنے وطن گوالیار کرے
 گئے وہیں دفن ہوئے۔

اسی برس کی عمر میں سنہ ۱۲۹۷ھ ہجری میں انتقال کیا، شاہ صاحب کے

بارہ بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام عبداللہ عرف بڑے صاحب

محقق۔

تاریخ یزدونگارستان کشمیر وغیرہ قاضی ظہور الحق ناظم سیدار

شاہ وحید الدین گجراتی ان کے خلیفہ تھے خواجہ خاتون گوالیاری اور شیخ
حمید سنبھلی ان کے مریدوں میں سے تھے۔ شیخ منور چشتی راگرہ، خلیفہ خواجہ خاتون
مشہور بزرگوں میں سے تھے، ان کے عہد میں ایک مصنوعی ولی مشہور ہوا
تھا اس کا لقب خواجہ کمال بیابانی تھا یہ لوگوں کو کرامت دکھاتا تھا آخر اکبر بادشاہ
کو اس کے مکر کا حال معلوم ہو گیا، بادشاہ نے اس کو دریا میں ڈبوئے جانے
کی ہزاردی، اس کے بیٹے نے بھکر پہنچ کر مکر کا حال پھیلایا اور اپنے آپ کو ابدال
مشہور کیا۔

خواجہ جامی رحمہ اللہ

عبدالرحمن نام، نور الدین لقب، اعظمیان کے محلہ دشت کے رہنے والے
تھے لیکن ان کی ولادت قریب کے موضع جام میں سال ۸۰۰ھ کو ہوئی وہ خواجہ
عبداللہ احرار کے خلیفہ تھے ان کی تصانیف کی تعداد دہم (۱۰) ہے سال ۸۰۰ھ میں وفات
پائی۔

نام سیوطی رحمہ اللہ

عبدالرحمان بن ابوبکر کمال بن محمد بن سابق الدین بن عثمان نام ابوالفضل کنیت
جلال الدین لقب، اسبوط (علاقہ بصرہ) کے رہنے والے تھے سال ۸۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔
شیخ الاسلام علم الدین بلقینی اور بہت سے ائمہ سے علم ظاہری و باطنی حاصل کیا
ان کی تصانیف کی تعداد پانسو ہے ان میں (۱۹) کتابیں حدیث کے متعلق ہیں
وہ قرآن مجید کی تفسیر میں ہیں ایک کا نام اتقان اور دوسری کا نام درمنثور ہے
انہوں نے بڑی محنت اور تلاش سے حدیث کا ذخیرہ جمع کیا مگر صرف جمع کرنے
سے غرض رکھی، حدیثوں کی جانچ نہیں کی اسلئے ان کو حاطب اللیل و الذیجر سے ہیں
لکڑیاں جمع کرنے والے کہا جاتا ہے لیکن درحقیقت ان کا مسلمانوں پر یہ بہت بڑا
امان ہے کہ ہر قسم کی تدلیس جمع کر دیں ان کی روایات کو جانچ کے بغور
کہا جاتا ہے ان کی تصانیف میں تحریف بھی ہوئی ہے سال ۸۰۰ھ میں وفات
پائی۔

”خواجہ قطب الدین بیارل“

سید الشہید محمد بن پیدا ہوئے ہارنواز دہلیا تھے لیکن اقلیت انصار و شیعہ
 کے شائبہ کچھ مثل چشم و بزرگے ایمان کر دیتے تھے اس لئے دہلیا دہلی مشہور تھے
 ذکر غوثیہ کے عامل تھے اس لئے سرانداز بھی کہتے تھے یعنی بوقت ذکر سر جسم سے
 علیحدہ ہو جاتا تھا ان کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے خواجہ قطب الدین چناور
 عن سید نجم الدین قلندر عن سید شہر علی عن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی شہید
 وفات پائی جون پور میں ہزار چھ

امام شعرانی رحمہ

عبدالوہاب بن احمد شعرانی نام محمد بن عصفیہ کی نسل سے تھے مشافعی المذہب
 تھے، ان کا سین ولادت تحقیق نہیں ہو سکا، کچھ برص کی عمر میں تحصیل علم کے لئے
 مصر گئے اور بہت سے شیوخ سے مثل شیخ ابراہیم الدین، امام جامع عمری، شیخ
 شمس الدین الدیلمی، شیخ نور الدین الجارمی، ملا علی الجہمی، شیخ
 علی القسطلانی، قاضی زکریا، شیخ شہاب الدین آمل وغیرہ سے علم حاصل کیا اور امام
 سیوطی سے فیض باطنی حاصل کیا سلسلہ میں وفات پائی، کثیر التصانیف تھے ان کی
 تصانیف میں لمواقع اللوار اور کبریت احمدیہ بارہ مشہور ہیں

شیخ سلیم چشتی رحمہ

سلیم نام تھا شیخ سلیم مشہور ہیں، ان کے والد کا نام بہاؤ الدین اور والدہ کا
 بی بی احمد تھا خواجہ گنج شکر کی نسل سے تھے بقول اکثر مورخین سلسلہ میں اور قبل
 بعض سلسلہ میں بمقام فتح پور سیکری مناع اگرہ پیدا ہوئے پچیس برس تک ہو گئے تھے
 ان کے بڑے بھائی شیخ موسیٰ نے ان کی پرورش اور تربیت کی اور خرقہ خلافت
 عطا کر کے بعد ازاں وہ عازم حرمین الشریفین ہوئے وہاں خواجہ ابراہیم چشتی سے
 خرقہ پایا کئی سال حرمین میں مقیم رہے عرب و عجم کے بہت سے بزرگوں
 نے ان سے فیض اور خرقہ خلافت پایا منجملہ ان کے شیخ رجب علی ستولی روضہ
 منورہ مدینہ شریف بھی تھے پھر ہندوستان آکر اصلاح خلق میں مشغول ہو گئے
 اور بہت سے بزرگوں کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ منجملہ ان کے شیخ یعقوب
 کشمیری بھی تھے اکبر بادشاہ کا بیٹا جہانگیر بادشاہ ان کی دعا سے پیدا ہوا۔ اسی وجہ سے

ان کا نام سلیم رکھا گیا، کبر اور جاناگیر کو ان کے لئے کمال عقیدت تھی، ۹۷۹ھ میں وفات
پائی کبر اور شاہ نے مقبرہ تعمیر کرایا۔

سلسلہ طریقت
شیخ سلیم چشتی بن شیخ موسیٰ بن شیخ بہاؤ الدین بن شیخ بدر الدین بن شیخ سلیمان
بن شیخ آدم بن شیخ معروف بن شیخ ابو ذر بن شیخ بدر الدین بن سلیمان بن خواجہ شیخ فرید
الدین گنج شکر ان کے دو مرید تھے مرشد خواجہ ابراہیم چشتی کا سلسلہ یہ ہے خواجہ ابراہیم
بن شیخ محمد بن شیخ احمد بن شیخ ابوالسحاق بن شیخ محمد بن خواجہ فضیل بن عیاض بن
خواجہ ابراہیم ان کا یہی سلسلہ نسب ہے ان کو ابراہیم شاہی اور ابراہیم عرب بھی کہتے
تھے۔

کبیر سلسلہ
یہ کبیر جو لائے مشہور ہیں شیخ تقی جانک کے مرید تھے یہ بھی جو لائے تھے اور
شیخ سلیم چشتی کے خلیفہ تھے موضع گور اور گورگوہر میں وفات پائی، ایک بھٹان
بجلی خاں نام ان کا مرید تھا اس نے مزار تعمیر کرایا، گور و نانک ان کے معتقدین
ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ یہ وہی کبیر ہیں جن کو ہندو کبیر داس کہتے ہیں اور ہندو
مذہب کی ایک شاخ کبیر بھی ان کی طرف منسوب ہے اور خواجہ بابا فرس والی
بنارس نے بنارس میں ان پھولوں پر ایک ہندو تعمیر کرایا جن کو کبیر جوترا کہتے ہیں،
ہندو کہتے ہیں کہ یہ ایک برہمن کی لڑکی کے فرزند تھے ایک مسلمان جو لائے تھے ان کو
پرورش کر لیا تھا اور راماتند کے چیلے تھے میرے خیال میں کبیر جو لائے اور کبیر داس ہندو
علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں چونکہ یہاں گور و نانک کا ذکر آیا ہے اس لئے ان کے متعلق
بھی کچھ تفصیل کی ضرورت ہے، ہندو گور و نانک کو ہندو مانتے ہیں اور یہ سناہ مذہب
کے بانی سمجھے جاتے ہیں، بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ یہ مسلمان تھے اور کبیر
جو لائے کے مرید تھے اس خیال کو اس امر سے تقویت ہوتی ہے کہ گرو صاحب
نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی طرح کی ہے اور ان کے کلام
میں توحید کی تعلیم ہے اور سناہ مذہب کی کتاب گرتھ میں بابا فرید الدین گنج
شکر رحمہ اللہ شیخ الاسلام حصہ اول صفحہ ۱۷ مطبوعہ امرتسر میں بیانگ مندرجہ آگے

شکر اور شیخ علیم کے دوست بھی شامل ہیں اور ان دونوں بزرگوں سے سکھوں کو عقیدت ہے۔ بابا فرید الدین سے عقیدت کی نئی وجہ ہیں اول یہ کہ کبیر جولاہا جن کو ان کا مرشد کہا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے لکھا ہے وہ ہشتیمہ سلسلہ میں تھے دوسرے یہ کہ صاحب قاموس المشائیر نے لکھا ہے کہ گرو صاحب نے شیخ حسن درویش سے بھی فیض حاصل کیا ہے شیخ حسن محمد بھی چشتی تھے، ان کا سلسلہ طریقت اس طرح بابا فرید سے ملتا ہے حسن محمد عن شیخ جمال الدین عرف چمن عن شیخ محمود داجن عن شیخ علیم الدین عن شیخ سراج الدین عن شیخ کمال الدین عن خواجہ نصیر الدین دہلوی عن سلطان الشیخ نظام الدین عن بابا فرید الدین گنج شکر

شیخ علیم الدین جن کا کلام گرتھ صاحب میں شامل ہے شیخ علیم الدین جالندھری ہیں ان کا سلسلہ طریقت بابا فرید تک اس طرح پہنچتا ہے شیخ علیم الدین عن شیخ محمد سعید عرف میراں بیگ عن شاہ ابوالدین عن شیخ محمد صادق عن شیخ ابی سعید عن شیخ نظام الدین بلخی عن شیخ جلال الدین تنہا پوری عن شیخ شمس الدین ترک عن شیخ علاؤ الدین صاحب عن بابا فرید الدین

بعض کا خیال ہے کہ گرو صاحب نے حسن بودا مجذوب سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔

مادھو لال حسین سلسلہ

حسین نام لاہور کے رہنے والے تھے ان کے دادا کس رائے نام بہاول بادشاہ کے عہد حکومت میں مسلمان ہوئے وہ حسین شاہ بہاول قادری کے مرید تھے ایک ہندو لڑکے مادھو نام پر عاشق ہو گئے بے خود ہو گئے یا مجذوب ہو گئے اس لئے مادھو لال حسین مشہور ہوئے سلسلہ ہجری میں وفات پائی ان کا مزار لاہور میں موضع باغیاں پورہ کے قریب شالافار باغ کے راستے میں ہے بڑی دھوم دھماکا عرس ہوتا ہے

سعید محمد سلسلہ

سعید محمد پوری عن شیخ دانیال عن راجے حامد شاہ عن حاتم الدین عن بکپوری عن نور الدین قطب عالم بنگالی عن شیخ علاؤ الدین انہوں نے بہار میں

کا دعویٰ کیا تھا، چنانچہ ہندوی مذہب حیدر آباد کن اور پالمن پور وغیرہ میں جاری ہے مگر صحیح روایت یہ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر تائب ہو گئے تھے

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

احمد نام، بدرالدین لقب ابوالبرکات کینیت، سلسلہ بمقام مہرند لائب سرہند مشہور ہے، پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی پھر اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد چشتی رخیلفہ خواجہ عبدالقدوس گنگوہی، سے علم حاصل کیا سب لکھو گئے وہاں مولینا کمال الدین کشمیری سے علم معقول پڑھا حدیث خواجہ عمیر فی کشمیری سے حاصل کی سترہ برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو کر اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اور ان سے سلسلہ چشتیہ قادریہ میں خلافت حاصل کی ان کا والد سلسلہ قادریہ شاہ کمال کینٹھلی کے مرید تھے، باپ کی وفات کے بعد فریضہ حج ادا کرنے کیلئے چلے راستہ میں دہلی میں خواجہ باقی باللہ سے مرید ہوئے خواجہ صاحب نے ان کے متعلق اپنے ایک دوست کو خط لکھا،

شیخ احمد نام روایت از سرہند کثیر العلم وقوی العلم روزے چند فقیرا و نشیت و برخاست کرد عجائب بسیار از و مشاہدہ نمودم ہاں ماند کہ چہ رخے شود کہ عالمیان از روشن شوند

جب انہوں نے بدعات مردہ پر سختی سے دائر گیری کی تو ایک امیر نے جہانگیر بادشاہ سے کہا کہ عجیب نہیں یہ شخص خروج کرے بادشاہ نے ان کو طلب کیا یہ گئے لیکن حسب رواج دربار سجدہ نہ کیا بادشاہ نے برہم ہو کر ان کو تید کر دیا آخر ان کے کمالات باطنی پر آگاہ ہو کر چھ مہینے کے بعد راکر دیا سلسلہ میں وفات پائی نزار سرہند میں ہے اولیاء اللہ کے جو مراتب و درجات ہیں ان میں مجدد بہت بڑا مرتبہ ہے انہوں نے اپنے فرزند ثالث خواجہ معصوم الملقب بہ عروۃ الوثقی کو اپنا جانشین قرار دیا تھا خاندان مجددیہ انہیں کی نسبت سے

مشہور ہے

شیخ سرہند سلسلہ

ہر ملک کے حالات اشیاء ملک ہوتا ہے ہنگال کے جزائر میں مولوی عبدالوہاب
 نے لکھے ہیں۔ ہندوستان میں ہر ملک کا ذکر ہے اس کا مصنف شمس کو دکن میں محمد
 سرمد سے ملا تھا۔ طاہر نصیر آبادی کے تذکرہ میں بھی محمد کا ذکر ہے یہ تذکرہ سرمد
 کے قتل سے بارہ تیرہ سال بعد لکھا گیا ہے اس میں قتل کا واقعہ مذکور ہے
 تذکرہ سرمد اور انجمن مصنف شیر خان مولوی شمس الدین ہیں ان کا ذکر ہے یہ
 تذکرہ سرمد کے قتل سے دس سال بعد لکھا گیا ہے۔
 میر خیر جی دہلی کے تذکرے میں تذکرہ آتش بندہ اور ریاض العارفین
 اور اکثر الامراء میں بھی سرمد کا ذکر ہے۔ ڈاکٹر برنس میجر نے سرمد کے برہمنہ
 اور قتل ہونے کا ذکر کیا ہے، میجر جی فریسی میجر نے سرمد اور داراشکوہ کے
 تعلقات کا ذکر کیا ہے، صاحب دہلیان ہند، سرمد کا دوست تھا اس نے
 بھی لکھا ہے کہ سرمد برہمنہ رشتہ تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہمدوی بدست یونہی ہندو
 عیب نہیں حضرت اشعار بھی اخیر میں برہمنہ رشتہ تھے اس سے ثابت
 ثابت ہوتا ہے کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان نہ تھا اور خلافت اسلام امور کی اشاعت
 کرتا تھا۔ لیکن اس کے بارے میں شدید اختلاف ہے اس اختلاف کے
 بہت سے وجوہ ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی حالت متغیر ہو
 چکی تھی۔ بدعتات اور توہم پرستی کا دور تھا اس عالم گیر خونکہ بدعتات وغیرہ کا
 استیصال کرتا تھا اور یہ امر قوم بدست مسلمانوں اور ہندوؤں کے خلاف تھا
 اس لئے ہردہ امیر جو بادشاہ کی مرضی کے موافق اور شرع اسلام کے مطابق ہوتا
 اس کے خلاف پروکھتا کیا جاتا تھا اس زمانے میں اخبار اور قوائے تار وغیرہ
 نہ تھے کہ واقعات قریب قریب ہوتے حالانکہ ان سبابت کے متعلق اس زمانہ میں
 کافی تحریر ہو چکا ہے کہ ان ذرائع سے بھی ہم صحیح حالات تک نہیں پہنچتے اور ان پر
 پرکھنا اور حکمرانی وغیرہ کا بہت اثر ہوتا ہے۔ مصنف انجمن لوگ ہر عقل
 باختہ کو حسن ظن سے ولی سمجھتے تھے۔ داراشکوہ شہزادہ، ہمدوی اور ضعیف
 انجمن مسلمانوں میں اپنے بھائی عالم گیر بادشاہ کے مقابلہ میں زیادہ ہر دل عزیز

علی دین صلو کما ۛ جب شہزادہ ولی تسلیم کرے تو اس سے بڑھ کر کوئی
 ہو سکتا ہے سلطان اور نگ زیب عالم گیر نے مسئلہ میں ان کو قتل کر یا اس کا
 سبب نہ کوئی سیاست مٹھانہ دارا شکوہ کے تعلقات تھے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو
 یہ بھی دارا شکوہ کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتار دئے جاتے لیکن یہ دارا شکوہ
 سے تین سال بعد قتل کئے گئے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس قتل کے
 وجوہ اور ہی کچھ ہوں گے۔ عالم گیر ان کے برہنہ پھرنے اور کشف و کرات
 کی لاف و گراف کی شکایت پہنچی بادشاہ نے ایک حلیل القدر امیر کو جو دہلی
 صاحب جوہریت ذی علم اور اس زمانے میں تارک الدنیا گوشہ نشین فقیر
 تھا اس تحقیقات پر مامور کیا اس بزرگ کا نام نواب عنایت خان ابن نواب
 ظفر خان تھا ان کے متعلق خواجہ اعظم تاریخ اعظمی میں لکھتے ہیں
 ”آشنا تخلص سے کرد آشنائے جوئی سخن و شنایہ و دیارے ہنر پروری بود

بکمال جوہر سخا ابواب فیض و عطا بر روی بیگانہ و آشنایہ و امی کرد و از خواہن
 زمانہ بعلو سے فطرت و طبیعت و طریق امتیاز سے کرد و از خواہ حال و آشنایہ بجز
 و القطار برداش تافت ترک منصب نمود و برخصت بادشاہ عمر کشمیر کدہ
 بزاویہ عزلت نشست و دست از ہمہ بازداشت

ایسے شخص سے زیادہ اس کام کے لئے کون ہوزون ہو سکتا ہے کہ ذی
 علم صوفی تھا اور اس کی تحقیقات پر شبہ کرنا عقل سلیم سے بہت بعید ہے
 نواب عنایت خان نے ہرید کے حالات کی تحقیقات سے بعد بادشاہ
 کے حضور میں جو رپورٹ پیش کی اس کے متعلق مورخ موصوف نے لکھا

گو بہد وقتے بادشاہ عالم پناہ کن آشنائے لہر سنجہ لئی راجہ ت ملاحظہ
 اوضاع و اطوار سرمد برہنہ فرستاد آشنا اور بیگانہ از معنی دلدہ این بیست
 و رسک انجم کرد از عرض آن بادشاہ انجم سپاہ رسانید

شعر
 بر سر برہنہ کرات نہمت است کشفی کہ ثابت است و کشفی کہ ثابت

بادشاہ محمد کی ایک رباعی پہونچی جس سے معراج ہسانی کا انکار ثابت ہوتا

ہے۔

”میرکس کہ حقیقتش یاور شد اولین تر از سپر پینا ور شد
ملا گوید کہ بر فلک شد احمد سرمد گوید فلک بہ احمد ور شد“
علماء نے بھی ابھی چند والا شعر بھی پیش کیا اور ان جرائم کی فہرست و ثبوت کے ساتھ قتل بھی پیش کیا، بادشاہ نے منظوری دے دی
بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ علماء نے سرمد کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا
سرمد نے دارا شکوہ کی سلطنت کی پیشین گوئی کی تھی و پوری ہوئی نہیں،
سرمد نے کہا اس کو شہادت کے ذریعہ ابدی سلطنت مل گئی بادشاہ نے علماء
سے کہا کہ برہنگی و جہ قتل نہیں ہو سکتی علماء نے سرمد سے کہا کلمہ پڑھو اس
نے کہا لا الہ الا اللہ، علماء نے کہا آگے پڑھو سرمد نے کہا میں ابھی نفی میں مستغرق
ہوں۔

یہ حکایت دارا شکوہ کو شہید اور عالم گیر کو ظالم اور سرمد کو صوفی ثابت
کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اس تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ سرمد ولی
تھے نہ شہید ان کا قتل ان کے خلاف شرع اقوال و اعمال پر علماء کی تحریک
سے ہوا، عشق مجازی میں مبتلا تھے، سرمد کے متعلق یہ صحیح طور پر معلوم نہیں
ہوا کہ کسی کے مرید تھے یا نہیں اور کس سلسلہ سے تعلق تھا ایک رباعی ان کے
نام سے مشہور ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ میں مرید
تھے۔

سرمد غم عشق درد مند الی دانند نے خود منشا می و خود پسند الی دانند
از لقا ئی الزمان بسوی نقاش شدن ایسی نقش خوب نقشبند الی دانند
لیکن ابھی چند والا شعر اور معراج رباعی پیش سے ثابت ہوتا ہے کہ ان
کا نقشبندیہ خاندان سے تعلق نہیں تھا کیونکہ مشائخ نقشبند ظاہر شرع کے
عشق سے پابند ہوتے ہیں، وہ ایسے کلمات نہیں کہہ سکتے، سرمد کا مزور دہلی
میں جامع مسجد کے سامنے ہے جو عمرہ دراز کے بعد محض قمرائیں پر بنایا گیا ہے۔

مولانا فخر الدین چشتی دہلوی ۱۱۹۹ھ

فخر الدین ابن شاہ نظام الدین اورنگ آبادی (دکن) نام، ۱۲۶۰ھ ہجری میں
بمقام اورنگ آباد پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب شیخ شہناش الدین بہروردی
کے ذریعہ سے حضرت ابو بکر صدیق تک پہنچتا ہے۔

جب مولانا پیدا ہوئے تو ان کے والد ماجد پیر مرشد شاہ حکیم الشیخ
آبادی زندہ تھے شاہ صاحب نے فخر الدین نام تجویز فرمایا اور آپ کے متعلق لکھا کہ
میر لکھنوی کے والد ماجد اور مولانا محمد جان اور مولانا شہر الحکیم سے علم حاصل
کیا اور آپ کے والد ماجد سے بیعت ہو کر خزانہ خلافت پایا علوم و بیعت کے علاوہ مولانا
نے علم طب و سہ گری و غیرہ فنون بھی حاصل کئے تھے مولانا کی سولہ سال کی عمر ہی
کتاب کا صاحب بن گئے اچھے گویا اور گھر کا بوجھ سہرا پر اس سے فرج میں نوکری
کرائی دن گھوڑے کی پشت پر گزرتا اور رات مصلے کی پشت پر سہرا ہوتا۔
رفتہ رفتہ فرج میں ان کے کمال باطنی کی شہرت ہو گئی چونکہ آپ حالات کو
بہ شہید رکھنا چاہتے تھے اس لئے نوکری چھوڑ کر وطن آگئے ہنسک کی کھوپڑی
کس طرح چھپ سکتی تھی یہاں بھی رجوعیات شروع ہو گئی آپ نے گھبرا کر
دہلی کا عزم کیا لیکن باپ کی جگہ چھوڑنے کی ہمت نہ ہوئی تھی کہ آخر ایک رات
والد ماجد کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں

شیخ اقلیم فقیرم بے خودی تحت روان من - نہ چوں فرماؤ نزد رم نہ چوں مجھوں زبندام
مولانا فخر الدین کہیں کہیں فارسی میں شعر بھی کہتے تھے

بادلم نرگس شہلائے تو غوغا دارد - جنگ دیوانہ و دشت است تکاندہ

یہ اشارہ پاتے ہیں آپ دہلی کو چل کھڑے ہوئے یہاں پہنچ کر کچھ پھیل
میں ایک مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے اور انجیری دروازہ کے مندرسہ میں
درمیان حدیث فرماتے لگے یہ واقعہ ۱۲۶۹ھ ہجری کا ہے اگرچہ اس زمانہ میں دہلی
میں شاہ ولی اللہ صاحب کی درگاہ مرجع خائیں و عام تھی اور حضرت مرزا مظہر
خان خانان کے فیضانِ باطنی کا سمندر موجزن تھا مگر اس طرف بھی رجوعیات کثرت
سے ہوئی۔ سکھوں نے جب مسلمانوں پر مظالم کئے اور بد امنی شروع کی تو مولانا

الباب الخامس فی قصص الاولیاء

علیہ خلیفہ ہارون الرشید اور امام سفیان ثوری ہم مکتب اور دوست تھے۔ جب ہارون رشید تخت نشین ہوا تو اس کے تمام دوست، احباب، مبارک باد دینے کے لئے گئے، خلیفہ نے سب کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا، امام سفیان ثوری نہ گئے خلیفہ نے چند روز انتظار کر کے امام صاحب کو خط لکھا۔

از ہارون الرشید بنام برادرم سفیان برادرم تم کو معلوم ہے کہ خدا نے تمام مسلمانوں پر اپنی رشتہ اخوت قائم کیا ہے میرے اور تمہارے جو تعلقات تھے وہ بھی بدستور قائم ہیں، میرے تمام احباب میری خلافت کی مبارکباد دینے آئے ہیں ان کو انعام و اکرام دیا، افسوس ہے آپ اب تک نہیں آئے میں خود حاضر ہوتا لیکن یہ امر شان خلافت کے خلاف تھا۔

امام صاحب نے اس خط کا جواب یہ لکھا از بندہ مضعف سفیان بنام ہارون الرشید فریفتہ درلت تم نے اپنے خط میں خود تسلیم کر لیا ہے کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کے روپیہ کو بے جا گراں بہا صلیں دے کر خرچ کیا ہے اس پر بھی تم کو تسلی نہ ہوئی اور چاہتے ہو کہ ثبات میں تمہارے اصراف کی میں بھی گواہی دوں، ہارون تجھ کو کل خدا کے سامنے جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہیے تو تخت پر اجلاس کرتا ہے حریر کا لباس پہنتا ہے تیرے دروازے پر سرے چوکی رہتا ہے تیرے عمال حکومت خود تو شراب پیتے ہیں اور دوسروں کو شراب پینے پر سزا دیتے ہیں خود زنا کرتے ہیں اور زانیوں کو مدد جانی کرتے ہیں خود چوری کرتے ہیں اور چوروں کے ماتھے کاٹتے ہیں ان جرائم پر پہلے تجھ کو اور پھر تیرے عمال حکومت کو سزا ملنی چاہیے پھر اور وہ کو، ہارون وہ دن بھی آئے گا کہ تو قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ تیری مشکیں بند ہی ہوں گی اور تیرے ظالم عمال حکومت تیرے پیچھے ہوں گے اور تو سب کا پیشوا بن کر سب کو درندہ کی طرف لے جائیگا میں نے تیری خبر خواہی کا حق ادا کر دیا اب پھر کبھی خط نہ لکھنا،

علاء الدین الرشید اپنے وزیر فضل برہکی کے ساتھ خواجہ فضیل بن عیاض کے مکان پر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا خواجہ نے فرمایا کون؟ فضل نے کہا امیر المؤمنین آئے ہیں خواجہ نے فرمایا یہاں کیا کام ہے ان سے کہئے تشریف لے جائیں میرے کام میں مغل نہ ہوں لیکن خلیفہ زبردستی مکان میں گھس گیا اور کہا خلیفہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائے

خواجہ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنے آپ کو بہت سی ہلاؤں میں گرا دیا۔

خلیفہ اور کچھ ارشاد ہو

خواجہ خدا سے ڈرتا رہا کہ اس کے حضور میں ایک دن جواب دہی کیلئے حاضر ہونا ہے جس طرح تو لوگوں کو اپنے حضور میں جواب دینے کے لئے طلب کرتا ہے قیامت کے دن تجھ سے ایک ایک آدمی کا حساب لیا جائے گا اگر کوئی برتیا بھی کسی رات کو بھوگی سوئی ہوگی تو قیامت کے روز وہ بھی تیری دامن گیر ہوگی خلیفہ یہ سن کر کانپ اٹھا اور رونے لگا تو وزیر نے کہا

وزیر۔ فضیل اب یہ سلسلہ ختم کیجئے آپ نے امیر المؤمنین کو مار ڈالا۔ خواجہ۔ میں نے نہیں مار ڈالا بلکہ تم جیسے لوگوں نے اس کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیا ہے۔

خلیفہ اگر آپ پر کچھ قرض ہو تو فرمائے میں اس کو ادا کر دوں،

خواجہ۔ ہاں خدا کا قرض یعنی مجھ سے صحیح طور سے اطاعت نہیں ہو سکتی خلیفہ۔ میں کسی بندے کے قرض کے بارے میں دریافت کرتا ہوں خواجہ۔ الحمد للہ یہ تو نہیں ہے۔

خلیفہ۔ یہ ایک ہزار روپیہ مجھ کو والدہ کے ترکہ سے پہنچا تھا خالص اور طیب ہے اس کو قبول فرمائیے

خواجہ۔ افسوس تم کو میری تمام نصیحتوں سے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا اور مجھ پر ظلم کرنے لگے یہ روپیہ اس شخص کو دینا چاہئے جس کو ضرورت ہو اور دیتے ہو اس کو جس کو ضرورت نہیں

اس نے اپنے گھر سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص ولی ہے خواجہ صاحب
 اس نے اپنے گھر سے اس ولی نے قید کی طرف تھوکا خواجہ صاحب وہاں سے اٹھ کر
 چلے آئے اور فرمایا کہ اس کو ادب تو ہے یہی ولی نہیں ہو سکتا
 راقم سطور عرض کرتا ہے کہ مولانا دہلوی نے بھی اپنا فرمایا ہے
 "از خدا خواہم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل بے ادب"

فریق و سن و واجبات تو بہت تھی چیزیں تو بیاٹے کرام آداب شریعت
 کے بھی پورے پابند ہوتے ہیں

مگر خواجہ جنید بغدادی کے پاس ایک شخص کسی برس تک پھر رہا آخر وہ اس
 جانے لگا تو کہنے لگا پرانا نام سن کر آئے تھے مگر دیکھا کچھ بھی نہیں خواجہ صاحب نے
 فرمایا کیا جانتے تھے اس نے کہا میں نے آپ سے کوئی بھی کرامت نہیں دیکھی
 خواجہ نے کہا یہ تو بتا کہ تو نے کوئی فعل خلاف سنت بھی دیکھا اس نے کہا نہیں
 خواجہ صاحب نے فرمایا اس میں میری کیا بات ہے

۵۷ خواجہ حسن نظام الملک طوسی ایران کی عظیم الشان سلطنت کا وزیر تھا صاحب
 ذی علم قزاقان اور عادل تھا اس نے ارادہ کیا کہ میں تمام علماء و صلحاء سے ایک محضر
 مرتب کرالوں کہ میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا تو قیامت کے دن خداوند ذوالجلال
 کے حضور میرے لئے حجت ہوگا، محضر تب ہوا تمام علماء و صلحاء کے دستخط ہوئے
 جب یہ محضر دستخط کیلئے خواجہ ابوالاسحاق شیرازی راہ آپ کا وطن فیروز آباد تھا مگر شیرازی
 مشہور ہیں ۶۹۳ھ میں پیدا ہوئے ۷۲۷ھ میں وفات پائی، اس کے پاس بہر نچا تو
 خواجہ نے اس پر لکھ دیا خیر الظلمہ حسن یعنی حسن سب ظالموں میں اچھا ہے
 نظام الملک نے جب یہ فقرہ دیکھا تو بہت رو رہا اور کہا کہ شیخ نے سچ لکھا ہے

۵۸ سلطان محمود غزنوی خواجہ ابوالحسن خرقانی (خرقان) ایک بزرگ ہے غزنویان
 سے قریب، سے ملنے گیا خود کو اپنے غلام ابان کا لباس پہنا اور ابان کو شاہی
 پوشاک پہنائی اور چند لکھوں کو موزانہ لباس پہنا کر ساتھ لیا، جب خواجہ کے
 پاس پہنچے خواجہ نے محمود کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بیٹھا بادشاہ کی طرف رخ کر
 بادشاہ بنا ہوا تھا، کچھ توجہ نہ فرمائی اور فرمایا نامحرموں کو باہر بھیج دو، محمود نے عرض

کیا مجھے کچھ نصیحت فرمائے، خراجہ سنے فرمایا چار باتوں کا خیال رکھنا۔ (۱) مسزوات سے
پرہیز کرنا۔ (۲) نماز باجماعت ادا کرنا۔ (۳) سخاوت کی عادت طے کرنا۔ (۴) خلق خدا پر
شفقت کرنا۔ سلطان نے پھر عرش کی حضرت دعا فرمایا جیسے خواجہ نے فرمایا اللہم
بعضر المسود عینا من اللہ منات، محمود نے کہا حضرت میرے لئے کچھ دعا فرمائیے
خواجہ نے فرمایا، محمود عاقبت محمود یاد، محمود نے ایک ہزار اشرفیاں نذر کر دیں خواجہ
نے ایک ہونے کی روٹی محمود کے آگے رکھ کر فرمایا، اٹھاؤ محمود نے فقرہ کیا باتر سخت
روٹی کا خشک فقرہ لگے میں اٹھ گیا خواجہ نے کہا محمود کیا تم کو اچھے ہیں اٹھ گیا
محمود نے کہا ہاں۔ فرمایا یہ اشرفیوں کا اثر ابھی اسی طرح میرے حق میں لکھ
جائے گا اسے اور مالو محمود نے کہا مجھے اپنا ایک پرانا کڑا مرحمت فرمائیے
حضرت نے عنایت فرمادیا، محمود نے محراب کو مناسبت میں اسی کڑے کو پہن
کر وعائے فاتح مانگی تھی جو مستجاب ہوئی تھی۔

۷۱ سلطان ملک شاہ اپنے وزیر لقا علی الملک کے ساتھ بلندو گیا اور اہل
حاجت کو بہشت کچھ تقسیم کیا جب پچاس ہزار دینار تقسیم ہو چکے تو عالم دینا کوئی
اہل حاجت نہ آئے اس اعلان کو سن کر خواجہ ابو سعید وزیر ملک پاس پہنچے
اور فرمایا

”جس شخص کو خدا نے حکومت عطا کی ہے اگر وہ عبادت کا اللہ اور
مساکین کی ادا نہ کرے اور اپنی ثروت اندر روپیہ کو صحیح طور پر استعمال نہ
کرے تو وہ کسی عبادت کا لطف حاصل نہیں کر سکتا قیامت کے دن جب
ملک شاہ سے سوال ہوگا اور عرش کرے گا خدایا میں نے میرے بندوں
پر ایک مدبر اور فرزانہ وزیر کو حاکم کیا تھا تو پھر تجھی سے جواب طلب ہوگا
اس دن کو یاد کرو اور خیر باد کی ادا کرو۔“

وزیر خوش ہوگا اور ملک ہزار دینار شیخ کی خدمت میں بھیجے شیخ
نے فرمایا میرے پاس نہیں اور بارغ ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے
اس قسم سے مسکین کی امداد کرو۔

۷۲ سلطان محمود نے پورا محمود بہرہ ور حضرت غوث پاک کو بھیجا کہ میں

و بیٹے کا فرمان نافذ کیا، حضرت غوث اعظم نے اس پر یہ قطعہ لکھ کر واپس کر دیا۔

چند تاج سجری رخ بختیم بیاہ بود بانقر گرد ہوس تاج سنجم
 نانا امام بہر بند از ملک نیم شب صد ملک نیروز بہ یک خونے غم
 یہ رمضان کی انیس تاریخ تھی ملک شاہ سلجوقی بادشاہ نیشاپور نے کہا کاش
 اگرچہ چاند ہو جائے، شام کو بادشاہ کے خوش کرنے کے لئے چند خوشامد می
 امیروں کے کہہ دیا کہ چاند ہو گیا بادشاہ نے منادی کرادی کہ کل عید ہے، امام
 الحسین شاہ ابوالعالی کو خبر ہوئی انہوں نے منادی کرادی کہ کل روزہ ہے امیروں نے
 بادشاہ سے چٹائی کی بادشاہ غضبناک ہوا اور ان کو طلب کر لیا یہ معمول لباس میں
 پہنچے۔

بادشاہ: آپ نے درباری لباس کیوں نہیں پہنا

امام صاحب: میں اسی لباس میں نماز پڑھتا ہوں اور خداوند ذوالجلال
 کے دربار میں جاتا ہوں، البتہ رسم دیا کے موافق میرا لباس درباری نہیں
 ہے اس کو جو عدول حکمی یا توہین سلطان نہیں ہے جس وقت مجھے طلب کیا
 گیا مجھے خیال ہوا کہ سلطان اسلام کے حکم کی تعمیل میں ذرا اسی دیر بھی ہونی تو فرشتے
 میرا نام نافرمانوں میں لکھ لیں گے اس لئے جس حالت میں تھا اسی طرح چلا آیا
 بادشاہ: جب بادشاہ اسلام کی اطاعت اس درجہ واجب ہے تو
 ہمارے حکم کے خلاف منادی کیوں کرائی۔

امام صاحب: جو امور حکم سلطانی پر منحصر ہیں ان میں اطاعت ہم پر واجب
 ہے اور جو حکم شرعیست سے متعلق ہے اس میں کسی کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔
 یہ سن کر بادشاہ غصہ فرو ہو گیا۔

مکہ خلیفہ بغداد مستنصر باللہ اور چند وزراء نے امام عزالی کو لکھا کہ آپ
 بغداد آئیے آپ کو درس نظامیہ کا صدر مدرس مقرر کیا جاتا ہے، امام صاحب
 نے اس دعوت کو ان اعتراضات کے ساتھ رد کر دیا۔

(۱) اس وقت شیخ سوطانی علم میرے پاس ہیں ان کو بغداد جانے میں

تکلیف نہ ہوگی۔

(۲) میں نے عہد کیا ہے کہ مباحثہ اور مناظرہ نہیں کروں گا اور بغداد میں بغیر اس کے چارہ نہیں
(۳) بغداد میں دربار خلافت میں سلام کیلئے حاضر ہونا ضروری ہے مجھے
گوارہ نہیں۔

(۴) میں تختہ راہ نہیں لوں گا اور بغداد میں میری کوئی ایسی جائیداد نہیں
جس سے گزیر اوقات ہو سکے۔

شیخ ابو الفتح عبدالرحمان خازن کو سلطان سنجر سلجوقی نے پانچ ہزار دینار
بھجے شیخ نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میرا سالانہ خرچ پندرہ روپیہ ہے
صبح کو دو روٹیوں کی اور بیفتہ میں تین مرتبہ گوشت کی ضرورت ہوتی ہے
اس وقت میرے پاس پچاس روپیہ موجود ہیں اگر یہ سب خرچ ہو جائیں
اور میں زندہ رہوں تو خدا دینے والا ہے

سلطان ناصر الدین محمود ہندوستان میں خاندان غلامان میں آٹھواں
حکمران ہوا ہے اس نے اپنے بیٹے ایف خاں (شاہ غیاث الدین بلبن) کے
ہاتھ کچھ زر نقد اور فرائین جاگیر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں بھیجا
اور لکھا کہ یہ آپ کے بیٹے نہیں بلکہ طالب علموں مسافروں اور درویشوں کے
لئے ہے کیونکہ سلطان جاننا تھا کہ بابا صاحب اپنی ذات کے لئے کوئی امداد
قبول نہیں فرمائیں گے، جب شہزادہ پیر نچا تو بابا صاحب نے حکم دیا کہ زر
نقد اہل حاجت کو تقسیم کر دو اور یہ آفات کا پیش خیمہ یعنی فرائین جاگیر واپس
لے جاؤ۔

سلطان امیر الامراء ترک نے دہلی میں ایک مسجد تعمیر کرائی اس کی امانت پر
خواجہ نجیب الدین متوکل کو مقرر کیا، امیر نے جب اپنی دختر کی شادی کی ایک
لاکھ روپیہ خرچ کیا شیخ نے امیر سے کہا کہ مومن کامل وہ ہے جس کو اولاد سے
زیادہ خدا کی محبت ہو تم نے ایک لاکھ روپیہ بیٹی کی شادی میں خرچ کیا ہے
جب تک اس سے دگنی رتم اللہ کی رضا مندی کے لئے خرچ نہیں کرو گے

عاقبت بخیر ہونا مشکل ہے۔ امیر اس پر ناراض ہو گیا اور شیخ کو برخواست کر دیا شیخ وہاں سے پاکپٹن آیا فرید الدین کے پاس پہنچے بابا صاحب سے ان کا بڑا احترام کیا سلسلہ میں وفات پائی۔

علیٰ خواجہ بریل الدین غریب سلسلہ میں مریض ہوا اس (مصلح مصارم) میں پیرا ہو گئے نال باب عزیب اور مقلوب الحال تھے بعد تحصیل علم ان کو خیال پیدا ہوا کہ کسی کیمیا گر سے کیمیا کا نسخہ حاصل کرنا چاہئے اسی دھن میں دہلی آئے یہاں سلطان المشرع کی شہرت سن کر ان کے مرید ہو گئے مگر وہ خیال اور تلافی باقی رہی ایک دن سلطان المشرع نے ان سے فرمایا ابراہیم الدین اسلجے کے لئے تحصیل لاہور میں بھیجا لیجئے گئے تو جس شخص سے کوئی نسخہ لگاتے وہ سونا ہو جاتا اب مٹی میں تحصیل کہاں سے ملے آخر پھر مرشد سے عرض کیا کہ یہ کیفیت ہے حضرت نے فرمایا ابراہیم الدین جو چیز اسلجے کے کام بھی نہ آئے اس کی جستجو سے کیا فائدہ اسی وقت سے یہ خیال دل سے جاتا رہا کچھ دنوں کے بعد حضرت نے ان کو حکم دیا کہ دولت آباد روکن، میں جا کر قیام کریں اور اسلام کی خدمت انجام دیں سلسلہ میں دولت آباد ہی میں وفات پائی۔

علیٰ خواجہ سید طلال الدین بخاری مخدوم بہا نیاں جہاں گوشت کے پاس ایک شخص سے آکر عرض کی کہ میرے پیٹے کو عیادت کی وجہ سے خان جہاں خیر نے سلطان بہر زشاہ تعلق بغیر کسی وجہ اور تصور کے قید کر رکھا ہے آپ سفارش کیجئے خواجہ اس کے ساتھ وزیر کے مکان پر تشریف لے گئے وزیر نے سے الکار کر دیا وہ شخص بار بار خواجہ کے پاس آتا اور یہی درخواست کرتا آپ ہر بار اس سے ملاتے جاتے وزیر ملاقات سے الکار کر دیتا ایک دن میں اسی طرح پیش بار گئے جب بیسویں دفعہ اطلاع کرائی تو وزیر برہم ہو کر خود با مرغل آیا اور چلا کر کہا تم کو مٹرم نہیں آتی کہ بار بار جواب نا جواب دینے پر بھی آئے سے بار نہیں آتے خواجہ نے کہا تجھے اس پر دوا جر ملتے ہیں ایک تو اس مقدم کی امداد کرنے کا ایک تجھے نیکی کی طرف بلائے گا اس گفتگو پر وزیر پر ایسا اثر ہوا کہ قیدی کو رہا کر دیا اور انعام دیا اور خواجہ صاحب سے معافی چاہی۔

۱۷۔ شاہ علاؤ الدین حسن کانگو جمنی رباد شاہو گلبرگہ دکن ہسکے بعد اس کا بیٹا محمد شاہ عادل سلاطین بھری میں تخت نشین ہوا حکم دیا کہ علماء و مشائخ مجھ سے اگر بیعت کریں سب سے تمہیں حکم کی مگر خواجہ زین العابدین دوست آبادی نہ آئے آخر بادشاہ نے چند بار بلا یا جب بھی گئی اور فرمایا میں شراب خور سے بیعت نہیں کرتا بادشاہ نے کہا اگر بیعت نہیں کرتے تو شہر سے نکل جائیے شیخ وہاں اپنا عصا گاڑ کر اوسے کہہ کر چلے گئے دیکھو وہ مجھے کون کہاں سے لے رہا ہے، رفتاً تمام ملک میں شور مچا پیدا ہو گئی بادشاہ مجبور ہوا اور نادم ہو کر حافی کا خواستگار ہوا اور یہ مصرعہ لکھ کر شیخ کو بھیجا

سن زین تو ام تو ازین سن باکشن
خواجہ واپس آئے اور کہلا بھیجا کہ اگر بادشاہ اتباع شریعت کرے گا اور شراب خانے منہدم کرادے گا تو مجھ سے زیادہ کوئی شخص اس کا دوست نہ ہو گا۔

۱۸۔ سرتقنی خاں ایک امیر نے خواجہ سعاد الدین ^{۸۵} شکر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خود کو سلطان حسین رباد شاہ جہ پڑوں نے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ سلطان کا ارادہ دہلی پر حملہ کرنے کا ہے آپ اپنی فوج سے نئے دھارم کے بیرسن کی خواجہ برہم ہو گئے اور فرمایا مرتقنی خاں تیرے باپ دادا ہلون شاہ دہلی کے کے ملک خوار تھے اور بادشاہ نے ان پر یہ حد احسانات کیے تھے تو آج تمام احسانات کو بھول کر ملک حرامی کرتا ہے اور ایک ظالم بادشاہ سے مل کر ایک نازی بادشاہ کی تحریب کے در پیے ہیں یہ سن کر مرتقنی خاں نادم ہوا اور بھلے بار شاہ کے رافق ہو گیا۔

۱۹۔ بادشاہ بھلول لودھی خواجہ سعاد الدین کی خدمت میں حاضر ہوا خواجہ نے فرمایا تین آدمی انعام الہی سے محروم رہتے ہیں ایک وہ بوشعہ جو گناہوں سے باز نہیں آتا دوسرا وہ جو ان پر سمجھتا ہے کہ توبہ استغفار کا وقت نہیں ہے گاہے تیسرے وہ بادشاہ جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔

۲۰۔ امیر تیمور نے جب ملک غیاث الدین کو شکست دے کر ہرات

پر قبضہ کیا تو اس کو معلوم ہوا کہ ایک موضع تائباد میں اس میں ایک بزرگ
خواجہ ابو بکر اشعر ہوتے ہیں امیر نے خواجہ کے پاس ایک مصاحب کو پیغام
دے کر بھیجا کہ بادشاہ سے ملاقات کئے آئے، خواجہ نے کہا امیر سے نہ
میرا کوئی کام ہے نہ کوئی مطارب ہے مجھے ملنے کی کیا ضرورت آخر امیر خود خواجہ
کے پاس حاضر ہوا اور کہا آپ نے عنایت الدین کو نہ سمجھایا اور اس کو جنگ
سے نہ روکا خواجہ نے فرمایا میں نے اس کو نصیحتیں کیں اس نے زمینیں اللہ
نے اس کی گوشمالی کے لئے تم کو بھیج دیا اگر تم عدل و انصاف سے حکومت نہ
کے کرو گے تو تمہاری سرکوبی کے لئے کسی اور کو بھیج دے گا

سلطان فیروز شاہ بہمن والی گلبرگہ نے اپنے عیاش بیٹے کو ولی عہد بنایا
اور خواجہ گیسو دراز کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اس کے لئے دعا فرمائیے خواجہ
نے جواب دیا کہ آپ نے اسکو تخت و تاج کا وارث قرار دے دیا، اب فقیر
کی دعا کی کیا حاجت ہے، بادشاہ نے پھر اصرار سے کہلا بھیجا تو خواجہ نے فرمایا
کہ اس حکومت کے لئے تمہارا سے بعد تمہارا سے بھائی احمد خاں کے لئے حکم
خداوندی ہے وہ اپنے اعمالِ حسنہ کی وجہ سے موزوں ہے تمہارا نالائق عیاض
بیٹا اس قابل نہیں ہے۔

چنانچہ فیروز شاہ کے بعد احمد خاں ہی تخت نشین ہوا

ابراہیم عادل شاہ بادشاہ بیجاپور کو گانے کا شوق تھا ہندو گویوں نے
اس سے کہا کہ اگر آپ سارستی دیوی کی پوجا کیا کریں تو آپ کی آواز اچھی رہے
گی بادشاہ نے دیوی کی پرستش شروع کر دی ستلہ میں شاہ صغیر
الدین حبیبی بیجاپور پہنچے جب ان کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے بادشاہ سے
کہا اس شرک سے باز آؤ، بادشاہ نے کہا میرا عقیدہ تو وہی ہے جو سب
مسلمانوں کا ہے، میں تو صرف آواز کی خوبی کو برقرار رکھنے کیلئے ایسا کرتا ہوں
شاہ صاحب نے فرمایا آپ اس کو ترک کر دیجئے آپ کی آواز ہمیشہ اچھی
رہے گی، بادشاہ نے تو یہ کی اور آخر دم تک اس کی آواز اچھی رہی
ملا سونی قاضی خان ظفر آبادی قلعہ کے زہد و اتقا کا شہرہ سن کر بیجاپور

بادشاہ نے کئی دفعہ تدریس بھیجیں اور جاگیریں پیش کیں مگر حضرت نے قبول نہ کیں
آخر بادشاہ نے ایک سفید کاغذ پر مہر لگا کر بھیجا کہ آپ جس قدر جاگیر چاہیں اس پر
لکھ لیں مجھ کو عذر نہ ہو گا حضرت نے اس پر لکھا۔

”مارا احتیاج نیست و بے احتیاج حتی سماناں گرتن روانہ باشند و ماور
خدمت پر خود عہد کردہ ایم۔“

از خدا اسم و از غیر نخواہم بخند کہ نہ من بندہ غیر نہ خدا سے دگراست
۲۴ اکبر بادشاہ کا عہد حکومت تھا کہ خواجہ باقر کابل سے لاہور تشریف
لے اس زمانے میں سخت قحط پڑا تھا خواجہ صاحب کے سامنے جب کھانا
آتا تو فرماتے افسوس ہے کہ میں کھانڈل اور لوگ لگی کپڑوں میں بھر کے پھر میں آپ
تمام کھاؤ تقسیم کر دیتے اس طرح کئی کئی دن تک فالتے سے رہتے۔
مکملہ عالم گیر بادشاہ نے اپنے پیٹے کو ایک فط میں لکھا ہے کہ شاہ عبداللطیف
(بیجا پوری دکن) سے ملے گیا میں نے عرس کیا کہ چند مواضع مت جاگیر میں دینا
چاہتا ہوں شاہ صاحب نے فرمایا۔

”شاہ مارادہ دہر خدمت بندہ“ لائق بارزاق سے منت دہر
میں نے کہا یہ صحیح ہے مگر بزرگوں کی خدمت کرنا خیر و برکت حاصل کرنے
کیلئے ہوتا ہے نہ احسان کے لئے تو شاہ صاحب نے فرمایا
”اگر اطنی ارادہ کی پختگی کے ساتھ بھلائی کرنے کا خیال سے تو رعایا کو لوگان
میں رعایت در اور ستم رسیدہ لوگوں کو معاون کر دو اگر شہ نشینوں کے وظیفے مقرر
کر دو اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کرو جب ان باتوں پر عمل کرو گے تو خدا
برکت دے گا“

۲۵ خواجہ عبدالدین ناگوری کو سلطان اکتتمش نے پانسو سکہ چاندی اور ایک
گاؤں جاگیر کا دیان بھیجا، گور نے اگر خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا
خواجہ صاحب نے گھر میں جا کر اپنی بیوی صاحبہ سے ذکر کیا اس وقت خواجہ
صاحب کے مہینہ میں کئی بیوند لگے ہوئے تھے اور بیوی صاحبہ کا وہ پیٹہ پھٹا ہوا
تھا بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے کچھ سوت کات نیا ہے تمہارا مہینہ

اور میرا و دینہ و دین بن جائیں گے تم یہ شاہی عطیہ لے کر اپنی فقیری کو کیوں
خراش کر رہے ہو خواجہ صاحب کو یہی صاحب کا مشورہ بہت پسند آیا اور شاہی
انعام واپس کر دیا۔

۲۳۷ شہداء کلیم اللہ جہاں آبادی چشتی کے فضل و کمال، تابعین و تلمیذین اور دین
و دین میں کا شہرہ سن کر فرخ میرزا شاہ دہلی نے وظیفہ مقرر کرنا چاہا شاہ صاحب نے
انکار فرمایا واپس شاہ صاحب کی گزیراوقات اس پر تھی کہ ان کا ایک محلو کہ مکان رو رو پر
آج آئے ہو اور کہ یہ پڑھنا و شاہ نے ایک مرتبہ خواہش ظاہر کی کہ میں قلعہ کن
آپ کے دستہ و یگانوں میں سکونت اختیار فرمائیے اور اس مکان کو بھی کرایہ
پر دے دو شاہ صاحب نے انکار فرمادیا پھر بار شاہ نے بیعت بیعت کیا کہ میں
حاضر ہونا چاہتا ہوں شاہ صاحب نے جواب دیا میں رعیت ہوں و عاگو ہوں
اس میں کالی ہے تکلیف فرمائیے کی ضرورت نہیں

۲۳۸ شاہ عبداللہ عرف غلام علی شاہ فیضی حضرت مرزا منیر جان جاناں شہید
کو معلوم ہوا کہ تبرکات جامع مسجد و تبرکات قلعہ دہلی میں بزرگان دین کی تصویریں
بجلی ہیں آپ نے فوراً اکبر شاہ ثانی کو خط لکھا

”تحقیق شد کہ تصویریں دہلی میں جاں نواہ اندر تصویریں پختہ علیہ السلام و اہل
بیت و اولیائے کرام رضی اللہ عنہم ساختن و پیش خود و اشتہار در شرح میرزا
جاں نواہ است، تصویر حضرت ابراہیم علیہ السلام را پختہ خدا بدست مبارک شریف
اند و شاہان صاحب تو حید و متبعین اسلام کیا رفتند کہ تدبیر سے نمایان و اپنی بیت
پرستی را موقوف نمایند چہ ناظم و چہ گویہ کہ ہم بر خرابی مسلمانان و ملامت و سستی
مسلمانان اللہ تعالیٰ ہدایت فرماید و جامع مسجد و قلعہ بار شاہی کہ ہر دو
جائے مسلمانان است۔ اصرار و اشتہار چہ معنی“

۲۳۹ ملا نواب امیر خان وانی ٹونک نے شاہ غلام علی کی خدمت میں درخواست
کی کہ میں اجرت خالصہ کے لئے کچھ رقم مقرر کروں قبول فرمائی جائے شاہ
صاحب نے اس کے جواب میں اپنے سریدہ مولانا کو حکم دیا کہ وہ
ٹونک سے فرمایا کہ اس خط پر یہ شعر لکھ کر واپس کر دو

” ماہر دئے فقر و قناعت نہ بر کفیم باہر خاں ہوئے کہ روزی مقرر است ”

شاہ صاحب کبھی کبھی فارسی میں شعر بھی کہتے تھے
شہزادی کا عشق ہونا

۲۵۴

ایک خادمہ کا اکلوتا لڑکا شہزادی پر عاشق ہو گیا روز بروز اس کے خیال و عشق میں گھلا جاتا تھا، ماں نے بہت کچھ علاج معالجہ کیا افاقہ نہ ہوا، جب حالت ابتر ہو گئی تو لڑکے نے ماں سے کہا کہ مجھے کوئی مرض نہیں جو دوا دار سے آرام ہو، اصل یہ ہے کہ میں کچھ نہیں چاہتا صرف ایک شہزادی کو دیکھنا چاہتا ہوں اگر تجھ سے ممکن ہے تو مجھے دکھا دے میں اچھا ہو جاؤں گا ورنہ صبر کر، ماں کی مانند اس نے موقع پا کر جان پر کھیل کر تخلص میں شہزادی سے سب واقعہ بیان کر دیا بہت گریہ زاری کی شہزادی کو رحم آیا اور کہا ہمارا دیکھنا صرف ایک طرح ممکن ہے اس سے کہو کہ توجہ نگاہ میں جھوٹ پڑی ڈال کر عبادت کر جب اس کی شہرت ہو جائے گی ہم بھی بادشاہ سے اجازت لے کر پہنچ جائیں گے۔ ماں نے لڑکے سے کہا لڑکے نے یہی عمل کیا کچھ دنوں میں سارے شہر میں شہرت ہو گئی کہ ایک بڑے پونچھے ہوئے فقیر آئے ہیں لوگ جوق در جوق زیارت کو جانے لگے پہلے عام آدمی گئے پھر امیروں نے جانا شروع کیا یہاں تک کہ بادشاہ بھی گئے اب شہزادی نے بادشاہ سے عرض کی کہ میں بھی حضرت کی زیارت سے شرف ہرنا چاہتی ہوں بادشاہ نے اجازت دے دی لڑکی شہزادی پہنچی لیکن جھوٹ پڑی میں اس کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی تو اس نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، شہزادی نے کہا کج بخت میں تیرے سامنے کھڑی ہوں اب دیکھنا کیوں نہیں لڑکے نے کہا کہ یہاں سے جس عبادت کا ایسا اثر ہے کہ تم بے بلائے آئیں تو اخلاص سے اس کی یاد میں کیا کچھ عظمت و برکت ہوگی آپ جائیے مجھے آپ کے دیکھنے کی ضرورت نہیں میں تو اب اسی کو یاد کروں گا اور اسی سے محبت کروں گا آخر وہ کامل ملی ہو گیا۔

بہر و پیا

۲۵۵

ایک بہر و پیا ایک بادشاہ کے پاس روپ بھر کر گیا بادشاہ نے کہا ہم تو جب انعام دیں گے کہ تم ہمیں دھوکا دے دو بہر و پیا چلا گیا کئی برس کے بعد

بادشاہ شکرے کر کسی طرف کو روانہ ہوا راستے میں ایک مقام پر سنا کہ فلاں ہاٹی
 پر ایک ولی رہتے ہیں بادشاہ ان کی زیارت کو گیا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا
 پھر ایک خوان اشرفیوں کا بھرا نذر کیا فقیر نے لینے سے انکار کر دیا جب بادشاہ
 لشکر گاہ میں واپس آیا، بہرو پئے نے اگر سلام کیا اور کہا انعام دلو ایسے کیسا بھوکا
 دیا، بادشاہ نے اس کو ایک ہزار روپیہ دیا بہرو پئے نے خوش ہو کر لے لیا بادشاہ
 نے دریافت کیا کہ سخت میں نے تو تیرے سامنے اشرفیوں کا خوان پیش کیا تھا
 وہ تو نے نہ لیا اور اب ایک ہزار روپیہ خوش ہو کر لے لیا اس کی کیا وجہ ہے
 بہرو پئے نے عرض کیا جہاں پناہ رو پے اشرفی کو لگانا اور اس طرح لینا
 اس لباس کی شان کے خلاف تھا اور اب جس لباس میں ہوں یہ انعام
 اس سے بہت زیادہ ہے پھر وہ اولیائے کاملین سے ہو گیا

الباب السادس فی کلمات الاولیاء

بزرگان دین نے مسلمانوں کی ظاہری و باطنی اصلاح کیلئے جو نفع بخش مختصر جملوں
 میں ارشاد فرمائے ہیں وہ تذکرہ کی کتابوں میں کلمات کی صورت میں مذکور
 آیت و حدیث کی طرح وثوق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بزرگوں کے حالات تصانیف
 میں تحریر بہت ہوتی ہے اور قواعد روایت و درایت کے موافق ان کی جانچ بھی
 نہیں ہوتی بہر حال وہ کلمات جو خدا اور رسول کے فرمان کے مطابق ہیں ضرور ان
 بزرگوں کے ہیں اور واجب العمل ہیں اور جو خلاف ہیں ان کے نہیں ہو سکتے
 وہ بہر صورت ملوث رد ہیں۔ میں نے کلمات کا انتخاب ایک قلمی کتاب کلمات
 خلفاء الراشدین مصنف محمد بن عبد الجلیل الرشید تذکرۃ الاولیاء و سفینۃ الاولیاء، کلمات
 الاولیاء اور نجات الانس وغیرہ وغیرہ سے کیا ہے
 ”کلمات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ“

ظاہر و باطن میں خدا کا خوف کر خدا تیرے ظاہر و باطن پر آگاہ ہے، نفس کی
 بات کو شہوات کی طرف سے کھینچے اگر تو نے ایک بار بھی طغیانی کی تو وہ ہر دفعہ
 اسی طرف کو رخ کرے گا، پہلے ادائے فرض میں کوشش کر پھر نوافل کی طرف

توجہ کر صبر نصف ایمان ہے، ہر کام میں خدا سے مدد چاہ ہر کام میں خدا پر توکل کر اگر مال ہے تو عطا و سخا کر جس قوم میں کھلم کھلا معصیت کا رواج ہو جاتا ہے اس پر بلائیں آتی ہیں، اپنے بھائی کی مدد کر اور اس کے واسطے دعا کر، جہالت اور غرور سے دور رہ، بغاوت اور قطع رحم بڑا گناہ ہے، پڑوسی کو تکلیف مت دے موت بہت سخت چیز ہے مگر آخرت حساب اور سوال و جواب اس سے زیادہ سخت ہیں، جس طرح تو اپنے حق کا طالب ہے اسی طرح دوسروں کا حق ادا کر، تقویٰ کا نتیجہ کرم ہے یقین کا غناء اور تواضع کا شرف ہے جس نے معرفت الہی کا ذائقہ چکھا وہ ماسوائے اللہ سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

”کلمات حضرت عمر رضی اللہ عنہ“

جس کو جہا نہیں اس کا دل مردہ ہے، طمع عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے، جس نے طمع غصہ اور خواہشات نفس سے اپنے آپ کو بچا لیا اس نے دابین میں فلاح پائی، بخور اکب کر کے کہانا اس سے بہتر ہے کہ سوال کر کے مال کثیر حاصل کرے جو امیروں سے محبت کرتا ہے وہ طالب دنیا ہے۔ خدا اس شخص پر رحمت کرے جو ہمارے عیب ہم پر ظاہر کرے، جو زیر دستوں کو معاف کرتا ہے وہ زیر دستوں سے محفوظ رہتا ہے، نعمت پر شکر اور محنت پر صبر چاہئے۔ دروغ اور ناجوہر ہلاک ہو جاتا ہے

”کلمات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ“

اقوال مہذب اور افعال مؤدب اختیار کرو ثمت کے مقام سے بچو تم خدا کے عذاب و عقاب سے غافل ہو خدا تمہارے حرکات و سکنات سے غافل نہیں، لین دین میں راستی سے کام کرو دنیا کا غم آنکھ اور دل کو تاریک کر دیتا ہے، عیبی کا غم دل اور آنکھ کو روشن کرتا ہے، تمہارے اعمال کا بدلہ تم کو ملے گا اگر کوئی تم سے شوریہ کرے تو دیانت و امانت کے ساتھ مشورہ دو جو خدا کیلئے ترک دنیا کرتا ہے خدا اس سے محبت کرتا ہے

”کلمات حضرت علی رضی اللہ عنہ“

حریص، امور غیر مباح سے نہیں بچ سکتا جس کسی کو صدق مقال اور حسن

عمل نہیں ہوتا وہ مروت و فطرت سے خالی ہوتا ہے آدمی کو چاہئے کہ اپنی قدر جانے اور اندازہ سے باہر قدم نہ رکھے۔ بہت کھانے والے کا معدہ گراں اور بدن کمزور ہوتا ہے۔ نیک عمل سے عمر میں برکت ہوتی ہے مومن ہمیشہ حکمت کا طالب رہتا ہے۔ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے، صبر، یقین، عدل اور جہاد۔

”کلمات خواجہ اویس قرنی“

میں نے ملتد می طلب کی تو عاجزی میں پائی۔ میں نے سرداری کو چالا تو سبھا فی میں پایا، میں نے فخر کو دھونڈا تو فقر میں پایا میں نے نسبت کو تلاش کیا تو پیری میں پایا، میں نے بڑائی کو دھونڈا تو قناعت میں پایا میں نے بے پروائی کو تلاش کیا تو وصل میں پایا، غازی کے تیر لگے اور اس کو خبر نہ ہو یہ خشنوع ہے۔ خدا کو بچانا جانتا ہے۔ سلامتی تنہائی میں ہے خدا کے کاموں میں ایسے رہو گویا دنیا میں کوئی تمہارا ملنے والا ہی نہیں ہے۔ لوگوں کے لئے غائبانہ دعا کرتے رہو یہ لوگوں کے ملنے سے بہتر ہے۔

کیونکہ اس میں اس میں نمائش و دنیا کا احتمال نہیں۔۔۔

جو خدا سے خوش ہو گا لوگوں سے بے نیاز ہو گا

”امام زین العابدینؑ“

خدا کی عبادت خوف سے کرنا غلاموں کی عادت ہے۔ خدا کی عبادت جنت کی طمع سے کرنا تجارت ہے۔ خدا کی عبادت اخلاص سے اس کی رضا کے لئے کرنا خاصان خدا کی عبادت ہے۔ پانچ آدمیوں سے علیحدہ رہنا چاہئے مفسق، منجھیل، احمق، کذاب و قاطع رحم۔

”سعید بن مسیب تابعیؑ“

شیطان جب کسی بات میں انسان سے مایوس ہو جاتا ہے اس کو شور و زل کے ذریعہ سے پورا کرتا ہے۔ جس دنیا کو انسان اس نیت سے حاصل نہیں کرتا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے مذہب اور اپنی شرافت کو بچائے یا صلہ رحمی کرے تو اس میں خیر نہیں

”سعید بن جبیر تابعیؑ“

تین کام نہ کرو ایک تو بادشاہ کے فرش پر قدم نہ رکھو اگرچہ شفقت کی وجہ

ہی سے کیوں نہ ہو، دوسرے کسی پردہ نشین کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھو اگرچہ وہ رابعہ بصری ہی کیوں نہ ہو اور تم اس کو قرآن ہی کیوں نہ پڑھاتے ہو تیسرے اپنے کانوں کو زامیہ بند نہ لگاؤ اگرچہ تم مردوں ہی کے درجہ میں کیوں نہ ہو کیونکہ یہ انت سے خالی نہیں آخر الامر اپنا زخم لگاتے ہیں۔

”مالک بن دینار تابعی رحمہ اللہ“

ہر وقت اس کی کار سازی پر راضی رہ جو تیرے کام کو بناتا ہے تاکہ نجات حاصل کرے سب سے بہتر عمل اخلاص ہے۔

”حسن بصری تابعی رحمہ اللہ“

جس نے قناعت کی وہ لوگوں سے بے نیاز ہو گیا، جس نے لوگوں سے عزت اختیار کی اس نے سلامتی حاصل کی جس نے اپنی خواہشات کو مغلوب کر لیا وہ آزاد ہو گیا، جس نے حسد چھوڑ دیا اس کی مودت ظاہر ہو گئی اور جس نے چند روز صبر کیا اس نے ہمیشہ کے لئے بر خور داری حاصل کی۔

ایک شخص قبرستان میں کچھ کھارہا تھا امام حسن بصری نے فرمایا یہ منافق ہے انکساری اور تواضع کی یہ شرط ہے کہ گھر سے باہر جب بھی نکلے جو کوئی اسے اپنے سے بہتر جانے۔ اپنے بھائیوں کی عزت کر دو جو شخص خدا کا فرمانبردار بندہ ہے اس سے دوستی ضرور کرو جو آخرت چاہتا ہے اس کو دنیا بھی مل جاتی ہے بہشت جاودانی اسی چند روزہ عمل سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ نیک نیتی سے ملتی ہے۔ دین کی اصل پرہیزگاری ہے۔ طمع پرہیزگاری کو تباہ کرتی ہے

”خواجہ محمد داسع“

اگر تو زاہد بنے اور کسی سے بھی حرص و طمع نہ کرے اور تمام بخاری کو خدا کا محتاج جانے تو ضرور ہے کہ تو سب سے مستغنی ہو جائے گا

”امام جعفر صادق رحمہ اللہ“

جب خدا تم کو کوئی نعمت دے اور تم چاہو کہ یہ باقی رہے اور نہ یادہ ہو تو خدا کا شکر کرو، اگر رزق ملنے میں دیر ہو تو استغفار نہ یادہ کرو۔ جب تم ہمارے پاس کسی بادشاہ کا حکم آئے تو لا حول بدھو کیونکہ تشدد کی کبھی ہے جو شخص اپنی

قسمت کے حصہ پر قناعت کرتا ہے وہ بے پردہ بنا رہتا ہے اور خود دسروں کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے وہ فقیر مڑتا ہے جو شخص دوسروں کی پردہ داری کرتا ہے خدا اس کی پردہ داری کرتا ہے جو اپنے بھائی کیلئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے جو جاہلوں کے پاس بیٹھتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے جو عالموں سے ملتا ہے معزز ہو جاتا ہے جو برسے مقامات پر جاتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے ہمیشہ سچ بات کہو خواہ تمہارے خلاف ہو یا موافق۔ تمام انسان آدم سے نسبت رکھتے ہیں برابر ہیں جب تم سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرو جب تمہارے بھائی کی طرف سے تمہارے سے کوئی ناپسندیدہ بات صادر ہو جائے تو اس کے پسندیدہ اور بہتر ہونے کی ایک سے ستر تک وجہیں تلاش کرو اگر اس پر بھی نہ ملے تو سمجھو اس کا کوئی سبب ضرور ہو گا جس کا تم کو علم نہیں اگر کسی مسلمان سے تم کوئی بات سنو تو اس میں بہتر سے بہتر معنی پیدا کرو اگر اس کی بہتری کی طرف تمہارا خیال نہ جائے تو اپنے نفس کو بلامت کرو نجات اچھے اعمال پر منحصر ہے چار چیزوں میں شریف آدمی کو شرم نہ کرنی چاہئے ۱۔ باب کی تعظیم و خدمت میں ۲۔ اپنی جگہ سے اٹھنے میں ۳۔ بہان کی خدمت میں ۴۔ استاد کی خدمت میں اگرچہ گھر میں سو غلام ہوں

اپنے خدا کیلئے کائنات سے بے پروا ہو جانا اور وحشی ہے علم بدکار بند

۔ ۵۔

”امام سفیان ثوری رحمہ اللہ“

تمام دنیا میں چار شخص عزیز ہیں۔ زاہد عالم، فقیہ صوفی، دولت مند متواضع اور شاکر و ریشی۔ نیک خصلتی خدا کے غصہ کو مٹاتا کرتی ہے عزت نشینی خدا کی عبادت ہے۔ علم پھر علم پھر علم پھر عمل پھر علم کی اشاعت۔ جو درویش امیر کے گرد پھرے جان لو کہ ریاکار ہے اور جو بادشاہ کے گرد پھرے جان لو کہ چور ہے۔

”شیخ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ“

جو شخص ادب کو ایک معمولی شے سمجھتا ہے اس کی سنتوں میں غلطی

واقع ہو جاتا ہے اور یہ اس کو فرائض سے محروم رکھتا ہے اور جو شخص فرائض کو آسان تصور کرتا ہے وہ معرفت سے بے گانہ رہتا ہے۔ توکل کسب کا مانع نہیں۔

تو اضع کا حق یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ سمجھے۔

”حضرت رابعہ رومی رحمہ اللہ“

جو نبی کریم کی متابعت کرتا ہے کرامت سے اسے حصہ ملتا ہے معرفت کا ثمرہ خدا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

”خواجہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ“

دو خصلتیں ایسی ہیں جو دل کو فاسد بناتی ہیں ایک بہت کھانا دوسرے بہت سونا جو شخص حق تعالیٰ کو اچھی طرح پہچانتا ہے وہی اس کی عبارت کا حق ادا کرتا ہے۔ آدمی حق تعالیٰ کی دوستی میں اس وقت غایت درجہ تک پہنچتا ہے جب منع و عطلہ دونوں اسی کے سامنے برابر ہوں، عمل حق کو دنیا کے لئے دوست رکھنا زیادہ ہیں داخل ہے اور خلق کے لئے عمل کرنا شرک ہیں داخل ہے۔ دین اصل عقل ہے عقل کی اصل علم ہے علم کی اصل صبر ہے

”راحمہ بن عاصم الطاک“

بزرگی دین کے لئے ظلم و ستم برداشت کرنا ہے بزرگ ترین تواضع وہ ہے جو اکبر کو رو کرے۔ جو کوئی خدا سے جتنی معرفت زیادہ رکھتا ہے اتنا ہی خدا کا خوف زیادہ رکھتا ہے۔

”منصور عمار سمیع خواجه فضیل“

جو عذارق کے ذکر میں مشغول ہو وہ حق کے ذکر سے محروم ہو جائے۔ نفس کی سلامتی نفس کی مخالفت میں ہے جو دنیا کی مصیبتوں میں بے صبر ہوتا ہے وہ دین کی مصیبتوں میں گرفتار ہوتا ہے دنیا کی آرزوؤں کو ترک کرنے سے راحت نصیب ہوتی ہے، عارفوں کے لئے سب سے عمدہ لباس تقویٰ و زہد اور پرہیزگاری ہے

”یوسف اسباط تابعی رحمہ اللہ“

تواضع کی علامت یہ ہے کہ خدا کے احکام جس سے بھی سننے قبول کرے
 ہر ادنیٰ شخص کے ساتھ نرمی اور عاجزی سے پیش آئے۔ اس کی عزت کرے جو
 اس سے مرتبہ میں زیادہ ہو اگر کچھ نقصان پہنچے تو اسے برداشت کرے۔
 جو میسر آئے اس پر شکر کرے۔
 ”خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ“

جواں مردی تین چیزوں میں ایک وفاق ہے خلاف، دوسرے ستائش
 بے جود، تیسرے عطلے بے سوال۔
 ”خواجہ ذراغی مہری رحمۃ اللہ علیہ“

معرفت کا مدعی یا سچا ہو گا یا جھوٹا اگر سچ کہتا ہے تو جو صدیق ہو تے ہیں وہ
 اپنی تعریف آپ نہیں کرتے۔ اگر جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ بولنے والا عارف
 نہیں ہوتا۔ لوگوں میں فسادان چیزوں سے ہوتا ہے سنت رسول ترک کرنا
 بدعت کے درپے ہونا۔ سلف کی تعزیروں کو حجت و دلیل بنانے اور ان کے
 ہنروں کو دفن کرنے سے۔ تقویٰ یہ ہے کہ ظاہر کو گناہوں سے آلودہ نہ کرے
 باطن کو نفسو نیات سے بچائے اور حق تعالیٰ کے حضور ایستادہ رہے۔ ہر ایک
 مدعی شہر و حق سے محبوب ہے اور سخن حق سے محروم ہے اگر کوئی حق کے
 ساتھ ہے تو اس کو دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر وہ غائب ہے تو دعویٰ باقی
 رہے گا۔ دعویٰ مجبوروں کی علامت ہے

”ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ“

زبان کو نگہ رکھنا مستحکم قلعہ ہے۔ ہر چیز کا بیوہ دل ہے اور دل کا بیوہ سچائی
 ہے۔ تقویٰ سے نماز روزہ اور دوسرے اعمال پیدا ہوتے ہیں رجا سے نہیں
 ہر شئی کی نجات دنیا اور آخرت میں خدا کے خوف پر ہے جب رجا کا غلبہ ہو گا
 تو دل میں فساد پیدا ہو گا اور جب خوف غالب ہو گا تو خشوع پیدا ہو گا جس دل میں خوف
 نہیں وہ خراب ہے خدا سے اس قدر ڈرو کہ اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو
 اور اس قدر امید نہ رکھو کہ خوف جاتا رہے۔

”خواجہ بشر مرسی رحمۃ اللہ علیہ“

از سخنان ابن طالقہ (صوفیہ) بیچ پتہ بدل من قرار نہ گرفت تا آنکہ دو گواہ عدل
از کتاب رسالت بریان نیافتہ ز نفحات الانس

”خواجہ فتح موسیٰ سلمہ“

جو شخص اپنے دل کو علم و حکمت اور مشائخ کے سخن سے باز رکھتا ہے
اس کا دل مریا تا ہے۔

مخلوق سے حاجت نہ چاہ۔ کسی کو برا نہ کہہ۔

”خواجہ احمد خضرویہ سلمہ“

خدا سے نزدیک تر وہ شخص ہے جس کا خلق زیادہ ہے جو کوئی درویش چاہتا
ہے بے یمن چیزیں اختیار کرے تواضع، سخاوت، اور حسن ادب۔

”بابرید بسطامی سلمہ“

مشہر معرفت کی بوند سونگھے گا جسے خدا اپنا دوست بناتا ہے یہی خصلتیں
عطا فرماتا ہے۔ سخاوت دنیا کی طرح، آفتاب کی طرح شفقت اور نہ ہن کی طرح
تواضع ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ خدا سے دعا کروں کہ مجھے غورنوں
کے نان و نفقہ کے بارے سے بچائے پھر میرے دل میں آیا کہ حضورؐ اس بوجھ
کے اٹھانے کو ترک نہیں کیا ہیں کسی طرح آپ کی سنت کے خلاف کروں۔
خدا کو پہچاننے کا نشان مخلوق سے بھاگنا اور اس کی معرفت میں خاموش رہنا ہے
کاش مخلوق خود اپنے کو پہچان سکتی کیونکہ اپنے پہچاننے سے خدا کی معرفت حاصل
ہوتی ہے۔ بانی پر چلنا کوئی چیز نہیں لکڑی بھی تیرتی ہے، بجا پر اڑنا کوئی چیز نہیں یہ
جاوگر بھی کر سکتا ہے۔ مردوں کا کام یہ ہے کہ اپنا دل خدا کے سوا کسی سے نہ
لگائیں۔ نیک لوگوں کی صحبت، نیک اعمال سے بہتر ہے، بد لوگوں کی صحبت بد اعمال
سے بدتر ہے۔ گناہ تمہارا ہے لیکن اس قدر مضر نہیں جس قدر ایک مسلمان بھائی
کو ذلیل کرنا مضر ہے۔ مجاہدہ میں کوشش کر کے خدا کے فضل پر نظر رکھنی چاہئے نہ
کہ اپنے اعمال پر۔ توکل مانع کسب نہیں۔ سماع ایک چکنا پتھر ہے اگر اس پر سے
باؤں پھسل گیا۔ تو پھر لغت الشرح کے سوا کہیں جگہ ناہیں۔ خدا تجھ پر مطلع ہے
تو جو کچھ کرتا ہے وہ دیکھتا ہے خدا تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔ حیاتِ عالم یہ ہے۔

راحت و معرفت میں اور لذت، ذکر خدا میں۔

حکایت

ایک شخص نے خواجہ بایزید بسطامی سے عرض کیا کہ شیخ انس بن عبد اللہ مفت میں گفتگو کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ اتفاقیہ ایک دریا کے کنارے پر گئے تھے ایک جھنور میں پھنس گئے ہیں

”خواجہ حاتم اہم شہید“

مخلوق سے طمع منقطع کرے تاکہ کچھ سے طمع منقطع کر لیں۔ نیکی اس طرح کر لے تو لے تیرے اور خدا کے کوئی نہ جائے۔ مثالاً آدمی وہ ہے جو خدا سے دُور ہے

عبادت کی زینت ثواب سے ہے اگر بار خواہی خدا بس و اگر ہمراہ خواہی کروا کا تبیں بس و اگر غیرت خواہی دنیا بس و اگر مونس خواہی قرآن بس و اگر کار خواہی عبادت خدا بس و اگر وعظ خواہی مرگ بس و اگر ایس کہ گفتہ پسندیدہ نیست و درخ نما بس (انتخابات الانس)

”خواجہ ابو تراب بخشی شہید“

اپنے خیال کی حفاظت کر اس لئے کہ یہ تمام چیزوں کا مقدمہ ہے کیونکہ جس کسی کا اندیشہ درست ہو گا اس کے بعد جو کچھ بھی افعال و احوال سے واقع ہو گا وہ سب کچھ درست ہو گا۔ توکل یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو دریائے عبودیت میں گراؤں اور دل خدا کے۔ اچھے بندہ ہمارے جو وہ عطا کرے شکر کرے جو وہ لے لے اس پر صبر کرے۔

”خواجہ سری سقطی شہید“

حسن خلق صرف خلق کے نہ ستانے ہی کو نہیں کہتے۔ بلکہ مخلوق کا رنج و غم، کینہ اور انتقام سہنا بھی داخل خلق ہے۔

شک پر کسی سے علیحدہ نہ ہو جانا چاہیے بلکہ اس کے عتاب پر بھی اس کی محبت سے علیحدہ نہ ہونا چاہیے۔ خلق میں سب سے زیادہ قوی وہ شخص ہے جسے اپنے غم پر غلبہ ہو جو خدا کا مطیع ہو جاتا ہے سب اس کے

مطیع ہو جاتے ہیں جس کو نعمت کی قدر نہیں ہوتی اس کی نعمت کو اس طرح زوال شروع ہو جاتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ جو اپنے نفس کی تادیب سے عاجز ہے وہ غیر کو کیا ادب کرے گا۔ سب سے زیادہ عاقل اور فہیم وہ لوگ ہیں جو قرآن کے اسرار کو سمجھتے ہیں اور ان اسراروں میں غور و فکر کرتے ہیں۔ شوق عارفوں کا برتر مقام ہے جو کوئی کسی ایسی باطنی حقیقت کا دعویٰ کرے کہ ظاہری شریعت کے خلاف ہو وہ غلط ہے (رسالہ تشریح)

”خواجہ محمد علی حکیم الترنذیؒ“

جس کی ہمت دین کی طرف، معروف ہوتی ہے اس کے تمام دنیوی کام دینی ہمت کی برکت سے سرانجام پاتے ہیں اپنے تمام کاموں کو خدا ہی سپرد کر دینے کو رہنما کہتے ہیں۔

”خواجہ یحییٰ معاذ رازیؒ“

خادمی خدا کی صفت ہے خادمی بندے کی صفت ہے بندہ کو بندہ ہونا چاہیے، جب بندہ صفات حق کی آرزو کرتا ہے تو وہ فرعون بن جاتا ہے۔ نیک قوموں سے پرہیز کرو، غافل علماء کا ہل قاری اور جاہل صوفی۔ اعمال نیک خصلتوں کے محتاج ہیں، علم، نیت اور اخلاص۔ تواضع، بلند ترین پرہیزگاری ہے اولیاء اللہ کے تین صفات ہیں، تمام چیزوں میں خدا پر اعتماد رکھنا، تمام چیزوں سے بے نیاز ہونا اور ہر چیز میں خدا کی طرف رجوع ہونا، توکل پر طعن کرنا ایمان پر طعن کرنا ہے۔ دین طمع سے ضائع ہوتا ہے اور دین سے باقی رہتا ہے۔ شوق کی علامت اعضا کو خواہشات سے بچانا ہے

”خواجہ ابراہیم ادہمؒ“

حق تعالیٰ کے ساتھ اخلاص، خلوص، نیت سے ہے جس شخص کا دل نیک حالتوں میں حاضر نہ ہو تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس پر دروازہ بند کیا جا چکا ہے ایک قرآن شریف پڑھنے کی حالت میں دوسرے نماز میں تیسرے ذکر میں۔

”خواجہ ابوبکر شافعیؒ“

جس نے ظاہر میں امر و نہی کی حدود کا لحاظ نہ رکھا وہ مشاہدہ باطنی سے محروم رہا۔

سب سے زیادہ عظمت والا ہے جو لوگوں کے ساتھ تواضع کرتا ہے۔
لکھت کرتے والا جو اس مرد نہیں ہوتا۔

بھوٹ، خیانت اور غیبت سے باز رہ۔

”خواجہ حمدون فقہار رحمہ اللہ“

میرا طریقہ شریعت کے ظاہر کو محفوظ رکھتا ہے یہی اصل عظیم ہے۔ جہاں تک
پہنچ سکے دنیا کے لئے کسی پر عقہہ مت کر۔ نیک خصلتی سخاوت میں ہے۔ توکل خدا
پر اعتماد کرتا ہے۔ بد خوئی بخل ہے۔ تواضع فقیری ہے۔

”خواجہ سہیل بن عبد اللہ تشریٰ رحمہ اللہ“

ہمارے چند اصول ہیں۔ خدا کی کتاب سے تمسک کرنا۔ رسول کی سنت پر

عمل کرنا۔ حلال روزی کھانا، کسی کو تکلیف نہ دینا اگرچہ وہ ہم کو تکلیف دے۔ مسکرات
سے دور رہنا اور حق ادا کرنے میں جلدی کرنا۔ ہمارے مذہب کے تین اصول ہیں

جنہوں پر رسول اکرم کی اخلاق و افعال میں اقتداء کرنا، حلال روزی کھانا اور افعال میں

خلوص پیدا کرنا۔ سنت کی مثال دنیا میں ایسی ہے جیسے بہشت کی عقیقی میں

جو بہشت میں داخل ہو گیا تمام معیبتوں سے محفوظ ہو گیا جو سنت کا پابند ہو گیا

وہ بدعات و خواہشات سے محفوظ ہو گیا۔ بری عادتوں کو چھوڑ کر نیک عادتیں

اختیار کرنا بلند مرتبہ ہے۔ خدا کے سوا کوئی تدبیر نہیں، رسول اکرم کے سوا

کوئی رہنما نہیں، تقویٰ کے سوا کوئی توشہ نہیں۔ سنت کی پیروی جو اس مردی

ہے شریعت طریقت ایک ہیں، شریعت کا روح حقیقت ہے اور حقیقت کا دفتر

شریعت ہے۔ کسب پر طعن کرنا سنت پر طعن کرنا ہے۔ جہالت سے زیادہ

کوئی گناہ نہیں۔ ہمارے اصول سات ہیں قرآن کو مضبوط پکڑنا۔ اقتداء سے سنت

اکل حلال، خلق کو آرام پہنچانا گناہوں سے بچی تو یہ کرنا اور اسے حقوق کرنا۔

خواجہ عبد اللہ سالمی

اولیاء اللہ کی شناخت، لطافت زبان، حسن اخلاق، تواضع، روئی، سخاوت

۱۰ رسالہ قشیرہ

نفس، قلت اعتراض پذیرائی عذر اور شفقت علی الخلق ہے۔
 ”خواجہ ابو سعید خرازؒ“

خلق عظیم یہ ہے کہ انسان کو خدا کے سوا کسی سے محبت نہ ہو، اپنے عزیز وقت کو عزیز ترین کاموں میں صرف کرے اور سب سے زیادہ گزشتہ اور آئندہ زمانے کا خیال رکھے۔

”خواجہ ابو الحسن نوریؒ“

خلق پر مسلمانوں کی راہ مسدود ہے جب تک کہ رسول کریمؐ کیے ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں جو شخص دعویٰ کرتا ہو کہ شریعت سے باہر ہو جاؤ اس کے پاس نہ جاؤ در سالہ قشیر یہ

”خواجہ جنید بغدادیؒ“

خلق پر تمام راستے سوائے حضور رسول اکرمؐ کے راستے کے مسدود ہیں جو قرآن کا پیرو اور رسول کا مقلد نہ ہو اس کی پیروی نہ کرو۔ تو کلی کسب نہ کرنے یا کسب ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ خدا کے دعووں پر دل مطمئن رکھنے

کا نام ہے۔ جو ان روی اپنا بوجہ دوسروں پر نہ رکھنا ہے بقا خدا کیلئے ہے اور فنا ماسو کیلئے ہے جب بندہ ہر شے کا خدا کو مالک دیکھتا ہے، سب کا ظہور

خدا ہی سے سمجھتا ہے سب کا قیام خدا ہی سے پاتا ہے اور سب کا لوٹنا خدا

ہی کی طرف جاتا ہے۔ تب عبودیت کے مرتبہ پر پہنچتا ہے۔ عام لوگوں کیلئے

تین حجاب ہیں، نفس، خلق اور دنیا اور خاص لوگوں کیلئے بھی تین حجاب ہیں،

عبادت پر اشر کرنا یعنی یہ سمجھنا کہ میں عابد ہوں، ثواب پر نظر رکھنا، یعنی اس خیال

سے عبادت کرنا کہ ثواب ملے گا بلکہ محض تعمیل حکم کا خیال کرے، کرامت پر نظر رکھنا

یعنی کثرت و کرامت کا خواہش مند ہونا، عالم کی لغزش حلال سے حرام کی طرف

و بکھڑا، درخشش کی لغزش بقا سے فنا کی طرف جھکنا اور عارف کی لغزش کریم سے

کرامت کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ خدا کی تجلی تمام مخلوق پر ایک بار ہوگی اور حضرت

الیکبرؑ سو بار۔ خلق چار ہیں، سخاوت، الفت، نصیحت اور شفقت۔ لہذا

الاعتبار یا الخرقۃ ترانما الاعتبا بالخرقة، یعنی خرقہ کا اعتبار نہیں، اطاعت

میں جان جلانے کا اعتبار ہے۔ شکریہ ہے کہ جو نعمت خدا نے تجھ کو دی ہے اسکی وجہ سے تو خدا کی نافرمانی نہ کرے اور اس کو معصیت کا ذریعہ نہ بنائے۔ تصوف کی راہ میں جو شخص قدم رکھے اس کو لازم ہے کہ اپنے ہاتھ میں اللہ کی کتاب کو لے اور بائیں ہاتھ میں سنت رسولؐ ان کی روشنی میں چلے تاکہ کہیں شہمہ کے گڑھے میں نہ گرے اور بدعت کی تاریکی میں نہ پھنسے۔ اس راہ میں رہنما بہت ہیں جو طرح طرح کے جال بچھائے ہوئے ہیں تو قیر کا جال، استدراج کا جال، بکر کا جال اور لطف کا جال ایسا آدمی چاہیے کہ جو ان جالوں میں گمیز کر سکے۔ آدمی سے ہوتا ہے نہ کہ صورت سے ہیں نے تیس برس تک تکبیر اولیٰ قضا نہیں کی

طریقت کے اصول پانچ ہیں، صوم روز اور قیام شب، اخلاص عمل، عبادت تمام در اعمال اور لوکل بخدا۔

”خواجہ ابو عثمان الحمیریؒ“

ظاہر میں خلاف سنت ہونا ریائے باطن کی علامت ہے شوق محبت کا ثمرہ ہے، جو شخص اپنے اوپر سنت کو غالب کرتا ہے وہ حکمت بیان کرتا ہے اور جو حریں کو غالب کرتا ہے وہ بدعت کی باتیں کرتا ہے۔ دھوکہ سے محفوظ رہا سنت پابندی شریعت کا ہے۔

”خواجہ ابوالحسن بوشنگیؒ“

جو کوئی اپنے آداب سنت سے مؤدب رکھتا ہے حق تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے منور فرماتا ہے، خدا اور رسول کے حکموں کی موافقت اور حسن اخلاق کے سوا کوئی مقام برتر نہیں۔

”خواجہ ابو محمد حریریؒ سلمہ“

اخلاص یقین کا اور بیا شک کا ثمرہ ہے۔ اولیاء کے درجات کی انتہا انبیاء کے درجے کی ابتدا ہے۔

”خواجہ ابراہیم بن داؤد الرائیؒ“

خدا کی دوستی کا نشان اس کی طاعت کو پسند کرنا اور رسول کی متابعت

کرنا ہے۔ سلوک کندہ بر طریق مصطفیٰ۔

خواجہ محمد بن عبد الوہاب ثقفی ^{رحمۃ اللہ علیہ}

جو شخص یہ چاہے کہ اس کے افعال صحیح ہوں اور سنت کی متابعت میں رہے تو اس سے کہہ دو کہ وہ اخلاص و صداقت دل میں پیدا کرے۔ افعال باطنی کی درستگی سے افعال ظاہری کی درستگی پیدا ہوتی ہے۔ مرد کو چاہیے کہ چار باتوں کا عامل رہے اور ان سے خالی نہ رہے۔ صدق قول صدق عمل صدق مودت اور صدق امانت۔ جو شخص اپنے اعمال و افعال کو ہر وقت کتاب و سنت کی میزان میں وزن نہ کرے وہ مرد نہیں۔

”خواجہ ابو محمد مرتعش ^{رحمۃ اللہ علیہ}“

مرتعش گوید کہ ہرگز خود را بیاطن خاص دیدم تا خود را بظاہر عام ندیدم، شیخ الاسلام گفت معنی آنست کہ حقیقت من درست بنامنا شریعت من صافی ^{نشد}

”خواجہ ابو یعقوب النہر جوزی ^{رحمۃ اللہ علیہ}“

جو شخص اپنے کام میں خدا کی مدد نہیں چاہتا وہ ہمیشہ ذلیل رہتا ہے جس لغت کا شکر ادا ہوتا ہے اس کو زوال نہیں۔

”خواجہ عبداللہ منازل ^{رحمۃ اللہ علیہ}“

جو سنت ترک کرتا ہے وہ بدعت میں مبتلا ہو جاتا ہے، ہم بہ نسبت علم کے ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔

”خواجہ ابو سعید بن الحسین ^{رحمۃ اللہ علیہ}“

صوفیوں کے لئے لڑکوں اور عورتوں کی محبت میں آفت ہے، عاصی مدنی سے بہتر ہے محبت ایشاء کا نام ہے۔

خواجہ شبلی ^{رحمۃ اللہ علیہ}

شریعت یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کرے بطریقیت یہ ہے کہ تو اس کی طلب کرے حقیقت یہ ہے کہ تو اس کو جانے دے یہ ہے کہ تاسوا اللہ سے کہے کہے۔ تو بہ میں دیر کرنا بڑا گناہ ہے۔ ہمارے لئے خدا کا مشاہدہ کہاں البتہ خدا ہمارے لئے افہامات اللہ

مشاہدہ کر رہا ہے۔ نہرت کا نام نہرت اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ محبوب کے سوا
سب چیزوں کو دل سے مٹا دیتی ہے علم الباقین وہ علم ہے جو اسرار پرست میں غور و خوض
کرنے سے بغیر کسی ذریعہ اور واسطہ کے دل کو حاصل ہوتا ہے، حق الباقین میں رسائی
ہیں ہو سکتی۔ حریت کا مقام زیادہ معزز ہے

جو بات ذکر سے خالی ہے لغو ہے، جو خاموشی فکر سے خالی ہے سہو ہے
جو نظر عبرت سے خالی ہے لہو ہے۔
”خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ“

دین میں آفت شیطان سے زیادہ دو شخصوں سے ہے عالم حریص اور

نرا پڑ ہے علم۔

ایک شخص نے عرض کی کیا میں آپ کا خرقہ پہن لوں؟ آپ نے فرمایا پہلے
میرے اس سوال کا جواب دے دے کہ اگر عورت مرد کے کپڑے پہن لے تو
مرد بن جائے گی یا مرد عورت کی چادر اوڑھ لے تو عورت ہو جائے گا؟ اس نے
کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو مرد نہیں ہے تو میرا خرقہ پہننے سے مرد نہیں ہو
جائے گا۔

”امام قشیری رحمہ اللہ“

خالق پر تمام راستے مسدود کر دیئے گئے ہیں بجز اس کے کہ سنت نبوی
کے نقشب قدم پر چلا جائے ہمارا سارا طریقہ کتاب الہی و سنت رسول کی بندگی
ہے، جو شخص حافظ کلام الہی و عالم حدیث رسول نہیں اس کی تقلید و بارے
طریقت درست نہیں، اس لئے کہ ہمارے اس سارے علم کا ماخذ قرآن
و حدیث ہے

جو شخص مغرور ہو اور بدعت کرتا ہو وہ علم باطن سے محروم نہیں ہو سکتا۔

شریعت ظاہر کی پابندی لازم رکھو۔

”خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ“

صوفیہ کے قلوب حافظ ہیں اس لئے کہ دنیا کی طرف انہوں نے
رغبت کم کی بعد ازاں لگے تقویٰ کی جڑ اور بنیاد کو خوب مضبوط اور مستحکم کر لیا

سے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

”شیخ شمس تبریز علیہ السلام“

علم اور علم کا درجہ سب سے افضل ہے جب تک انسان باطل کو ترک نہیں کرتا حتیٰ تک رسائی حاصل نہیں ہوتی جس نے نیاز و عجز حاصل کیا وہ منزل مقصود کو پہنچ گیا۔ نیاز مندی بڑی عبادت ہے۔

”مولانا روم علیہ السلام“

لا طمع بودن ز سلطان و امیر
نے قماش و نقره و فرزند و زن
بندگی کن، بندگی کن، بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی ست
اندر این حضرت ندارد اعتبار
کفر باشد پیش او جز بندگی

ترک دنیا چیت سے مرد فقیر

چیت دنیا از خدا غافل شدن

گرتو خواہی خرمی و زندگی

زندگی مقصود بہر بندگی ست

جز خضوع و بندگی و انقضائے سر

ہر کہ اندر عشق یا بد زندگی

”شیخ سعدی شیرازی علیہ السلام“

کہ گم دن نہ پیچد ز حکم تو، میچ
تو اں یافتن جزو سے مصطفیٰ
گم آں شد کہ دنبال راعی رفت

تو ہم گروں از حکم داوڑ میچ

مہندار سعدی کہ راہ صفا

دیں راہ جز مرد داعی نہ رفت

نظام الدین اولیاء علیہ السلام

استقامت سے باید کہ متابعت رسول علیہ السلام والصلوٰۃ باشد

چوں علم بیا موزد اور نور سے حاصل آید

”مختار بن محمد بن احمد علیہ السلام“

اصل عبودیت آنست کہ چنان باشی بظاہر کہ از تو ہمہ شرع ظاہر بود و چنان

باشی بباطن کہ در تو باو غیر را گنجائش نبود

سوائے کردن طریقت بچہ تو ان یافت، فرمودند بشرع

”مولانا جامی علیہ السلام“

ملا مت اں نمود کہ کسے بے حرمتی شرع کا رے کدتا اور ملا مت کنند

علم سیر الاولیاء علیہ فوار الفوار علیہ علیہ نفحات الانس

علامت اس بود کہ در کار حق سبحانہ از خلق پاک ندارد (نفحات الانس)
 ”شیخ عبدالوہاب شمرانی رحمہ اللہ“

وہ در پیر و مرید امور شرعیہ میں سے اولیٰ اور احوط کو اختیار کرتے ہیں
 اور ایسا کام اختیار کرتے ہیں جس میں کسی امام کی مخالفت نہ ہو سکے فقہاء
 صوفیائے کرام قواعد شریعت پر قائم ہوتے ہیں، کامل عالموں اور کامل صوفیوں
 میں کوئی نزاع اور اختلاف نہیں ہے

”مجدد الف ثانی رحمہ اللہ“

✓ ترک دنیا سے مطلب دنیا کی مکروہات کو ترک کرنا ہے، شریعت کے
 تین جزو ہیں، علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے
 تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کیلئے شریعت کے خادم ہیں، بدعتی کی صحبت
 کافساد کافر کی صحبت سے زیادہ ہے۔

شاہ احمد حسن امروہی رحمہ اللہ

شریعت مجموعہ احکام تکلیفیہ کا نام ہے اور اس کے ایک جزو یعنی اعمال
 باطنی کا نام طہریقت ہے، دستی اعمال باطنی سے جو حقائق منکشف ہوتے ہیں ان
 کا نام حقیقت ہے اور انکشاف کا نام معرفت ہے۔ ریا کے خوف سے عبادت
 کو ترک نہ کرنا چاہئے اگر کام میں لگا رہے گا تو ایک دن دکھاوٹ سے عادت
 اور عادت سے عبادت اور عبادت سے محبت ہو جائے گی

علم سے عقل کی دنیا میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ادائے حقوق کے
 لئے قوت فراہم ہوتی ہے۔ متدین وہ ہے جس کو خدا کا خوف ہے۔ بدعات
 سے قلب پر تاریکی چھا جاتی ہے، حسنِ خلق یہ ہے کہ کتاب و سنت پر پورا عمل
 ہو، نصیحت کو بصورتِ ناصح پیش کرنا چاہئے، جو درویش خلافِ شرع ہو اور مسکین
 تقدیر و وحدۃ الوجود کو بیان کرتا ہو اس کی صحبت سے اجتناب لازم ہے۔

حافظ عبدالرحمن پنجابی مراد آبادی رحمہ اللہ

علم بے عمل و بال ہے۔ جو ظاہر شریعت کا پابند نہ ہو وہ صوفی نہیں بندگی
 غرض دلی سے کرنی چاہئے نہ کہ بیچارگی سے۔ خداوند کریم نے جس قدر قوتیں

اور نفع میں عطا فرمائی ہیں ان کا شکریہ ہے کہ ان کو رضائے الہی میں صرف کیا جائے۔
 خطرات کا آنا اختیار ہی نہیں البتہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہونا جو ان کے قیام کا
 باعث ہیں اختیار ہی ہے اس لئے ان کی طرف توجہ نہ کرنی چاہئے، خطرہ اس لئے
 گھبرانے چاہئے کیونکہ چوروں آتا ہے جہاں مال ہوتا ہے۔ نیک عمل قابل بھی بہت
 ہے اور عمل باتیں بھی ہر مادی کے لئے بہت ہے جس دل میں دنیا کی محبت
 قائم ہو گئی اسے ذکر و مناجات میں لذت نہیں آ سکتی

باب السابع فی الرقص والغناء

لنظارۃ خیران و سے و لغتہ حرام است دیدیم و شنیدیم و سمعنا و اطعنا
 نرچ رنگ، گانا بجانا، اچھلنا کودنا، چلانا ان باتوں کا اسلام اور تصوف اسلام
 سے دور کا بھی کچھ تعلق نہیں لیکن آج کل یہ چیزیں نام نہاد عرفیوں میں اس درجہ
 رائج ہیں کہ گویا تصوف کا ایک رکن ہیں اس کو اس درجے کی عبادت سمجھا جاتا ہے
 اور اس طرح اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے کہ تلاوت قرآن اور نماز کی بھی کوئی ہمتی
 نہیں، مقصد ہی تالوسے صوفی تارک نماز ہیں مگر رقص و سرود کا تارک ایک
 بھی نہیں، گانے بجانے کو غناء و سرود کہتے ہیں مگر جو لوگ اس کو بطور عبادت
 کرتے ہیں وہ اسے سماع کہتے ہیں اور رقص کرنے کو وجدِ حال کہتے ہیں چونکہ
 اس بابت میں مروجہ سماع و وجد و حال کی تحقیق متفقہ نظر ہے اس لئے اسکے
 تمام اجزاء کا علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے گا حاشا ثم حاشا میرا یہ مقصد نہیں
 کہ کسی بد شخص کیوں یا خواہ مخواہ کسی کی تردید کے درپے ہوں بلکہ یہ چاہتا ہوں
 کہ اس پر ایک منصفانہ نظر کی جائے کہ یہ امور تصوف اسلام میں روا ہیں
 یا نہیں ؟

موسیقی کی ایجاد

موسیقی کے متعلق اہل ہندو مت یہ روایت ہے کہ یہ فن برہمنوں اور جنوں
 کو آتا تھا جب جنوں کی قوم سے مہادیو جی ڈار تباط ہوا تو برہمنوں نے انہیں گانا
 سنایا اس طرح یہ علم انسانوں میں آیا۔

یہودیوں میں موسیقی متعلق دور وایتیں ہیں ایک یہ کہ یہ فن حضرت داؤد علیہ السلام کی ایجاد ہے دوسرے یہ کہ حکیم فیثا غورث شاگرد سلیمان علیہ السلام نے داؤدی نغموں سے اس علم کو نکالا، لیکن یہ روایت غلط ہے کیونکہ حضرت سلیمان کا عہد دس صدی قبل مسیح ہے اور فیثا غورث کا زمانہ پچھ صدی قبل مسیح ہے بعض نے لکھا ہے کہ حکیم مذکور کا گذر ایک لوہار کی دکان کی طرف ہوا وہ لوہا کوٹ رہا تھا حکیم نے اس کی آواز سے نغمہ ایجاد کیا۔ ایسی ہی روایت ایرانیوں میں ہے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک جانور ققنس ہے جس کو موسیقار بھی کہتے ہیں ہندی میں اس کا نام دیپک لاٹ ہے اور فارسی میں اسے آکشن زند کہتے ہیں اس کی آواز سے یہ علم اخوذ ہوا۔ عربی بحروں کی وجہ تسمیہ جو بیان کی گئی ہے اس میں بھی پرندوں کی آواز کا ذکر ہے۔ ہندی موسیقی میں بارہ تانیں ہیں جن کو دروازہ ہرچ فلکی کی رعایت سے مقرر کیا گیا ہے۔ ایرانی میں ستیرہ تانیں ہیں۔ اہل ایران ان کو ابجر اور دائرہ کہتے ہیں، ترکی میں بھی ستیرہ تانیں ہیں وہ ان کو عرب کہتے ہیں ترکی تانوں کے نام اور عربی نظم کی بحروں کے نام آپس میں ملتے ہیں مثلاً بمل، خفیف، ہرج وغیرہ۔ میرا یہ خیال ہے کہ مشہور مثل ہے رونا اور گانا سب کو آتا ہے اس لئے کہ سوائے کسی کلام کو ادا کرنا ہمیشہ سے ہے، انبیاء نے اسکو بھی جائز نہیں رکھا، حضرت داؤد علیہ السلام خوش آواز تھے لیکن خوش آوازی کے یہ معنی نکالنا کہ وہ گوئے تھے صحیح نہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد جب یہود گمراہ ہو گئے تو انہوں نے اسکو رواج دیا اور رفتہ رفتہ یہودی عبادت میں داخل ہو گیا دیگر علوم و فنون کی طرح اس میں بھی ترقی ہوئی اور اس کے قواعد و ضوابط مقرر ہوئے قواعد میں کی ابتدا حکیم فیثا غورث نے کی۔ موسیقی یعنی گانے کا اثر

موسیقی اور مصونہ می ان فنون لطیفہ میں سے ہیں جنہوں نے ہر قوم میں عیاشی کے زمانے میں ترقی کی ہے اور یہاں ان کا رواج ہوا ہے وہاں علوم و فنون، ملک داری، ملک گیری، شخصیت ہو گئی اور وہ قوم تشرل وادبار

کے گڑھے میں جا پڑی

جس ملک و قوم میں اس کا رواج ہو جاتا ہے اس کے سیاسی حالات بہتر ہو جاتے ہیں، ترقی رک جاتی ہے، تنزل شروع ہو جاتا ہے اور حسن بدستی کی طرف میلان ہو جاتا ہے جب ہندوستان میں گندھ، دریا، شام ویا، نے ترقی کی اور راگوں نے جنم لیا تو ملک گیری کا خاتمہ ہو گیا، ایران میں جب رقص و سرود کی گرم بازاری ہوئی تو فتوحات و ملک داری رخصت ہو گئی۔

رومیوں نے جب ان فنون میں ترقی کی تو اخلاقی قوت اور شجاعت و بہادری ان سے مفقود ہو گئی، ان کا سیاسی عظمت و جلال مٹ گیا مدتوں تک اپنا بے نظیر اقتدار کھو کر آسٹریلیا کے غلام رہے تا انکہ زرنی اور گریبالڈی نے از سر نو قومیت کی روح پیدا کی۔ جب بغداد قرطبہ کے محلات شاہی میں رقص و سرود کی مجالس منعقد ہونے لگیں تو تخت خلافت الٹ گیا۔

سلاطین ہند کے قلعوں میں جب طبہ کھڑکے لگا۔ اور راگ رنگ کی ہونے لگیں تو بادشاہ اور شہزادے مرد میدان سیاست و شجاعت نہ رہے محمد شاہ رنگیلے اور واجد علی شاہ جیسے حکمران پیدا ہو گئے۔ ایسی برکت ہے کہ آج تک مسلمانوں کی گردن میں غلامی کا طوقی گراں پڑا ہوا ہے۔

ڈاکٹر سموئل لکھتے ہیں :-

”فنون لطیفہ کے کرشمے اور کارسازیاں بلاشبہ انسانی مذاق کو بڑھاتی ہیں، اعمال صالحہ کا یکتا نمونہ جو لوگوں کو عملی طور پر دکھایا جائے انسانی قلوب اور سیرت پر ایک مستقل اثر پیدا کرتا ہے جو مجسموں اور تصویروں کے دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ چیز جو انسان کو عظیم اور جلیل بناتی ہے وہ اس کا دل و دماغ ہے لیکن اگر مصوری اور راگ انسانوں کو نیک بنا سکتے تو رقص و شجاعت اور تدبیر نیک نامی معدوم نہ ہوتی۔“

فیڈرس اور اکتونوس مشہور یونانی مصور اپنی عیاشی کی وجہ سے قید خانے میں نہ مرتے اور نہ ان کا جلال معدوم ہوتا جنہیں یار نادانوں نے شکست دے کر نسیا منسیا کر کے اپنی فتح کی یادگار بڑے پیمانہ پر قائم کی تھی۔ تقدس

دل و دماغ فتون لطیفہ سے بہ درجہ اچھی چیز ہے کیونکہ مصوری اور راگ سے بسا اوقات سیرت کمزور اور اخلاق ذمیم ہو جاتے ہیں اور ترکیہ نفس سے اخلاقِ حسنہ، سیرتِ فاضلانہ اور سمیتِ بلند پیدا ہوتی ہے جوں جوں روم میں مصوری ترقی کرتا گیا قوم تنزل میں گرتا گئی۔ پوپ لیو دہم کا زمانہ ترقی فتون کا زمانہ ہے مگر اس زمانہ میں عیاشی اور بدکاری اور شہوت پرستی کا زور تھا ہر ادنیٰ، اعلیٰ، امیر، عزیز، عوام و خواص پوپ، پادری سب عیاشی اور لہو و لعب میں دقت گزار تے تھے۔ راگ مصوری اور ناچ، تفریح و سرور کے سرچشمہ ہیں۔ فی حل ذاتہ شہوت انگیز نہیں ہیں تاہم بسا اوقات شہوت انگیزی ان کا انجام ہوتا ہے مگر دورِ حاضر میں صن عریاں کی وجہ سے یہ دونوں چیزیں یقیناً شہوت انگیز ہیں، مگر امیر کے ساتھ راگ نروڈا دلی طاقتوں کو نہیں بڑھاتا اور نہ عام طور پر سیرتِ عالینہ پیدا کرتا ہے۔ ڈاکٹر جانسن نے لکھا ہے

✓ ”راگ سے دل کو فرحت ہوتی ہے اگر اس سے اچھے خیالات پیدا ہوں اچھے اگر برے خیالات پیدا ہوں برا ہے۔“

انبیائے سابقین کی امتوں میں بھی رقص و سرود کبھی داخل مذہب نہیں رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل بابل کی حکومت کے زمانے میں جب امتوں میں گمراہی پھیلی تو موسیقی کا زور ہوا اہل مذہب نے مخالفت کی لیکن موسیقی کی موافقت میں سب لوگ ہو گئے، بہت سے جنگروں کے بعد لے پایا کہ موسیقی بغیر مزامیر کے جائز قرار دی جائے اور شادی کے موقع پر مزامیر کی اجازت دی جائے۔

جب یونانی موسیقی نے فلسطین میں رواج پانا شروع کیا تو اہل مذہب یہود نے اس کی مخالفت کی اور سقوطِ یروشلم سے پہلے یسعیاہ عموس عیسیٰ بن سیراخ نے شراب، عورت اور موسیقی کی شدید مخالفت کی۔

بربادی بیت المقدس کے بعد یہودی موسیقی کو اور بھی شدت سے حرام سمجھنے لگے اور بالنسری بجانے والے کو زمری (اوباش) کہنے لگے۔

زمری یہ لفظ عربی زمارہ سے لیا گیا ہے، زمارہ کے معنی بالنسری بجانے

والی فاحشہ عورت کے ہیں۔

اسحاق بن سمان یہودی ۳۲۲ھ سے یہودیوں میں موسیقی کو رائج کیا یہ اس فن کا ماہر تھا۔

اب ہم قرآن، حدیث، اقوال صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ وغیرہ سے اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

قرآن

وَمِنْ النَّاسِ مَنِ يَسْتَتِرُ بِالْهُوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ الْمَدِينِ
(سورہ لقمان)

اور بعض لوگ ہیں جو غریب دار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے (الہو الحدیث) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد گانا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی یہی معنی فرمائے ہیں۔
حضرت ابو جہ شہاب الدین سہروردی نے بھی عوارف المعارف میں لکھا ہے اور حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (الہو الحدیث) کے متعلق سہروردی اشتہار سے تحریر فرمایا ہے۔

(۲) آمیہ کریمہ: وَالَّذِينَ يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِنْ أَوْفُوا بِالْعَهْدِ مَرُّوا كَمَا مَرُّوا
کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ زور سے مراد
مشرکین کے میلے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مراد
گانا ہے وشرکین کے میلوں میں ناچ گانا ہوتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے۔

(۳) آمیہ کریمہ: وَاسْتَفْزِزْ مِنْهُمْ لَعْنَةً فَهُمْ يَصُوتُونَ (کے متعلق حضرت
عباد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ راگ اور مزامیر مراد ہیں۔ (عوارف المعارف
خواجه شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۵)

حدیث

ﷺ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بحین میں لوگوں کے ساتھ
میں نے اپنے شیخ مسندک حاکم بیہقی

کھیل رہا تھا لڑکوں نے کہا چلو فلاں جگہ گانا ہے سن آئیں، میں ان کے ساتھ گیا لیکن گانا شروع ہونے سے پہلے خداوند کریم نے مجھ پر نیند طاری کر دی میں سو گیا اور اس سے محفوظ رہا

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب سے پہلے شیطان نے گایا پھر سرود کیا پھر چلا یا پھر چلا گیا (فردوسی)

(۳) رسول کریم نے فرمایا ہے اللہ نے مجھے گانے والا نہیں بنایا (فردوسی)

(۴) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، گانا دل میں لٹاق کو اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی گھاس کو (بیہقی، فردوسی)

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والی لوندی کی خرید و فروخت کو منع فرمایا ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

(۶) السماع حرام، سماع حرام ہے (مسند امام احمد بن حنبل)

(۷) خوشی میں راگ اور مصیبت میں روتا یہ دونوں آوازیں ملعون ہیں (فردوسی) ایک شخص نے رسول کریم سے ایسے راگ کی اجازت چاہی جس میں فواحش وغیرہ نہ ہوں، تو حضور نے فرمایا میں تجھے اس کی اجازت نہیں دیتا نہ اس میں کسی قسم کی خوبی ہے، اسے خدا کے دشمن! تو جھوٹا ہے تو نے اپنے لئے تمام چیزوں کو منتخب کیا ہے جو خدا نے تجھ پر حرام کی ہیں اگر تو نے پھر ایسی حرکت کی تو تجھ کو پٹایا جائے گا، تیرا سر منڈوایا جائے گا، تیرا اسباب کٹوایا جائے گا، پھر فرمایا ایسے لوگوں میں سے جو بغیر توبہ کئے مرے گا خدا اس کو میدانِ حشر میں محنت اور زندگائی کا تا کہ بطرح دنیا میں بے حیائی کرتا رہا کسی طرح عقلی میں بھی اس کی بے حیائی ہو اور وہ جس وقت کھڑا ہو گا گر بڑے کا ملے

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول کریم نے راگ سننے، غیبت کرنے اور جھجھوری سے منع فرمایا ہے ﷺ

(۱۰) باجے وغیرہ اور راگ سے اپنے آپ کو ہمیشہ بچاتے رہو اس لئے کہ ان دونوں سے دل میں لٹاق اس طرح بڑھتا ہے جس طرح پانی سے سہری ﷺ

(۱۱) جو شخص کسی گانے والی کا گانا سنے گا قیامت کے دن اس کے کالوں میں سیسہ

ﷺ الرشید دیوبند بقعدہ ﷺ طبرانی بخطابی ﷺ والی ابن معری دیلمی

پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

(۱۲) حضور نے فرمایا ہے کہ میری امت میں جیب یہ پندرہ باقیں آجائیں گی تو اس پر بلائیں نازل ہوں گی ان پندرہ میں گانے والی عورتیں اور باجے بھی ہیں۔

(۱۳) ناپچنے گانے والوں پر لعنت ہے۔

(۱۴) گانے والے اور جن کے لئے گایا جائے دونوں پر لعنت ہے۔

(۱۵) ناپچنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔

(۱۶) رت نہ مجاؤ مزامیر کی آواز نہ سنو۔

(۱۷) مرد کو عورت اور عورت کو مرد کے گانے کی آواز سننا منع ہے۔

(۱۸) حضور نے فرمایا مجھ کو نقاروں کی آواز اور باجوں کے ٹوڑنے کا حکم ہوا ہے۔

(۱۹) حضور نے فرمایا ہے اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ باجوں اور مزامیر کو مٹا دوں۔

(۲۰) باجوں کی آواز ملعون ہے۔

صحابہ و تابعین و تبع تابعین

(۲۱) ہر گدل میں نفاق پیدا کرتا ہے (عبداللہ بن مسعود)

(۲۲) حضرت صخاک کا قول ہے: غناء قلب کو بگاڑنے والا اور خدا کو غصہ دلانے

والا ہے (عوارف المعارف ص ۲۵)

(۲۳) حضرت علی نے فرمایا ہے، کہ جس شخص کے پاس گانے والی لونڈی ہو اس

کے جنازے کی نماز نہ پڑھو (ریلمی و حاکم فی تاریخہ)

ائمہ اطہار

(۲۴) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

”گانا ایک بُرا کھیل ہے وہ باطل کی طرح ہے جو شخص اس کا مرتکب ہو وہ

بے ثروت ہے اسکی گواہی نہ مان جائے۔“

(۲۵) قاضی ابوالطیب طبری نے امام اعظم امام مالک امام شافعی امام سفیان ثوری

اور حنبلہ ائمہ کے جو اقوال نقل کئے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ گانے کو بُرا

جانتے تھے،

(۲۶) امام احمد بن حنبل راگ کو بُرا جانتے تھے (احیاء العلوم

علامہ ابوالحسن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خطیب عطاء اللہ فرزند مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) امام ابن ابی الدینا نے راگ کے عدم جواز میں ایک مستقل کتاب زم الملا ہی تصنیف کی۔ امام مذکور کا زمانہ تیسری صدی ہجری ہے۔

(۱۴) امام مالک سے ابو اسحاق نے دریافت کیا کہ اہل مدینہ کو کسی قسم کے راگ کی اجازت ہے امام صاحب نے فرمایا کہ راگ تو صرف فساق کی مجالس میں ہوتا ہے۔ (۱۵) امام شافعی نے فرمایا ہے کہ ہم راگ سننے والوں کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔

(۱۶) امام ابو القاسم دوانقی نے فرمایا ہے صحابہ میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے مختلف فیہ راگ کو سنا ہو یا اس کے لئے لوگوں کو جمع کیا ہو یا لوگوں سے اس کے سننے کو کہا ہو یا خلوت و جلوت میں اس کو سنا ہو یا اس کو اچھا کہا ہو، بلکہ سب نے اس کو بُرا کہا ہے اور جمع ہو کر سننے کی مذمت کی ہے۔

امام مالک، امام نخعی، امام حماد، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام احمد، امام رافعی اور امام نووی ان سب نے راگ کو حرام کہا ہے۔

مختلف فیہ راگ وہ نظم ہے جو بغیر قاعدۃ موسیقی کے گائی جائے اور اس میں مضمون شراب و کباب و حسن و عشق وغیرہ نہ ہو جیسے بعض عورتیں روتے ہوئے بچوں کو بہلانے کے لئے کچھ گانے لگتی ہیں یا مزدور وغیرہ کام کرتے ہیں کچھ گاتے ہیں یا پہلوان اور سپاہی رجز پڑھتے ہیں یا شتر بان حدی گاتے ہیں بعض علماء نے اس کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔ امام اوزاعی اور امام قرطبی نے فرمایا ہے رجز اور حدی جو شتر بان گاتے ہیں یا رکیاں کھیلنے میں گیت گاتی ہیں یا عورتیں روتے بچوں کو بہلانے کے لئے گاتی ہیں یا مزدور وغیرہ کام کرنے میں گاتے ہیں تو یہ جائز ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی مضمون شراب و کباب اور حسن و عشق کا نہ ہو۔

سلاطین

(۱) یزید بن ولید نے کہا ہے اسے بنی امیہ! گانے سے پرہیز کر و کیونکہ وہ نفسانی خواہشات کو بڑھاتا ہے، مروت کو ڈھاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور وہی اثر رکھتا ہے جو نشہ کا ہوتا ہے۔

(۲) سلطان العصر محمد الملت حضرت عمر بن عبد العزیز تابعی نے اپنے لڑکوں

کے معلم سے فرمایا کہ ان کو پہلے یہ تعلیم دو کہ گانے بجانے کی ابتدا شیطان سے ہوئی ہے اور خدا اس سے ناراض ہوتا ہے (سوا نحیری عمر بن عبدالعزیز)
 (۲) سلطان اورنگ زیب عالم گیر غازی مرحوم نے گانے کو حرام قرار دیا ہے
 ”خواجگان کبار“
 (۱) خواجہ یزید بسطامی :-

سماع ایک چکنا پتھر ہے اس سے پاؤں پھسل گیا تو پھر تخت اتر ہی تک ٹھکانا نہیں۔
 (۲) سر حلقہ چشتیہ خواجہ نفیس بن عیاض فرماتے ہیں :-
 راگ زنا کا منتر ہے

(۳) سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء سے ایک شخص نے دریافت کیا کیا سماع حلال ہے؟ تو آپ نے فرمایا :-

جو چیز حرام ہے وہ کسی کے کہنے سے حلال نہیں ہو سکتی (نواد الفواد)
 (۴) خواجہ حسین ثوری نے فرمایا اگر تم مرید کو دیکھو کہ وہ قصائد سن رہا ہے تو اس سے بھلائی کی توقع نہ رکھو (تبیس ابیس)
 (۵) حضرت جنید بغدادی نے فرمایا ہے :-

”جب تم مرید کو سماع کی مجلس میں پاؤ تو سمجھو کہ اس میں لہو و لعب کا مادہ باقی ہے“ (معارف ستمبر ۱۳۳۵ء)

(۶) حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض صوفیائے نے کہا ہے کہ غنا سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ وہ شہوت کو بڑھاتا ہے، مروت کو کھوتا ہے اور شراب کی نیابت کرتا ہے۔

(۷) خواجہ حارث محاسبی نے فرمایا ہے :-

”راگ مردار کی طرح حرام ہے“

سماع

سماع کے معنی سننے کے ہیں انبیائے سابقین اور ان کے صالح تبعین کتب سناوی کو سنا کرتے تھے، جب یہودی میں موسیقی کا رواج ہو گیا تو گمراہ و

بے علم صوفیائے یہود نے قصائد سننے شروع کر دیئے یہود سے یہ رواج نصاریٰ میں آیا عرب میں یہود نصاریٰ اس طرح اس کا رواج عرب فقراء و کفار میں بھی ہو گیا اور اس کو سماع کہتے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے ”السماع حرام“، سماع حرام ہے (مسند امام احمد حنبل)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین و خواجگان کا یہ معمول تھا کہ قرآن مجید سنا کرتے تھے، چنانچہ مصحح ستہ کی پانچ کتابوں، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں یہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کچھ قرآن سناؤ میں نے عرض کی کہ آپ پر تو نازل ہوا ہے میں آپ کو کیا سناؤں آپ نے فرمایا میں اس کے سننے کو دوست رکھتا ہوں، میں نے قرآن پڑھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

جب مسلمانوں میں عجمیت کا اثر زیادہ ہو گیا تو لوگ غزلیں سننے لگے، لیکن ان غزلوں میں جن میں حمد و نعت لکھی نہ تھیں نہ ہونے لگے تھے پڑھنے والے نہ مرد ہوتے تھے نہ عورتیں اور موسیقی کے قواعد کے بھی پابند نہ تھے مزامیر وغیرہ بھی نہ ہوتے تھے

عبداللہ بن سبا یہودی نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں اختلاف کایج بودیا اس سے مختلف شاخیں بھوئیں اور سیاسی اختلافات سے مذہبی اختلاف بھی پیدا ہو گیا، مختلف فرقوں نے مختلف عقائد و اعمال قرار دیئے ان گروہ فرقوں کا مطمح نظر یہ تھا کہ لوگوں کو قرآن کی طرف سے ہٹایا جائے اور امر و عوام کو اپنی طرف راغب کیا جائے۔ ان گروہ فرقوں میں سب سے زیادہ نامور و سرگرم عمل فرقہ قرامطہ کا تھا اس کی ایک شاخ مجبرہ فرقہ بھی تھا جس کو جبرہ بھی کہتے ہیں، یہ فرقہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوا اس فرقہ کے درویشوں مردوں اور عورتوں کا ناسنتے تھے جن میں عاشقانہ اور رندانہ مضامین ہوتے موسیقی کے قواعد سے مزامیر کے ساتھ گانا ہوتا، درویش و جبرہ کرتے بہموش ہو جاتے، بعض گوتے پیتے اور مر بھی جاتے وہ لوگ اس کو عشق الہی کا بیجہ

کہنے سے

اس راگ و رنگ کو اباجہ فرقہ کے ایک عالم محمد بن طاہر نے حدیثوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی اور چوبیس صحابہ کے اقوال و عمل اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں جو سراسر موضوع ہیں۔

اسی کا نام قوالی بھی ہے اب ہم قوالی کے ہر ہر جزو کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کرتے ہیں قوالی کے اجزاء حسب ذیل ہیں
 ۱۔ رندانہ اشعار ۲۔ امر و نہی ۳۔ راگ ۴۔ تالی ۵۔ بجانا ۶۔ سزا میر و جود حال
 ان چند چیزوں کی تحقیقات پیش کرنے سے پہلے میں دو بیان ایسے لکھنا چاہتا ہوں جو میری تحقیقات کی افہام و تفہیم میں تعین ہوں گے
 بیان اول

(۱) خداوند ذوالجلال نے دنیا کی اصلاح اور اس کی ظاہری و باطنی ترقی کے لئے مذہب اسلام نازل فرمایا اسلام کے سوا اور کوئی مذہب مقبول، ذریعہ نجات اور وسیلہ حصول نور باطن نہیں ہے نہ بغیر اس کے خدا تک رسائی ممکن ہے۔

(۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احکام خداوندی کو کھول کر صاف صاف سمجھا دیا احکام بیان کرنے میں آپ نے کوئی مجمل و اخفلا نہیں کیا۔
 (۳) قرآن مجید خدا کلام ہے جو پوری حفاظت کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے اس کی کسی ایک آیت کا الکار بھی کفر ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

(۴) رسول کریم نے آیات قرآن کی جو تفسیر فرمائی ہے اور جس قدر آپ کے اقوال و افعال ہیں ان کو حدیث کہتے ہیں ہر صحیح حدیث ہمارے لئے واجب العمل ہے۔

(۵) چونکہ حدیث کی حفاظت قرآن مجید کی طرح نہیں ہوئی اس لئے لوگوں نے مصنوعی حدیثیں بھی بنائیں۔ اور صحیح حدیثوں میں بھی تغیر کیا اس لئے حدیثوں کی جانچ کے لئے صحابہ و تابعین اور ماہران فن نے ایسے اصول مقرر کئے

علہ ترمذیہ البلیس و مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی،

جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ماخوذ ہیں ان کو اصول روایت اور اصول روایت کہتے ہیں ان اصول کے موافق جو حدیث جس درجہ کی ثابت ہوئی ائمہ حدیث نے اس کو ظاہر کر دیا، اس لئے حدیثوں کی بہت سی قسمیں ہیں اور حدیث روایتوں کے مختلف درجے ہیں ائمہ حدیث نے جو ماہرین فن تھے جو درجہ جس حدیث کو دیا ہے وہ اسی درجہ پر قابل قبول ہوگی کیونکہ دنیا میں عام قاعدہ ہے جس علم و فن کا مسئلہ ہوگا اسی علم و فن سے علماء کی رائے اس کے متعلق قابل وثوق ہوگی مثلاً طب کے مسئلہ کی جو تشریح کوئی طبیب کرے گا وہ قبول کی جائے گی جو حافظ یا قاری یا وکیل اس کی تشریح کرے گا قابل قبول نہ ہوگی۔ حدیث کی کتابوں کے بھی اقسام ہیں، بعض محدثین نے ہر قسم کی حدیثوں کو جمع کیا ہے انہوں نے موضوع یا صحیح یا محرف وغیرہ سے غرض نہیں رکھی بعض نے موضوعات کو جمع کیا ہے بعض نے صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا التزام کیا ہے کتب حدیث میں تحریف ہوئی ہے حدیث کی چھ کتابیں ایسی ہیں جن پر وثوق کیا جاسکتا ہے جو صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، نسائی، سنن ابن ماجہ۔

ان کتابوں میں تحریف نہیں ہوئی ان کے مصنفین نے اپنے اپنے اصولوں کے مطابق احادیث کی جانچ کر کے ان کے درجے مقرر کئے اس لئے ان کتابوں میں بھی تمام حدیثیں صحیح نہیں ہیں بلکہ حسن و ضعیف بھی ہیں، ان کو باعتبار اعلیٰ درجہ کے صحاح کہا گیا ہے موطا امام مالک بھی اسی درجہ کی کتاب ہے، باقی کتب احادیث کی روایت کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ ان کی جو بھی حدیث ائمہ سند کے شرائط پر ہوگی وہ اپنے درجے کے موافق قابل عمل ہوگی

(۶) یہ کسی شخص سے ممکن نہیں کہ عادات و مباحات میں ایک طرز کا پابند رہے یعنی اگر آج کسی شخص نے مشرق کی طرف منہ کر کے پیٹھ کرکھانا کھایا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ اس کا پابند رہے اسی طرح عادات و مباحات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک امر کے پابند نہیں رہے۔

(۷) چونکہ قرآن مجید، آیت، آیت اور تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے اور رسول کریم نے اصلاحات کو بتدریج نافذ فرمایا ہے اس لئے بعض امور ایسے بھی تھے جو عہد رسالت میں کچھ دنوں تک رائج رہے پھر ان کو منع کر دیا گیا، سو دکانیں دین عہد رسالت میں کچھ تھوڑے دنوں تک رائج تھیں آیت حرمت نازل ہوئی تو آپ نے منع فرمایا۔ اسی لئے غور و فکر کر کے ائمہ حدیث و مجتہدین نے اصول قرار دیا کہ حضور کے آخر زمانے کی احادیث واجب العمل ہیں، حضور نے خود فرمایا ہے کہ میری حدیثیں ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہیں۔

(۸) جن بزرگوں نے صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین تعلیم پائی جن کا تقدس و علم و عقل مسلم تھا انہوں نے حسب ضرورت اجتہاد کیا اور آیات قرآنی و احادیث محبوب سبحانی سے سلف صالحین کے اصول کے موافق مسائل کا استنباط کیا یہ جماعت ائمہ مجتہدین کہلاتی ہے، ان میں چار زیادہ معتبر و مشہور ہیں انہیں چار کے مذاہب اب دنیا میں رائج ہیں، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل۔

(۹) یہ بھی سلف صالحین کا متفقہ اصول ہے کہ جو بھی حدیث آیت قرآن کے خلاف ہو اور جو بھی امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو اور جو بھی کسی عالم کا قول ائمہ مجتہدین کے خلاف ہو قابل رد ہے۔

(۱۰) حلال و حرام، جائز و ناجائز کا کوئی فیصلہ ائمہ مجتہدین کی رائے کے خلاف نہیں ہو سکتا انہیں کا مذہب و مسلک صحیح اور عین اسلام ہے۔

(۱۱) ائمہ مجتہدین خود صوفی تھے اور سلاسل تصوف کے بھی امام تھے۔

(۱۲) صوفی ائمہ مجتہدین کے مسائل کے خلاف عمل نہیں کر سکتا امام اللہ

سرحلقہ شعرائیہ امام عبدالوہاب شعرانی نے فرمایا ہے، ”صوفی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جس میں امام کی مخالفت ہو سیکے“۔

خواجہ معروف کرخی کا قول ہے ”کہ تصوف ایک ایسا اسم ہے جس میں

فقر و زہد کے معنی شامل ہیں۔“

عہد نزول میں ائمہ ابوابیت دیکھو باب کلمات عہد دیکھو باب اول

خواجہ ابوبکر کتانی کا قول ہے ”جس چیز میں کوئی، مدنی، عراقی اور شامی اختلاف نہ کریں (یعنی مجتہدین) وہ زبرد ہے، تصوف نام ہے۔ سنت اور ظاہر شریعت کی پوری پابندی کا۔“

(۱۳) صحابہ کرام رسول کریم کی ہر سنت پر عمل کرتے تھے۔ کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی عمل کرنے اور بتانے سے انہوں نے چھوڑا۔

(۱۴) ائمہ مجتہدین نے رسول کریم، صحابہ، تابعین و تبع تابعین کے کسی قول و فعل کو نہیں چھوڑا اور انہیں کے ذریعہ سے مسائل کا استنباط کیا

(۱۵) علم فقہ، قرآن و حدیث کی صحیح تفسیر ہے وہی واجب العمل ہے۔ اس کے خلاف چلنے والا گمراہ ہے یہی علم ظاہر شریعت ہے۔

(۱۶) بالاتفاق بزرگان قرون ثلاثہ کے اقوال و افعال مستند ہیں ان سے باہر جو کچھ ہے وہ بدعت ہے،

(۱۷) بدعت کے لئے حضور نے فرمایا ہے کہ وہ دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

۱۸ حضور نے بزرگان قرون ثلاثہ سے بدعت کے اقسام مقرر نہیں کئے نہ کسی بدعت کو اچھا قرار دیا۔

بیان دوم

(۱) تصوف کی تمام کتابیں محدث ہیں، باب الکتب دیکھو

(۲) صوفیوں کا قول اس وقت تک قابل اعتماد نہیں جب تک کہ کتاب و سنت کی اس پر شہادت نہ ہو، باب ہمت قول خواجہ بشرحانی

(۳) مشائخ کا فعل حجت نہیں دیکھو باب ثانی قول خواجہ چراغ دہلوی

(۴) اولیاء معصوم نہیں ہوتے امام قشیری باب ثانی دیکھو

(۵) ولی سے کبیرہ گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے و خواجہ جنید باب ثانی

(۶) اولیاء کے کشف میں غلطی بھی ہو جاتی ہے (شیخ اکبر دیکھو شاہ عبدالعزیز

(۷) اگر کشف خلاف کتاب و سنت ہو تو قابل قبول نہیں و خواجہ سلیمان

دارانی باب ثانی دیکھو

(۸) مسلک تصوف کتاب الہی اور سنت رسول کی پابندی کا نام ہے امام

قشیری باب ثانی (

خواجہ ذوالنون مصری نے ان امور کو بیان فرمایا جس سے فساد پیدا ہوتا ہے
ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سلف کی خیریتوں کو اپنے لئے حجت و دلیل قرار دینا
میں کہتا ہوں کہ بعض اقوال و اعمال، صوفیائے کرام کی طرف زبردستی منسوب
کئے گئے ہیں اور اہل علم ہمیشہ اس معاملہ میں شبہات ظاہر کرتے رہے ہیں اور
محدث ابن جوزی صوفیہ کے بعض اقوال پر اعتراض کر کے لکھتے ہیں گویہ شیخ
صوفیہ کے اقوال ہیں لیکن علم کی دلدلی کی وجہ سے ان کے بعض مشائخ سے
غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں اسلئے اگر ان کا انتساب ان کی طرف صحیح ہے تو ان
پر ضرور اعتراض وارد ہوگا کیونکہ حق بات میں کسی کی رعایت نہیں اور اگر انتساب
صحیح نہیں ہے تو جس شخص سے بھی اس قسم کا قول صادر ہوگا ہم اس سے بھی
پچھیں گے لیکن جو لوگ صوفی نہیں ہیں اور انہوں نے صوفیہ کے ساتھ مشابہت
پیدا کر لی ہے ان کی غلطیاں بہت ہیں
ان بیانات کی روشنی میں اب ہم قرالی کے ہر جزو سے مفصل بحث
کرتے ہیں

(۱) شاعر و شاعر

قرآن

۱۔ ہم نے اسے نہیں سکھایا شعر کہنا کیونکہ یہ نبی کی شان کے لائق نہیں ہے
۲۔ شاعروں کی بات پڑھی چلیں جو بے راہ ہیں

حدیث

۱۔ ایک شاعر شعر کہہ رہا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پکڑ
لو یہ شیطان ہے

۲۔ امراء الفجس شاعروں کا علم بردار و دشمن ہیں
۳۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کسی کا پیٹ پیٹ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرے ایسی
۴۔ تلبیس ابلیس علیہ السلام سورہ شعراء علیہ السلام نزد منہ مسند امام حنبل

روایت بخاری و مسلم میں ہے۔

۱۔ جو شخص سفر میں ذکر الہی کرتا ہے فرشتے اس کے ساتھی ہوتے ہیں اور جو شعر پڑھتا ہے اس کا ساتھی شیطان ہوتا ہے۔
۲۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجنون اور شاعر کو دیکھ کر مجھے کراہت ہوتی ہے۔

۳۔ شعر شیطان کا باج ہے۔

۴۔ فلما تثبت بغض الی الاوثان و بغض الی الشعر جب سے میں جواں ہوا ہوں مجھے بتوں سے اور شعر نفرت ہے۔

۵۔ احیاء العلوم باب چہارم میں لکھا ہے۔ مگر حضرت مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک شعر دریافت کیا تو ان کو ناگوار ہوا اور فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرے نامہ اعمال میں شعر نکلے۔

۶۔ حضرت غوث پاک نے آیت قرآن میں (الہو المحبث) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد سر و ہا شعار ہیں۔

۷۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاعر سے اس کا کلام سنا صحابہ کرام میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے شاعر تھے۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہ نے ایک مرتبہ وعظ میں نعتیہ اشعار پڑھے۔
۹۔ حضرت عبدالرحمن نے فرمایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مردہ دل نہ تھے اپنی مجلسوں میں اشعار بھی پڑھنا کرتے تھے اور زمانہ تجاہلیت کے واقعات بھی بیان کیا کرتے تھے۔

۱۰۔ قرآن مجید میں شعر و شاعری کی مذمت ہے، حدیث میں بھی ہے اور حدیث سے حضور کا شعر سننا اور صحابہ کا شعر کہنا بھی ثابت ہے بظاہر یہ بڑا تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن فقہاء کے فیصلے نے اس مشکل کو حل کر دیا ہے اور ان کی رائے بالکل عقل سلیم کے مطابق ہے یعنی حمد و ثنات اور قوی و مذہبی اشعار کا کہنا اور پڑھنا جائز ہے، عاشقانہ اور رندانہ مہنا بین کا پڑھنا اور کہنا جائز نہیں سلطان المشائخ نے بھی شرائط سماع میں فرمایا ہے کہ کلام رندانہ نہ ہو۔

۱۱۔ لہران معہ فردوس معہ نواد اللوار

شعراء کے اقوال

شاعر برانہ مان جو نا صبح برا کہے شاعر ہیں ہم دروغ ہمارا کلام ہے
ذاکر یہ شاعری کی بھی وہی سچری بلا ہم نے ملایا خاک میں سب کا رطلار کو
گنہ گار سب چھوٹے جائیں گے سارے جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

امرد اور عورت

عہ سادہ روڑوں کو نہ دیکھو

عہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو

عہ شیخ محمد بن توسی ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خدا جب کسی بندے کو ذلیل کرتا چاہتا ہے تو نوخیز لڑکوں کی صحبت میں ڈال دیتا ہے۔

عہ حضرت سعید بن جبیر تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے شیطان جب کسی بات میں انسان سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس کو عورتوں کے ذریعہ سے پورا کرتا ہے۔
عہ خواجہ یوسف بن الحسین نے فرمایا ہے کہ صوفیوں کے لئے عورتوں اور لڑکوں کی صحبت آفت ہے۔

عہ سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ مجلس سماع میں امرد اور عورت نہ ہوں۔

پاک دامن عورتوں کے پاس بھی کسی نیک ارادے سے جانا منع ہے۔

عہ حضرت سعید بن جبیر تابعی نے فرمایا ہے کہ پردہ نشین کے ساتھ نہ بیٹھو اگرچہ

وہ رابعہ بھری ہی ہو اور تم اس کو قرآن ہی پڑھاتے ہو۔

محمد بن طاہر فرقہ اباحیہ کے ایک عالم نے ایک کتاب صفوۃ التصوف لکھی

ہے اس میں اس نے بعض اس قسم کے شرمناک مضامین لکھے ہیں جن کو

لکھتے ہوئے قلم کا پتہ ہے اس نے اس کتاب میں لوندوں کی نظر بازی کو جائز

قرار دیا ہے یہ ابتداء ہے صوفیوں میں امردوں کی صحبت کی

اس بیان میں جن بزرگوں کے اقوال ہم نے پیش کئے ہیں وہ تذکرۃ الاولیاء

نفحات الانس۔ سفینۃ الاولیاء اور کلمات الاولیاء میں ہیں

مولوی عبدالسلام ندوی نے شعر المہند حصہ دوم میں لکھا ہے کہ صوفی لڑکوں

کو منظور نظر بناتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امرد پرستی پھیل گئی اور اسی وجہ سے

یہ مسند امام جنس عہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ عہ خواجہ غیبی عہ خواجہ الفواد

۱۷۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر دعوت میں جاگے اور وہاں ممنوع چیزیں وصول، بالسرری ساند، بنائی، رباب اور اہل سرود ہوں تو نہ پیچھے واپس چلا آئے یہ سب چیزیں حرام ہیں، لہذا الحدیث سے مراد سرود و اشکا ہیں۔

۱۸۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول فواد الفول میں ہے

”من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات در میان نہ باشند۔“

دوسری جگہ عورت کی آواز اور مزامیر اور تالی کے متعلق فرمایا ہے۔
”مزامیر منع ہے، عورت نماز میں امام کو لقمہ نہ دے کیونکہ اس کی آواز مردوں کے کان میں جلے گا بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارے اور ہاتھ پر ہاتھ بھی اس طرح مارے کہ تالی بجنے کی آواز نہ ہو یہ داخل بلاد ہی ہے بلکہ ایک ہاتھ کی تھیلی کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارے۔“

۱۹۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور خواجہ شہاب الدین نے عوارف المعارف میں مزامیر کو حرام لکھا ہے۔

۲۰۔ محمد شاہ عالم نے اپنی کتاب مزارات اولیاء دہلی میں صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے۔
- اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ کی مجلس میں ایک شخص نے ذکر کیا کہ فلان جگہ آپ کے مریدوں نے مجلس منعقد کی اس میں مزامیر بھی تھے تو آپ نے کہا میں نے منع کیا ہے کہ حرام چیزیں نہ ہوں۔“

اخبار الاخبار میں ہے کہ سلطان المشائخ کے مریدوں نے ایک مجلس منعقد کی اس میں دف اور سرود تھا خواجہ فقیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اٹھنے لگے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ آپ سماع کے منکر ہو کر پیر کے طریقے سے پھر گئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کوئی دلیل و حجت نہیں، استدلال قرآن و حدیث سے جاسے لوگوں نے یہ بات سلطان المشائخ سے کہی انہوں نے فرمایا حتی وہی ہے جو وہ کہتا ہے،

عنہ خیر المجالس میں ہے کہ خواجہ چراغ دہلوی نے فرمایا۔
عنہ مولانا عمری غوث پاک بحوالہ غنیۃ اللہ البین وغیرہ

”مزا میر بہ اجماع مباح نہیں“

علامہ مہر محمدی میں ہے ایک مرتبہ خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے مزا میر کے ساتھ سماع کیا ان کے پیر کو خبر ہوئی تو منع فرمایا پھر انہوں نے کبھی مزا میر نہیں سنے۔

۲۲ سلطان المشائخ کا یہ قول بھی نواد الفواد میں ہے کہ جو شخص مزا میر سنتا ہو ہماری مجلس میں نہ آئے۔

۲۳ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

سلطان المشائخ کہ مشغون بسماع بودی فرمودند کہ ہر کہ مزا میر بشنود در محفل من نہ آید (ملفوظات)

اور تحفہ اثناء عشریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ غنا جو مفردون یہ آلات لہو و مزا میر ہو باجماع حرام ہے

۲۴ صاحب فوز المرام حاشیہ مشکوٰۃ میں بحوالہ فتاویٰ قاضی خاں لکھتے ہیں کہ سننا آواز ملاہی کا مثل سماع مزا میر ہے، مروی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ سننا آواز ملاہی کا معصیت ہے۔ اور بیٹھنا اس میں فسق ہے اور لذت حاصل کرنا اس سے کفر ہے کہے قاضی خاں کہ یہ کفر بطریق تشدد ہے، اور واجب ہے کہ کوشش تمام کرے یہ کہ نہ سننے بسبب اس کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انگلیاں اپنے کانوں میں رکھ لیتے

۲۵ شخصے نائے زون گرفت فرمودند منع کنید روایت چوں سرود گویاں رسیدند نیز منع کردند

د ف

حنفی مذہب میں دف بھی حرام ہے اور کسی صورت میں اس کو مباح نہیں کہا گیا

امام مالک اور احمد بن حنبل نے بھی غناء ضرب بربط و دف وغیرہ کو حرام نہیں قرار دیا۔

امام شافعی کے یہاں صرف نکاح و ختنہ کے موقع پر دف مباح ہے

۲۶ ملفوظات سلطان المشائخ علیہ السلام ہدایہ ہدایہ اور مختار، نقابہ

مگر اس کے ترک کو ادنیٰ کہا گیا ہے، باقی صورتوں میں حرام ہے۔

خواجہ شہاب الدین ہمدانی شافعی عوارف المعارف میں تحریر فرماتے ہیں
 ”ہمارے مذہب شافعی میں دف کو جھانچے کے ساتھ بجانا مباح ہے۔ ہمارے
 مذہب میں اس میں بڑی وسعت ہے مگر اس کا ترک کر دینا بہتر ہے
 بہتری اور احتیاط اسی میں ہے کہ دف کو بالکل ترک کر دیا جائے۔“
 اسی کتاب میں امام حسن رضی اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے
 ”دف بجانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔“

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، دف نہ بجاؤ نہ رابہ کی آواز
 نہ سنو (خطیب)

(۲) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم نے دف بجانے، جھواکھیلنے اور
 باجہ بجانے سے منع فرمایا ہے (خطابی)

مذہب شافعی میں جو دف بجانا شادی و ختنہ کے موقع پر مباح قرار دیا
 گیا ہے اس میں چند شرائط قائم کی گئی ہیں جن کو امام حجر شافعی نے اپنی کتاب
 کف الرعاع میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اول یہ کہ دف عورتیں یا لڑکیاں
 بجائیں یعنی اباحت خاص انہیں کے بجانے میں ہے مرد نہیں بجا سکتے۔
 دوسرے یہ کہ جھانچ نہ ہو اور اس کے بجائے ٹکھٹ و قنصع اور طرز سرود و طرب نہ ہو
 یعنی ویسے ہی سادہ طور پر ہاتھ سے پیٹ دیں

تیسرے یہ کہ نکاح کے وقت عورتیں تھوڑی دیر شرائط مذکورہ کے ساتھ
 بجائیں

امام ابن حجر اور امام ہمدانی یہ جو تھوڑی سی ہجری میں تھے، کا قول ہے کہ دف کا
 استعمال مکروہ ہے۔

بعض حنفی علماء نے نکاح کے وقت دف بجانے کا جواز مذہب شافعی
 کی بناء پر رکھا ہے، چنانچہ امام نورہ پشتی نے فرمایا ہے کہ دف اکثر مشائخ کے
 نزدیک حرام ہے اور جس حدیث میں نکاح کے وقت دف بجانے کا ذکر ہے
 اس سے مراد یہ ہے کہ اعلان اور شہرت کر دی جائے شرح نقایہ میں ہے
 کف الرعاع مصنف ابن حجر رحمہ اللہ شرح ابوالکلام، شرح نقایہ، نقایہ

ومن ضرب الدف في العرس كناية عن الاعلان) گویا ضرب دَف ایک محاورہ ہے جو تشہیر کے لئے مستعمل ہے۔ ایسا ہی فارسی زبان میں دَف زدن مشہور کرنے کے معنی میں ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں:-

پس از ہوش مندی و فرزانگی بدف بر زدن شش بدوانگی
اردو میں بھی محاورہ ہے رڈنگے کی چوٹ کہاں

حدیث اربعہ بنت معوذ سے جو بخاری میں ہے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکیوں نے زفاف میں دف بجایا تھا، اس حدیث سے نابالغ بچیوں کا فعل ثابت ہوتا ہے عورتوں اور مردوں کا بچانا ثابت نہیں ہوتا یہ واقعہ ابتداء کے عہد طہینہ کا ہے اس کے علاوہ حضرت علی کی حدیث میں صاف الفاظ ہیں رہی عن ضرب الدف اور حضرت ابوبکر نے رسول کریم کے سامنے دف کو مزامیر الشیطان کہا تو حضور نے اس پر کچھ نہیں فرمایا۔

رواجتار میں ہے دف وغیرہ کا بچانا بوقت نکاح وغیرہ اگر بقصد لہو ہے تو حرام ہے اگر بقصد لہو نہیں ہے تو جائز ہے اور اس صورت میں دف کیا کسی باجے کی خصوصیت بھی نہیں کی جاسکتی لیکن صاحب رد المحتار کا یہ قول ائمہ کے اقوال کے خلاف ہے نیز ائمہ مذہب شافعی کے قول کے بھی خلاف ہے زیادہ سے زیادہ اس کا جواز صرف اس قدر سمجھا جائے گا کہ قواعد طہیب کے خلاف نابالغ لڑکیاں بقصد اعلان نکاح چند منٹ کے لئے دف بجا سکتی ہیں مگر شبہ سے یہ بھی خالی نہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شبہات سے بچو

”فرامیر سننے والوں کا عذر اور خواجگان کہاں کہیں“

۱۱ رسالہ تشہیر یہ نہیں ہے کہ خواجہ ابوعلی احمد بن محمد الرودباری متوفی ۸۸۷ھ سے لوگوں نے کہا کہ کچھ لوگ راگ باجا سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے حلال ہے کیونکہ ہم اس درجے کو پہنچ گئے کہ ہم پر اختلاف احوال کا کوئی اثر نہیں پڑتا تو خواجہ صاحب نے فرمایا

”ہاں وہ پہنچ تو گئے ہیں لیکن جہنم میں“

۱۲ فرامیر

(۲) حسن علاء سنجری نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے سلطان المشائخ سے عرض کی کہ مزار میر سننے والوں سے میں تے دریافت کیا کہ تم نے مزار میر کیوں سننے تو انہوں نے کہا ہم سماع ہیں ایسے محو تھے کہ ہم کو خبر ہی نہ ہوئی کہ مزار میر میں بھی بانیہیں تو سلطان جی نے فرمایا۔
 ”یہ کوئی جواب نہیں ہے۔“

اسی سید العارفین کے پاس ایک رند قلندر آکر بیٹھ گیا اس وقت میر نور اللہ ایک درویش کامل بھی بیٹھے تھے کہیں سے مزار میر کی آواز آئی قلندر نے کہا جہاں مزار میر ہیں وہاں جانا چاہئے، میر نور اللہ نے کہا وہاں کیا ہے؟ قلندر نے کہا اللہ ہے، میر صاحب کو غصہ آگیا اور قلندر کو پکڑ کر کہا چل خدا کو دکھا، اب قلندر صاحب سے پٹا گئے آخر سلطان العارفین نے اس کو میر صاحب سے چھڑایا۔
 ہندوستان کے قدیم بزرگ بھی نلج اور باجے کو جائز نہ سمجھتے تھے ربابیوں اور دھیماکانڈ میں رام چندر جی کا قول ہے۔ نلج اور باجی سدا کا نشادہ ”(منوع) ہے، صرف انشور (جشن) میں بمشکل کچھ اجازت دی گئی ہے۔“

سماع اولیائے کرام

صوفیاء عظام اور اولیائے کرام کے سماع کا طریق وہی تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ قرآن مجید سنا کرتے تھے اور اسی شوق میں اکثر بزرگوں نے بڑھاپے میں قرآن مجید حفظ کیا اور اکثر بزرگوار درس قرآن و حدیث و تفسیر و فقہ کا مشغل رکھتے تھے، چنانچہ خواجہ اجیری اور خواجہ بختیار کاکی نے آخر عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔

شیخ احمد مجتہد صاحب سلسلہ خواجہ حمید الدین، ناگوری عصر کی نماز کے بعد تفسیر مدار کے کا درس دیا کرتے تھے۔
 خواجہ زکون الدین گنگوہی نے اپنے والد ماجد خواجہ عبدالقدوس گنگوہی ہشتی کے متعلق فرمایا ہے۔

”پدر بزرگوار من اولیا رب و زائد تلاوت قرآن و تلیف و اشتغال و مسائل شرعی ہمیشہ مطلقاً لحدود نہایت
 ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام حصہ دوم صفحہ ۴۶۷

سلطان المشائخ نے فرمایا: "قرآن خواندن پر شعر گفتن غالب آید"۔
حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ سماع کی بہتر صورت
سماع کلام الہی ہے۔

بعض بزرگ کبھی کبھی حمد و نعت کی نظمیں بغیر مزامیر و قواعد موسیقی کسی معمر
آدمی سے سنتے تھے اس سے زیادہ ان کا کوئی سماع نہ تھا مگر محتاط بزرگوں کو اس پر
بھی اعتراض تھا لیکن اس قسم کے سماع سے بھی اولیائے کبار پرہیز کرتے تھے۔
خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ مجالس رقص و سرود میں شریک نہ ہوتے تھے۔
خواجہ جنید بغدادی جو تمام سلاسل کے امام ہیں سماع و وجد نہ کرتے تھے۔
سرخلقہ چشتیاں امام حسن بصری، خواجہ ابراہیم ادہم، خواجہ فصیل بن عیاض،
سماع کے مخالف تھے اسی طرح خواجہ معروف کرخی، خواجہ اسماعیل ان دانی، خواجہ احمد بن
ابی الحواری اس سے پرہیز کرتے تھے، نام نہاد صوفیاء میں سماع و مزامیر کا رواج
ہوئے عوارف المعارف میں ہے۔

امام شافعی اس کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے اس کو زندیقوں نے
وضع کیا ہے تاکہ قرآن مجید میں دل نہ لگے،

پیر علی ہجویری داتا گنج بخش فرماتے ہیں:

"درین زباں گرو بے گمشدگان بہ سماع فاسقاں حاضر شوند و گویند کہ سماع از حق می
کنیم و فاسقاں از آنکہ ایشان مرایشان را اندر آن موافقت کنند بر سماع کروں بفسق
و مجور حریص تر شوند تا خود ایشان بلاک شوند۔"

خواجہ نظام الدین سہروردی کے متعلق لکھا ہے

"از سماع پرہیز کرتے و مریدان را نیز از آن و از تعلق بظاہر و صورتی منع فرمودی"
حضرت مجدد الف ثانی صاحب فرماتے ہیں

"ہیں قسم سماع و رقص کہ دریں وقت شائع شدہ است و این نوع اجتماع کہ
دریں زمان متعارف گشتہ شک نیست کہ مضر محض است۔"

عوارف المعارف میں ہے، بعض صوفیہ کا قول ہے کہ تصوف صدق ہے

اور کل جہ اس میں کوئی چیز نزل و سہو کی نہ ملاؤ پس یہ اشارہ سماع سے بچتا ہے
علامہ نواد الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ سماع و رقص ص ۲۸۳ سے ص ۲۸۴ سقیمتہ الاولیاء میں لکھتے ہیں: "محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اخبار الانبیاء
۱۰۰ مکتوبات میں مجدد الف ثانی جلد اول ص ۳۰

اور پرہیز کرنے پر دلالت کرتا ہے

نام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ جس سماع سے دل کی اصلاح ہو سکتی ہے وہ کتاب اللہ کا سماع ہے لیکن بعض فرقوں نے اس سماع کو بھلا کر قصائد سننا شروع کر دیے تالیاں بجانے لگے اور الپنا شروع کر دیا جو کفار کے سیٹھی بجانے سے مشابہ ہے جس کی غلطی نہ مگر ائی بیان کی ہے

سلطان المشائخ اور بعض بزرگوں سے سماع کے جواز کے جو شرائط منقول ہیں اول تو ان میں بھی تردید ہے کہ ان کے فرمودہ ہیں یا کسی محرف کی کارستانی ہے دوسرے وہ شرائط آج کل قطعاً معدوم ہیں

۱) گانے والا مرد یا عورت نہ ہو، ۲) مزامیر نہ ہوں تالی نہ بجائی جائے، ۳) کلام زندانہ نہ ہو، ۴) سننے والا عام لوگوں میں سے نہ ہو، ۵) سننے والے میں خرابی نہ ہو، یعنی شہوت کا غلبہ نہ ہو، عین بہار جوانی کا زمانہ نہ ہو، ۶) پڑھنے والا بھی سمجھدار معمر اور نیک ہو، بعض بزرگوں نے مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ سماع کو مباح قرار دیا ہے، موجودہ زمانے کی محافل سماع کو دیکھا جائے تو اس میں عورت اور مرد ہوتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں، مزامیر ہوتے ہیں، زندانہ کلام ہوتا ہے عوام شریک ہوتے ہیں، اکثر نوجوان شریک ہوتے ہیں، اور گانے چم بے علم ہوتے ہیں

”گانے والوں کے علم و فہم کا پہلا لطیفہ“

میں ایک دفعہ کایر گیا جمہرات کا دن تھا۔ قوالی ہو رہی تھی قوال گارہ تھا،
”فتنہ انگیز مشوکا کل مشکیں مکشا“ تاب نہ بخیر نہ ارد دل دیوانہ ما

صوفیوں کو وجد و حال آ رہا تھا کلام کی شدید غلطی پر نہ گانے والے آگاہ تھے نہ سننے والے، یہ شعر اس غزل کا ہے جو حضرت غوث پاک کی طرف منسوب ہے مصرعہ اول اس طرح ہے، ”فتنہ انگیز بشوکا کل مشکیں مکشا۔“

دوسرا لطیفہ

بدایوں میں حضرت سلطان العارفین کا مزار زیارت گاہ خلافتی ہے، مزار و مرقع ندی کے پار ایک مختصر بن میں واقع ہے اس بن میں بندر کثرت سے ہیں نائزین ان کو سلطان جی کے مہمان سمجھ کر خوب کھلاتے پلاتے ہیں، عرس کا زمانہ تھا قوالی علی قنوی ابن تیمیہ جلد اول ص ۱۹۵

ہو رہی تھی ایک صوفی صاحب کو حال آ رہا تھا سر و قد کھڑے ہوئے اضطرابی حرکات
کر رہے تھے، اس شعر پر وہ بند آ رہا تھا، قوال صحیح پڑھ رہا تھا،
”صنما رہ قلندر سزاوار من بنائی کہ دراز و دور دیدم رہ نہ رہم پارسائی
صوفی صاحب اچھل رہے تھے اور کود رہے تھے اور بار بار مصرعہ اولیٰ کی اس طرح
تکرار کر رہے تھے۔

صنم آ رہے گا بند

ہاں
صنم آ رہے گا بند

اڑ ہو اڑ ہو

صنم آ رہے گا بند

تیسرا الطیفہ

ایک رقاہ غزل گاری تھی اس نے ایک شعر اس طرح پڑھا
باد آدم کے وجود پر وہ بال نہ تھا وہاں پہونچا کہ فرشتے کا بھی تقدور نہ تھا
یہ شعر خراج میر درد کی غزل کا ہے صحیح اس طرح ہے
باد ویکہ پر وہ بال نہ تھے آدم کے وہاں پہونچا کہ فرشتے کا بھی تقدور نہ تھا
یہ واقعہ نہ میر کے سامنے ہوا نہیں نے بغوش خود سنا بلکہ یہ لطیفہ میں نے
مختلف اصحاب سے مختلف مقامات پر دہلی، اگرہ، گھنوا اور حیدر آباد دکن میں سنا
ہے۔

جو شرائط جو از لکھے گئے ہیں ان کے ساتھ بعض لوگوں نے ساگ کو مباح قرار
دیا ہے مگر اکثر علماء نے ان کا رد کیا ہے۔

اس کو مذہبی رنگ دینا غلط ہے مذہبی موسیقی تو کوئی چیز ہی نہیں پھر جو چیز
مذہبی نہیں وہ غزلے روح یا روحانی ترقی یا تعلیم سلوک کا ذریعہ کیونکہ بن سکتی
ہے ایسی ہی موسیقی کے لئے امام ابن حرم ظاہری کا فتویٰ ہے کہ مذہبی موسیقی
حرام ہے اور غیر مذہبی مباح ہے۔ لیکن اس سے بھی بھی نتیجہ نکلتا ہے۔
سماغ حرام بھی ہے اور حلال بھی جس نے نفس کے مشا بدہ شہوت

اور ہوا سے ٹنڈا وہ حرام ہے اور جس نے اس کو سہارے صفت پر لوندھی یا زوجہ سے
ٹنڈا وہ مشتبہ ہے اس لئے کہ لہو میں داخل ہے اور جس نے اسے ایسے ایسے شخص سے
ٹنڈا جو ایسے معافی کا مشابہہ کرتا ہے اور اس کے تمام لوازمات حلال ہیں وہ سہارے ہے
(عوارف المعارف ص ۲۳۳)

ابن جریر سے منقول ہے کہ وہ راگ سننے کی اجازت دیا کرتے تھے کسی نے
پوچھا کہ قہارت کے روز راگ آپ کے حسنات میں داخل ہوگا یا منجانب سیئات ہوگا
فرمایا نہ حسنات میں شامل ہوگا نہ سیئات میں اس لئے کہ لغو کے مشابہہ ہے (راجیہ العلوم
باب ہشتم)

خواجہ جنید بغدادی سے شیطان نے کہا میں دو وقتوں میں عورتوں پر غالب
ہو جاتا ہوں ایک سماع کے وقتے ایک کسی پر نظر کرنے کے وقتے۔
رسالہ آستانہ دہلی جولائی ۱۸۸۶ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے۔
مختصر سید المرسلین علی اللہ علیہ وسلم کا علم، کون و مکان کی تمام معلومات کو
انفوش میں لئے ہوئے تھا حضور کو قیامت تک کے اعمال کی بھرپوری وہ جانتے تھے
کہ اس دل آویز نغمہ سرائی سے مسلم دنیا بھی اسی طرح ڈگڈگ جائے گی جس طرح
اور قومیں بہک گئیں۔ چنانچہ فقہ اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ رقص و سرود
نغمی و ترنم پر پابندیاں عائد کیں، متقدمین اولیائے کرام نے پورے حرم و احتیاط
کے ساتھ سماع کو غنائی روحانی پاکر اس کے ہوا کی راہیں تلاش کیں مگر جادو
شریعت سے سرسوتجاوز کسی بزرگ سے نہ کیا، مخصوص اوقات پر خلوت، خاص میں
خوش گلو عابد و متقی افراد اولیائے کرام کو زور تہائی میں کچھ سناتے تھے، ہندوستان
میں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں سماع کی ترویج خاندان عالیہ سہروردیہ کے بزرگ عظیم
خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق روحانی کی مرہون مذمت
ہے۔

آگے لکھتے ہیں

کہ جب قاضی صاحب ایران سے دہلی آ رہے تھے تو راستہ میں ایک خوش
الہانہ پرند کی آواز سن کر بے ہوش ہو گئے، عرب ہوش آیا تو حضرت نے فرمایا (پند)

نے کہا حمید الدین ارج تم نے سماع سناؤ لگے اولیاء اللہ نے بھی سماع سنا ہے یہ الفاظ گویا سماع سننے کی اجازت پر محمول تھے۔

یہ روایت بھی اسی قسم کی ہے جیسی اولیائے کرام تذکروں میں بہت سی بے سرو پا حکایتیں ہیں اس روایت پر رد اعتراض بھی وارد ہوتے ہیں، قاضی حمید الدین خواجہ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے جو خواجہ اجمیری کے ہم عصر تھے ان سے پہلے خواجہ اجمیری تک ہندوستان میں اور چشتیوں میں سماع تھا یہاں گویا ساتویں صدی ہجری کے نصف کے قریب شروع ہوا چونکہ قرونِ ثلاثہ سے باہر ہے اس لئے صریح بدعت ہے دوسرے یہ کہ آیت محمدی کے لئے خضر علیہ السلام کو جن کے وجود اور نبوت ہی میں اختلاف ہے فتویٰ دینے کا کیا حق ہے اور ان کی اجازت و فتویٰ کیونکر نافذ ہو سکتا ہے۔

آخر میں مروجہ قوالی کے متعلق لکھتے ہیں زمانہ موجودہ میں جو قوالی رائج ہے اور جس کو محض گرمی مصل کا سامان یا تفریح و باغ کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اس میں اور اس میں (قدیم سماع میں) زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دہلی میں ایک بزرگ صوفی صابر علی شاہ چشتی تھے وہ گانا سنا کرتے تھے جب ان کا وقت آخر ہوا تو حضرت شاہ اسحاق صاحب کو بلایا اور کہا سب کو معلوم ہے کہ میں گانا بغیر مزامیر کے سنتا تھا مگر یہ جائز نہیں اسلئے آپ میرا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے مجھے خالقہ میں تشہیر کیجئے یہ امر میں نے اس لئے تجویز کیا ہے کہ مرید پیروں کے افعال کو سند پکڑتے ہیں ممکن ہے کہ میرے بعد میرے مرید گانا سنیں لہذا ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ جائز نہیں اور میں نے گناہ کیا ہے جس کی یہ سزا ہے۔

رسالہ الصدیق ملتان بابت ماہ فروری ۱۹۵۶ء رقم طراز ہے :-

مروجہ قوالی کے متعلق صوفیوں کے بعض دلائل

”بعض صوفی رسول کریم کے اشعار سننے سے سماع پر استدلال کرتے ہیں

لیکن اس میں اور قوالی میں زمین و آسمان کا فرق ہے معمولی طور پر شعر سننا اور بات ہے اور باقاعدہ موسیقی سننا اور چیز ہے، چنانچہ عوارف و معارف میں بھی خواجہ

صاحب نے یہی لکھا ہے۔

رسول کریم ص ب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو چند لڑکیاں گاتی
ہوئی آئیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوفا

آپ نے ان سے کچھ نہیں فرمایا اس لئے کہ ان کے جواز پر استدلال کیا جاتا
ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں لڑکیوں کا گانا، بقاعدہ موسیقی گانا نہیں۔
یا حضور نے ایک شادی کے موقع پر عورتوں سے کہا گاؤ یہ راقصات ابتدائی عہد
کے ہیں جب تک بعض ناجائز امور مثل سود وغیرہ کے رائج تھے بعد کو ان کی تحریم کا
حکم ہوا اس لئے آخر زمانے کی احادیث واجب العمل ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس چند لڑکیاں آئیں
وہ گانے لگیں، حضور تشریف لائے، بیٹھ گئے اور اس طریت سے مجھے پیر لیا پھر حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے مجھے طریت کر کہا کہ شیطان آلاست اور رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضور نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ
کیا وہ چلی گئیں۔

اس روایت سے بھی دلیل پکڑی جاتی ہے لیکن اس کا معاملہ بھی ردایا بہت
سابقہ کا سامنے اور اس دلیل سے کہ حضرت ابوبکر کا امور شیطان فرمایا انھیں
تعمدی ہے۔

الاسماعیل صاحب لاہور، یا اسی مضمون کے اردو شاہوں کو حدیث کہاجاتا ہو
یہ حدیث شاہ نہیں بہت بلکہ یہ قول امام غزالی کی طریت منسوب ہے جو کسی تحریرت کر سنے
والے کی کارگزاری معلوم ہوتی ہے اور اگر یہ قول صحیح طور پر امام غزالی کا ہی ثابت
ہو جاسے، تو میں کہتا ہوں کہ امام صاحب کی مراد سماع کلام الہی بہت و صرف موسیقی وغیرہ
پر غیر مزامیر کے کسی عمدہ کلام کا سننا روا ہو سکتا ہے، مروجہ قرانی جواز اس سے ثابت
نہیں ہوتا اس کے علاوہ امام غزالی شافعی المذہب تھے جب ان کے مذہب کے
مفتویٰ مطابق یعنی امام شافعی کا فتویٰ موسیقی مع المزامیر کے خلاف ہے تو امام غزالی کا قول
قابل عمل اور صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن زہیر کا قصیدہ سنا اور ان کو چادر سی صوفی اس سے دیں پکڑتے ہیں کہ گانا سننا جائز ہے اور قوال کو کچھ دینا بھی ضروری ہے حالانکہ کعب بن زہیر قوال نہ تھے ان کا بقاعدہ موسیقی پر حصنا مذکور نہیں ہاں اس روایت سے شعر کا سننا اور شاعر کو انعام دینا ثابت ہوتا ہے۔

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنے تذکرہ شعراء میں شعر گوئی کے جواز میں کئی روایتیں نقل کی ہیں حضور کا شعر سننا اور صحابہ کا شعر کہنا ثابت ہے اس سے کسی کو ہالکا نہیں باقی اور روایات نہایت ضعیف ہیں، ایک روایت حضرت جابر سے ہے کہ حضور نے اشعار سننے اور اشکبار ہوئے اس روایت کو بحوالہ دلائل پہنچا نقل کیا ہے، مگر میں دعویٰ کرتا ہوں کہ یہ روایت کتاب مذکور میں نہیں ہے امام نقشبندی کی کتاب میں بھی کسی تحریف کرنے والے نے یہ لکھ دیا ہے کہ امام مالک سے ثابت نہیں امام مالک کی روایت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

صوفی کہتے ہیں کہ مسجد نبوی میں حبشی نلچے اور انہوں نے گانا گایا حضور نے یہ ناچ خود بھی ملاحظہ فرمایا اور ام المومنین عائشہؓ کو بھی دکھایا، یہ دلیل قصور نہیں پر دلالت کرتی ہے حبشی ناچتے نہ تھے بلکہ وہ لکڑی کے کرتب دکھاتے اور پیٹتے بدستے تھے یہ لوگ گانے بھی نہ تھے بلکہ رجز پڑھتے تھے امام ادراسی نے فرمایا یہی جو لوگ رقص و سرود کے فریقہ ہیں اور صوفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جو لوگ ان کا اقتدار کرتے ہیں یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ حدیث جس میں حبشیوں کے مسجد میں ناچنے کا ذکر ہے وہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ مسجد میں ناچنا اور سجانا جائز ہے حالانکہ یہ فاش غلطی ہے۔

اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ سماع مباح ہے تب بھی صوفی کو اس کا سننا جائز نہیں کیونکہ خواجہ ابو حمزہ محمد ابراہیمؒ نے صوفی کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ مومن کامل ہوتا ہے اور مومن کی کسفت قرآن مجید میں ہے کہ وہ خود سے پچتا ہے اور شیخ حمیرج جو سماع کی اجازت دیتے تھے وہ خود اس کو لغو کہتے تھے لہذا صوفی کے لئے سماع مستحاجا جائز نہیں ہو سکتا۔

ائمہ کا قول ہے جب کسی امر میں تردد ہو کہ یہ سنت ہے یا بدعت تو اس

عہ قریب

کو ترک کر دینا چاہئے۔ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں، ورع و تقویٰ کا مد نظر رکھنا اسلام کے اصلی مقاصد اور بڑی ضروریات سے ہے جس کا مدار محرمات سے بچنے پر ہے مگر یہ کامل طور پر اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ فضول مسباحات سے پرہیز کیا جائے اور بقدر ضرورت مسباحات پر کفایت کی جائے کیونکہ مسباحات کے اختیاب کرنے میں باگ کا ڈھیلا چھوڑنا مشتبہ امور تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے۔

خواجہ ابو عبد اللہ ترمذی ^{۳۸۰} فرماتے ہیں
صوفی زہد نفس سے ہوتا ہے

ایسا ہی خواجہ معروف کرخی اور خواجہ جامی نے فرمایا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ زہد کس کو کہتے ہیں

خواجہ یوسف اسباطی ^{۱۹۶} فرماتے ہیں،

شبہات سے بچنا اور نیک و بد میں تمیز کرنا زہد ہے

خواجہ بشر حافی ^{۲۳۷} فرماتے ہیں، زہد وہ ہے کہ شبہات سے بالکل پاک

ہو، خواجہ ابو بکر کنانی ^{۳۲۳} کا یہ قول باب الکلمات میں نقل کیا جا چکا ہے کہ زہد وہ

ہے جس میں کسی امام کو اختلاف نہ ہو لہذا سماع اگر مباح بھی ہو تب بھی صوفی کو اس

سے بچنا چاہئے کیونکہ اس کے مشتبہ ہونے میں تو شک ہی نہیں اور اس کو کسی

بھی امام نے جائز قرار نہیں دیا لہذا صوفی کو اس سے پرہیز لازم ہے رسالہ الی

الروح میں ہے، غنا سے پرہیز رکھو کہ یہ مختلف فیہ ہے، ایک فریق نے اس کو

حرام قرار دیا ہے اور دوسرے نے مباح، حرام کا ترک لازم ہے اور مباح

کے ترک سے گناہ نہیں ہوتا لہذا ثواب احتیاط میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے الورع الذی یقف عند الشبهة پرہیزگار

وہ ہے کہ مشتبہ سے بچے نا جائز امور میں مبتلا ہونے کے خوف سے جائز کو

ترک کر دے

روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال بھی ظاہر ہے اور

حرام بھی ظاہر ہے ان دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں جو شخص شبہ کی چیزوں

علہ بدرای مٹ ترمذی

سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچا لیا مگر جو شبہات میں مبتلا ہو گا وہ حرام ہیں
مبتلا ہو کر رہے گا (متفق علیہ)

ناج

رندیلوں اور کھیلوں کا رقص بھی عرس کے موقع پر مزارات پر ہوتا ہے اگرچہ
سابقہ بیانات سے اس کی بھی کافی تردید ہو چکی ہے لیکن چند روایات اس کے متعلق
اور لکھی جاتی ہیں۔

(۱) ناپیتنے والوں پر خدا لعنت کیا ہے

(۲) عورت پر نظر کرنے والے پر خدا کی لعنت ہے

(۳) وہی جس نے رندھی کا گانا سنا اس کے کانوں میں پگھلی ہوئی قلعی قیامت کے
دن ڈالی جائے گی

(۴) مرد کو عورت کے اور عورت کو مرد کے گانے کی آواز سننا منع ہے

عذر گناہ تراز گناہ

بعض صوفی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے پیر کو قوالی سنتے دیکھا ہے اس
لئے سنتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ہمارے پیر نے ہمیں حکم دیا ہے کہ قوالی سنا
کر

قرآن مجید میں چند جگہ ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب
بیت پرستوں سے بت پرستی اچھوڑنے کیلئے کہا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے
اپنے بڑے بڑے اور باپ دادوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے

پیر کی تقلید میں قوالی کو جائز قرار دینے والوں کی بھی ایسی ہی مثال ہے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ گناہ کرنے میں
کسی کی اطاعت نہیں چاہیے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ولی سے خطا بھی سرزد ہوتی ہے
غیر خواہ جبر و بطوری وغیرہ کے اقوال سے ثابت ہو چکا ہے کہ امر غیر مشروع میں پیر
کی تقلید نہ چاہیے، عمل کتاب و سنت پر ہونا چاہیے۔

سماع کا مشاہدہ

پیرا تو یہ عقیدہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ عالم محدث اور اولیائے کبار
علہ بخاری علیہم فروز ہیں، یہی قوم شعب الایمان علیہم ابن عسا کر علیہم فروز ہیں

ہیں سے تھے اور شیعہ شریعت تھے انہیں سماع کا شوق تھا مگر ان کا سماع کیا تھا کہ
مرد معمر عارفانہ کلام گاتا تھا نہ تالی بجاتا تھا نہ مزامیر ہوتے تھے امر و اور عورت کا گانا اور
مزامیر حضرت نے کبھی نہیں سنے۔ لیکن خواجه حسن نظامی نے ایک کتاب چشتی اور لبیاء
نامہ المعروف بہ نظامی بنسری شائع کی ہے یہ ایک فارسی کتاب چہل روزہ کا
ترجمہ ہے جو سلطان المشائخ کے ایک مرید احمد ایاز کی طرف منسوب ہے۔

اس میں ص ۸۳ پر سماع کے متعلق سلطان المشائخ، مفتی اعظم اور شیخ زادہ فرجام
کا مناظرہ درج ہے جو سلطان غیاث الدین تغلق کے دربار میں ہوا تھا اس مناظرہ
کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ زادہ فرجام جو حکومت کی جانب سے مناظر
تھا وہ ایسا جاہل تھا کہ اس سے سلطان جی نے سماع کے معنی دریافت کیے تو وہ نہ
بتا سکا اور سلطان جی بھی کچھ صاحب علم نہ تھے کیونکہ جو دلائل انہوں نے پیش کیے
وہ ایسے ہیں کہ حدیث و فقہ کے تاراقص آدمی ہی انہیں نہ بان پرلا سکتا ہے،
مفتی اعظم نے سلطان جی سے بہت اچھا سوال کیا تھا مگر سلطان جی اسے متباہ کر سکے،
اب ہم دونوں کی گفتگو لکھتے ہیں

مفتی: سلطان جی سے، کیا آپ حنفی ہیں؟

سلطان جی: میں ابو حنیفہ کی تقلید کرتا ہوں اور حنفی ہوں

مفتی: آپ گانا سنتے ہیں؟

سلطان جی: ہاں سنتا ہوں

مفتی: کیا اس میں مزامیری ہوتے ہیں؟

سلطان جی: کبھی ہوتے ہیں کبھی نہیں ہوتے

مفتی: کوئی دلیل آپ کے پاس اس کے ہوانہ کی ہے؟

سلطان جی: بخاری شریف میں حدیث ہے آنحضرت کے سامنے مدینہ کی

رہکیاں دف بجایا کر گارہی تھیں آنحضرت سنتے رہے عمرواں آگئے انہوں نے رکیوں

کو گانے سے روکا تو آنحضرت نے فرمایا ان رکیوں کو گانے بجانے سے نہ روکو آج

ان کی عید کا دن ہے۔

مفتی: تم کو حدیث سے کیا کام تم حنفی ہو ابو حنیفہ کا قول پیش کرو

سلطان جی : میں رسول کا قول پیش کر رہا ہوں تم ابو حنیفہ امتی کا قول طلب

کرتے ہو ابو حنیفہ کون تھے جن کا قول رسول کے مقابلہ میں پیش کروں

لڑکیوں کے گانے اور سماع میں زمین آسمان : فرقی ہے لڑکیوں بچوں کا گانا تو گھر گھر ملے

سب سنتے ہیں سے سماع سے کیا نسبت ؟ علاوہ انہیں اگر سماع جائز ہوتا تو حضرت عمر

نہ روکتے عمر کا حضور کے سامنے روکنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ گانا جائز نہیں اگر جائز

ہوتا تو حضور یہ فرماتے کہ عمر امر جائز کو کیوں منع کرتے ہو ؟ اس سے صرف بچوں کے

بے قاعدہ طور پر کسی خوشی کے دن گانے کی اجازت ثابت ہوتی ہے کیونکہ بچوں پر

عمل احکام میں سختی نہیں ہے اور وہ بعض امور سے مستثنیٰ ہیں یعنی عید وغیرہ کے

موقع پر وہ گانے کی جگہ پر بھی گانے سے جو امام ابو حنیفہ کا قول طلب کیا تھا وہ ایک اصولی

بات تھی اور سلطان جی کا حدیث کو پیش کرنا صحیح نہ تھا اس لئے کہ لڑکیوں کا گانا جیسا

کہ ہم نے لکھا ہے قابل سند و لائق تذکرہ نہیں اس کے علاوہ یہ واقعہ ابتدائے

عہد رسالت کا ہے۔ ابتدائی عہد میں بعض ناجائز باتیں رائج تھیں، چنانچہ مدینہ

میں حضور کے عہد میں شراب بھی پی گئی مگر بعد کو حرام قرار دی گئی اسیلئے ختم ہونے

لئے یہ اصول قرار دیا ہے کہ آخر زمانے کی حدیثوں سے استنباط مسائل کیا جائے

ائمہ نے احکام و عبادات کے متعلق کوئی حدیث نہیں چھوڑی اور سب کے اصول

استنباط قرار دیئے اس لئے فقہاء کے قول کی ضرورت ہے بالخصوص اس شخص کے لئے

جو کسی امام کا مقلد ہو افسوس ہے کہ سلطان جی کو اس قدر علم بھی نہ تھا کہ اس معمولی اصول

سے بھی واقف ہوتے

اس مناظرہ میں سلطان جی نے اپنے آپ کو مقلد اور حنفی بتایا ہے لیکن اسی

کتاب کے صفحہ ۲۸۷ پر لکھا ہے کہ سلطان جی امام کے پیچھے مقتدی ہونے کی حالت

میں الجھ پڑھتے تھے امام ابو حنیفہ کے یہاں یہ جائز نہیں اس لئے یا تو سلطان جی نے

باطل صحیح نہیں کی کہ وہ مقلد و حنفی ہیں یا وہ مذہب حنفی کے اس مسئلہ سے واقف

نہ تھے بہر حال یہ مناظرہ سلطان جی کی علمیت و معلومات کے متعلق اچھا خیال

قائم نہیں ہونے دیتا۔

حسن نظامی ص ۳۰۳ پر لکھتے ہیں کہ سیر الاولیاء اور فواد الفواد میں جو یہ مذکور ہے

کہ سلطان جی سے کسی نے کہا آپ کے فلاں مرید نے مجلسِ سماع منعقد کی اس میں مزامیر تھے تو سلطان جی نے فرمایا میں نے انہیں منع کیا تھا اس واقعہ کو لکھ کر حسن نظامی لکھتے ہیں۔

”اس سے وہابی اور گانے کے منکر سند لیتے ہیں۔“

اگے لکھتے ہیں کہ سلطان جی کا یہ حکم سیاسی حالات بھی وجہ سے تھا کیونکہ حکومت مخالف تھی اگے لکھتے ہیں۔

جب تک کسی حکومت نے حضرت کے سماع کے خلاف گانا روکنے کا شاہی حکم جاری نہیں کیا تھا تو اس وقت تک حضرت اپنے بزرگوں کے دستور اور رواج کے موافق گانا سنتے تھے اور اس گانے میں باجے بھی یقیناً ہوتے ہوں گے کیونکہ یہ چیز حضرت کے مرشد حضرت شیخ العالم بابا فرید گنج شکر اور حضرت کے دادا پیر حضرت خواجہ قطب صاحب اور حضرت کے پردادا کے یہاں تھی حضرت خواجہ صاحب اجمیری کے تذکروں سے ثابت ہے کہ وہ سب مزامیر یعنی باجوں کے ساتھ گانا سنتے تھے۔

غالباً درباری مناظرہ کے بعد حضرت نے اپنے مریدوں کو یہ حکم دیا ہو گا کہ وہ مزامیر کے ساتھ گانا نہ سنیں چنانچہ سیرالاولیاء میں جہاں یہ واقعہ مذکور ہے وہاں یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت نے عورتوں اور مردوں کا گانا سننے سے بھی منع فرمایا تھا پس ظاہر ہوا کہ یہ ممانعت ایک وقتی ضرورت تھی اور وقتی مصلحت کے سبب سے تھی۔“

اس عبارت میں نظامی صاحب نے ہونگے اور ہوگا الفاظ کیسے ہیں مسائل و عقائد کا فیصلہ مشتبہ الفاظ نہیں ہوتا یقیناً کئی بار ہوتا ہے۔ علاوہ میں سیرالاولیاء کی عبارت سے کہیں یہ مصلحت ظاہر نہیں ہوتی۔

حکومت کے کسی ایسے حکم کا نظامی صاحب نے حوالہ نہیں دیا جس سے ثابت ہو کہ سلطان جی مجلسِ سماع منعقد نہیں اس کے علاوہ سلطان جی کا مزامیر کو منع کرنا اگر برہمائے مصلحت ہوتا تو سماع کو منع کرتے کیونکہ جملہ انواری برہمناہوت مزامیر پر تھا اس لئے صرف مزامیر سے منع کرنا ثابت کرتا ہے کہ حضرت مزامیر

کو جاننے ہی نہ سمجھتے تھے۔ مصلحت وقت کا دخل اس لئے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ سلطان
جی نے بڑی بہادری سے مقابلہ فرمایا اور اپنے مریدوں کو بھی بہادری پر
آمادہ کیا۔

صفت پر لکھتے ہیں :-

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس دنیا کے جفا و فاکویرداشت کرنا اور اپنے
بزرگوں کے مسلک پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنا۔

ہم کو اپنے بزرگوں کی تقلید کافی ہے جو سب گانا سنتے تھے اور عام مجلس
میں ساجوں کے ساتھ سنتے تھے قرآن مجید میں کوئی مخالفت گانا سننے کی نہیں ہے؛
ایسی نصیحت اور ایسے بہادرانہ عزم کے مقابلہ میں کون ایسی عقل نظامی صاحب
کی مصلحت وقت کو تسلیم کرے گا۔ سلطان جی نے جو یہ فرمایا کہ قرآن میں گانا سننے
کی مخالفت نہیں شاید حضرت (ابو الحدیث) کے معنی و تفسیر سے آگاہ نہ ہوں گے
فلند رہہ خاندان کے بزرگوں کو قوالی سے ایسی نفرت تھی کہ ایک روایت
میں ہے خواجہ قطب الدین بینا وال شہید کے مزار کے قریب ایک قوال کے
لڑکے کو قاضی شہر نے دفن کر دیا۔

حضرت نے اپنی کرامت کے زور سے اس کی لاش قبر سے نکال کر دو پھینک دی
اسی طرح کئی بار اس کو دفن کیا گیا مگر برابر اسے آپ نے پھینک دیا پھر قاضی صاحب
بسیہ عتاب مہڑا کہ وہ معزول ہو گئے وہ اپنی بھالی کی کوشش میں دہلی گئے اور
وہاں ایک خانہ جنگی میں مارے گئے۔

شہزادہ احمد خضر پشی لکھتے ہیں صاحب میرالقطاب ذکر کرتے ہیں کہ خضر
میں قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی ثم پشی سے سماع کا درجہ لے کر اور یہ
سند لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان فاروقی سماع سے باز رکھتے تھے ایک
روز مریدوں نے عرض کی کہ مخدوم آپ کو اللہ نے فوت و نصرت عطا کی ہے
آپ سماع کیوں نہیں سنتے آپ نے فرمایا ہندوستان میں قاضی حمید الدین
ناگوری علم شریعت و طریقت پیش شمع ہو گا بنائے سماع اس سے ہوگی اگرچہ
سہروردی ہو گا ان کے سلسلہ میں سماع منع ہے مگر وہ بنا کے گا تاکہ پیشیوں

کی قدر معلوم ہو۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ عثمان سماع سنتے سے منع کرتے تھے تو آپ کے مرید خواجہ اجیر کی سنت میر کے خلافت کیوں کیا ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب سے پہلے مشائخ میں سماع نہ تھا لہذا خواجہ اجیر کی سماع سنتنے کے متعلق جو روایتیں ہیں وہ سب غلط ہیں اور خواجہ نظامی نے جو خواجگان کبار کے متعلق لکھا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ خواجہ اجیر کی کے حالات ان کی وفات سے کئی صدیوں کے بعد لکھے گئے ہیں لیکن ان کے کسی تلمیذ نے اس میں قوی کا ذکر نہیں خواجہ بختیار کاکی اقوال میں انتقال ہونا بھی غلط ہے کیونکہ ہندوستان میں سماع کا رواج ان کے بعد ہوا اور ان سب کا سماع سننا پیرانِ عظام کے سلسلے اور ارشاد کے خلاف ہے۔

شہید الزام

سماع غلے روح ہے، سماع سے دل میں عشق الہی پیدا ہوتا ہے، سماع اس قدر ضروری ہے کہ جب معنی اپنی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو ناز و نہ و غیرہ تمام نکال دینا شرعی ہے آزاد ہو جاتا ہے مگر سماع کی عبادت اس لئے باقی رہ جاتی ہے سماع خدا کی اعلیٰ علامت اور بہترین ذریعہ ہے۔

لیکن جب ہم قرآن مجید کو دیکھتے ہیں جو خدا کی کتاب ہے جس میں خداوند کریم نے اپنے تقریب کے حاصل کرنے کی تمام تدبیریں اور قواعد بنائے ہیں تو اس میں خاص الخاص عبادت کا جو مذہبی ترقی اور تقرب الہی حاصل کرنے کا اعلیٰ ذریعہ ہے ذکر نہیں، اگر یہ ایسی ہی مفید چیز تھی تو اس کا بڑے غنڈہ و مد سے حمایت صاف الفاظ و عبادت میں ذکر ہونا چاہیے تھا اور تاکید اکید کے ساتھ اس پر انسان کو متوجہ کرنے کی ضرورت تھی لیکن خداوند کریم نے اس اعلیٰ ہدایت و عبادت کے احکام سے انسانی کو محروم رکھا۔ اس کو کیا کہنا چاہیے۔

رسول کریم نے نماز، روزہ اور معرونی باتوں کے متعلق متعدد بار وعظ و نصح کیا اور خدا سے ان کو حکم بھی تھا کہ تم تمام باتوں کو خوب کھول کر بیان کرو اور اپنی طرح بتاؤ مگر اس غلے روح کے متعلق ایک دفعہ بھی ہدایت نہ فرمائی اور اس کو تعلیم

کہ پردہ خفا میں چھوڑا اس کو کیا کہنا چاہیے۔

معلوم نہیں کہ صحابہ کی کیا فطرت تھی اور ان کو اس غلطی سے روح سے کیوں
عداوت تھی کہ معمولی معمولی باتوں کے لئے تو دس دس بیس بیس حدیثیں سنائے گئے
اور ان پر عمل کر گئے مگر اس تعلیم لطیف کے متعلق سکوت بھی نہ کیا اور انہی
خدمت کر گئے یہی ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ اور دیگر بزرگان خیر القرون
نے کیا۔ اس کو کیا کہنا چاہیے۔

ائمہ مجتہدین نے ہر قسم کی حدیثیں پس، بال کی کھال نکالی اور رسول و
تابعین و تبع تابعین کے کسی ادنیٰ قول و فعل کو بھی نہ چھوڑا مگر اس معراج ترقی
کے ذریعہ کو توڑ گئے امت مرحومہ پر روحانی ترقی کا راستہ مسدود کر گئے، اس کو کیا کہنا
چاہیے۔

خواجہ فضیل بن عیاض، سر حلقہ، چشتیہ، خواجہ جنید بغدادی جو تمام سلاسل
طریقت کے سر حلقہ ہیں اور بڑے بڑے اولیائے کرام کو کیا ہو گیا تھا جو اس امر خیر کی
مذمت کر گئے اور لوگوں کو اس سے روک گئے۔ اس کو کیا کہنا چاہیے
غور کرو اور سوچو کہ اس کو عبادت اور جہاد قرار دینے میں کس کس پر الزامات
عائد ہوتے ہیں اس سے تو اسلام کی تمام عمارت درہم برہم ہوتی جاتی ہے۔

سماع نقص کی دلیل ہے

سماع کے متعلق اکثر نے لکھا ہے کہ بعض اوقات بزرگوں کو قبض ہو جاتا ہے تو
سماع سے انشراح ہو جاتا ہے اور لبط کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔
بعض اسی شخص کو زیادہ ہوتا ہے جس میں نقص زیادہ ہوتا ہے گا میں کو اس
سے بظاہر و نادری سابقہ ہوتا ہے۔

ایک بیان

بعض صوفی کہتے ہیں کہ اگر وہ غور و غور نہ کر لیں اور ان کا ناچ گانا سنا جائے
لیکن چنگ نہ ہم اس سے رجوع الی اللہ کا قصد رکھتے ہیں اس سے اس میں کچھ حرج
نہیں، یہ بہانہ بے علم ہی کر سکتا ہے اہل علم ایسی بات کو زبان پر نہیں لا سکتا،
کیونکہ رسول کریم نے فرمایا ہے۔

” جس کسی معصیت کے ذریعہ سے کسی امرِ خیر کا قصد کیا گھا تو اس کی توقع دور تر اور اس کا اندیشہ نزدیک تر ہے “ (جبلہ عن انس)

وجہ و حال

راج کل وجہ و حال کی کیفیت یہ ہے کہ قوالی کی مجلس منعقد ہوتی ہے، چند گانے و اسے بقاعدہ موسیقی آواز مل کر غزلیں گاتے ہیں جن میں اکثر شراب و کباب، حسن و عشق پیر مغال، از مرغ بچہ کا ذکر ہوتا ہے گانے والوں میں امر بھی ہو سکتا ہے اور عورتیں بھی رہا لیاں بجاتے ہیں، عزرا میر طبلہ، دھو لک، سارنگی اور مار موہنم وغیرہ ہوتے ہیں۔

سننے والے نعرے لگاتے ہیں، لوٹتے ہیں، روتے ہیں اور ناچتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہی صورت صوفیائے متقدمین کی تھی لیکن صوفیائے کرام میں مستند اقوال سے اس کا ردِ واج ثابت نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے اس کی مذمت کی ہے جن کتابوں اور روایتوں سے ان امور کے متعلق کچھ گنجائش پیدا ہوتی ہے ان کا حال ہم بیان کر چکے ہیں ان میں سے ایک بھی قابلِ توجہ نہیں اور ان میں ذرہ بھر بھی صحت کا نشا نہ نہیں، ایک صحیح حدیث ہے جس سے وجہ و حال بدستِ لال کیا جاتا ہے لیکن حدیث کے بیان اور وجہ و حال میں زمین و آسمان کا فرق ہے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول کریم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ قرآن سناؤ میں نے عرض کیا کہ آپ پر تو نازل ہوا ہے میں آپ کو کیا سناؤں، آپ نے فرمایا میں اس کے سننے کو دوست رکھتا ہوں میں نے قرآن پڑھا تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔

اس حدیث میں صرف سماعِ قرآن کا ذکر ہے کہ آپ کی آنکھیں پر ہم زد گئیں اور قرآن مجید سے بھی اسی قدر کیفیت کا ثبوت ملتا ہے۔

جب سنتے ہیں جو کچھ رسول بہا تر ہے تو دیکھتے کہ ان آنکھیں آنسوؤں

سے ~~لعل~~ لعل ہر طے کرتے ہیں

مندانہ غزلوں، لڑنے پینے، پیچھے چلانے، اچھلنے کودنے، ناچنے اور شکنے کا کہیں ذکر اور پتہ نہیں، سماعِ کلامِ الہی اور اس سے اس قدر متاثر ہونے کو کوئی منع ملہ سورہ مائدہ پارہ ہفتم

نہیں کرتا بلکہ یہ امر مستحسن ہے سماع کے بیان میں یہ بات لکھ چکے ہیں اس سے زیادہ کفایت نہ صحابہ میں ہوئی نہ تابعین و تبع تابعین میں ہوئی۔

حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ جب سلف (صحابہ) میں قرآن پڑھا جاتا تھا تو نہ کوئی بے غصہ ہو جس پر تانا بڑھتا بلکہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک عرائق کو دیکھا کہ وہ گرتا پڑتا اور روتے ہیں آپ نے دریافت فرمایا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن یاد کر خدا سنتا ہے تو گرتا پڑتا اور روتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم قرآن پڑھتے اور سنتے ہیں ہم اللہ سے ڈرتے ہیں مگر گرتے پڑتے نہیں شیطان اس کے پیٹ میں لپیٹ لیا کرتا ہے۔

امام حسن بصریؒ، امام سلسلہ چشتیہ کا ایک مرید جب قرآن سنتا زمین پر گر پڑتا حضرت نے فرمایا یہ جو تو کرتا ہے اگر طاقت ہے کیسا نہ کر سکے تو تو جہنمی ہے اور اگر بھروسے یہ نہیں ہو سکتا تو تو نے ہم کو دس نزل پیچھے چھوڑ دیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ شیطان سے بچے۔

امام عبدالوہاب شہرانیؒ نے موصیوں کی علامات میں لکھا ہے کہ وہ حرکات ظاہریہ جیسے خشوع و خضوع، ناز میں کانپنے، کندھوں کو ہلاتے اور سرنگوں ہونے وغیرہ مستحب ہیں کرتے ہیں اور اندرون حالت کو چھپاتے ہیں، حضرت مجید بغدادیؒ جو تمام سلسلوں پر وقت کے سر حلقہ ہیں ان کے متعلق سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے:

”حضرت شیخ سماعؒ و جد ہرگز نہ فرمودند و لفظ ہر و ملن بہ شرع شریفہ اور شدہ بودند نقل است کہ روز سے سخن میگفتند مرید سے نعرہ نہ آوے و ناراں منع کردند و فرمودند اگر بادیہ گر نعرہ نہ آوے ترا بھور گردانم“

حضرت حافظ عبدالرحمن صاحب پنجابی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حاجی احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص نے نعرہ مارا اور گر پڑا راقم سطور اس وقت حاضر تھا حضرت کو بیعت ناگوار نہ آئی اور ان سے فرمایا کہ براہ کرم بہرے یہاں یہ حرکت نہ کیجیے۔

اس قسم کی حرکات کا سراغ گمراہ فرقوں میں چلتا ہے حضرت محمد العن ثانی رحمۃ اللہ علیہ العارف ص ۱۵۷، تذکرۃ الاولیاء، علیہ الرحمۃ و العالیہ ص ۱۵۷

فرماتے ہیں علیہ

”حوالیہ فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا اجسام میں حلول کر جاتا ہے اسی لئے یہ لوگ غریبوں کا دیکھنا جائز کیا عین عبادت سمجھتے ہیں اور کسی بھی آواز پر خواہ مخواہ وجد کرنے لگتے ہیں“

شیخ ابن جوزی محدث شافعی فرقہ اجمیریہ کے متعلق لکھا ہے علیہ

”یہ لوگ بہت ہمدت اور گمراہ ہیں۔ زیادہ عابد بننے میں، عشق ظاہر کرتے ہیں، لوگوں اور غریبوں کا گانا سنتے ہیں، وجد کرتے ہیں، بعض بے ہوش ہو جاتے ہیں اور بعض مریض جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ عشق الہی کا نتیجہ ہے“

حضرت خواجہ جنید بغدادی، خواجہ زوالنون مصری، خواجہ سہیل تستری اور دیگر بزرگان مقدس کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ بادل صوفیائیت ذکر الہی ان کی ظاہر روح سے نفس غصری کو چھوڑنے کے لئے بچانے پر کسی ولی کی موت واقع نہیں ہوئی اور حق یہ ہے کہ خانہ توحید ہی کے ذکر و نام پر معتبر ہے خواہ کوئی ہو، بزرگانِ حلالہ چشتیہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بنتیار کاکل، خلیفہ حضرت خواجہ اجمیری کے متعلق مشہور ہے کہ بحالت سماع وفات پائی۔ لیکن یہ روایت بھی اور روایات کے مانند خانہ سلسلہ ہے اس کو مختلف تذکرہ نویسوں نے اس قدر اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس پر کوئی دانش مند یقین نہیں کر سکتا، حضرت کے واقعہ وفات کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

”ایک دن شیخ علی سجری کی خانقاہ میں جو حضرت خواجہ کے مخصوص مخلصین میں تھے محفل سماع منعقد ہوئی حضرت خواجہ بھی تشریف لے گئے، احوال۔ جس وقت حضرت احمد جام کا یہ شعر پڑھا۔

کشت گمان خنجر تسلیم را
ہر زبان از غیب چنگر است

تو حضرت خواجہ نے اس شعر کی اپنی زبان مبارک سے تکرار کی اور بیچوش ہو گئے لوگوں نے بے چوشی کی حالت میں تسبیح حسوس کی تروا پ کو خانقاہ میں لے آئے یہاں آکر پھر قرانی شروع ہوئی اور کامل چار روزہ اسی شعر کی تکرار رہی، نماز کے وقت آپ کو چوش آجٹا تھا اور نماز سے فارغ ہوئے ہی سب نے خود ہی طاری شد کثرت بعد موم صفت شدہ نقیض الیہ صحت

ہو جاتی تھی، تعجب یہ کہ جب پہلا مصرعہ پڑھا جاتا تو آپ بالکل بے حس و حرکت
 ہو جاتے، اور ایسا معلوم ہوتا گویا بے جان ہیں مگر دوسرا مصرعہ پڑھتے ہی آپ
 جنبش کرنے لگتے آخر لوگوں کی رائے سے دوسرے مصرعہ کو بند کر دیا
 گیا اور پہلے مصرعہ کے خنجر تسلیم نے دو چار ضربیں آپ کا کام تمام کر دیا
 اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خانقاہ واپس کا یہ مقصد تھا کہ خواجہ کی موت
 واقع ہو جائے اور انہوں نے دالستہ یہ خون کیا ورنہ دوسرا مصرعہ ہی پڑھولتے،
 اس کو کون عقلمند قبول کرے گا کہ ایک ولی کامل کے مرید اپنے مرشد کا اس طرح خون
 کھینچے

الوار العارفین شیخ علی سخبری کی خانقاہ کی محفل لکھا ہے مگر خزینۃ الاصفیاء میں
 لکھا ہے کہ خانقاہ والا صاحب خواجہ عرفی سماع گرم بود، تذکرہ میں لکھا ہے کہ لوگوں
 کی رائے سے دوسرے مصرعہ کی تکرار روک دی گئی، جماعہ غشت و ثبات ہوئی،
 خزینۃ الاصفیاء میں ہے "قوالاں برا از خواندن مصرعہ ثانی با فشارت منع فرمود
 اس صورت میں خود کشی کا الزام عائد ہوتا ہے، صاحب الوار العارفین نے نہ
 لوگوں کے روکنے کا ذکر کیا ہے نہ خود ارشاد سے منع کرنے کی بابت کچھ لکھا ہے
 صرف اس قدر لکھا ہے کہ چہار شب و روز در حجرہ بود بریں بیت ذوق داشت چیم
 رحلت کرد

علاوہ بریں سماع میں مرجعہ کوئی کمال نہیں دنیا میں ایسے واقعات بہت
 سے ہوئے ہیں کہ ناجائز لذت کی حالت میں غلط لذت سے سرح پھانڈ کر گئی
 اور جب کہ گمراہ ترقی والے بھی جن کا بیان ہو چکا ایسی موت مرے ہیں تو
 ایک ولی کی ایسی موت میں کیا عزت افزائی ہوئی؟

امام ابن عبد السلام اپنی کتاب قواعد میں لکھتے ہیں کہ آج کل کو دنا
 تالیباں بجانا، ہلکاپن اور بے ہوشی ہے اس قسم کی حرکتوں کو بے ہوش شخص یا بہاکار
 جاہل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ان حرکات کے مرتکب کی جہالت کی بڑی دلیل
 یہ ہے کہ شریعت نے ان کی اجازت نہیں دی نہ قرآن میں اس کا ذکر ہے
 نہ حدیث میں ہے نہ انبیاء اور ان کے متبعین نے ایسا کیا اس کے مرتکب
 علیہ تذکرہ خواجہ قطب الدین ص ۲۲۷ ص ۲۲۸ ص ۲۲۹

وہی نادان اور بسد قوف لوگ ہیں جن پر احکام شرعیہ کی حقیقت اس لیے واضح نہیں ہوئی کہ ان پر شیطانی وساوس مسلط ہو گئے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دمشق میں تھا پیش خواہد میں حضور سرمد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے کاندھوں پر ٹانگہ رکھے ہوئے تھے میں نے شعر پڑھا اور اپنے پیٹے پر انگلیاں ماریں تو حضور نے فرمایا میں فائدے سے زیادہ نقصان سے (کیونکہ پیٹے سے عداوت)

لطیفہ میں شہر جاوہر میں مقیم تھا وہاں ایک بازار میں ایک طرف شکستہ سولی لگائیں ہیں جن میں عزیز خور و فروش دکاندار بیٹھے ہیں ان کے اوپر بالا خانہ ہے ان میں کسبیاں رہتی ہیں دوسری طرف عمدہ اور شائستہ دکانیں ہیں اسی طرح میں حلوائیوں کی دکانیں ہیں ایک دن ایک صاحب میرے پاس آئے اور اپنے مرشد کے متعلق کہنے لگے کہ حضرت بازار میں تشریف لارہے تھے جب کچیوں کے بالا خانے کے بالمقابل پہنچے تو اوپر سے گیسے کی آواز آئی حضرت پر وجد طاری ہو گیا اور نصرا مار کر سڑک پر گر پڑے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے تالی میں جا پڑے سخت چوڑھا آئی مگر ان کو کچھ خبر نہ ہوئی۔

میں نے کہا بھائی اگر حضرت کا وجد و حال خدا کے لئے ہوتا اور قبول ہوتا تو تالی تالی میں نہ گرتے بلکہ حلوائی کے کڑھواؤ میں گرتے خامدانہ خدا کا مومن خال نہایت میں نہیں رگڑا جاتا یہ سن کر ان کو طیش آگیا اور مجھے صلوائی سناتے لگے

نور اللہ محمدی نوری صہبہ آبادی لکھتے ہیں۔

”نام نہاد صوفیہ کا طبقہ خدا کے عشق کے زبانی دعوے میں مصروف تھا قوالی کی مجلس میں لوٹا، حال میں آنا ان کے نزدیک خدا کے عشق کے دعوے سے کہتے تھے جو کہ غیبیہ و من آیات قرآنی و احادیث نبویہ سمجھانی اور اقوال اولیائے کرام سے قوالی مروجہ کی حرمت ثابت ہے۔“

بزرگوں کا سماع دو طرح میں ہوتا ہے۔ پہلے ایک تو سماع کلام اللہ سننا ہے اس کیفیت کا موازنہ اسی قدر ہے کہ گریبا سے خفیت طاری ہو یہ سماع مستعمل ہے بعض اولیائے کرام نے اشعار بھی سننے میں اس کی نوعیت یہ تھی کہ کوئی مروجہ شعر سن کر

البحران، بغیر تالی بجائے اور نزامیر کے محمد و نعمت وغیرہ کے اشعار پر مسمتا تھا، عورت نہ
 مرد، نزامیر وغیرہ نہ ہوتے تھے نہ کوئی چلا تا تھا نہ لوٹتا تھا نہ کودتا تھا نہ ناچتا تھا یہ سب
 ہے اسی کے متعلق خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا: ندامین کا رمی گنم
 نہ الکار می گنم، یعنی ایسی کار تو اس لئے نہ کرتے تھے کہ عزت یا بند سنت بنے اور یہ امر
 سنت نہیں، الکار اس لئے نہ کرتے تھے کہ مباح ہے۔

الباب الثامن فی اثبات

آثار

سائل کہ راہ کو ہرمانہ ریاضت و مجاہدات کچھ آثار پیش آتے ہیں بعض ان سے
 دھوکا کھا کر غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

دین و رط کشتی فرد شد ہزار کہ پسیدانہ شد تختہ برکت

طالب کو چاہیے کہ ذکر و عبادت سے رہنا ہے الہی مقصود رکھے، الودہ و

تجلیات کا شائق نہ ہو اور ان کی طرف توجہ نہ کرے۔

الوار در قسم کے ہوتے ہیں ایک محمود و دوسرے مذموم جن الودہ و تجلیات سے محمود

و شوق و مجروری پیدا ہوں وہ محمود ہیں اور جن سے غیب و دل برداشتگی اور دہشت

پیدا ہو وہ مذموم ہیں اور شیطانی ہیں لا حول برہے۔ باقی تمام الوار محمود ہیں۔ مگر نورانی

شانے کے متصل ہو ثواب کسی رنگ کا ہو شیطانی ہے اگر بائیں طرف بلا پیچھے کوئی نور

ہو وہ بھی شیطانی ہے۔ اگر نور بلا جہت ہے دہشت پیدا کرتا ہے اور بعد زوال خصوصیت

بالمیں نہیں رہتی، نور بھی نور شیطانی ہے، اگر نور، سبب یا ثافت کے ادب سے ظاہر ہو اور

رنگ آگ یا دھوئیں کا سا ہو تو فوہ حناس ہے اعمد بیٹھے

اگر نور داہنے شانے کے متصل ہے تو نور ملائم ہے۔ اگر داہنے شانے کی

طرف جسم کے قریب ہے تو نور مرشد ہے اگر آگے ہے نور محمدی ہے، اگر فوہ

جہت ہے اور بعد زوال نور لذت و محنوری ہوتی ہے تو نور مطلوب ہے

”رزقنا اللہ“

سایہ بدلی میں انگلی سے گنج مراد کہ من این خانہ بسوئے نوریزان گنم

آیات تصوف

قرآن مجید کی بعض آیات سے صوفیوں نے مسئلہ وحدۃ الوجود کو ثابت کرنے کی اس طرح کوشش کی ہے کہ جس میں صاف صاف عینیت و اتحاد و حلول کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس امر سے کوئی صاحب عقل سلیم انکار نہیں کر سکتا کہ ہر مذہب کا بہتر اور صحیح زمانہ وہی ہوتا ہے جو صاحب مذہب کا بہتر زمانہ ہو یا اس سے قریب تر ہو اور جس قدر صاحب مذہب سے دوری ہو تو جلی جائے گی اسی قدر اس کے منشاء کے خلاف باتیں داخل ہوتی چلی جائیں گی ہمارے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے چنانچہ فرمایا بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا پھر اس کے بعد کا پھر جھوٹ پھیل جائے گا، مسلمان ان تینوں زمانوں کے بزرگوں کے اقوال و افعال کو سند گردانتے ہیں ان تینوں زمانوں کے بعد ہو جائیں دیں ہیں داخل ہو جائیں اس کو بدعت کہتے ہیں جس کے متعلق حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تمام بدعتیں گمراہی ہیں اور تمام گمراہیاں دوزخ میں جائیں گی۔ پس آیات قرآنی کے وہی معنی و مطلب اور تفسیر صحیح ہو سکتی ہے جو یا تو ایک آیت کی کوئی دوسری آیت تفسیر کرے یا کوئی حدیث صحیح اس کے معنی ظاہر کرے یا ائمہ قرون ثلاثہ نے اس کی تفسیر کی ہو ان تمام آیات پر مفصل بحث کرنا تو اس مختصر میں ممکن نہیں، میں بعض خاص خاص آیات کے متعلق لکھتا ہوں۔

و ان و تخن اقرب الیہ من جبل الوریث یعنی ہم اس سے رگس گلو سے بھی زیادہ نزدیک ہیں بلکہ مراد شہد گ ہے جو گردن میں ہے جس کے کہنے سے انسان مر جاتا ہے۔

ائمہ متقدمین نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ ہم انسان کی روح اور نفس سے بھی نزدیک ہیں یعنی جتنا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہمیں اس کا علم اس سے زیادہ ہے ہم اس کے ہر قول و فعل اور وسوس و خطرات سے آگاہ ہیں گویا یہ قربت باعتبار علم ہے۔

صوفی اس سے ایسا مطلب نکالتے ہیں جو اتحاد و حلول کے قریب ہے اگرچہ زبان سے اتحاد و حلول کا نام نہیں دیتے مگر مفہوم وہی ہو جاتا ہے اس قسم کے

عہد پط سوره ق زکوع دوم

معنی وہ مطلب کسی مستند عالم یا کسی امام کے قول سے ثابت نہیں ہوتے
 وہ هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی علیم
 رہی ہے سب سے پہلے سب سے کچھلا باہر اندر اور وہ سب کو جانتا ہے
 الاول: وہ سب سے اول ہے اس سے پہلے کوئی نہیں کیونکہ وہ ہر شئی کا موجد
 ہے یعنی الہی ہے۔

الاخر: سب سے بعد بھی وہی رہے گا یعنی الہی ہے۔
 الظاهر: وہ سب پر غالب اور بلند ہے سب سے برتر ہے، تجلیات و تجرؤات
 کے پردوں میں ایسا ظاہر کہ اس قدر کوئی چیز ظاہر نہیں جب مفسر اپنی خوبیوں کا جلوہ
 دکھاتا ہے تو اس سے پہلے مانع کی غریب اور اس کا وجود جلوہ گر ہوتا ہے لہذا وہ ظاہر
 ہے۔ اس سے زیادہ زیر دست کوئی نہیں
 الباطن: مخفی بھی ایسا ہے کہ کسی کو اسی کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا اس کی
 حقیقت ذات اور اک الباطن و عقول سے مخفی ہے۔

امام مسلم اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے جو روایت نقل کی ہے اس
 میں ان چاروں نقطوں کے بھی معنی بیان کئے گئے ہیں
 صوفیاء جو معانی و مطالب پہناتے ہیں وہ غیر معتبر تباہی اور اشتراک ہیں حدیث
 میں ہے وانت الظاهر فلیس شونک شئی وانت الباطن فلیس شونک
 شئی یعنی تم سے ہر ترسی کوئی نہیں اور تم سے زیادہ شدید بھی کچھ نہیں۔
 (و) واللہ ما فی السموات وما فی الارض وکان اللہ بكل شئی شہیداً
 اللہ ہی کل ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور سب چیزیں اللہ ہی کے
 قابو میں ہیں۔

وہی وان اللہ قد احاط بكل شئی علماً
 اللہ کے علم میں ہے سوائے ہر چیز کی۔

ان آیات سے صوفی اعطیت ذات کا مطلب لگاتے ہیں، صوفیاء کا مطلب
 قدس اور اللہ کے خلاف ہے اور صوفیائے کرام کے بھی خلاف ہے، مولینا دوم
 فرماتے ہیں۔

عہد شیعہ سورہ مدثر پڑھو پڑھو سورہ نساء سورہ طلاق

تو محیط بر ہمہ اندر صفات مذہبہ پاک و مستغنی بذات

۱۵) ان الله بكل شئ عليم - الله تمام چیزوں پر محیط ہے اس آیت سے دہمۃ
الوجود کو ثابت کیا جاتا ہے لیکن شاہ عبد العزیز نے لکھا ہے کہ اس سے اللہ اور اشیاء کے
غیر متناہت ہوتی ہے کیونکہ محیط اس چیز کا غیر ہوتا ہے جس کا احاطہ کیا جاتا ہے۔

۱۶) الله نور السموات والارض مثل نور كوكبة فيها مصباح
المصباح في تاج جعفر، النرجاجعتر كانه كوكب دري يوقد من
شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيئ ولو لم تمسسه
نار نور على نور يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الامثال للناس والله
بكل شئ عليم - اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اند زمین کی اس کی روشنی کی مثال جیسے ایک
تعلیل کہ اس میں جو ایک چراغ وہ پھر ایک چراغ میں وہ شیشہ ہے جیسے ایک
تارہ چمکتا ہو اس میں برکت دہنے زمین کے درخت کا تیل جلتا ہے نہ شرقی کی طرف
ہے نہ غرب کی طرف، قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی ہو جائے اگرچہ اس کو آگ بھی نہ
چھوئی ہو روشنی پر روشنی ہے اللہ راہ دکھاتا ہے اپنی روشنی کی طرف جس کو چاہے
اللہ بیان کرتا ہے لوگوں کے واسطے مثالیں اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

صوفیوں کی تمام بھینیں اور تاویلیں اللہ نور السموات والارض سے متعلق ہیں
ان کے بیانات سے اتحاد و عبودیت ثابت ہوتی ہے یعنی آسمانوں اند زمین میں جو کچھ
معبود خدا کے اور سے ہے اور معبود اسی کا اور ہے۔

لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ ہیں سب سے بڑے مفسر قرآن
تسلیم کے آئے ہیں وہ نور السموات والارض کی تفسیر ادی اہل السموات والارض فرماتے ہیں
یعنی اہل آسمان زمین کا ہدایت دینے والا اور بعض بزرگوار ہونے نور السموات والارض کی
تفسیر منور السموات والارض کی ہے یعنی آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا
وہ علیہا نور دسی من نشاطی الوادی الایمن فی البقعة المبارکة من
الشجرة ان یلمو علی انی انا اللہ رب العالمین

اگر اُن کی میدان کے واسطے کنار سے برکت والی زمین میں درخت، سہلے

موسیٰ! میں ہوں اللہ جہان کا رب۔
اللہ پش سورہ نور سورہ قصص پٹ

جب حضرت موسیٰ اپنی زوجہ کے ہمراہ دین سے مصر کی طرف چلے تو رات کے وقت راستہ بھول گئے سردی زیادہ تھی تاپنے کے لئے آگ کی ضرورت ہوئی وہ ایک درخت پر آگ نظر آئی یہ آگ لپٹنے کے لئے گئے دیکھا تو ایک درخت پر روشنی تھی۔ آواز آئی اے موسیٰ! میں اللہ ہوں یہاں بھی صوفی مہرے بائیں کرتے ہیں جن کا نتیجہ شہیت ہے لیکن وہ تجلی، خداوند و الجلال نہ تھی کیونکہ حضرت موسیٰ صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ پاک کے جہانوں میں سے ایک حجاب تار ہے یہ اس کی تجلی تھی، آواز کہاں سے آئی، درخت یا روشنی میں سے نہیں آئی بلکہ منجانب اللہ آئی، موسیٰ علیہ السلام کو ایسا معلوم ہوا کہ درخت اور روشنی کے اندر سے آواز آرہی ہے اس سورۃ میں حضرت موسیٰ کے علم مشاہدہ کا بیان کیا گیا ہے جب کہ سورۃ کہف میں ذوالقرنین کے مشاہدہ کا بیان کیا گیا ہے کہ ان کو ایک دلدل میں سورج ڈھنسا ہوا نظر آیا۔ علاوہ ان میں من الشجرۃ کی تفسیر میں ناحیۃ الشجر منقول ہے یعنی درخت کی طرف سے ایسا ہی امام احمد کی اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے جس کو حضرت وہیب سے نقل کیا گیا ہے کہ موسیٰ نے جب باموسیٰ سنا تو کہی بار ایک کہا اور کہا میں تیری آواز سنتا ہوں آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے آواز آئی میں تیرے اوپر ہوں تیرے ساتھ ہوں تیرے سامنے ہوں تیرے پیچھے ہوں اور تیری چلن سے زیادہ تجھ سے قریب ہوں امام بیہقی نے افنی کے متعلق لکھا ہے اس ندا کی کیفیت و حقیقت نہ کہیں منصوص ہے نہ قیاس و ادراک سے کی جاسکتی ہے اس لئے تعین بالتعین رجم بالغیب ہے البتہ یہ امر یقینی ہے کہ موسیٰ کو تعین کے ساتھ یہ امر معلوم ہو گیا کہ ندا منجانب اللہ ہے ثواب یہ یقین علم ضروری سے حاصل ہوا ہو یا کسی علم استدلالی سے۔

(۱) فاینها تولى وفاته وجه الله

سو جس طرف تم موعظ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ۔

صوفیوں نے اس آیت سے بھی وہی نتیجہ نکالا ہے جس کو مہرہ اوممت کہا جاتا ہے، حالانکہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کسی سفر میں سمت قبلہ مشتبہ ہو گئی تھی اس پر المہدیان دالہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی تھی جس سے ائمہ نے یہی ظاہری علت ذکر مشورہ سورۃ قصص ۲۸ سورہ بقرہ رکوع ۱۳

مطلب نے کر بعض مسائل کا استنباط کیا ہے

اگر آدمی کسی ایسی سوار میں پر سوار ہو کہ پہاڑی ٹھہر کر صحیح سمت قبلہ پر نماز نہ پڑھ سکے یا سمت قبلہ مشتبہ ہو یا ایسا مریض ہو کہ سمت صحیح پر متوجہ نہ ہو سکتا ہو تو اس کو اجازت ہے کہ جس طرح اس کو سہولت ہو اور اس کا دل قوت سے گواہی دے اسی سمت کو نماز ادا کر لے ائمہ اور قدامت میں سے سب نے یہی مطلب لیا ہے

احادیث تصوف

تصوف کے صحیح اعمال و اشغال و اذکار وغیرہ کی اصل جن صحیح حدیثوں میں ہے ان کو مولانا اشرف علی تھانوی چشتی مرحوم نے التشفوت فی احادیث التصوف میں جمع کر دیا ہے یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

باقی صوفیوں میں ایسی حدیثیں رائج ہیں جو موضوع اور بے اصل ہیں بعض کو لکھتا

ہوں۔

(۱) من عن نفعہ نقل عن عرف ربہ۔ امام ابن تیمیہ نے اس کو موضوع کہا ہے اور امام سمعانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے

(۲) موتوا قبل ان تموتوا: امام عسقلانی نے اس کو بے اصل قرار دیا ہے یہ کسی بزرگ کا قول ہے۔

رس الفقر فخری: امام عسقلانی نے اس کو باطل قرار دیا ہے۔

(۳) کذبت کنزاً: امام عسقلانی نے اس کو مجہول کہا ہے۔

انما من نور اللہ: یہ روایت سند کے اعتبار سے ماقول الاعتبار ہے بعض محدثین نے اس کو کذب مختلق اور بعض نے موضوع کہا ہے۔

(۴) حدیث ابی ثعلبی و وہ۔ یعنی ابو محمد و وہ نے ایک مسرعہ بلعھا اس کو سن کر رسول کریم کو وجد آگیا اس کے متعلق امام سیوطی نے اپنی کتاب اللہ المشرعہ فی الاحادیث المشرعہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن سلمہ نے اس کو کذب کہا ہے۔

(۵) العلم جناب اکبر نہ حدیث ہے نہ کسی صحابی کا قول ہے البتہ ابن عربی کی طرف منسوب ہے۔

(۶) لولاک لما خلقت الافلاک: اس حدیث کے متعلق شاہ عبد العزیز

صاحب نے فتاویٰ عزیزہ میں لکھا ہے ”دریچ کتاب نظر بامدہ“

(۱) اول ما خلق الله نوری: یہ حدیث صحیح سند میں نہیں ہے نہ اس کے سند کی شرائط پر ہے مگر بعض علماء نے اس کو تسلیم کیا ہے
(۲) اکثر اهل الجنة البدر: ابن عدی نے اس کو منکر کہا ہے
(۳) من اراد ان يجلس مع الله فيجلس مع اهل التصوف: یہ حدیث نہیں ہے کسی صوفی کا قول ہے۔

(۴) من سمع صوت اهل التصوف فلم يومن على دعائهم كتب عند الله نقص الغافلین: صحیح حدیثوں میں اس کا کچھ پتہ نہیں
(۵) ایک روایت میں حضرت علی کی طرف منسوب ہے کہ قرآن ایک حجاب ہے اور رسول ایک حجاب ہے اصل چیز صرف بندہ اور خدا ہے اسی لئے صوفی لوگ اعلم الحجاب اللہ اکبر کہتے ہیں یہ روایت بالکل بے اصل ہے

(۶) حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے کہ مجھے وہ باتیں معلوم ہیں کہ اگر میں ان کو ظاہر کروں تو لوگ مجھے قتل کر دیں، یہ حدیث نہیں ہے صحابی کا قول ہے، صوفیوں کو یہاں منظور والا خواب نظر آیا کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کا مقصد وحۃ الوجود تھا لیکن قدامت محدثین جو اس فن کے امام ہیں ان کے مقابلہ پر حدیث و اقوال مجاہد کے متعلق کسی کا قول مقبول نہیں ہو سکتا وہ لوگ اس قول کی شرح میں فرما گئے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کی اس سے برا و خلفائے بنی امیہ کے متعلق بیہشیں گوئیاں ان کے حالات اور ان کا انجام ہے

(۷) عبدالمذانی نے اپنی سند میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے ایک حدیث روایت کی ہے یہ حدیث بہت طویل ہے اس کا مختصر ترجمہ یہ ہے۔
حضرت جابر نے کہا میں نے رسول کریم سے سوال کیا کہ خدا سے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا آپ نے فرمایا پہلے تیرے بنی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر جبہ اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے ان سے مخلوقات و مخلوقات کو پیدا کیا۔

اس حدیث پر بھی محمد اوسدست کی بنیاد رکھی جاتی ہے علمائے کرام نے

اس حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ نور الہی نور محمدی کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے بغیر سے اللہ پاک نے نور محمدی کو پیدا کیا اور نور محمدی سے روح محمدی عبارت ہے۔

پھر حقیقت روح سے ایک مادہ بتایا، اس کے چار حصے کئے، اس مادہ سے کسی غرک بنا اس طرح ممکن ہوگا کہ وہ مادہ اس کا جزو نہ ہو بلکہ کسی طریق سے محض اس کا سبب خارج عن الذات ہو۔

یہ سبب ہی خالق کی قدرت ہے جس نے تمام عالم کو نیست سے هست کیا، میرے ذہن نامہ سنا اس خیال سے کہ نور محمدی نور الہی کا جزو تھا اور نور محمدی تمام مخلوقات کا جزو تھا یہ عقیدہ ان ہوتا ہے کہ مخلوق میں جزی اشیا رہی ہیں اور انسانوں میں کثرت کفار و مشرکین کی ہے جو یقیناً طوع و مجہم ہوں گے اس لئے بڑی تو ہیں سبہ نور الہی اور نور محمدی کی کہ اس کو اشیا سے عالم کا جزو خیال کیا جائے (نور و نور) اس کے علاوہ یہ حدیث شراطہ شیعین پر بھی نہیں اترتی کہ اس کو بغیر جون و چرا کے تسلیم کر لیا جلتے۔ امام بیہقی نے کتاب المدخل میں ابن مہدی محدث کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم محدثین احکام کی حدیثوں کی سختی سے جانچ کرتے ہیں باقی فضائل و ثواب و عقاب کی حدیثوں میں سہل انگاری کرتے ہیں یہ حدیث فضائل کی حدیثوں میں سے ہے اور ائمہ ستہ میں سے کسی کے شراطہ پر نہیں ہے۔

(۱۷) البولایت افضل من اللبوت۔ یعنی ولایت نبوت سے افضل ہے، یہ حدیث نہیں ہے کسی کا قول ہے، تحقیق نہیں ہو سکا کہ کس کا قول ہے، یہ صریحاً غلط اور باطل ہے۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو گیا، اور ولایت کا سلسلہ نا قیامت جا رہی رہے گا اس اعتبار سے ولایت کو نبوت سے افضل کہا گیا ہے لیکن یہ تاویل مضحکہ انگیز ہے ولایت، علوم دین اور دین یہ سب فیضان نبوت سے ہیں گویا نبوت کے درخت کی بہت سی شاخیں ہیں اس لئے سلسلہ نبوت کو معدوم سمجھنا غلط ہے ہاں نبیوں کی آمد کا سلسلہ البتہ ختم ہو گیا۔ صاحب مقلع بلا نوب نے بھی اس کو غلط اور باطل لکھا ہے اگر اس کی کوئی اور عمدہ تاویل ہو بھی تب بھی بحث باطل للذم آتی ہے کہ ایسا کلام ہی کیوں کیا جائے جس سے تو شیعوں کی

پیدا ہوں۔

رجعنا من الجہاد الا صغریٰ الجہاد الا کبیر۔ صوفیہ اس حدیث کو بیان کرتے ہیں مگر یہ حدیث صحیح سند میں نہیں ہے امام غزالی نے تسوید القدس میں لکھا ہے کہ امام ترمذی نے فرمایا ہے یہ ابراہیم بن عبدہ کا قول ہے، ہم نے آیات و احادیث کا ترجمہ اور مفہوم وہی لکھا ہے جو شاہ عبدالقادر وغیرہ اکابر نے لکھا ہے خود ترجمہ وغیرہ نہیں کیا۔

احسان

تصوف کے متعلق یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ تصوف زہد و اخلاق حسنہ کا نام ہے تصوف یہ ہے کہ آدمی ہر وقت خدا کے حاضر ناظر ہونے پر یقین کامل رکھے اس پر وثوق ہونے سے اس سے کسی گناہ کا سرزد ہونا مشکل ہے اصطلاح شریعت میں اسی کو احسان کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے علیہ السلام
ما الاحسان قال بان تعبد الله كأنك تراه فان لم تراه فانه يراك
یعنی احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر یہ نہیں کر سکتے تو یہ ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔
شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں علیہ السلام

”بعد فقہ، اعظم علوم علم احسان (تصوف) است اعنی آنچه امروز باسم علم متکوک مسماں بشر و قوت القلوب و احیاء العلوم دران تصنیف شدہ است۔“
غرض تصوف وہ علم ہے جو انسان کو ایسی زندگی کی تعلیم کرتا ہے جس سے وہ دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کر کے ظاہری و باطنی ترقی کے راستے پر گامزن رہے دنیا کی ظاہری و باطنی ترقی کا مدار حسن اخلاق ہی پر ہے۔

اخلاق

تصوف حسن اخلاق کا نام ہے اولیائے عظام نہایت خلیق اور پرہیزگار ہونے میں حسن اخلاق یہ ہے کہ صوفی ہر طرح یا بند شریعت و حدت ہو کیونکہ قرآن مجید میں رسول اکرم کے متعلق ارشاد ہے کہ آپ بزرگ اخلاق پر ہیں اور حضور نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں اسی لئے حسن اخلاق علیہ السلام از لہذا

یہ ہے کہ ظاہر و باطن حضور کے طرز عمل کے مطابق عمل ہو۔ عوام حسن اخلاق کا صرف یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ صوفی صاحب کے پاس جو کوئی جاتا تو وہ اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، چائے پانی سے تواضع کرتے ہیں اور ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہیں، صرف اس قدر عمل کو اخلاق حسنہ سمجھنا غلط ہے یہ لوہا کا دکان داری ہے یہ نہ ہو تو صوفی صاحب کی گرم بازاری کیونکہ یہ ظاہر سنت کے خلاف عمل کرنے والا خلیق اور ولی نہیں ہو سکتا۔

اذکار و اشغال و مراقبات

ذکر و شغل و مراقبہ کی اصل فرمان رسول اور تعامل صحابہ سے ہے انہیں کی راہ امت سے تصفیۂ قلب ہوتا ہے۔ اخلاق درست ہوتے ہیں۔ ہر خاندان میں انکار کے طریقے اور نام جدا جدا ہیں مقصود سب کا ایک ہی ہے

ہر نبی و ہر ولی را مسلکیست نیک تاحق می برد جہد یکے است

اسی طرح اربعین و طہوت کی اصل بھی احادیث سے ہے اور ان کی شرائط و ہیئیں جن کی حدیث میں تاکید ہے (۱) وضوئے دوام (۲) کثرت صوم و صلوٰۃ، (۳) تلاوت و ذکر (۴) قلت طعام، (۵) قلت کلام اور (۶) قلت منام۔

کنج عزلت کہ طلسمات عجمائے دارو فتح آن در نظر مہمت در ایشان است

اربعین و عزلت وغیرہ طالب سے اس حد تک کرائے جاتے ہیں کہ تصفیۂ قلب ہو جائے اس کے بعد اس کو حسب ضرورت اختلاط عام سے نہیں روکا جاتا۔

استعداد

خدا کے سوا کسی پیر فقیر سے مدد طلب کرنا جائز نہیں، شرک، فی الصفات یہ ہے کہ کسی مخلوق کو مطلب بر لاسنے والا قرار دیا جائے اور اس سے مراد نہیں طلب کی جائیں۔

اہل بدعت کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے۔

اذا تحیروا فمیری الا مویظا متعینوا باصحاب القبور یعنی جب تم کسی امر میں لپٹا

ہو تو اصحاب قبور سے مدد چاہو۔

لیکن یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کسی کا قول ہے جو قابل سند نہیں، شاہ عبدالغفر صاحب فرماتے ہیں

عزیز باب امتعانت باروح طیبہ درین امرت افزا بسیار وقوع آمدہ آنچہ حال
 اینہا میکنند و ایشان را در بر عمل مستقل دانستہ اند بلاشبہ شرک جلی است
 اسی طرح یا خواجہ یا غوث شینا اللہ جائزہ نہیں۔

اسلامی عقائد و عبادات کی تاریخ

دنیا میں پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں جب اللہ پاک نے ان کو زمین
 پر اتارا اور یہ منظور ہوا کہ ان سے نسل چلے تو نبی آدم کی ہدایت کے لئے آدم کو نبی بنایا
 اور ان پر صحیفے نازل فرمائے جس میں عقائد و عبادات و اخلاق وغیرہ کی تعلیم تھی تاکہ
 ان پر عمل کر کے انسان ظاہری و باطنی ترقی کرے۔ عقائد میں توحید و رسالت، ملائکہ
 قیامت برتنے کے بعد زندہ ہونے اور کتب سماوی پر ایمان لانے کا بیان تھا۔
 عبادات میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔ چار چیزیں تھیں یہی عقیدے اور عبادتیں
 ہمیشہ سے اب تک چلے آئے ہیں ان کے اصول میں کوئی تغیر و تبدل نہیں
 ہوا، البتہ مقام و اوقات میں حسب مصلحت زمانہ ترمیم ہوئی، خداوند کریم نے
 سورہ شوریٰ میں فرمایا ہے کہ تم کو وہی دین دیا گیا ہے جو پہلے نبیوں کو دیا گیا تھا
 اور انبیاء کے سابقین کے حالات میں ہر جگہ یہ بیان ہے کہ انہوں نے اپنی امتوں
 سے کہا خدا کو ایک مالو، ہم کو رسول بنالو، نماز پڑھو، روزہ رکھو اور زکوٰۃ دو چنانچہ اس
 بقرہ پیمارہ اول میں ہے ”محمد بنی اسرائیل سے نماز زکوٰۃ کا عہد لیا“ اسی صورت میں
 رہے ”تم پھر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح اگلی امتوں پر فرض تھے۔
 آسمانی کتابوں، حدیثوں اور انبیاء کی تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت آدم
 حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء نے حج کیا حضرت آدم نے دنیا میں اگر عبادت کیلئے کعبہ
 شریف کو تعمیر کیا ہو تو فان اوح میں منہدم ہو گیا، پھر حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل
 نے اسے بنایا جہاں اس تعمیر کا ذکر ہے وہیں حج کا حکم بھی ہے اس لئے اسلام کے
 عقائد و عبادات ہمیشہ سے ہیں ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے
 کوئی نئی ایجاد سمجھنا غلطی ہے۔ حضرت عیسیٰ کے بعد دنیا میں ایسی گمراہی پھیل
 گئی تھی کہ کہیں ابرحق کا نام و نشان تک نہ رہا تھا آخر ہمارے حضور مبعوث برائت
 ہوئے چونکہ عام اصلاح انسان نہ تھی لہذا قرآن مجید اور احکام حقوڑے حقوڑے توڑے

تاکہ عمل اسلم ہو اور گراں نہ گزرے اس پر ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے عہد سے ان
 عقائد و عبادات کا کتب سے اجرا نہ ہوا۔ حضور ۱۲ فروری بروز دوشنبہ سال ۱ کو مبعوث
 برسالت ہوئے جبریل نے آپ کو دیکھ کر کہے نماز پر مہمائی اور احکام الہی پہنچائے
 یہی تاریخ ابتدائے عقائد اور وضو نماز وغیرہ کی ہے شروع شروع صرف دو نمازیں
 فرض ہوئی تھیں ظہر اور عصر کے دو فرض تھے ماسج ۱۹ء میں مکہ معظمہ میں حضور
 کو معراج کوئی شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں صبح ظہر عصر مغرب اور عشاء
 مغرب کے سوا سب کی دو رکعتیں تھیں سال ۱۹ء میں حضور نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت
 کی مدینہ کے قریب موضع قبا میں قیام فرمایا وہاں سے جمعہ کے دن چل کر مدینہ پہنچے
 اور بی بی سالم کے محلے میں قیام فرمایا جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا آپ نے جمعہ پر مہمایا یہ
 سب سے پہلا جمعہ تھا اس میں سو صحابہ شریک ہوئے سلسلہ ہجری مطابق سال ۱۹ء
 میں ظہر عصر اور عشاء کے فرضوں میں دو دو رکعتوں کا اضافہ ہوا یعنی دو کی جگہ
 چار چار فرض ہو گئے۔ سلسلہ ہجری آخر ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض
 ہوئے اور اسی رمضان میں مدینہ ختم ہونے سے پہلے صدقہ فطر اور نماز عیدین کا
 حکم ہوا۔ نماز کے لئے اذان اور جماعت کے لئے تکبیر و اقامت مقرر ہوئی شوال ۱۹ء
 ہجری میں زکوٰۃ فرض ہوئی روزوں اور زکوٰۃ کے متعلق یہ ظاہر کر دینا ضروری معلوم ہوتا
 ہے کہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ جب مکہ میں کفار نے مسلمانوں پر سے حد ظلم و
 ستم اٹھائے تو حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ سر سے ملک کو ہجرت کر جائیں چنانچہ سلسلہ
 میں بعض صحابہ ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گئے۔ کفار قریش خوف مخالفت میں نہ کر سکا
 حبشہ کے دربار میں پہنچے اور عرض کی کہ ہمارے کچھ آدمی ہم سے باغی ہو کر آپ
 کے پہاڑ آ گئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دیجئے بادشاہ سے مہاجرین کو بلا کر
 دریا نشین حال کیا تو حضرت جعفر نے رسول اکرمؐ کو بھیج دیا۔ اسلام کے عقائد اور
 عبادات اور کفار کے مظالم کا بیان کیا اس تقریر میں حضرت جعفر نے یہ کہا کہ
 ہمارا بی نماز زکوٰۃ اور روزوں کا حکم دیتا ہے

لیکن ہم نے ابھی صحیح حدیثوں سے لکھا ہے کہ زکوٰۃ اور روزے
 مدینہ میں فرض ہوئے تو یہاں کسی زکوٰۃ اور روزے کا ذکر ہے تو معلوم

ہونا چاہئے کہ اسلام سے پہلے کفار قریش اور یہود و مسوین محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے حضور بھی رکھتے تھے حضور نے سلسلہ میں مدینہ پہنچ کر بھی اس روزے کی تاکید فرمائی اس کے علاوہ نقلی روزے بھی رکھتے تھے حضرت جعفر کے بیان میں انہی روزوں کا ذکر ہے رمضان کے روزوں کا بیان نہیں ہے، زکوٰۃ ایک قسم کا صدقہ اور خیرات ہے یہ ہر مذہب اور ہر ملک میں بنے سب لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہیں، زکوٰۃ سے حضرت جعفر کا بھی مطلب تھا، جب مدینہ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورے کے روزے کو حضور نے اختیار ہی قرار دے دیا بعض چیزیں اور بھی ایسی ہیں کہ ان پر حضور پہلے سے عمل کرتے تھے مگر ان کی فرضیت بعد میں ہوئی، حضور کو وہ حضرت جبریل نے پہلے ہی دن سکھا دی تھی حضور اور صحابہ وضو کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن وضو کرنا فرض نہ تھا وضو کی فرضیت کا حکم بھی مدینہ میں ہوا حج سہ ہجری میں فرض ہوا حضور نے اس سچے حج کے ادا کرنے کے لئے ایک قافلہ روانہ کیا اور حضرت بدر صدیق کو اس پر امیر مقرر کیا اس حج میں تین سو صحابہ شریک تھے یہ پہلا حج تھا سہ ہجری میں حضور نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کے ساتھ حج کیا، چونکہ اس حج سے تین ماہ بعد حضور کی وفات ہو گئی تھی اس لئے اس حج کو حجۃ الوداع یعنی آخری حج کہتے ہیں گویا حضور کی حیات میں یہ آخری حج تھا

اسلام میں تفرقہ

یہودیوں کو اسلام سے بہ نسبت دوسرے کافروں کے زیادہ عداوت تھی کیونکہ اسلام سے اس مذہب کو بہت نقصان پہنچا یہودیوں نے حضور علیہ السلام کے عہد ہی سے اسلام کے مٹانے کے لئے ہر قسم کی جدوجہد شروع کر دی تھی لیکن ان کا ہر دوا غلط ہوا اور انہیں یہ ثابت پڑا کہ انہوں نے اپنی سعی کو برباد جاری رکھا حضرت عثمان کے آخر عہد خلافت میں انہوں نے وہی چال چلی جو مذہب عیسوی کے برباد کرنے کے لئے چلی تھی اور ان کو کامیابی ہوئی تھی یعنی چند یہودیوں نے بشارت مسلمان بن کر مسلمانوں میں غلط خیالات کی اشاعت شروع کر دی اور خلیفہ کے غلات لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا ان کے اس چال میں اکثر جدید الاسلام لوگ گھس گئے اس شرارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے اس دور سے ملوں

میں اختلاف شروع ہو گیا ابتدا میں یہ اختلاف سیاسی تھا رفتہ رفتہ اس کو مذہبی رنگ دے دیا گیا مسلمانوں میں سب سے پہلا جو گمراہ فرقہ پیدا ہوا وہ خوارج کا تھا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دے دیا اس کے بعد فرقہ سانیہ بھی شروع ہو گئی چونکہ ہر فرقہ قرآن و رسول کا نام لیوا تھا اس لئے اس کی ضرورت ہوئی کہ اپنے عقائد و خیالات کے موافق قرآن اور سنت سے کام لیا جائے قرآن پر کسی کا دائرہ نہ چل سکا لہذا انہوں نے حدیث بنانی شروع کر دیں ہمارے ائمہ نے ان کی اس جدوجہد کو باطل کرنے کے لئے علم حدیث کی حفاظت اور جانچ کے لئے تقریباً سو علوم ایجاد کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دکھایا اب ان لوگوں کو اس کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا کہ انہوں نے زیادہ وقت و عباد کا طرز اختیار کرنے کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کر دیا انہوں نے مسلمان زیادہ وقت و عباد سے زیادہ سخت ریاضتیں کیں اور شعبہ بازی سے عجائب پر سنت کہ علم طبقے کو اپنا معتقد بنا لیا اس قسم کی کارروائیاں آخر قرن ثانی سے شروع ہوئیں، جو اہل حق ذکر و اشغال اور ریاضتوں سے تصفیہ قلب کی تعلیم دیتے تھے وہ زیادہ صبار کہہ ملتے تھے ان کے اس علم کا نام علم احسان تھا جب یہی لقب اور یہی نام ان گمراہ کرنے والوں نے بھی اختیار کر لیا تو بزرگانِ بغداد نے اپنے زیادہ عباد کا لقب مہونی اور اپنے فن کا نام تصوف قرار دے لیا لیکن گمراہ لوگ بہت جلد اسی طرف رجوع ہو گئے اور اس ذریعہ سے لوگوں میں غلط عقائد و اعمال کی اشاعت کرنے لگے یہ موضوع حدیثوں کو رد و اج دیتے، صحیح حدیثوں پر تنقید کرتے، ان کے معنی مفہوم کو بھی بدل دیتے تھے اور مشہور بزرگوں کے ناموں سے غلط مسائل و عقائد پھیلاتے انہوں نے بزرگوں کی تصانیف میں تحریفیں کیں اور وہی القاب اختیار کئے جو بزرگانِ اہل حق کے تھے ان کے یہاں ابو حنیفہ، شافعی، جریر طبری، ترمذی اور حاکم غرض ہر نام و لقب کے لوگ ہیں۔ فرید الدین عطار اور بھی الدین ابن عربی بھی ہیں۔

ان فرقوں کے داعیوں نے بزرگوں کے نام سے کتابیں بھی تصنیف کر کے مشہور کیں تاریخوں اور مستند بزرگوں کی تصانیف میں تحریفیں کیں، مشہور بزرگوں کے دواوین وغیرہ میں بھی الحاق و تحریف کی اس قسم کے کام، سب سے زیادہ اسماعیلیہ فرقہ نے کئے، انہوں نے تعلیم تصوف کے لئے بہت

سے مدارس قائم کئے تھے جن کا کتبہ تواریخ میں ذکر ہے۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ امجدی نے لکھا ہے: ہم ایک غیر جانب دار محقق کی رائے پیش کرتے ہیں پروفیسر مائیسول نے لکھا ہے: ”کوفہ میں تصوف کا جو دارالتعلیم تھا وہ شیعہ شیوخ کی سربراہی میں کام کرتا تھا“ اسی وجہ سے وہ بھی ساتویں صدی ہجری کے صوفیہ کے متعلق لکھتے ہیں: ان کے کلام میں اسماعیلی خیالات و عقائد کی آمیزش کافی حد تک نظر آتی ہے۔ آگے لکھتے ہیں: دور اخیر کے صوفیہ کچھیاں ایک دوسری اصطلاح مٹی ہے جس کو وحدت معانی کہتے ہیں یہ آخری عقیدہ حقیقتاً عقائد شیعہ و اسماعیلیہ اور باطنیہ سے ماخوذ ہے، اسی کو ایک نئے دوسرا فلول و اتحاد کے نام سے پکارتا ہے۔

شیعوں کے ایک فرقہ کا عقیدہ حلول اللہ فی الامام ہے یہی بنیاد صوفیائے حوال کے عقیدے کی ہے جس سے حلول و اتحاد ثابت ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم چند ایک فرقوں کا ذکر کرتے ہیں تاکہ بات واضح ہو جائے۔

قرامطہ عبداللہ بن میمون قدامی نے ایک فرقہ بنایا تھا جو میمونہ مشہور قدامی میں محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق کے غلام قرامطہ نے مذہب میمونہ میں کچھ تغیر کر کے

فرقہ اسماعیلیہ قائم کیا فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ مبارکہ اور قرامطیہ چار ناموں کے مشہور فرقہ قرامطیہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں بعض نے لکھا ہے کہ قرامطہ مبارک غلام کا لقب تھا بعض نے لکھا ہے کہ ان بن قرامطہ ساکن موضع قرامطہ (قرا) کوفہ کی نسبت سے قرامطہ ہے۔

بعض نے لکھا ہے کہ یہ وسط کے قریب قرامطہ نام ایک موضع تھا، میری رائے میں صحیح یہ ہے کہ قرامطہ وسط کے قریب ایک موضع تھا، مبارک غلام اور حاکم کا باب دولوں اسی موضع کے باشندے تھے۔

باطنیہ کے مسائل میں سب سے پہلی کتاب بیان نام ایک شخص عنایت سے مستعمل ہجری میں تصنیف کی اس فرقے کے لوگ صحابہ پر تبرک کرتے تھے۔

سولہ میں باطنیہ میں ایک شخص ابو سعید بن حسن بن بہرام بن ابی ہریرہ اس

یا طنہ نے باطنیہ فرقے کی اشاعت میں بہت کوشش کی اور مسائل میں کچھ تغیر کر کے اپنے

فرقے کا نام جنابہ قرار دیا سولہ میں یہ مرا تو اس کا بیٹا ابو حاتم بن ابی ہریرہ اس

نے بڑی قوت پیدا کی سولہ میں کہ معتزلہ پر حملہ کر کے حاجیوں کو قتل کیا اور حجر اسود

کہ لکھا کر لے گیا بیس برس کے بعد اس فرقہ والوں نے ۳۳۹ھ میں خلیفہ مصلح باللہ بن خلیفہ مقتدر باللہ نے بیس ہزار دینار دے کر حجر اسود کو واپس لے لیا۔ ابو ظاہر کے آخر عہد میں یہ فرقہ کمزور ہو گیا اس کے بعد اس فرقہ میں محمد ان نام ایک شخص پیدا ہوا اس نے یہ عقیدہ قرار دیا کہ محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق امام ہیں وہ مرے پیش رو میں گئے وہ مہارمی بنی کر ظاہر ہوں گے اس نے اپنے فرقہ کا نام قرامطہ رکھا۔

قرامطہ ہند میں عربان علاقہ قزملی کرمان و خراسان کے درمیان رہتا تھا خلیفہ ولید بن عبد الملک متوفی ۹۹ھ نے ایران کی طرف فوجیں بھیجیں تو علاقہ قزملی سے سالار لشکر عبد الرحمن بن اشعب کو شہید کر دیا اس کے بعد اس کو یہ خوف ہوا کہ خلیفہ لشکر جہاد میری سرکوبی کے لئے بھیجے گا لہذا یہ اپنی جماعت کو لے کر وہاں سے بھاگا اور سندھ میں آکر راجہ واہر کے زیر حمایت ہو گیا جب محمد بن قاسم اور راجہ واہر سے جنگ ہوئی راجہ خلیفہ ولید کو یہ اپنے پانسو آدمیوں کے ساتھ راجہ کی طرف سے لڑا۔

آخر اس جماعت نے ملتان میں ایک ریاست قائم کر لی۔

سلطان محمود غزنوی دمتونی سلطان نے جب ہندوستان پر فتح پائی تو اس وقت اس ریاست کا فرمانروا ابو الفتح تھا سلطان نے اس کا قلعہ فتح کیا۔

اس فرقہ کے لوگوں نے محدث، مفسر، فقیہ، زعم غرض ہر طرح کے القاب سے مسلمانوں کو دھوکا دیا اور ان میں تفرقہ ڈالا حدیثیں اور اقوال بنائے کتابیں تصنیف کر کے مشہور کیں، مشاہیر کی کتابوں میں تحریفیں کیں اور مشہور امراء ائمہ علماء اور صوفیا کو دھوکے سے قتل کر دیا۔

خلیفہ راشد باللہ کو اسی فرقہ کے ایک آدمی نے شہید کیا، نظام الملک محقق طوسی کو جو مشہور وزیر اور عالم تھا شہید کیا اور امام فخر الدین رازی کو شہید کیا کتب تاریخ اس فرقہ کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔

عبد الرحمن اسماعیلی ۵۳۹ھ میں کہن بابن میں آیا اس نے ہندو بوزیروں کو مسلمان کیا۔

بوزیر اصل میں گجراتی لفظ دو بوزروا کا بگڑا ہوا ہے جس کے معنی سوداگر کے ہیں۔ بوزیر سے ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی۔ مسلمان بوزیروں کے تین گروہ ہیں ایک

داؤد سے، دوسرے سلیمان سے اور تیسرے جعفری، جعفری، دہلوی سے کہلاتے ہیں جن کو احمد جعفر شیرازی نے شیعیت سے توبہ کر کے سنی بنایا، سید جعفر کا مزار احمد آباد کے گھر میں ہے۔

جب یہ اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ بندہ میں کسی کام کی استطاعت نہ اس سے پہلے ہے نہ اس کے بعد ہے نہ اس کے ساتھ ہے اور نہ اسے اپنے کاموں میں کسی قسم کا اختیار حاصل ہے نہ کاموں میں اس کے کسب کو دخل ہے وہ مجبور محض ہے یہ لوگ سخت ریاضت و عبادت کرتے تھے رکوں اور عورتوں کا گانا سنتے تھے، وجد کرتے تھے بعض بے ہوش ہو جاتے تھے اور بعض مر بھی جاتے تھے یہ لوگ خیال کرتے تھے کہ یہ عشق الہی کا نتیجہ ہے اس فرقہ کا دوسرا نام مجبرہ بھی تھا

چہمبہ جہم بن صفوان کوئی نے تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں جبرہ فرقے کے عقائد میں توکل و تقدیر وغیرہ کا مفہوم بدل کر کچھ اضافہ کیا یہ فرقہ چہمبہ مشہور ہوا اباحیہ تیسری صدی ہجری کے آخر میں علی بن فضل نام ایک شخص نے صفائے یمن میں ایک فرقہ کی بنیاد قائم کی اس کے یہ عقائد تھے

(۱) ریاضت سے انسان خاصان خدا سے ہوجاتا ہے اس کو شریعت کی پابندی کی ضرورت نہیں شریعت عوام کے لئے ہے۔

(۲) خدا رحیم و کریم ہے اس لئے ہم کوئی تکلیف و ریاضت و عبادت کی ضرورت نہیں وہ خود ہم پر رحم کرے گا۔

(۳) شقی و سعید یہ دونوں امر انسان کے لئے ازل سے طے ہو چکے ہیں اس لئے عبادت و ریاضت بے کار ہے۔

(۴) خدا کو ہمارے اعمال کی بدواہ نہیں اس لئے ہمارا عمل کرنا بے فائدہ ہے

(۵) حرام و حلال کی پابندی کی ضرورت نہیں

صاحب فورالمرام لکھتے ہیں: "اباحیہ ایک فرقہ ہے اہل اسلام سے کہ وہ کہتے ہیں

سب چیزیں مباح ہے کوئی حرام نہیں یہ لوگ باجماع اہل سنت کافر ہیں" ابو حامد امام غزالی اپنی کتاب التفریق بین الاسلام والزندقہ میں لکھتے ہیں۔ فرقہ اباحیہ کی طرح وہ لوگ بھی ہیں جو تصرف کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایسی حالت پر پہنچ

چکے ہیں کہ ان سے ناز ساقط ہو گئی ہے اور ان کے لئے منکرات کا استعمال جائز ہے یہ لوگ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا قتل بلا شک و شبہ واجب ہے۔

صاحب کو الکب ظاہرہ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ مذہب غالی اہل ضلال کا ہے قاضی عیاض نے بھی نقل کیا ہے کہ ان کے کفر پر اجماع ہے۔

خواجہ علی ہجویری لکھتے ہیں از ملاحظہ کہ قیام ہر یکے (شریعت و حقیقت) ہیں بے دگر سے روادارند و گویند کہ چوں حال حقیقت کشف شود شریعت بر خیزد و اس سخن مشتبہ فراطہ است۔

حلولیہ۔ اس فرقہ کا عقیدہ تھا کہ خدا اجسام انسانی میں حلول کر جاتا ہے اس لئے لوگ خوب صورتوں کا دیکھنا نہ صرف جائز سمجھتے تھے بلکہ عبادت سمجھتے تھے اور ہر آدمی پر خواہ وہ کسی حیوان ہی کی کیوں نہ ہو وجد کرنے لگتے تھے۔ اسی فرقہ نے خدا کی شان میں عشق کا لفظ استعمال کیا ورنہ قرآن مجید میں محبت کا لفظ آیا ہے صرف دو حدیثیں ایسی بیان کی گئی ہیں جن میں عشق کا لفظ آیا ہے (من عشق فعم فہات فہو شہید) اور (من عشق و کتم الخم ان دونوں کا رسولی سعید بن سوید ہے اس کے متعلق ائمہ حدیث نے نہایت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان دونوں حدیثوں کو امام ابن جوزی نے موضوعات میں لکھا ہے۔ علمائے لغت و طب نے لکھا ہے کہ عشق ایک قسم کا جنون ہے جبکہ یہ ایک مرض ہے تو اس کو صفات جمیلہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا اور خدا اور رسول کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جاسکتی محبت کا مرتبہ عشق سے بہت بلند ہے محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے عشق میں شرط ضروری نہیں محبوب وہ ہے جو اپنے صفات عالیہ کی وجہ سے نمایان محبت پر معشوق ہے جسے جس کا کوئی عاشق موجود ہو محبوب بہر حال محبوب ہے کسی محب ہو یا نہ ہو بعض بزرگوں نے اپنے کلام میں عشق کا لفظ استعمال کیا ہے اشعار میں تو یہ لفظ عام ہے کیونکہ شاعر غریب اس کے چل نہیں سکتی بہ صرف بڑے شعر گفتی ہے قابل سند نہیں نثر و غیرہ کتب شاک میں جو اس کا استعمال ہے وہ بھی ایک رسم تصنیف اور طرز انشاء ہے۔

بزرگوں کی مراد عشق سے محبت ہے نہ کہ اصل عشق کیونکہ اصل عشق تو مرض ہے دنیہ میں یہی مرض سب سے پہلے پیدا ہوا اور اس کی وجہ سے دنیا میں سب سے پہلا گناہ ہوا و عظیم

گناہ جسے قتل کہتے ہیں یعنی قابیل پسر آدم کو بائبل کی منسوبہ سے عشق ہو گیا اور اس نے
ابیل کو قتل کر دیا۔

یزیدی کی اس مذہب کے لوگ کر دقوم سے ہیں یہ اکثر جاہل ہیں بہت غور سے سے
ان میں غماندہ بھی ہیں جو پڑھے لکھے ہیں وہ اپنی زبان کے سادہ و سری زبانوں کی تعلیم
حاصل نہیں کرتے نہ علوم و فنون سیکھتے ہیں یہ لوگ اپنے قدیم طریقوں اور پیشوں
پر قائم ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں یہ لفظ یزدان سے مشتق ہے یزیدی کے معنی ہیں
وہ لوگ جو صرف عبارت کلمات پیدا کئے گئے ہیں، یہ فرشتوں کی خاصیت ہے اور
فرشتے خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں یزیدی کہتے ہیں کہ ہم متبع ملائکہ ہیں
بعض ان کی اصل ابروی کہتے ہیں ایک صاحب نے لکھا ہے کہ یہ وہ جماعت ہے
جو یزید کو فوج میں شامل تھی اور جس نے کربلا میں امام حسین کو شہید کیا تھا لیکن
یہ خیال صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

ایک شخص یا پھر صدی پوری کے آخر میں موصل میں پیدا ہوا اس کا نام اور
خاندان وغیرہ معلوم نہیں وہ شیعہ تھا چھٹی صدی کی ابتدا میں وہ فقیر بنا اور اپنا
لقب شیخ عادی ظاہر کیا اور جاہل کردوں میں پہنچ کر ان کا پیر بن گیا چھٹی صدی کے
نصف کے بعد اس کا انتقال ہوا اس کی قبر قضا الشیخان کے قریب قصبہ باعدوی
میں ہے۔

اس قوم کی زیادہ آبادی بلا و عجم و عراق و سورہ و نواح شام وغیرہ میں ہے
لیکن اب موصل کے قریب قضا الشیخان اور کوہ سنجاہ میں جمع ہو گئے ہیں ان کی
کل مردم شماری کم و بیش ستر ہزار ہے ان کی زبان کردی اس زبان کے متعلق یہ
عقیدہ ہے کہ خدا نے آدم کو یہی زبان سکھائی تھی اور حضرت موسیٰ کے صحیفہ اسی
زبان میں نازل ہوئے تھے لیکن جو یزیدی ایشیائے کوچک میں رہتے ہیں وہ ترکی
اور عراق کے رہنے والے ہیں اور ترکی یا عربی زبان بولتے ہیں۔

ان کے یہاں بر خاندان کا بزرگ حاکم ہوتا ہے اور سب سے اوپر و حاکم
ہوتے ہیں یہ باعدوی عیال رہتا ہے و سر ایشیخ یہ روحانی حاکم اور مفتی مذہب ہوتا ہے

شیخ کے ماتحت چار عہدہ دار ہوتے ہیں ایک خیر ہے یہ روزوں اور افطار وغیرہ کا انتظام کرتا ہے عدا فقیر یہ شیخ عادی کے قبر کے مجاور ہیں اور غرباء کی اولاد کو تعلیم دیتے ہیں عدا قوال یہ مزامیر بجا کر شیخ عادی اور ملائکہ کی مدح گاتے ہیں عدا کو چک انجینرو تکفین کا انتظام ان کے سپرد ہے معذرت و حرفت، زراعت، مزدوری اور مویشیوں کا پالنا یہ چار پیشے یہی لوگ کرتے ہیں ان میں بعض لوگ خانہ بدوش ہیں۔

یہ لوگ اپنے مذہب و عقائد کو چھپاتے ہیں یہی تفسیر کی تعلیم ہے ایک خدا کو مانتے ہیں، حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت اسحاق ان پانچ پیروں کے متعلق تو مجھے تحقیق ہے کہ یہ لوگ ان کو مانتے ہیں، حضرت اسحاق کو ذبح اللہ مانتے ہیں اور ان کی یادگار میں عید اور قربانی کرتے ہیں ان کے مذہب کی دو کتابیں ہیں ایک کا نام جلوہ ہے اور دوسری کا مصحفارش ہے وکرمی زبان میں اس کے معنی ہیں سیاہ کتاب، ان کتابوں میں لکھا ہے کہ خدا نے لور سے سات فرشتے پیدا کئے، عزرائیل، درویشیل، اسرافیل، زردائیل، شمسائیل، نورائیل اور شبرائیل ^{۱۲} ۱۵، ۱۶، ۱۷ کے نام صوفی عالموں کے عمل میں رائج ہیں اور ان کو موکلات کہتے ہیں، دنیا کا ہر کام ان سات ملائکہ کے سپرد ہے ان میں سب سے بڑا مرتبہ عزرائیل کا ہے عزرائیل کا دوسرا نام الملک الطاووس ہے یہ لوگ اس کی سونے کی تصویر نہایت حفاظت سے رکھتے ہیں سال میں ایک مرتبہ اس کی زیارت ہوتی ہے، خدا نے پہلے گھوڑے کو پیدا کیا اور اس پر سوار ہو کر سمندوں کی سپر کی سمندریں دیکھ کر اس کو غصہ آیا لہذا ان کو توڑ پھوڑ دیا اس سے جو سمندوں کا پھاڑ پیدا ہو گیا وہ الملک الطاووس نے اس کا نام سے آدم کا پتلا بنایا اور اس کے دونوں کانوں میں پھونک ماری وہ کھڑا ہو گیا اس کو حنت میں رکھا پھر اس کے داہنے بازو سے حوا کو پیدا کیا اور ان کو گیمپوں کھانے کو دیا چالیس برس کے بعد الملک الطاووس نے پھونک ماری تو یہ دونوں زمین پر آ پڑے ان کے اعضائے متناسلہ نہ تھے ملک الطاووس نے ایک پرند قلاغ نام کو بھیجا اس نے مٹونگے مار کر اعضائے متناسلہ بنائے آدم نے اپنا لطفہ ایک تخیلی میں بند کیا تو مہینے بعد اس سے ایک لڑکا شہیت نام اور ایک لڑکی ہو پیدا ہوئی آدم و ہوا تک ان کو دودھ پلاتے

ہے ان کی اولاد سے جو لوگ پیدا ہوئے وہ یزیدی ہیں جو انے اپنا نطفہ ایک پھیلی میں
بند کیا تو وہ سرگیا پھر آدم و حوا کے ملنے سے ایک لڑکا کا بین اور ایک لڑکی ہلبو نہ پیدا
ہوئی ان سے تمام دنیا کی نسل چلی۔ نوح کے زمانے میں طوفان آیا چہار شنبہ کا دن مقدس
ہے جمعہ کو بھی مقدس مانتے ہیں اس دن کوئی کام نہیں کرتے ماہ نیشان (اپریل) میں
ان کی کئی عیدیں ہوتی ہیں خوب ناچتے، کودتے اور گانا بجانا کرتے ہیں سبز کپڑے پہنتے
ہیں اس مہینے کی آخری عید آخری چہار شنبہ کو ہوتی ہے اس دن جنگل جا کر سبزے پر چلتے
ہیں رہا سے مومن صوفی بھی اس کی ہدایت کرتے ہیں،

ساتوں ملائکہ نے مل کر ایک جھنڈا بنایا اور حکیم سلیمان کو دیا اس کے بعد وہ
جھنڈا یزیدیوں کے بادشاہ کے ہاتھ لگ گیا اس نے اس کی مانند کئی جھنڈے بنائے
اس پر طاؤس کی شکل ہے ایک جھنڈا یزیدیوں کے شیخ کے پاس ہے جو شیخ مرتلہ ہے وہ
سانپ اور بچھوؤں میں حلول کر جاتا ہے اس لئے یہ لوگ سانپ اور بچھوؤں کی تعظیم
کرتے ہیں اور ان کے آگے نوالے گاتے ہیں، سور، چھلی، بھنڈی اور کدو یہ چیزیں ان کے
یہاں حرام ہیں۔ بچھو بھی، بھینس اور خالہ زاد بہن سے نکاح جائز نہیں جمع بین الاختین
بھی جائز نہیں ایک آدمی ایک ہی نکاح کر سکتا ہے مگر اولاد نہ ہونے کی صورت
میں چھ تک کر سکتا ہے، نکاح افکارہ برس کی عمر تک ہو سکتا ہے اس کے بعد شیخ کی
اجازت پر مختصر ہے شادی میں ناچ گانا، باجا اور نقش بازی لازمی ہے، مرنے کے بدن
پر شیخ عادی کی قبر کی مٹی ملتے ہیں اور اس کی مٹی میں بھی قبر کی مٹی دیتے ہیں ایصالِ ثواب
کے لئے برادری کو کھانا کھلاتے ہیں۔ جنوری میں رمضان شروع ہوتا ہے۔ چالیس روزے
رکھتے ہیں نماز چھپا کر پڑھتے ہیں۔ وار مسمی رکھتے ہیں، محنتی دیا نتدار اور خوش خلق
ہوتے ہیں

اب ان تاریخی حالات میں ہمارے صوفی اور عامل اور مراسم بدعت پر اصرار
کرنے والے اپنے عقائد و اعمال کو دیکھیں۔

یہ وہ تحقیقات تھیں جو مختلف کتب و رسائل سے مجھے حاصل ہوئی ہے اب
اس فرقہ کے متعلق میں اپنی ذاتی معلومات جو مجھ کو اپنے ایک بغدادی دوست، عالم
فاضل، شیخ عبدالعزیز سے حاصل ہوئی ہیں لکھتا ہوں چونکہ یزیدی اپنے عقائد، اپنے

اعمال اور اپنی کتابوں کو چھپاتے ہیں اس لئے ان کے متعلق جس قدر تحقیقات اور پر
نقل کی گئی ہے وہ اس قدر چسپاں نہیں ہوتی جس قدر شیخ عبدالعزیز کا بیان اسماء
روافعات سے مطابقت رکھتا ہے۔

یہ تو مسلم ہے کہ یزیدی اپنی اولاد کو عام اور مروج زمانہ تعلیم نہ دلاتے تھے تاکہ ان
کے عقائد وغیرہ کا افشاء نہ ہونے پائے لیکن کچھ عرصہ سے ان میں سے بعض خاندانوں
نے اس اصول کو ترک کر کے اپنے بچوں کو بغداد کے سرکاری مدارس میں تعلیم کے
لئے داخل کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بعض عقائد و اعمال ظاہر ہو گئے شیخ
عبدالعزیز کو یہ حالات اپنے ایک ہم سبق یزیدی سے معلوم ہوئے۔

شیخ عادی جو یزیدیوں کا مرشد یا اس فرقہ کا مجدد ہے اس کا نام علی بن عبید تھا
اس کا خاندانی وطن یزد (عراق میں) تھا لیکن وہ خود موصل میں پیدا ہوا تھا اس کا دعویٰ
تھا کہ میں ایک سوچسپن ہجری میں پیدا ہوا اور میں امام علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہوں۔

شیخ عادی چھٹی صدی ہجری کے نصف میں فوت ہوا اس لئے اس کی عمر کم و بیش
چار سو برس ہوئی چونکہ اس کا خاندان یزد کا رہنے والا تھا اس لئے یزدی مشہور تھا اس
فرقہ کو یزدی کہتے تھے جو رفتہ رفتہ یزیدی ہو گیا عادی لقب اصل میں عودی تھا کیونکہ یہ
شخص ایسا کپڑا پہنتا تھا جس کا رنگ سیاہ مائل بسرخ ہوتا تھا اس لئے یہ شیخ عودی
یزدی مشہور تھا۔

یزدی رسول کریم کو خاتم النبیین مانتے ہیں مگر ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن کو رسول
اکرم اور حضرت علی اور ائمہ اہل بیت کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا ان کے ذرا جہت قرآن
کی تعلیم و تفسیر شیخ عادی کو بخشی اور شیخ عادی سے اس کے خلیفہ حسین بن ارشی کو وہ
تفسیر معلوم ہوئی اس نے قرآنی تفسیر اور مطالب لکھے۔ اس کتاب کو اسی وجہ سے صحیفہ ارش
کہتے ہیں جس کو صحیفہ ارش کہتے ہیں صحیفہ ارش سے جو آئندہ شیعہ نے مسائل اخذ کر کے جنت
کئے اس کتاب کا نام جلوہ ہے۔

چونکہ طاؤس کا جنت میں آدم کے پاس جانا مشہور ہے اس لئے اس کی ایک تصویر
ان کے یہاں رہتی ہے چونکہ وہ دنیا کی آبادی اور یزیدی فرقے کے ظہور کا باعث ہوا۔
اس لئے اس کی تصویر قابل پرستش ہے۔ اس کی روح اس تصویر میں حاوی کرتی ہے
علی عودی ایک ریشمین کپڑا پہنتا ہے جس کا رنگ سیاہ مائل بسرخ ہوتا ہے علہ ارش آذربائیجان کے نواح میں ایک
تعبید تھا۔

لہذا یہ اس کو سجدہ کرتے ہیں کہ اصل سجدہ تو نماز کا سجدہ ہے یہ سجدہ تعظیم ہے نماز بڑھتے ہیں روزے بہت رکھتے ہیں مال کا دسواں حصہ زکوٰۃ دیتے ہیں جو شیخ کے پاس جمع رہتا ہے اور قومی و مذہبی کاموں میں صرف کیا جاتا ہے۔ حج تقیہ اور اخفاء کے ساتھ کرتے ہیں چونکہ یہ لوگ شیطان کی تصویر کو سجدہ کرتے ہیں اس آہن عرب ان کو عید الشیطان کہتے ہیں۔

اصطلاحات

ہر علم و فن کی کچھ اصطلاحیں ہوتی ہیں، اسی طرح صوفیا کی بھی مخصوص اصطلاحیں ہیں۔ مسجوب تک آدمی کسی علم و فن کی اصطلاحات کو نہ جانے اس وقت تک اس کو اس علم کی عبارات وغیرہ کے مفہوم و مطالب کے بیان کرنے یا اس کی عبارات پر اعتراض کرنے کا حق نہیں پہنچتا کسی زبان کے جانتے یا اس کے ادب میں دخل پیدا کر لینے سے اس زبان کے تمام علوم کی اصطلاحات پر عبور حاصل نہیں ہو جاتا لہذا ہر فن کے علماء سے اس کی اصطلاحوں کو معلوم کرنا چاہئے

خواجہ زکریا رستمیؒ سے کسی نے کہا کہ صوفیوں کو کیا ہوا ہے کہ ایسے الفاظ وضع کیے ہیں کہ وہ سننے میں عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ اس کی کیا گتیا ہے تاکہ کوئی دوسرا ان کے سوا نہ جانے کیونکہ ان کے نزدیک یہ باتیں محض عزیز ہیں۔ صوفیوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ عام مستعمل الفاظ کو استعمال کریں۔ لے انہوں نے اس قسم کے الفاظ وضع کیے ہیں کہ دوسرے نہ سمجھ سکیں۔

امام شعرانیؒ نے الوار القدسیہ میں لکھا ہے

”صوفیہ پر اعتراض کرنا بغیر اس کے کہ ان کی اصطلاحات کو جانتا ہو جائز نہیں جب ہم ان کے کلام کو شریعت کے خلاف دیکھیں گے کہہ دیں گے“

اصطلاحات کی قدامت کے متعلق بعض علماء کے بیانات ملتے ہیں لیکن صحیح طور پر ثابت نہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ ذوالنون مصریؒ اور خواجہ جنید بغدادیؒ نے اصطلاحات مقرر کیں۔ لیکن یہ بیان شبہات سے خالی نہیں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ امام قشیریؒ کے زمانے سے قبل بعض اصطلاحات موجود تھیں جیسے حقیقت، طریقت، علم الیقین، حق الیقین، قبض، بسط اور تکبیر۔ لیکن

کوئی قول ایسا نہیں ملا جس پر میں وثوق کے ساتھ یہ کہہ سگوں کہ یہ اصطلاحات کس بزرگ کی ایجاد ہیں۔ امام غزالی نے ادب اور سالک وغیرہ اصطلاحات کا اضافہ کیا۔ خواجہ جنید بغدادی نے جسم انسانی میں پانچ لطیفے مقرر کئے، نفس، قلب، عقل، روح اور ہر جسم انسانی کے ہر ایک لطیفہ کے لئے مقام، اس کی خاصیت اور طریقہ تہذیب مقرر کیا چنانچہ نفس و قلب و عقل کی تہذیب کا نام اصطلاحاً طریقت رکھا اور روح و ہر کی تہذیب کا نام معرفت رکھا۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمہ اللہ نے یہ آٹھ اصطلاحات قائم کیں۔ ہوش و ہر، نظر و قدم، سفر و وطن، سخاوت و راجح، یاد کرد، بازگشت، نگہداشت اور با و داشت۔ خواجہ بہاؤ الدین رحمہ اللہ نے وقوف زبانی، وقوف قلبی، اول و ثلث و عروسی کا اضافہ کیا۔

مجدد الفتن ثانی صاحب نے لطائف کی تعداد میں اضافہ کیا اور ہر لطیفہ کے مقام اور رنگ کا تعین اور ہر لطیفہ کا تعلق ایک معنی سے قرار دیا۔ اہل لطیفہ قلب، مقام دو انگشت زیر پستان چپ، نور زرد، زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام۔ مقام دوم لطیفہ روح، مقام دو انگشت زیر پستان راست، نور سرخ، زیر قدم حضرت نوح و ابراہیم علیہم السلام۔ مقام سوم، مقام دو انگشت پستان راست کے اوپر نور سفید، زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ چوتھا لطیفہ خفی، مقام دو انگشت پستان چپ کے اوپر نور سیاہ، زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ پانچواں لطیفہ اشقی، مقام وسط سینہ، نور سبز، زیر قدم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ چھٹا لطیفہ نفس، مقام پیشانی نور بے رنگ کے ساتواں لطیفہ، قالب مقام دو انگشت قلب کے نیچے نور بصورت آتش، مگر بے رنگ۔

چھٹی صدی ہجری میں معانی ازلیہ، حقیقت الحقائق، وحدت کثرت، عقل اول اور عقل کلی یہ اصطلاحات قائم ہوئیں۔ شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمہ اللہ اسی عہد میں تھے ممکن ہے یہ سب یا ان میں سے بعض اصطلاحات شیخ نے مقرر کی ہوں۔ وحدت مطلقہ کی اصطلاح عبدالحق قطب الدین بن سبعین رحمہ اللہ نے ایجاد کی، علامہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی مصری نے لکھا ہے کہ

”جیسے جیسے مسلمان فلسفہ کے قریب آتے گئے ان کے تصوف میں فلسفہ کا رنگ عاتق تصوف الاسلامی ملے گا۔“

بڑھنے لگا یہاں تک کہ اپنے مشاہدہ و وجدان اور خیال کے اظہار و دانش کے لئے انہوں نے فلسفیانہ اصطلاحات لیں اور ایجاد بھی کیں۔ متاخرین صوفیہ مثلاً محی الدین ابن عربی وغیرہ کے یہاں اگرچہ فلسفیانہ اصطلاحیں ملتی ہیں لیکن ان کی دعوت کی بنیاد خالص اسلام ہی ہے وہی جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور اپنے عمل سے ثابت کیا۔ بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے خلوت و راجحہ کا اضافہ کیا۔ اکثر اصطلاحات کا مفہوم حدیثوں سے لیا گیا ہے لیکن آخر زمانے کے صوفیوں نے اصطلاحات کے صحیح مفہوم کو بگاڑ دیا ہے۔

امام قسیم ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے لکھا ہے

صوفیائے متقدمین کے ہاں جو اصطلاحیں تھیں متاخرین نے ان کے معنی و مفہوم

کو بدل دیا۔

صوفیاء کی بعض ضروری اصطلاحیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں

تجربہ: بندہ اغراض سے خالی ہو جائے اور ہر کام کو بطور انقیاد کے کرے دنیوی و دُنیوی
اغراض کو ترک کر دے

جمع الجمع: مخلوقات کو آئینہ صفات حق سمجھنا۔

تجلی و استتار: تجلی ظہور کو کہتے ہیں، استتار پوشیدہ ہونے کو کہتے ہیں۔ تجلی کی کئی قسمیں ہیں ایک تجلی ذاتی اگر سالک کے وجود عنصری کے صفات و آثار کچھ بھی باقی ہیں تو وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اور اگر وجود عنصری کے آثار بالکل فنا ہو چکے ہیں تو وہ مشاہدہ کر سکتا ہے یہ مرتبہ حیات مادی میں صرف رسول کریم کو حاصل ہوا۔ البتہ جنت میں تمام مومنین کو دیدار ہوگا۔ دوسرے تجلی صفاتی اگر صفات جلالی تجلی کریں تو سالک بد خشوع و خضوع کا غلبہ ہوگا اور اگر صفات جمالی تجلی کریں تو سرور و آنس کا غلبہ ہوگا تیسرے تجلی افعالی۔ سالک کی نظر کسی کی مدح و ذمہ نفع و ضرر اور رد و قبول پر نہ رہے۔ تجلی افعالی کو محضرہ، تجلی صفاتی کو مکاشفہ اور تجلی ذاتی کو مشاہدہ کہتے ہیں، محضرہ قلب سے ہوتا ہے مکاشفہ سر سے اور مشاہدہ روح سے۔

احوال رفیعہ: سچا خواب دیکھنا، انبیاء اور فرشتوں کو خواب میں دیکھنا

کشف ہونا، فراموشی صادقہ کا پیدا ہونا، اجابت دعا کا ہونا اور کرامت کا سرزد ہونا۔
 واصل بہ اللہ کے ساتھ ایک ذوقی حضور و فیض ہو جانا اور غیر سے فہول ہو جانا،
 جب یہ نسبت متصل ہو جاتی ہے تو اسی کو وصل کہتے ہیں۔
 اتصال: اسوائے اللہ سے منقطع ہونے کو اتصال کہتے ہیں۔ ذات کا اتصال ذات نہیں
 ہونا کیونکہ یہ جسم کا خاصہ ہے جس کا خدا کے بارے میں اعتقاد کرنا کفر ہے یہ اتصال
 بے تکلف ہوتا ہے۔

اتصال بے تکلف ہے قریب بہت رب الناس را با جاہل باس
 بعض اس اتصال کی مثال قطرے اور سمندر کے اتصال سے دیتے ہیں مگر یہ
 مثال غلط ہے کیونکہ قطرہ کا اتصال سمندر سے بے تکلف نہیں ہوتا
 غیبیت و حضور: اگر کوئی وارد قوسی قلب پر آیا خواہ صفات خداوندی کا غلبہ ہو یا عذاب
 و ثواب کا خیال ہو اور اس غلبہ سے حواس محفل ہو گئے تو غیبیت کہتے ہیں اور جب
 ہوش ہو گیا تو اس کو حضور کہتے ہیں یعنی حضور بحق، بعض حضور کی جگہ شہود کہتے ہیں۔
 حال: سالک کے دل پر جو کیفیت غیب سے نازل ہو جس میں اس کا کچھ اختیار نہ ہو اس
 کو حال کہتے ہیں۔

مرقاہ: سلوک میں امتقامت حاصل ہونا۔

حریت: آزادی یعنی نفس کی اطاعت سے نکل جانا۔

خاطر: قلب پر جو بھی خطاب وارد ہو وہ خاطر ہے خواہ منجانب حق ہو یا منجانب ملک
 ہو یا منجانب نفس ہو یا منجانب ابلیس ہو

وارد: وارد خاطر سے عام ہے جیسے حزن و سرور و قبض و بسط وغیرہ۔

غلبہ: وارد سے مغلطہ سے کوئی بات، خلاف شرع نکل جانا۔ یہ ایک نقص ہے کیونکہ

اس میں خاطر کی آخری اقسام کے دخل کا خطرہ ہے جس کا غلبہ موجب حرمان ہو سکتا ہے۔

ابن الوقت: کسی ایسی حالت کا وارد ہو جانا کہ سالک اپنی حالت سے باہر ہو جائے

ایسے سالک کو صوفی ابن الوقت کہتے ہیں۔

استغراق: غور و مستغرق ہو جانا، خواجہ عبداللہ امرار نے فرمایا ہے استغراق سے ترقی بند ہو

جانی ہے کیونکہ ترقی کا مدار دوام عمل پر ہے اور استغراق سے عمل منقطع ہو جاتا ہے۔

حجاب و وقوف جو سنار سلوک ملے کرتا رہے وہ سالک ہے جو درمیان میں ایک
رہے۔ واقف ہے اگر یہ جلد توبہ و استغفار کر کے مشغول نہ ہو تو راجع ہے یعنی واپس
کر دے۔ وقوف حجاب ہے۔

لغزش لغزش کی سات قسمیں ہیں۔ اعراض۔ حجاب، تھاصل۔ سلب مزید۔ سلب قدیم
نسلی اور عداوت اول اعراض ہوتا ہے جو عبادات و ریاضات و عقائد و اعمال وغیرہ
میں تکاہل و تکاسل اور دیگر نقائص سے واقع ہوتا ہے اگر استغفار کر کے رجوع نہ ہو تو
حجاب ہو جائے گا اگر پھر بھی باز نہ آیا تو عبادت کی لذت بہت کم ہو جائے گی اس کو سلب
مزید کہتے ہیں اور اگر استغفار وغیرہ نہ کیا اور عبادت کی طرف رجوع نہ ہو تو باقی لذت بھی
جاتی رہیں گی اس کو سلب قدیم کہتے ہیں اگر اب بھی توبہ و استغفار نہ کیا اور عبادت
بہ رجوع نہ ہو تو جدائی ہو جائیگی اس کو نسلی کہتے ہیں یعنی یک سو ہو گیا۔ اگر پھر بھی توبہ
نہ ہو تو عداوت ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔

معتوبہ: جس سالک کبھی خوش ہیں، ٹوٹاؤ کبھی ایسے ہوش رہے۔

ہوش دردمد یعنی نفس ہمہ ہمیشہ آگاہ و ہرشیار رہے۔

نظر بر قدم و اندر رفت میں پشت پا پر نظر رکھے۔

✓ سفر در وطن کہ صفات ذمیمہ سے صفات محمودہ کی طرف رجوع کرے۔

✓ خلوت در اجتماع: دل بیار و دست بکار رہے۔

باو کرد: ذکر لسانی و قلبی میں مشغول ہونا۔

بازگشتہ: ذکر کے بعد ہر بار مذاجات کرنا۔

نگاہ واقفیت: مراقبہ و ملاحظہ از خطرہ ماسوی اللہ۔

یار و اثرت: حق کی طرف متوجہ رہنا۔

✓ وقوف زبانی: ہر وقت اپنے حال کی نگراںی رکھنا کہ مختلف نہ ہو۔

✓ وقوف عذری: ذکر میں عذر و طاق کا لحاظ رکھنا۔

✓ وقوف قلبی: ہر وقت دل کو مشغول بحق رکھنا۔

تقریب: اپنے اوپر احسان الہی کو دیکھنا اور کسی چیز کو اپنی طرف منسوب نہ کرنا۔

✓ غیبت: خدا کا جو اصل ہے مخلوق کا جو دخل ہے اصل و ظل میں تعلق ہوتا ہے، اس

✓

لغات کا نام اصطلاح تصوف میں عینیت ہے یہی مطلب ہے لاموجود اللہ اور ہمہ اوست
کا عینیت کے یہ معنی سمجھنا کہ دونوں ایک ہیں بالکل غلط ہے اور ہمہ سرگرفتہ ہے۔

فکر و توجہ: توجہ قلب کو کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات خاصہ کی طرف ہو۔

طریق عشق: بعض کو جذبہ غیبی یا کسی بزرگ کی توجہ و محبت سے اول نسبت حاصل ہو
جاتی ہے اس کے بعد مقامات کی تصحیح ہوتی ہے اس کو طریق کہتے ہیں۔ اس طریق میں عشق
سے مراد وہ عشق نہیں جس کو عام طور پر عشق کہتے ہیں۔

و اصول نسبت کا پیدا ہو جانا۔

علوم حقائق و معارف: نسبت توجہ حاصل ہونے اور صفائی قلب کی بنا پر کچھ علوم و امور
کے حالات و آثار نازل ہونے لگتے ہیں ان کو علوم حقائق و معارف کہتے ہیں اور آثار کو
احوال کہتے ہیں۔

مشاورہ: روزانہ صبح اٹھ کر تنہائی میں بیٹھ کر نفس کو فرمائش کرنا کہ دن میں یہ
نیک کام کیسے پائیں اور برے باتوں سے بچنا چاہیے۔

محاسبہ: سونے وقت بستر پر بیٹھ کر نفس سے حساب لینا کہ اس نے مشاورہ کے
موافق عمل کیا ہے یا خلاف کیا اگر خلاف کیا ہے تو اس کو نہ جرح و توبیخ کرنا۔

قبض: آثار عظمیٰ و استغناء سے وار و ہونے سے قلب کا گرفتہ ہو جانا اس کو تخیلی حلالی بھی
کہتے ہیں۔

البسط: محبوب کے آثار لطف و فضل سے دل سرور ہو جانا اس کو تخیلی جمالی کہتے ہیں۔

وجود: اللہ کی طرف سے جو کیفیت قلب پر وارد ہوتی ہے اس سے سالک کی حالت
بدل جاتی ہے اس کو وجد کہتے ہیں۔

وجد و توحید: اگر صاحب وجد ہے خود ہو جائے تو اسے وجد کہتے ہیں اگر سالک برداشت و توحید
اپنی حالت میں تغیر پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اس کو وجد کہتے ہیں اگر بخیر یاں رہا کرے
تو یہ گناہ عظیم ہے۔

تکلیف: اگر سالک کو کبھی قبض کبھی بسط کبھی مسکرا اور کبھی جھگڑا ہو تو اس کو تکلیف کہتے ہیں
تکلیفیں: اگر ریاضت و اصول نام قلب کی حالت یکساں رہے تو اس کو تکلیف کہتے ہیں۔
تصویریں: پیر کی صورت اور کمالات کا تصور کرنا اس سے پیر کی محبت اور اس کے

اتباع کی ترغیب ہوتی ہے یہ عمل مبتدئی کے لئے مفید ہے مگر منتہی کے لئے مضر ہے۔
تصور شیخ سے یہ مطلب نکالنا کہ پیر حاضر ناظر ہے یا ہمارے حال سے آگاہ ہے غلط ہے
اور کفر ہے اس کو برنسخ، رابطہ اور واسطہ بھی کہتے ہیں۔
فنا: سالک کے برے اخلاق و اعمال کا زائل ہو جانا، اگر فنا بدرجہ کمال حاصل ہے
تو اس کو فنائے حقیقی کہا جائے گا۔

فقہاء: ان اشیاء سے فنا ہو جائے جو غیر کے واسطے ہیں اور ان اشیاء کے لئے باقی رہے
جو اللہ کے واسطے ہیں۔

شکر و صحو: الزار غیب کے غلبہ سے جو بے خودی طاری ہو سکے ہے پھر اختیار سی حالت
کے پیدا ہونے کو صحو کہتے ہیں۔ شکر ہمیشہ نہیں رہتا۔ حالت سکر کے افعال و اقوال کا اعتبار
نہیں ہوتا۔

کتابت فرید: فکر شغل کسی چیز پر سونے سے اسیم ذات لکھ کر اس کو دبکھا کرتا ہے تاکہ
دل پر نقش ہو جائے۔ بہتر اور کارآمد یہ امر ہے کہ کبھی کسی ہمارے احوال و اصطلاح اور لذت
ورغبت سے غرض نہ رکھے ذکر و اشغال میں محبت عقائد اور پابندی سنت کے ساتھ
مشغول رہے اپنے آپ کو بندہ سمجھے اور تعمیل ارشاد میں مشغول رہے۔

اور بھی بہت سی اصطلاحات ہیں جن کا ذکر مختلف بیانوں میں آچکا ہے۔
اختلاف

جو کچھ خدا کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے ہر کام کا ایک وقت معین ہے اپنے اپنے وقت
پر سب کام ہو جاتے ہیں انسان کو چاہئے کہ خدا کی عبادت کرے اپنی حاجتوں کو اسی کے
سامنے عرض کرے اگر خشوع و خضوع اور صدق و اخلاص شامل حال ہے تو عجزی نہیں ہو
سکتی۔ آدمی حاجت کے وقت مضطرب ہو جاتا ہے اس حالت میں اضطراب میں اس سے
گھر کوئی کہہ دیتا ہے کہ فلاں درگاہ میں جاتے سے مطلب برآری ہو جائے گی تو وہ اہل
غرض مجنون ہر قسم کی باتوں پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے ایک فرمان کا مفہوم ہے کہ تمہاری حاجت پوری ہوگی
خواہ پتھر پر عقیدہ رکھ کر مانگو اس لئے خدا کے سوا کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں
ہونا چاہئے۔

سے چند میل کے فاصلہ پر ہے) اسلام میں اس کی نقل و بار شاہوں نے کی مدتوں سے
اور آٹھویں صدی ہجری میں تھے۔ ایک سلطان غلامہ شاہ مصر، دوسرے سلطان ابو
سعید ابن زین العابدین والی اہل۔ اس نے مولود شریف کا موجودہ طریقہ ایجاد کیا۔ امام پیوٹی
غلامہ معزالہیین، حسن خوارزمی، علامہ ابن خلکان، علامہ سیوطی ابن الجوزی نے بالافاق لکھا ہے
کہ موجودہ محفل میلاد کا موجودہ یہی سلطان ہے اس سے پہلے اس قسم کی محفل میلاد نہیں ہوئی
علامہ خوارزمی تحریر فرماتے ہیں۔

”اہل کا باو شاہ ابو سعید کو کرسی ایک شریف بادشاہ تھا یہ بادشاہ مولود بنی بیج الدول
میں مناما تھا یہ پہلا شخص ہے جس نے محفل میلاد کو ایجاد کیا اور رواج دیا
غلامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں۔

”سلطان کی قائم کردہ محفل میلاد کو سن کر لوگ دور دور سے آتے تھے سلطان ان کے
لئے لکڑی کے پانچ پانچ منراں کے مکانات بنواتا تھا، صفر کے پہلے ہفتہ سے ان مکانات کی پیش
شروع ہو جاتی تھی ان مجلسوں میں گانا بجانا ہوتا تھا
غلامہ سیوطی ابن الجوزی تحریر فرماتے ہیں

”ان مکانات میں سلطان ظہر سے عصر تک صوفیوں کے لئے سماع کراتا تھا ان کے ساتھ
ناچنا بولنا عرس ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں گانا بجانا نہیں ہوتا نہ دکانیں لگائی جاتی ہیں بلکہ
صرف قرآن خوانی اور وعظ ہوتا ہے مساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے اگرچہ اس صورت میں
نظام ہر شبہ نہیں معلوم ہوتا لیکن تقیہ یوم کے ساتھ بدادست سے ہیں کا تقریر وعت
ہے، قرواؤں تلاش ہیں اس کا عمل جاری نہیں ہوتا اگر کسی طرح اس کو مباح بھی قرار دیا جائے
تو وہ فصل مباح جس کے اہل اسے نسا و عقائد اور ناجائز امور کے احداث کا خطرہ ہو قابل تک
ہوتا ہے یہی صورت ترقی کر کے بعض جگہ تو الی شروع ہو جاتی ہے، چادریں آنے
لگتی ہیں اور منتوں کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے پھر دوسری تمام صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

الواش

تحتیہ دنیا و حبیب جاہ، ریا، غرور، حسد، کینہ، غصہ، شہوت، و دغ، بخل، خمر، قمار،
ترک اعمال صالحہ اور تمام امور خلاف شرع و سنت یہ مارنچ راہ سلوک ہیں
امیر معصیت

انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی معصوم نہیں اعلیٰ سے گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے غلطیاں بھی ہوتی ہیں اس لئے ہر قول و فعل کو حجت نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ ان کے اقوال و افعال کو کتاب و سنت کے معیار پر جانچ کر قبول کرنا چاہئے۔

امام قشیری نے تحریر فرمایا ہے

”طالب کو یہ نہ چاہئے کہ مرشد کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھے“

خواجہ چراغ دہلوی کا قول ہے ”مشائخ کا کوئی قول حجت نہیں“ قرآن مجید میں ارشاد

ہے

”اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء“ اس پر

چلو ہو تمہارے خدا کی طرف سے انرا ہے اس کے سوا اور دوسرے رفیقوں کے پیچھے نہ چلو

رسول کریم کا ارشاد ہے ”لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق“ مخلوق کی

اطاعت خدا کی نافرمانی میں نہیں ہے یعنی اگر حاکم یا ماں باپ یا پیر کسی گناہ کے کرنے کا حکم

دیں تو نہ کرنا چاہئے لہذا اگر مرشد کوئی حکم خلاف شرع دے تو اس پر عمل نہ کرنا چاہئے۔

صوفی لوگ خواجہ حافظ شیرازی کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیرمغاں گیند کر سالک بجز بنو ذراہ در رسم منزلیا

میرے نزدیک اس شعر کا تعلق صرف شاعری سے ہے شاعر نے پیرمغاں کی اطاعت

کے لئے ایک نفیس مضمون پیدا کیا ہے شعراء پیرمغاں، مغ بچہ ساقی کے در اور درخت خانہ

کو سجدہ کرتے چلے آئے ہیں وہ پیرمغاں کے ہر حکم پر تسلیم خم کرتے رہے ہیں بول،

دین، جان و مال سب اس کے قدموں پر نثار کرتے آئے ہیں۔ غرض اس قسم کے

مغناہیں کے ادا کرنے میں مذہب و ملت سے غرض نہیں ہوتی، پس ایسے اشعار کو

اعمال و تقاضا میں پیش کرنا واثمہ کا کام نہیں اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ خواجہ حافظ

کا واقعی نا شا سلوک و تصوف ہی ہے تو میں کہوں گا یہ ان کی غلطی تھی خدا ان کو احاطہ

کریں اور ان پر رحم فرمائے۔ اس قسم کے اقوال کوتاہیلا نت بعیدہ کے ساتھ مذہب و

مسلمک سے قریب کرنا بڑی غلطی ہے۔ اسی غلطی کی وجہ سے آج بہت سی خرابیاں

نظر آ رہی ہیں ہمیں ایسے اشعار کو ان کے ظاہری معنی پر شاعری ہی میں رکھنا چاہئے۔

خواجہ حافظ کے دیوان میں جس قدر تحریفات ہوئی ہے ان پر نظر کرتے ہوئے بھی قطعی

۱۔ رسالہ قشیریہ ص ۱۰ شرح السنہ

طوبہ پر یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ شعر واقعی خواجہ کا ہے یا کسی محرف کی طباعی ہے۔

اننا الحق

مافی الجہۃ الا اللہ، اننا الحق، سبحانی ما اعظم شأنی اور اسی قسم کے چند اقوال خواجہ بایزید بسطامی وغیرہ بزرگوں کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کی یہ تاویل کی ہے کہ حالت سکرو بے خودی میں ان سے ایسے الفاظ سرزد ہوئے ہیں جن سے عرض کرتا ہوں ہے۔ اول تو ان روایات کا ان حضرات تک صحت کے ساتھ پہنچنا مشکل ہے اور اگر کسی طرح یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ان بزرگوں نے ایسا فرمایا ہے تو بے خودی اور سکرو کی بات نہ قابل اعتبار ہے نہ لائق تقلید ہے، نہ قابل ذکر ہے اس کا بیان کرنا دوسروں کے لئے خطر ہے اور دوسروں کے لئے خطرہ پیدا کرنا گناہ ہے اس لئے اس قسم کی باتوں کا تذکرہ کسی طرح مناسب ہی نہیں۔ سکرو و صحو کی شدت و کثرت علامت نقص ہے، اس لئے اس سے ان بزرگوں کے دامن کمال پر بھی وہبتہ آتا ہے

اہل خدمت

یہ عام طور مشہور ہے کہ دنیا کا ظاہری و باطنی نظام اولیائے کرام سے متعلق ہے اور ہر جگہ اس نظام کو برقرار رکھنے والا اور اس کے مطابق امور کو سرانجام کرانے والا ایک بزرگ موجود ہوتا ہے اس کو صاحب خدمت کہتے ہیں۔

یہ خیال صحیح ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر قریہ، ہر قصبہ اور ہر شہر میں صاحب خدمت موجود ہو بلکہ ان لوگوں پر مختلف علاقے تقسیم ہوتے ہیں، اس کی اتنی اصلیت میں ملتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے

”اہل شام ابدال کی وجہ سے بہت سی بلاؤں سے محفوظ ہیں اور اہل کوفہ سے بہت بچتے ہیں“

بزرگوں کے وجود سے عوام کو ضرور فوائد حاصل ہوتے ہیں خواجہ سعدی شیرازی نے فرمایا ہے

”در اقبال نیکاں بداراں میرنید اگرچہ بداراں اہل نیکی نیستند“

نجات الانس میں ہے

”آنانکہ اہل حل و عقد و برہنگاں درگاہ حق اند سی صد تن اند کہ ایشان را اجلا فرماید“

وچل رہے ہیں ایشانرا ابدال۔

صاحب خدمت سالک ہوتے ہیں، مجذوب نہیں ہوتے کیونکہ انتظام و عمل صاحب عقل و فہم و فراست کا کام ہے حضرت غوث کبیر سید عبدالعزیز دہلوی نے لکھا ہے علیہ السلام۔
- صاحب خدمت مجاز نہیں ہوتے البتہ قرب قیامت میں انتظام عالم ہی کے سپرد ہوگا لہذا نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

ایصالِ ثواب

موتوں کے مالی و دینی مسائل کی حیاتوں کا ثواب پہنچتا ہے یعنی تلوات قرآن حج اور صدقہ وغیرہ کا ثواب انہیں ملتا ہے اگر کسی بزرگ کو ثواب پہنچانا ہو تو ان کے ایصالِ ثواب کی ریت سے کچھ بڑھ کر بخش دے یا محتاجوں کو ان کی حاجت کی اشیا فرام کر دے باقی کھانا سامان رکھ کر فاتحہ پڑھنا یا کوئی خاص دن مقرر کرنا یہ امور بدعت ہیں جب چاہے جس بزرگ کو ایصالِ ثواب کر دے کھانا مسٹھاٹی وغیرہ کی شرط نہیں بلکہ جس چیز کے مساکین کو ضرورت ہو دے دے مثلاً موسم سرما میں کپڑا، ایام قحط میں غلہ یا مایہ میں دوا و کفن وغیرہ۔

ایصالِ ثواب کی چند حدیثیں درج ذیل ہیں

۱) اگر مسلمان میت کی طرف سے کوئی صدقہ کیا جائے یا حج کیا جائے یا غلام آزاد کیا جائے تو اس کا ثواب میت کو اسی وقت پہنچ جائے گا علیہ السلام۔
۲) جو کوئی قبرستان کی طرف گزرے تو گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر بخش دے جس قدر حصے اس قبرستان میں دفن ہونگے پڑھنے والے کو اسی قدر اجر و ثواب ملے گا علیہ السلام۔
۳) مرنے کے بعد حج بدل کر دینا، صلہ رحمی اور انفصل اعمال سے علیہ السلام۔

بدعت

دین میں ایسا امر داخل کرنا جو بزرگانِ قرین شرافت کے قول و فعل سے ثابت نہ ہو بدعت کہلاتا ہے۔

بدعت کے متعلق مشکوٰۃ شریف کی دو حدیثیں قابل غور ہیں

۱) من احسن ثانی امرنا صالحا لیس منہ فہو رد۔ یعنی دین میں جو کوئی نئی بات ایسی ایجاد کی جائے جو اس میں نہ وہ مردود ہے۔
۲) ابیہر علیہ ابن جریر علیہ رافعی علیہ بیہقی ابن عساکر

(۳) من عمل ولیس علیہ امر فانہو مردود یعنی جو کوئی بغیر ہمارے حکم کے کوئی کام دین میں ثواب سمجھ کر کرے وہ مردود ہے۔

حضرت عنوت پاک نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے جو کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے خدا اور فرشتوں کی اس پر لعنت ہوتی ہے اور اس کا کوئی عمل خدا کے یہاں مقبول نہیں ہوتا۔

ایک حدیث حضرت ابوامامہ نے روایت کی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا بدعتی دوزخ کے کنارے ہیں۔

ایک اور حدیث ہے: "کل بدعة ضلالة وكل ضلالة فی النار" یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں جانے والی ہے بعض لوگ بدعت کو دو قسموں پر تقسیم کرتے ہیں ایک بدعت حسنہ یعنی نیک کام ایک بدعت سیئہ یعنی کوئی یہودہ کام لیکن رسول کریم کے ارشاد میں یہ تفصیل نہیں ہے۔ وہاں تو (کل) کا لفظ ہے۔

مزید دیکھیں غزالیہاں جہاں غورم کہہ مرا حدیث سرور کو نہیں ہر زبان باقی ست

حضرت مجدد صاحب نے مکتوبات جلد اول میں فرمایا ہے:

"بعض علماء نے لکھا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ حسنہ اس نیک

عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور وہ سنت کو رفع نہ کرتا ہو مگر یہ فقیران بدعتوں میں سے کسی بھی بدعت میں حسن و لو ثواب کا مشاہدہ نہیں کرتا۔"

حضرت عنوت اعظم نے تحریر فرمایا ہے:

جو شخص بدعتی کو اللہ کا مبعوض جانے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا جو کوئی بدعتی کو خدا کا مبعوض جان کر جھڑکے گا خدا نے اس کو قیامت کے دن امن میں رکھے گا جو بدعتی کو حقیر جانے خدا نے اس کو جنت میں سودے عطا کرے گا جب خدا نے کسی شخص کو بدعتی سے بعض رکھنے والا جانتا ہے تو اس پر امید کرتا ہوں کہ وہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ اس کے نیک عمل حضور سے ہوں جب کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ پکڑو رسول کریم نے فرمایا ہے جو شخص کسی بدعتی کا کھٹکانا ہے خدا نے اس پر لعنت کرے اور فرشتے اس پر لعنت کرے

عنه غینتہ الطالیہین عنہ شرح الغیب

ہیں۔ سنت کی پیروی کرتے رہو، بدعت نہ لکالو، خدا اور رسول کا کہا مالو، موحد بن جاؤ،
اور مشرک نہ بنو۔

بڑا موح

بعض صوفی کہتے ہیں کہ شیطان سب سے بڑا موح ہے کیونکہ اس نے خدا کے سوا
کسی کو سجدہ کو تاپسند نہ کیا اور آدم کے سجدہ سے الکار کر دیا یہ وہ قول ہے جس کو بعض
کفار معتزلیین اسلام نے پیش کیا ہے۔

ان کو یہ معلوم نہیں کہ شیطان نے کس وجہ سے سجدہ کرنے سے الکار کیا تھا۔
اس نے کہا تھا کہ آدم کو میں اس لئے سجدہ نہیں کرتا کہ میں اس سے افضل ہوں کیونکہ اس کی
سینکڑیں مشیت خاک سے ہوئی ہے اور میری اصل آتش مشتعل ہے (خَلَقْتَنِي مِنْ
نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ)، اس نے خدا کے سوا کسی دوسرے کے سجدہ کرنے سے الکار
نہیں کیا جس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی مجھ سے افضل اصل و نسل کا ہو تو میں اس سے
سجدہ کر سکتا ہوں، اگر موح ہو تو انہوں نے کہا کہ میں تیرے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا
قرآن نے اس قصے کو کئی جگہ تفصیل سے ذکر کیا ہے جس سے اس کے دو جرم ثابت ہوتے
ہیں ایک عدول حکمی دوسرے غرور۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ائمہ مفسرین کے اس کے
متعلق کیا اقوال ہیں۔ مستند قول یہ ہے کہ آدم کی فات کو سجدہ کا حکم نہیں تھا۔ سجدہ تو خدا کے
لئے تھا آدم کو سمت قرار دیا گیا تھا جسے کعبہ سمت قبلہ ہے کعبہ کو سجدہ نہیں کیا جاتا سجدہ
خدا کے لئے ہے کعبہ سمت ہے بعض نے اس سجدہ کے معنی صرف سلام لئے ہیں اس
لئے اس سجدہ کی نوعیت ہی متعین کرنے دشوار ہے سجدہ نہایت وسیع المعنی لفظ ہے
اصل یہ ہے نہ وہ سجدہ تھا یہ سجدہ نہ یہ سجدہ ہے وہ سجدہ اس کے علاوہ خداوند
ذوالجلال نے جو قرآن مجید میں بعض امور کو بیان کیے ہیں اس کو ہمارے قرین فہم کرنے
کے لئے ہمارے الفاظ و عبارات میں بیان کیا ہے، ایک موقع پر خود قرآن مجید میں
ارشاد ہے کہ اللہ مثالیں لوگوں کو سمجھانے کے لئے بیان کرتا ہے دوسری جگہ جنت وغیرہ
کے ذکر میں ارشاد ہے کہ جن نعمتوں کے نام لئے گئے ہیں جیسے انار، شہد وغیرہ یہ
صرف سمجھانے کے لئے ہیں۔ نعمائے جنت تو ایسی ہیں کہ جن کو تمہاری آنکھوں نے
دیکھا، نہ کالوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر گزریں۔

اس لئے ہم اس سجدے کو اس سجدہ پر یقین کے ساتھ قیاس نہیں کر سکتے اور اگر وہ سجدہ بھی یہی سجدہ متعاقب بھی اس کفر و شرک نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جرم و بغاوت تو اس کا نام ہے جو خلافت فرمان سلطان ہو بادشاہ جس چیز کے لئے امر فرمائے اس کو جرم نہیں کہا جاسکتا

”کب لے حکم طرح، اب خوردن خطا است و اگر شوک یہ فقہی بیرونی رواست“

بادشاہ کا حکم ہی قانون ہوتا ہے اور اطاعت اس کی تعمیل حکم ہی میں ہوتی ہے۔ اس کی نظیر خود قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام کے ساتھ چلے تو خضر نے ایک لڑکے کو بلا وجہ قتل کر دیا جب موسیٰ نے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ کہیں یہ لڑکا ان پر کفر و سرکشی کا اثر نہ ڈالے اس لئے ہم نے اس کو قتل کر دیا اور یہ بھی فرمادیا کہ میں نے یہ سب کچھ اپنی رائے سے نہیں کیا، گویا الہام و حکم الہی سے کیا تو کیا یہ کہا جائے کہ خضر کے ذمہ قتل عہد کا جرم ہے، قتل کی قرآن میں کثرت سے مخالفت و مذمت آئی ہے لیکن چونکہ خضر نے حکم الہی سے کیا اس لئے یہ جرم نہیں اسی طرح اگر سجدہ آدم بھی معروف سجدہ تھا تو حکم الہی تھا اس کو کفر و شرک نہیں کہا جاسکتا اگر وہ کفر و شرک ہوتا اور شیطان کا مقصد سجدہ غیر اللہ کا انکار ہوتا تو صاف طور پر کہنا کہ یہ تو شرک ہے میں موجود ہوں تیرے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا مگر یہ نہیں کہا بلکہ اس نے سجدہ کرنے کی وجہ خود بیان کر دی کہ میں آدم سے افضل ہوں اس لئے تکبر اور اور عدول حکمی کا ارتکاب ہو رہا یہ شیطان کے طرفدار نہ قرآن کریم دیکھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں جو جی میں آیا بڑا ٹانگہ دی۔ خداوند ذوالجلال نے ابلیس کے جرائم کو خود بیان فرمایا ہے اور اس کو سنا دیا کہ تو نے غور کیا اور عدول حکمی کی۔ ابلیس نے فرور قرار ملحق کو سن کر کوئی عذر نہیں کیا، اگر وہ بخیاں تو حید غیر اللہ کو سجدہ کرنا پسند نہ کرتا تو ضرور کہتا کہ میں تیرے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا۔

نیز لوگوں کے مراسم

قرآن و حدیث وغیرہ کے احکام کو سن کر اکثر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے ہم نے تو اپنے باپ دادا یا استاد یا پیر کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ یہ وہ جواب ہے جو کفار و پیروں کو دیتے رہے ہیں کہ یہ سنت اور کفرانہ نہیں

تو تعلیم سے جاری ہیں۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ قرآن مجید میں کہنی جگہ کفار کا یہ قول نقل کیا گیا ہے اور اسی کی مذمت کی گئی ہے۔
 اگر کوئی شخص مسلمان ہے تو اس کے لئے قرآن و حدیث کے احکام کے سامنے کسی بزرگ، کسی عالم، کسی پیر کا عمل کوئی ہستی نہیں رکھتا اگر کسی بزرگ کا کوئی قول و فعل قرآن و حدیث کے خلاف تھا تو وہ ان کی غلطی تھی اس کی تقلید کر کے لوگ خود بھی گنہگار ہوتے ہیں اور اس بزرگ کے بوجھ کو بڑھاتے ہیں۔ بزرگ معصوم نہیں ہوتے ہم کو چاہیے کہ بزرگوں کے خلاف شریعت، اقوال و افعال سے اجتناب کریں اور ان کے لئے دعا و مغفرت کریں۔

بیعت

بیعت کی اصل رسول کریم سے ثابت ہے اس لئے بیعت ہونا سنت ہے۔ اولیاء کرام سے بیعت کی تین قسمیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) بیعت طریقت: یعنی تعلیم طریقت کے حاصل کرنے اور مناسبات سلوک کے طے کرنے کی غرض سے بیعت کی جائے۔

(۲) بیعت توبہ: یعنی کسی شخص سے معاصی سے بچنے کے لئے توبہ کرائی جائے۔
 (۳) بیعت تبرک: کوئی شخص کسی خاص سلسلہ یا کسی شیخ سے برکت کے خیال سے بیعت کرے۔

بیعت کرنا سنت ہے اور مفید ہے لیکن خدا تک پہنچنے کے لئے کسی سے بیعت ہونا لازمی نہیں۔ اعمال صالحہ اور اتباع سنت سے یہ مرتبہ بغیر بیعت کے بھی حاصل ہو جاتا ہے مگر راہ و شوارہ گزار ہے اس لئے کسی واقعہ راہ سے ہدایات حاصل کرنا بہتر ہے گزیر لئے ہیں سفر و اسی ولا دامن رہبر بگرو پس بیا

بیعت کرنے میں میرا اپنے ہاتھ میں مرید کا ہاتھ لیتا ہے مگر عورت کا ہاتھ نہیں پکڑا جاتا بلکہ اس کے ہاتھ میں مرشد اپنی چادر وغیرہ دے دیتا ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا صرف بیعت لینے کے جب وہ عہد کو اپنی تھی تو فرماتے تھے میں نے تجھے بیعت کرایا حضرت جنتی اپنے خلیفہ خواجہ نظام الدین اولیاء اورنگ آبادی کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”وقت بیعت دامنے بردست دارد کہ مستی اجنبیہ حرام است“
 خلافت راشدہ کے بعد سلاطین نے بیعت یعنی شروع کی۔ مشائخ نے بخوف سلاطین
 اس کو ترک کر دیا اور صرف صحبت و تعلیم و تعلیم پر ہی مدار کار کیا۔ خواجہ جنید بغدادی نے اس وقت
 کو زندہ کیا شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں علیہ

”پس ارتباط صوفیہ صافیہ در زمین اول بعصبت و تعلیم و تادب بہ آداب و تہذیب
 نفس بود۔ است نہ خرقہ و بیعت و در زمین سید الطائف جنید بغدادی رسم خرقہ ظاہر شد و
 از ان رسم بیعت پیما گشت۔“

بیعت ایسے شخص سے کہنی چاہئے جو صحیح العقیدہ ہو جس کا ظاہر شریعت سے
 آراستہ ہو، مولانا رحم فرماتے ہیں۔

لے بسا ابلیس آدم روئے عصمت پس ہر دستے نباید داد رسمت

پانچوں پیر

ہندوستان میں دستور ہے کہ جب کوئی حاجت یا مشکل پیش آتی ہے تو پانچوں
 پیروں کو مناتے ہیں یعنی ان کی نذر نیاز کر کے ان سے مدد چاہتے ہیں
 ایک گہیت کے سلسلہ میں مجھ کو اس کی تلاش ہوئی کہ پانچوں پیر کون ہیں تو معلوم
 ہوا کہ ان کے تعین میں اختلاف ہے۔

اضلاع اودھ کے پانچ پیر:- سالار مسعود غازی۔ خواجہ اجمیری۔ خواجہ بدیع الدین
 شاہ ندایہ۔ بابا فرید الدین گنج شکر۔ خواجہ علاء الدین صابر۔
 پنجاب کے پانچ پیر:- وانا گنج بخش۔ خواجہ اجمیری۔ شمس الدین تبریزی۔ خواجہ
 گنج شکر۔ سلطان نظام الدین اولیاء۔

دکن کے پانچ پیر:- بابا شرف الدین۔ یوسف شریف شاہ۔ خواجہ گیسو دراز۔
 غوث پاک۔ خواجہ اجمیری۔

لاہور میں اور ٹھیل کالج کی دیوار سے ملحق جو ایک سڑک ہے وہاں ایک مزار
 ہے اس پر لکھا ہوا ہے۔ شیخ شہاب الدین بخاری پانچوں پیر میں سے سجادہ نشین
 اس نقب کی وجہ دریافت کی تو وہ کچھ نہ بتا سکا کہنے لگا لاہور میں اور بھی چند مزارات
 کا یہ نقب ہے میں نے بہت جستجو کی مگر مجھے کہیں بھی اس نقب کی کوئی وجہ نہ معلوم
 علیہ انیاء فی سلاسل الاولیاء

ہو سکی۔ صاحبہ جامع اللغات نے یہ پانچ پیر لکھے ہیں۔ حضرت علی۔ امام حسن۔ امام حسین۔ امام حسن بصری۔ خواجہ کیل بن زیاد۔ اور چار پیر بھی لکھے ہیں۔ ان میں حضرت علی کے سوا باقی چاروں حضرات کے نام ہیں۔ یورپین مؤرخین نے یہی پانچ پیر لکھے ہیں جو جامع اللغات میں ہیں

اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ گمراہ فرقے کے لوگوں نے صوفی بن کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا تھا لہذا خواجہ ابو عبد اللہ خفیف (۳۳۰ھ) نے فرمایا کہ ہم کو پانچ پیروں کی اقتداء کو ممتنع چاہیے۔ خواجہ حارث محاسبی۔ خواجہ بایزید بسطامی۔ خواجہ جنید بغدادی۔ خواجہ عمر بن عثمان مکی۔ اور خواجہ ابو العباس ابن عطار۔

خواجہ جنید بغدادی کی تو مربیانے تعریف کی ہے سب نے ان کو تسلیم کیا ہے اور ان کی تقلید پر فخر کیا ہے۔

تنبذیر

کسی موقع پر یا کسی حاجت میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اس کا نام تنبذیر اور اسراف ہے قرآن مجید میں فضول خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے رسول کریم اور اولیائے عظام نے بھی اسراف کی مذمت فرمائی ہے لہذا وہ امور جن میں تنبذیر ہوتی ہے ناجائز ہیں عریبوں میں خصوصیت سے بڑی تنبذیر ہوتی ہے۔

تخلیہ و تحلیہ

انسان میں دو قسم کے اوصاف ہیں ایک محمود و سرے مذموم، محمود کو ترقی دینے اور مذموم کو ترک کرنے سے ولایت حاصل ہوتی ہے محمود کے ترقی دینے کو تخلیہ اور مذموم کے ترک کرنے کو تحلیہ اور تجلیہ کہتے ہیں۔ اس طریق تحصیل کو تصوف کہتے ہیں۔

تربیت مرید

ہر مرید کی تعلیم و تربیت اس کی استعداد و حالات کے موافق ہوتی ہے سب کی ایک ہی طرح نہیں کی جاتی، جس طرح کہ چند مرید ہوں تو طبیب حاذق ہر ایک کی عمر و مزاج اور درجہ بخار و غیرہ کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ نسخہ تجویز کرتا ہے ایک ہی نسخہ ہر مرید پر طفل و بڑا و پیر اور مرد و زن کے لئے مفید نہیں ہو سکتا، اس لئے مرشد ہر مرید کے حسب حال ایسے اشغال و اعداد تعلیم کرتا ہے جو اس کی صفائی قلب کے لئے مفید ہوتے

ہیں۔

اطہاء کی طرح اولیائے کرام کے اصول تشبیہ و علاج میں بھی اختلاف ہے لیکن مقصد سب کا ایک ہی ہے البتہ طرز تعلیم جدا جدا ہے خواجہ علی ہجویری تحریر فرماتے ہیں علیہ
ہر چند کہ اندر معاملات و مجاہدات و ریاضات، البشاش مختلف انداز اصول و فروع
شرع و توحید موافق اندے

مولانا روم فرماتے ہیں :-

بہر بنی و ہر ولی را مسلکیت لیک تاحق می برد جلد یک است

کیسا ہی سبب الفطرت آدمی ہو کیسا ہی ذی علم و صاحب ہوش ہو کیسا ہی باہمت
و جواں مرد ہو، اگر اس کے سامنے اصلاحات کثیرہ کو ایک دم پیش کر دیا جائے تو وہ ضرور
گھبرا جائے گا اور اس کی بہت ٹوٹ جائے گی، اس لئے پیرو مرشد تعلیم اصلاحات کا سلسلہ
مختور و محفوظ کر کے شروع کرتا ہے تاکہ ایک دم ناقابل برداشت بار نہ پڑ جائے

حضرت انسان کا یہ بھی خاصہ ہے کہ کتنی ہی مفید کتنی ہی اچھی، کیسی ہی سہل کوئی
چیز ہو اگر ایک ہی چیز پر ہر وقت مشغول رہنے کی تاکید کی جاتی ہے تو وہ اس سے بہت
جلد اکتا جاتا ہے، اس لئے بزرگوں نے ہر وقت خداوند کریم کی طرف مشغول رہنے کے لئے
یہ تجویز کیا ہے کہ طالب کو کچھ ذکر، کچھ دعائیں، کچھ نوافل اور کچھ تلاوت بتاتے ہیں، اس
طرح دن رات کی خانگیری کر دیتے ہیں کہ وہ ایک ہی چیز سے گھبرانے والے چیزوں
کو کرتے کرتے جب وہ محنت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور ذکر و غیرہ سے اس کو انس ہو
جاتا ہے، اور اس کے قلب کو ایک گونہ سکون و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے تو پھر نادر روزہ،
حج، زکوٰۃ اور تلاوت قرآن کے سوا کچھ نہیں رہتا بالآخر وہ بنی آدم کا خادم اور مصلح بن
جاتا ہے جب تک اس میں کافی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک اس کو
مختلف اذکار و اشغال میں مصروف رکھا جاتا ہے اور عام صحبتوں سے بچایا جاتا ہے
تاکہ کسی خلاف شرع امر اور کسی بد اخلاقی کی طرف مائل نہ ہو جائے

نہک اعمال صالحہ

بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ جب سالک تمام منازل سلوک طے کر لیتا ہے تو وہ
ایسے مقام پہنچ جاتا ہے کہ پھر اس کو نیک اعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ
علا کشف المحجوب

اعمالِ صالحہ کو ترک کر دیتا ہے یہ عقیدہ ابا حنیفہ فرقا کا ہے۔

ایک شخص نے حضرت جنید سے سوال کیا کہ کیا اہل معرفت ترکِ اعمالِ صالحہ کے مقام تک بھی پہنچ جاتے ہیں تو حضرت نے فرمایا ^{علیہ}

”میرے نزدیک چوری کرنا اور زنا کرنا اس مجتہد ہے کہ ایسا قول اختیار کیا جائے“

بعض کہتے ہیں کہ ہم نے ریاضی وجہ سے اعمالِ صالحہ کو ترک کر دیا ہے لیکن خواجگانِ کبار نے فرمایا ہے کہ اگر ایسا خیال ہو تو اور زیادہ عبادت کرے غرض بنکیوں کو چھوڑنا کسی طرح مناسب نہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت واثلہ بن اسقع صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص خدا کا تقرب بغیر ناز پنجگام نہ کے حاصل نہیں کر سکتا ^{علیہ}

ترک و نسب

دنیوی تعلقات کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ محمود : ان تعلقات کو اختیار کرنا اور احکامِ شریعت کے مطابق انجام دینا عبادت ہے اور باعثِ تقربِ الہی ہے

(۲) مباح : ان کو قائم رکھنے میں کچھ نقصان نہیں کم کرنے میں فائدہ ہے۔

(۳) مذموم : ان کا ترک کرنا لازم ہے بزرگوں نے جہاں کہیں ترک دنیا فرمایا ہے اس کا مطلب انہیں تعلقات کا ترک کرنا ہے۔

دنیوی تعلقات کو اس طرح ترک کرنا جو قانونِ قدرت اور انسانی فطرت کے خلاف ہو صوفیائے اسلام کا شعار نہیں اسلام نے جس طرح لصفیہ نفس کی طرف توجہ دی ہے اسی طرح جسم کی بھی رعایت کی ہے اور انسان کو دنیوی حظوظ سے متمتع ہونے سے نہیں روکا بلکہ اپنی خواہشات پر قبضہ رکھتے ہوئے حظوظِ دنیاوی سے اعتدال کے ساتھ موافق احکامِ شرع شریف متمتع ہونے کا حکم دیا ہے بعض صحابہ نے صومِ دوام اور ترک لذات کا ارادہ کیا تو حضور نے منع فرمایا۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے ^{علیہ} اس چیز کو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو جس کو خدا نے حلال قرار دیا ہے۔ بغیر کسی عذر شرعی کے کسی امرِ حلال کا ترک جائز نہیں اور اصلی صوفی کبھی اس کو رد نہیں رکھتے۔

حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ رسولِ کریم نے فرمایا زہد یہ ہے کہ خلیلِ حیر کو اپنے اوپر حرام کرے اور نہ یہ کہ مال کو ارادے ^{علیہ}

عزیز منہ ابلیس علیہ الرعین اعظم مصنفہ صدام علیہ سورہ تحریم پ ۱۱ علیہ تیسرہ صفحہ ۱۱۵

یعنی ترک حلال اور اسراف پر دونوں رہدے کے خلاف ہیں۔ مصنف عبد الرزاق میں روایت ہے کہ حضور نے فرمایا ہے (من یقتل قلبہ منہا) جس نے دنیا کو ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے

کشمیر میں ایک ہندو درویش ہر دے رشی نام تھے یہ مشرف باسلام ہوئے اور ریاضت شاقہ اختیار کی۔ صائم الدہر اور قائم الیل تھے، گوشت نہ کھاتے تھے، ہرچند سستی کرتے تھے۔ منزل مقصود کی راہ نہ پاتے تھے مجبور ہو کر شیخ حمزہ سہروردی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا۔ شیخ نے ان کو گوشت کھانے کی ہدایت کی انہوں نے شیخ کے حکم کی تعمیل کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں مدارج اعلیٰ پر پہنچ گئے سبزیوں کی عمر میں ۹۹ ہجری میں وفات پائی۔ تسبیح

تسبیح کی اصل بعض روایات سے قوت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے لیکن بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے

شیخ ابو عبد اللہ محمد الانباری نے تسبیح کے رواج کا ذکر بدعات میں کیا ہے ایک روایت ہے کہ رسول کریم نے نماز و دعا کی شمار کے لئے سنگریزوں کے استعمال کو منع فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے بھی سنگریزوں کے استعمال کو منع فرمایا ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم نے اپنی ایک زوجہ کو تسبیح کے ذریعہ سے عمل استخارہ کی تعلیم فرمائی تھی۔

حصن حصین میں ایک حدیث ہے کہ رسول کریم ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ان کے سامنے چار ہزار گٹھلیاں رکھی ہیں اور وہ ان پر گن گن کر سبحان اللہ پڑھ رہی ہیں حضرت ابو سعید خدری صحابی رضی اللہ عنہ کنکریوں پر گن پڑھتا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کے پوتے نے بیان کیا کہ دادا کے پاس ایک دھاگہ تھا اس میں دو ہزار گریں لگی ہوئی تھیں اس پر پڑھتا کرتے تھے۔

ملا علی قاری محدث نے اس قسم کی احادیث سے تسبیح کا جواز ثابت کیا۔ ان کے دلائل المدخل کے دلائل سے قوی ہیں

بلہ المدخل

شمار کر کے پڑھنے کو تو حضور نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنها کو سبحان اللہ، الحمد للہ، اور اللہ اکبر تینتیس تینتیس بار پڑھنا تعلیم فرمایا۔
خواجہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ
میں تسبیح دیکھی تو فرمایا ہم اس کو ابتدا کے لئے حال میں استعمال کرتے تھے لہذا ہم نے
اس کو انتہا میں بھی نہ چھوڑا۔

خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اسباب سے تسبیح نکلی تھی۔
غرض تسبیح کا رواج عہد رسالت اور زمانہ صحابہ سے ہے مولانا عبدالحی ہجوم
نے تسبیح کے متعلق ایک رسالہ نرمنہ الفکر لکھا ہے اس میں ذکر کیا ہے کہ امام حسن
بصری سے لے کر مولانا تک ہر بزرگ نے اپنے ہر مرید کو تسبیح عطا فرمائی ہے۔
ایک عباسی خلیفہ نے بھی اپنی ماں سے کہا تھا کہ آپ اپنا وقت نماز اور استعمال
تسبیح میں صرف کریں۔ اصطلاح الصوفیہ میں تسبیح کو ذکر کہہ، یعنی یاد دلانے والی
کہتے ہیں۔

تسبیح کا استعمال چونکہ اعمال صالحہ سے ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہی سنتی کی ایجاد ہو
گی مگر مجھ کو اس کے موجد اور عہد ایجاد کے متعلق کچھ تحقیق نہ ہو سکا۔
تسبیح کی ایک قسم سلیمان فی کہلاتی ہے مشہور ہے کہ سلیمان علیہ السلام دست قبل تسبیح
کی تسبیح اس طرح کی تھی

امیر ایلیات میں روایت ہے کہ حضرت مریم نے پطرس خوارس حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کو تسبیح کے رواج دینے کی ہدایت کی تھی انجالبابہ حالت خراب کا واقعہ ہے،
حضرت مسیح کے خطوط سے ہی عرصہ کے بعد عیسائیوں میں تسبیح کا رواج ہو گیا تھا۔ مگر یہ
کہیں مذکور نہیں کہ ان تسبیحوں میں کتنے دانے تھے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح
کے قمر اول میں قبلی عیسائیوں نے تسبیح کا استعمال شروع کیا

ثبت میں کثرت سے ایسے ذکر سے دستیاب ہوتے ہیں جن میں صمدلہیب
اور دیگر اقسام کے دانے پڑے ہوئے ہیں انہیں کو دیکھ کر لوگوں نے تسبیح کو بدعت
مذہب دانوں کی ایجاد کہا ہے گو تم بدعت حضرت سلیمان علیہ السلام سے چار سو برس کے
بعد گزرا ہے۔ اس لئے یہ خیال صحیح نہیں۔

تشیط

تشیط کے معنی لغت میں بے حیائی کرنے کے ہیں اور قدیم صوفیائے کرام کی اصطلاح میں کلمات و خلائق ظاہر شرع زبان برالت کو کہتے ہیں۔

متصوفین کہتے ہیں کہ جوش، جذب اور بے شعوری میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں۔ بہر صورت یہ کوئی کمال نہیں بلکہ ذلیل نفس ہے اور قابل افسوس ہے

تقرب

یعنی جنگلوں پہاڑوں وغیرہ میں رہنا اس کو حضور نے منع فرمایا ہے حضرت عثمان مظعون رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کی میرا جی چاہتا ہے کہ پہاڑوں میں جا کر عبادت کروں تو حضور نے منع فرمادیا۔

حضور ایک مرتبہ ایک جہاد کے سفر سے واپس تشریف لارہے تھے راستے میں ایک غار پڑا وہاں سبزہ زار تھا اور چشمے جاری تھے ایک صحابی نے عرض کی میرا جی چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر یہاں عبادت میں مشغول ہو جاؤں، حضور نے فرمایا میں یہودیت اور نصراہیت کے لئے مبعوث نہیں ہوا تمہارا جہاد میں شریک ہونا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے تمہارا جہاد میں کھرا ہونا ایک سال کی نالہ سے بہتر ہے امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت لکھی ہے کہ انہوں نے سات گناہ کبیرہ بتائے ہیں ان میں ایک باد یہ نشینی بھی ہے

تعظیم تبرکات

اس زمانے میں بزرگوں کے آثار و تبرکات کی جس طرح تعظیم کی جاتی ہے وہ بھی معصیت ہے۔ تبرکات کا صحت و ثبات ہونا مشکل ہے حضرت آدم علیہ السلام سے سلسلہ یہ سلسلہ ایک لاکھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر تک پہنچی تھی جو انہوں نے حضرت موسیٰ کو دی تھی، حضرت موسیٰ سے جب اللہ پاک نے دریافت کیا کہ تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے تو حضرت موسیٰ نے اس کی حقیقت صرف اس قدر بیان کی کہ یہ میری لاکھی ہے اس سے سہارا لیتا ہوں، بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور کاموں میں بھی یہ کلام آتی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت الرضوان لی

ابن ماجہ

کئی جب لوگ اس کی زیارت کو جانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رحمت کو
کٹوا دیا۔

اکثر تبرکات جو مشہور ہیں مصنوعی ہیں اگر تحقیقی طور پر کوئی تبرک اصلی ثابت ہو
جائے تو دل میں اس کا ادب و احترام رکھنے ایسی حرکت نہ کرے کہ جس سے عوام کسی
شبہ میں مبتلا ہوں نہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے اس کی توہین ہو۔

تلاوت قرآن

قرآن مجید کی تلاوت موجب تقرب ہے حفظ پڑھنے سے دیکھ کر پڑھنا افضل
ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت اس وقت تک کچھ مفید نہیں جب تک
آدمی اس کے معنی و مطلب کو نہ سمجھ سکے یہ خیال صحیح نہیں ہے قرآن مجید کی تلاوت ہر
صورت مفید اور ضروری ہے عہد رسالت سے آج تک مسلمانوں کا یہی عمل رہا ہے۔
امام احمد بن حنبل نے خداوند ذوالجلال کو خواب میں دیکھا، عرض کی، الہی تیرا قرب
کیونکر حاصل ہو سکتا ہے ارشاد ہوا تلاوت قرآن سے، امام صاحب نے عرض کی کہ سمجھ کر یا
بے سمجھے ارشاد ہوا دونوں طرح۔

رسول کریم کے عہد میں تمام صحابہ تعلیم یافتہ نہ تھے مگر قرآن سب کو پڑھایا جاتا تھا
اسی طرح عہد صحابہ میں بھی جبکہ ایران و افریقہ وغیرہ ممالک میں لوگ مشرف باسلام ہوئے
تو وہ عربی سے واقف نہ تھے لیکن ان کے لئے درس قرآن کے مدارس قائم کئے گئے اب
سے پچیس تیس برس پہلے تک تمام ہندوستان میں مسلمانوں کا یہ عمل تھا کہ بچوں کو اول،
قرآن پڑھاتے تھے۔ ناخواندہ مسلمان بس نماز کی ضرورت سے پارہ عم کی چھوٹی چھوٹی
سورینین حفظ کر لیتے تھے۔

توجہ

پیر کی توجہ سے قلب سعادت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے توجہ سے ولایت نصیب
نہیں ہوتی یہ امر اختیار خداوند ذوالجلال ہے جب یہ باضات و مجاہدات اور پابندی
سنت سے انسان کا قلب صاف ہو جاتا ہے اس وقت مرشد کا ایک اشارہ کافی ہو
جاتا ہے جس طرح اس طالب علم کا کام استاد کے معمولی اشارے سے پل جاتا ہے جو
خورد محنت سے سبق کا مطالعہ کر کے آتا ہے مگر بغیر عبادت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

کارکن کار بگذر از گفتار اندرین راه کار باید کرد

توحید

صوفی لوگ توحید کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کو ایسے انداز سے بیان کرتے ہیں کہ صاحب علم کو بھی اس کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے کم علم کم فہم ان کی باتوں کو سن کر حلول و اتحاد کے گڑھے میں گر جاتے ہیں جس شخص کو ذرا بھی عقل ہوگی اور اس نے قرآن و حدیث اور اولیائے عظام و صوفیائے کرام کے اقوال کو دیکھا اور سمجھا ہوگا اس کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ اسلام اور اسلام کا مسلک تصوف و خالص توحید کا مذہب ہے اور اس کی توحید نہایت صاف ہے جس میں کچھ ایسے پینچ نہیں۔ غیر مسلم محققین نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ اسلام کی توحید نہایت سہل و صاف ہے۔

اسلام نے نہایت صفائی و شستگی سے بتایا ہے کہ خدا ایک ہے نہ خدا بندوں سے ہے نہ خدائی کی مخصوص صفات بندوں میں ہیں نہ خدا بندوں میں حلول کر سکتا ہے نہ بندہ خدا میں مل سکتا ہے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام نے جو توحید کے متعلق بیان فرمایا ہے ہم ان کے اقوال نقل کرتے ہیں اسی طرح معرفت و غیرہ کے متعلق بھی لکھا جائے گا۔

خواجہ اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

” وحدت یہ ہے کہ غیر کا خیال نہ کرے۔“

خواجہ بھی معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

” توحید نور ہے۔“

شاہ شجاع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ” توحید خاص یہ ہے کہ دل میں یہ خیال رکھے کہ

وہ کسی دربار میں کھڑا ہے۔“

خواجہ ابو محمد روبیم رحمۃ اللہ علیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ” توحید حقیقی حق تعالیٰ کی

دوستی و محبت میں فنا ہوتا ہے۔“

خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ” توحید خدا کا جانا ہے۔“

خواجہ عبد اللہ جلال رحمۃ اللہ علیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ” توحید حقیقی خدا کی دوستی اور

محبت میں فنا ہو جانا ہے۔“

خواجہ ابوالحسن شینخی رحمۃ اللہ علیہ (۳۰۹ھ) فرماتے ہیں: "توحید یہ ہے کہ تو جانے کہ اس کی مثل کوئی ذات نہیں"۔

خواجہ ابوالعباس سیارسی رحمۃ اللہ علیہ (۳۱۲ھ) فرماتے ہیں: "توحید یہ ہے کہ تیرے دل میں خدا کے سوا کوئی خیال نہ آئے"۔

خواجہ علی ہجویری داتا گنج بخش (۳۴۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "توحید جبرائیل و میکائیل پروردگار حادث یعنی آنکہ قدیم و محل حادث ندانی و حادث و محل قدیم و بدانی کہ حق قدیم است و تو حادث و از جنس تو سبچ چیز بدو نہ پیوند و از صفات او سبچ چیز اندر تو نیامیزد کہ قدیم را بہ محدث مجانست نہ باشد"۔

خواجہ عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (۳۹۵ھ) فرماتے ہیں: "توحید چیست بگو خلاصی دل از غیر حق سبحانہ"۔

بعض صوفیہ نے توحید کے چار درجے قرار دیئے ہیں: ۱۔ توحید ایمانی: زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرے کہ خدا ایک ہے اور صرف وہی معبود ہے۔ ۲۔ توحید علمی: یہ یقین کرے کہ موجود حقیقی صرف ذات باری ہے اور ہر ایک صفت و ذات اسی نور کا پر تو ہے۔ ۳۔ توحید حالی: خدا کی محبت میں ایسا محو ہو جائے کہ خدا کے سوا اس کو کچھ نظر نہ آئے یہاں تک کہ اپنی ہستی کا بھی خیال نہ رہے۔ ۴۔ توحید الہی: یہ یقین کرے کہ خدا ہمیشہ سے واحد ہے اور ہمیشہ واحد رہے گا۔ بعض نے توحید کی تین قسمیں کی ہیں: ۱۔ توحید ذاتی: خدا کے سوا کوئی موجود حقیقی نہیں ہے۔

۲۔ توحید ذاتی: تمام موجودات ایک ہی ہیں صورت کا فرق ہے جیسے مٹی سے مختلف برتن بنائے جاتے ہیں تو حقیقت سب برتنوں کی ایک ہی ہوگی یعنی مٹی۔ ۳۔ توحید صفاتی: یہ یقین کرے کہ خدا کے سوا کوئی موصوف نہیں جتنے اوصاف ہیں سب اسی کے ہیں مثلاً عظمت، قدرت اور جلال وغیرہ۔

۴۔ توحید فعلی: خدا کے سوا کوئی فاعل نہیں۔ توحید الہی کی باعتبار مدارج تین قسمیں مقرر کی گئی ہیں: ۱۔ وجودی: سالک پر توحید حالی کی کیفیت طاری رہتی ہے اور وہ توحید ذاتی کے قابل ہو جاتا ہے۔ ۲۔ شہودی: سالک پر توحید علمی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے آنکھوں سے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور ہر جگہ خدا

ہی کا جلوہ نظر آتا ہے اس کا منشاء ہمہ اوست ہے اور ہمہ اوست وحدۃ الوجود توحید ذاتی کا منشاء ہیں۔

اصل یہ ہے کہ سالک پر توحید کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ ایک وجدانی اور ذوقی چیز ہوتی ہے وہ اس کو ظاہر نہیں کر سکتا اور ظاہر کرنا بھی چاہے تو اس کو کسی زبان میں ایسے الفاظ میں نہیں آ سکتے جن سے صحیح مفہوم ادا ہو سکے صوفیا اس درجہ کو فنا فی التوحید کہتے ہیں صاحب فوز المرام لکھتے ہیں کہ عارفین کے لئے جو حالت توحید کی پیدا ہوتی ہے یہ ایک کیفیت وجدانی اور ذوقی ہے عبادت میں آنا اس کا دشوار ہے جب اس کیفیت کو بیان میں لایا جاتا ہے تو سوائے ایسے الفاظ کے نہیں ملتے جن سے وہم و گمان حلول و اتحاد کا ہوا وہ لوگ بری اس بات سے ہیں کہ ان کی مراد ان الفاظ سے حلول و اتحاد ہے۔

توسل

بنی اسرائیل میں جب قحط واقع ہوتا تو وہ اپنے نبی کے اہل بیت کے توسل سے دعا مانگا کرتے تھے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ رسول کریم کے چچن میں ایک بار امساک باراں ہوا تو ابو طالب حضور کو کعبہ میں لے گئے اور آپ کے توسل سے دعا مانگی تو پانی برسا۔ حضرت انس بن مالک سے بخاری شریف پارہ ۴ کتاب الاستسقاء میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط پڑا کرتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے۔

لیکن امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم اس طرف گئے ہیں کہ اموات و قبور کا توسل جائز نہیں لیکن بہت سے اکابر محدثین اور علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور یہی کہا ہے کہ ایک امر کا منقول نہ ہونا اس کے عدم جو ان پر دلالت نہیں کرتا اصل و سبب کا جواز شروع سے ثابت ہے۔ ہمارے بزرگ علماء اولیاء اور صوفیا توسل کرتے چلے آئے ہیں، خواجہ سعدی فرماتے ہیں۔

خدا یا بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ
بہ تکبیر مردان شمشیر زن کہ مردون مارا شمارند زن

بہ بیبک حجاج بیت الحرام
بہ طاعات پیران آراستہ
بہ مدفون میثرب علیہ السلام
بصدق جوانان لوانا ستہ
مشکواہ شریف میں ہے کہ رسول اکرم بتوسل فقرائے مہاجرین جہاد میں فتح
کے لئے دعا کیا کرتے تھے

توکل

توکل نام ہے کسی کام کو پورے اور پکے ارادے عزم و استقلال و تدبیر و سعی
کے ساتھ مسر انجام کرنے اور یہ یقین رکھنے کا اگر اس میں ہمارے لئے بہتری ہے تو خدا
وند کریم ہم کو کامیابی عطا فرمائے، آیت (و نشا و رہم فی الامرنا یحب المتوکلین) کا یہی مطلب
ہے آیت کا تفسیر ترجمہ یہ ہے

”کام میں ان سے مشورہ کرو پھر جب پکا ارادہ کر لو تو خدا پر بھروسہ رکھو اللہ بھروسہ
رکھنے والوں کو محبوب رکھتا ہے“

توکل کی تعلیم مسلمانوں کو اس لئے دی گئی ہے کہ ان میں کمزوری اور غریب پیدا نہ ہو
یعنی باہم مشورہ کر کے اتفاق و ہمت و استقلال کے ساتھ کام شروع کریں اور خدا پر بھروسہ
کریں کہ وہ ہماری محنت و ہمت و تدبیر کو راست لائے اگر وہ حرب منشا پورا ہو جائے
تو قوت تدبیر پر مغرور نہ ہوں بلکہ اس کو فضل خداوندی سمجھیں اور اگر نتیجہ خلاف ہو تو ہمت
نہ ہاریں بلکہ مصاحبت خداوندی سمجھ کر صبر کریں

آج کل صوفیوں نے توکل کا نام رکھا ہے ترک تدبیر اور ناتقہ پیر توڑ کر بیٹھنے کا اور
لوگوں کے دست کریم پر بس کر کے کا یہ خیال اور طریقہ بدد و غیرہ مذاہب کے نقیروں
اور راہیوں کا ہے اسلام میں اس قسم کے توکل کا نام و نشان نہیں بلکہ اس کو مذہم سمجھا
گیا ہے۔ رسول کریم نے کسی پر بار ہونے کو منع فرمایا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”میں سے فقیر و کام کرو اور مسلمانوں کے بھروسہ پر نہ رہو“
رسول کریمؐ کے پاس ایک شخص کسی مقام سے ملنے آیا آپ نے اس سے دریافت کیا
کیا تمہاری اونٹنی کہاں ہے اس نے کہا توکل پر چھوڑ دی آپ نے فرمایا اس کو باندھ دو
پھر توکل کرو عظمیٰ واقعہ کے متعلق مولانا روم نے فرمایا ہے

گفت پیغمبر بہ آواز بلند
بر توکل زانوسے اشتہ بہ بند

علی سورہ آل عمران منہ کثر الحال جبہ دوم

حضرت ابن ابی الدنیا وغیرہ نے حضرت معاویہ بن فہرہ صحابی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے پاس کچھ لوگ آئے آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا ہم متوکل ہیں حضرت عمر نے کہا ”تم غلط کہتے ہو متوکل وہ آدمی ہے جس نے خدا کے بھروسہ پر کفایت پس دانہ ڈالا ہے تم متاکل ہو یعنی کھانے والے ہو۔“

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر وقت اسی کارساز حقیقی پر راضی رہ جو نیراکام بتاتا ہے اسی کا نام توکل ہے۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متوکل وہ ہے جو خدا پر بھروسہ رکھنے اور جو کچھ کرے اس کا نہ خدا پر اتہام لگائے اور نہ اس کی شکایت زبان پر لائے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ پر یقین واقع رکھنے کو توکل کہتے ہیں“

خواجہ بابزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں توکل مانع کسب نہیں زیادہ کسب اس واسطے کرے کہ اگر بیمار ہو تو کام اُسے سر جائے تو بھیز و تکفین میں خرچ ہو۔
مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گرتوکل سے کسی دو کار کن کسب کن پس تکیہ جبار کن
خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متوکل وہ ہے جو خلق سے سبج اٹھائے شکایت کرے نہ کسی سے کچھ کہے۔

ایک احمق درویش ایک جنگل میں پہونچا دیکھا کہ ایک بے دست و پا لومڑی پڑی ہے حیران ہوا کہ یہ کس طرح زندہ ہے اور اس کو کس طرح رزق پہونچتا ہے پھر گیا شام کے وقت ایک شیر آیا اس نے ہرن شکار کیا اور کھاپی کر چلتا بنا لومڑی گھسٹنی گھسٹنی آئی اور بچا ہوا گوشت کھا کر میر ہو گئی، درویش نے سوچا کہ ہم کو بھی محنت کرنے کی ضرورت نہیں خدا خود رزق پہونچائے گا یہ خیال کر کے وہیں بیٹھ گیا کئی دن تک کھائے کو کچھ نہ ملا تو نہ فعال ہو کر رونے لگا اتفاق سے ایک بزرگ آگئے انہوں نے رونے کا سبب پوچھا اس نے تمام واقعہ بیان کیا بزرگ نے فرمایا کجنت تجھ سے بے دست و پا لومڑی کی ریس کرنی آئی اس شیر کی ریس نہ کی گئی جس نے دوسروں کو بھی کھلایا۔

”شیر ہی بن کے نکل صورتِ روباہ نہ ہو“

چار ضرب

چار ضرب کو ہمارے یہاں چار ابرو کا صفایا بھی کہتے ہیں ایران میں بدعت مذہب رائج تھا اس مذہب کے فقراء چار ابرو کا صفایا کرتے تھے اس لئے وہاں یہ اصطلاح قرار پائی، ہندو جوگیوں میں بھی اس کا رواج ہے یعنی دارطھی، موچھ، سر، بھوں سب کو منڈا دیتے ہیں مسلمان گمراہ فرقوں میں یہ رسم بقول مقریزی سلسلہ سے دمشق سے شروع ہوئی ہندوستان میں پشتیہ سلسلہ کی بعض شاخوں میں اور سلسلہ قلندریہ میں اس کا رواج ہے جو سرا سر گناہ ہے اور فقر و درویشی و تصوف کے خلاف ہے۔

حصول مقامات

مقامات کے حاصل کرنے کے لئے جو ریاضت کی جاتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک ریاضت اجمالی یعنی قلت طعام، قلت مقام، قلت کلام، قلت اختلاط انام اور دوسری ریاضت تفصیلی یعنی کثرت اذکار و اشغال و مراقبات وغیرہ

حلول و اتحاد

حلول یعنی خدا کا کسی جسم میں آجانا جس کو ہندو اوتار کہتے ہیں، اتحاد یعنی خدا اور بندے کا ایک ہو جانا،

یہ دونوں صورتیں صریح اسلام کے خلاف ہیں اور اولیائے متقدمین نے ان کا رد کیا ہے خواجہ حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، حق تعالیٰ متجزی نہیں ہے کہ وہ کسی میں حلول کر جائے آمیزش اور اتحاد ذات قدیم کے لئے جائز نہیں، صاحب فوز المرام لکھتے ہیں، "تصریح گئے سادات قوم اہل تصوف کفر کی اس شخص کے جو قائل ہے ساتھ حلول اور اتحاد کے یعنی خدا اپنے بعض بندوں میں تنوں کرتا ہے اور بعض بندوں سے متحد ہوتا ہے قابل اتحاد و حلول کا ہونا جیسا کہ علماء و ظاہر کے پاس کفر ہے ایسا ہی علوانے باطن کے پاس کفر ہے اس لئے کہ معنی حلول کے یہ ہیں کہ ایک چیز میں آنا اور معنی اتحاد کے یہ ہیں کہ ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ ہو جانا"

آئینہ موسوی کے گمراہ فرقوں نے عبیدیت و اتحاد کو ایجاد کیا پھر وہ حلول پر آگئے مسلمانوں میں یہ خیال سلسلہ میں فرقہ رازندہ سے چلا کم علم صوفی مسئلہ وحدۃ الوجود کا منشا دیتی سمجھے اور انہوں نے بزرگوں کے بعض ان دلائل کو جو انہوں نے عبیدیت

و اتحاد و حلول کے خلاف لکھ کر وحدۃ الوجود کو قائم کیا تھا اس طرح وسعت دی کر بیان میں الکار تو عینیت و اتحاد و حلول سے کرتے ہیں مگر دلائل کا رخ اسی طرف ہے اہل علم محتاط شعرائے مضمون میں لذت پیدا کرنے کے لئے اس مسئلہ کو لیا مگر نہایت احتیاط سے ادا کیا

آں بار عین ماست نہ از روئے اتحاد ایں خانہ پر از دست ولیکن نیاز حلول

حضرت شاہ نیاز احمد صاحب فرماتے ہیں،

جس طرح پانی ہے قطرہ، خاک ہے ذرہ، اس طرح ہے سب ہی اتحاد و حلول

لیکن یہ مثالیں بھی ناکامیاب ہیں ان سے مقصد بیان صاف نہیں ہوتا بہر حال یہ

شاعری ہے اور یہاں شاعری سے بحث نہیں ہے

خداوند کریم بلا حلول اپنی ذات و صفات کے خلق میں اس طرح ظہور فرماتے جس طرح

کاتب کا ظہور مکتوب میں ہے متکلم کا ظہور کلام میں ہوتا ہے خلق مظہر اور خالق ظاہر ہے۔

اے برون از حد قال وقیل من خاک بر فرق من و تمثیل من حث

اس مسئلہ کو بیان کرنا اور اس پر بحث کرنا صحیح نہیں کیونکہ اصل مقصد کی کافی وضاحت

کے لئے الفاظ و عبارت کا میسر آنا دشوار ہے اور اس کا سمجھنا ارکان تصوف میں سے

بھی نہیں ہے نہ راہ سلوک میں اس سے کچھ مدد ملتی ہے حضرت آدم علیہ السلام

کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا حضرت آدم نے قابیل کو جلا وطنی کی

سزا دی۔ انوش بن شہیت بن آدم کے عہد میں بطور بادگار ہابیل شہید کا مجسمہ بنایا گیا۔

و بعض نے لکھا ہے کہ کعبہ میں جو بت ہل نام نصب تھا وہ یہی مجسمہ تھا، قینان بن

انوش کے زمانے میں اس مجسمہ کی پرستش شروع ہوئی اور یہ خیال قائم کیا گیا کہ اس میں

خدا حلول کر گیا ہے اسی عہد میں اولاد قابیل نے آتش پرستی شروع کی (شاید اس کی

وجہ یہ نشانی بنی کہ آسمان سے ایک شعلہ ظاہر ہوتا تھا جو قربانی کو جلا دیتا تھا، یہ گروہ آگ

میں انوار الہی کا قائل ہوا ان دونوں گروہ فرقوں میں اتفاق پیدا کرنے کے لئے مہلاییل بن

قینان کے عہد میں اتحاد کا مسئلہ ایجاد ہوا ان فرقوں کے ابطال و اصلاح کے لئے اللہ

پاک نے حضرت ادیس علیہ السلام بن یازو بن مہلاییل کو مبعوث فرمایا۔ مسلمانوں میں

حلول کا عقیدہ کٹمہ ہجری سے اس طرح پیدا ہوا کہ ابو مسلم خراسانی جو بنی امیہ کا مخالف

تھا اور بنی عباس کا حامی تھا اس نے خراسان میں ایک گروہ اپنے سیاسی خیالات کی موافقت میں بنایا تھا جب بنی امیہ کی سلطنت برپا ہو گئی اور بنی عباس حکمران ہو گئے تو ابو مسلم اور اس کے خاص خاص ہم خیال آدمی سلطنت کی اہم سیاسی خدمات کے لئے مختلف اقطار کو چلے گئے راوند (علاقہ خراسان) میں کچھ جہلاء میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خلیفہ منصور عباسی (۱۳۷) میں تخت نشین ہوا، کے اندر داخل کر گیا ہے خلیفہ منصور کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس گروہ کے چھ سو آدمیوں کو قتل کر دیا تو اس فرقہ کے لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ظاہر میں اپنے عقائد کو چھپانے لگے اور خفیہ طور پر لوگوں کو تلقین کرنے لگے کہ حق وہی ہے جو ہمارا عقیدہ ہے خلیفہ عام مسلمانوں کے خوف سے ہم پر سختی کرتا ہے ان کے اس عقیدے سے دو عقیدے پیدا ہوئے ایک کتمان حق کا عقیدہ دوسرے یہ کہ مذہب کا ظاہری علم اور ہے اور باطنی علم اور ہے یہ فرقہ راوندیہ مشہور ہوا جو نیک بنی امیہ بنی عباس اور علویوں میں مخالفت و رقابت تھی لہذا ہر گروہ کے متبعین اپنے خیالات کی تائید کے لئے حدیثوں میں تلبیس و تدریس کرنے لگے۔ نئی نئی حدیثیں وضع کرنے لگے اور اپنے مقصد کے مفید مسائل گھڑنے لگے۔ چنانچہ حائل و تقیہ و اتحاد اور ظاہر باطن کی تعلیم کے علیحدہ علیحدہ ہونے کے خیالات اس فرقے سے پیدا ہوئے

خالقہ

اس لفظ کی اصل کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ یہ فارسی لفظ خان کا ہے یعنی سردار کے رہنے کی جگہ۔ اہل عرب نے اس کو مقرب کر کے خالقہ بنا لیا۔ وثرۃ المعارف بستانی میں لکھا ہے کہ یہ اصل میں خولقہ تھا یعنی وہ کمرہ جس میں بادشاہ کھانا کھاتا ہے۔

بعض نے اس کی اصل لفظ دھنق کو لکھا ہے جس کے معنی ہیں تنگ کرنا، چونکہ گوشہ نشینی سے نفس بہ تنگی ہوتی ہے اس لئے گوشہ نشین فقراء کے مسکن کو خالقہ کہنے لگے۔

یہودی عیسائی بدھ وغیرہ مذاہب کے فقراء آبادی سے علیحدہ عبادت خانہ بناتے تھے اس میں وہ اور ان کے پیچھے ریاضت و مجاہدات کرتے تھے۔

عہد رسالت میں حضرت عثمان بن مظعون صحابی نے اپنے لئے عبادت خانہ علیحدہ

تعمیر کرایا رسول کریم کو خبر ہوئی تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں رہبانیت کے لئے مبعوث نہیں ہوا۔

حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں زید بن صبرہ نے ایک عبادت خانہ بنایا۔
امام ابن تیمیہ نے بحوالہ امام معمر بن زیار لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی خانقاہ
بصرے میں بنائی گئی اس سے مراد غالباً وہ مکان ہے جو خواجہ حبیب عجمی نے دریائے
کناب سے اپنے رہنے اور عبادت کرنے کے لئے بنایا تھا۔

لغات الانس میں صوفی ابو ماشم کے ذکر میں لکھا ہے کہ رملہ در شام کے ایک
عیسائی امیر نے صوفیوں کے لئے جنگل میں ایک مکان بنایا تھا

حضرت رابعہ بصری (س ۸۵) کا عبادت خانہ بھی علیحدہ تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ
خولقاہ ستمہ بھری سے اس مکان کو کہنے لگے جہاں صوفی رہتے تھے اور ان کے پاس زاریں
اور طالب آتے تھے مقریزی نے لکھا ہے کہ نظام خالقاہی ستمہ سے قائم ہوا صوفیوں کے
عہد حکومت میں بزمانہ وزارت نظام الملک (س ۵۶۰) اس کا عام رواج ہو گیا۔ باطانات
تعمیر کرا کر صوفیوں کے لئے وقف کی گئیں۔ قاہرہ مصر کا باب السعید بھی خالقاہ کے نام
سے مشہور تھا۔ سلطنت فاطمیہ کے زمانہ میں اس کا نام دار سعید السعداء پڑا ۵۶۹ء میں یہ
صوفیوں کے لئے وقف کر دیا گیا اور اس کا نام دیۃ الصوفیہ ہو گیا یہاں کے شیخ کو شیخ الشیوخ
کہتے ہیں۔

محمد بن قلاؤوں شاہ مصر شکار سے واپس آ کر باحقا راستے میں ایک جگہ گھوڑے سے
گرا صحت یاب ہوئے پھر اس نے ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر کرائی جس کی تکمیل ۷۳۵ء میں ہوئی
اس عمارت میں امراء کے محلات کی طرح مکانات اور کمرے اور سامان آرائش تھا پھر یہاں
اس نے ایک بازار خالقاہ کے متصل لگایا۔

پھر مصر میں امراء کو خالقاہیں تعمیر کرانے کا شوق ہو گیا رفتہ رفتہ یہ رواج تمام عالم
اسلام میں پھیل گیا سلاطین نے خالقاہوں کے لئے جاگیریں وقف کیں جن سے مدارس
قائم تھے طلباء اور مسافروں کے اخراجات چلتے تھے اسی میں سے شیخ خالقاہ بھی کچھ
رقم اخراجات کے لئے لیتا تھا اب نہ مدارس ہیں نہ غریب اور نہ ہمدردی امداد
ہے۔ سچا وہ نشین رئیسانہ زندگی بسر کرتے ہیں قہر مانے پیران جہشت کے یہاں خالقاہیں

۷۵۰ قنادی ابن تیمیہ جلد دوم ص ۵۹۰ جلد چہارم ص ۵۱۲ بر ص ۱۲۱ کتاب ہند
۷۵۰ قنادی ابن تیمیہ جلد چہارم

نہ محض چنانچہ سلطان المشائخ نے بابا فرید کا قول نقل کیا ہے۔
 پیران مارا رسم خالقہ نہ بود علم

حضرت زید بن صبرہ جن کے عبادت خانے کا ذکر ابھی گزر چکا ہے اس کے متعلق علماء نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے آبادی کے اختتام پر اپنے رہنے کے لئے مکان تعمیر کیا تھا اور اسی میں ایک کمرہ مسجد کے لئے بنایا گیا تھا جہاں انکے گھر کے آدمی اور مہمان وغیرہ نماز ادا کرتے تھے۔

یہی صورت حضرت رابعہ بصری کی خالقہ کی تھی دیگر بزرگان متقدمین کی خالقہوں کی بھی یہی صورت تھی کہ شیخ اہل و عیال کے ساتھ آبادی سے باہر ایک مکان میں رہتا تھا اسی میں مہمان خانہ، مسجد اور مدرسہ ہوتا تھا۔

خرقہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو عمامہ عطا فرمایا۔
 خرقہ و دستار، خلافت و دستار فضیلت کی اصل یہاں سے ہے

دائرة المعارف میں بھی طبرانی سے عمامہ بندھوانے کی اصل مذکور ہے یہ جو مشہور ہے کہ خرقہ کی ایجاد حضرت علی رضی اللہ سے ہے یہ صحیح نہیں علامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ تاریخ میں یہی لکھا ہے، بلکہ اس کی ابتداء خواجہ جنید بغدادی سے ہے شاہ ولی اللہ نے انتباه فی سلاسل الاولیاء میں لکھا ہے "خرقہ کی اصل عمامہ سے ہے

کہ آنحضرت نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو عطا فرمایا بیعت کی اصل خود آنحضرت سے مستفیض، متواتر اور یقینی ہے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ زمانہ اول میں علمائے کرام کا ارتباط احادیث کو سینے اور دل میں محفوظ کر کے تھا اس کے بعد کتابیں تصنیف ہوئیں، قرأت، منادئ، اجازت اور وجادت جاری ہوئی سلسلوں کا ارتباط ان سب امور میں صحیح ہے ان سب باتوں کی سنتِ منیہ میں اصل ہے چنانچہ قرأت کی اصل عبد اللہ بن مسعودؓ ہے اعرابی کا سوال اور منادئ کی اصل آنحضرت کے فرمان لکھنے اور منادئ صحیفہ، عبد اللہ بن حبش بطور اجازت و وجادت کے اصل ہیں۔

حاشیہ صفحہ ۳۱۸ سلجوقیوں کی حکومت پانچویں صدی ہجری میں قائم ہوئی اس کے دور السلطنت کے ایک نیشاپور دوسرا مردہ ۶۵۰ھ میں جلاد الدین ملک شاہ بن الپ ارسلان سلجوقی تخت نشین ہوا اس کا وزیر نظام الملک تھا ملہ نواذ الخوا

جن کا بیان کتب حدیث میں ہے، غرض صوفیہ کی رسم قدیم ہے کہ اپنے دوست کو خرقہ پہنانے ہیں خواہ کلاہ خواہ عمامہ خواہ قمیص، خواہ قبا، خواہ چادر، خواہ ازار جو کچھ میسر ہو۔
 موقوفات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں بھی خلفاء کو مصلیٰ وغیرہ دینے کا ذکر ہے۔
 غرض خرقہ کی ایجاد خواجہ جنید بغدادی سے ہے لیکن خرقہ علامت ولایت نہیں ہے خود خواجہ جنید ہی نے فرمایا ہے کہ (لا اعتبار للخرقة) یعنی خرقہ کا اعتبار نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ خرقہ کی کئی قسمیں ہیں عا خرقہ اجازت ہے۔ جب کسی مرید کو مجاز طریقت کرنے میں تو دیتے ہیں عا خرقہ عطا کسی بات پر خوش ہو کر کسی کوئی کپڑا وغیرہ عطا کرتے ہیں۔

۲ خرقہ محبت: سلسلہ کی وجہ سے خرقہ دے دیتے ہیں۔

یہ خرقہ تبرک: کسی کو تبرکاً دے دیتے ہیں

خرقہ طلب کرنے پر بھی بوجہ مروت دے دیا جاتا ہے اس میں مرید ہونے کی شرط نہیں غیر کو بھی دے دیتے ہیں۔ رسول کریم جاتے تھے کہ عبد اللہ بن ابی منافق ہے لیکن طلب کرتے پر اس کے لئے اپنا ملبوس عطا فرما دیا حضور نے بعض اصحاب کو چادر وغیرہ بھی عطا فرمائی ہے۔ حضرت خالد کو حضور نے اپنے دست مبارک سے ایک کپڑا پہنایا تھا یہ امر محبت سے تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے خواجہ ابوالحسن خرقانی سے ان کا کرنا تبرکاً طلب کیا خواجہ نے عطا فرما دیا۔ امیر کبیر خواجہ علی ہمدانی نے سلطان قطب الدین بادشاہ کشمیر کو بغیر طلب کلا عطا فرمائی، خواجہ امیر خرد رحمتہ اللہ علیہ نے سیر الاولیاء میں عطائے خرقہ کی تین قسمیں لکھی ہیں

۱) خرقہ ارادت: جو اشارہ غیبی پر دیا جاتا ہے

۲) خرقہ ہدایت: سیر کسی مرید کو تکمیل تعلیم پر یا اشارہ شد و ہدایت دیکھ کر اپنے

اجتہاد سے خرقہ عطا فرماتا ہے

۳) خرقہ تبرک: اس میں کوئی خصوصیت نہیں عا کے متعلق خواجہ نے لکھا ہے

”اس میں خطا بھی ممکن ہے“ اسلئے ۳۱۲ پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، خواجہ نے یہ بھی

لکھا ہے کہ سلطان المشائخ نے فرمایا: میں نے بہت سے لوگوں کو خرقہ دیا ہے ان میں

چار شخص ایسے ہیں جن کو خرقہ ارادت دیا باقی تبرکاً ہیں ایسا ہی قول خواجہ بہاء الدین

لمتانی کا نقل کیا ہے

سیر الاولیاء میں خرقہ کے بیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو خرقہ پہنا کر کہا ہمارے پیرو ہمارے ساتھ بجالائے تھے وہی ہم تمہارے ساتھ بجالائے باقی کام اللہ کا ہے۔

عرض ولایت و کمال باطن کا معاملہ خرقہ پر نہیں بلکہ استقامت سنت اور محبت خدا و رسول کریم پر ہے

صوفی نہ ہمہ صافی و بے غش باشد سے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

خطاب

(حافظ)

بعض بزرگوں نے مرید کے ریاضات و عبادات سے خوش ہو کر ان کو خطاب دیا ہے جیسے سلطان المشائخ نے ایک مرید کو سلطان الذکرین خطاب دیا۔ خطاب کا مزاج اسلام میں ابتداء سے ہے تابعین میں حضرت ابو مسلم خولادہ کو حکیم الامت اور حضرت ابی قرنیہ کو خیر التابعین خطاب دیا گیا حضور علیہ السلام نے حضرت غلامہ بن ولید کو سیف اللہ اور ابو عبیدہ بن الجراح کو امین الامت خطاب دیا، رسول کریم نے فرمایا ہے کہ اولاد کے اچھے نام رکھو مشکوٰۃ میں قیس بن ابی غزہ سے روایت ہے کہ پہلے لوگ سوداگروں کو سمار و دلال، کہا کرتے تھے رسول کریم نے اس کی جگہ تاجر لقب عطا فرمایا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی کا کوئی نام برا ہو یا خلافت شرع ہو تو مرشد کو چاہئے کہ اس کو بدل دے جیسے بدھو، حجاز، پیر بخش، مدار بخش وغیرہ مرشد، مرید کے لئے اچھا خطاب تجویز کرے مگر اچکل کے مونیوں میں اس قسم کے خطاب مروج ہیں جن کو سن کر شرم آتی ہے جیسے گڑبڑ شاہ، بھڑ شاہ، گمے شاہ وغیرہ ہندو تقیروں میں بھی خطاب ہوتے ہیں بعض اچھے معنوں کے حامل ہوتے ہیں جیسے پچھے بابا، رام سوامی، دیانند وغیرہ بعض ایسے بھی ہیں جو برے ہیں جیسے سرب گر، بینڈے بابا، نورے گسائیں، سانپ گر و یا گل سائیں وغیرہ

خلافت

نسبت تفریق کے حاصل ہونے پر خلافت و مشنیت کا ادنیٰ درجہ حاصل ہو جاتا ہے اکثر بزرگ بونہی خلافت عطا فرما دیتے ہیں لیکن زیادہ تر اس کا انحصار اشارہ غیبی پر ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کے ایک مرید بہت زیادہ ذکر و شغل میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت نے بہت چاہا کہ ان کو خلافت عطا کریں مگر اوپر سے ایماء نہ ہوا تو حضرت نے بظاہر ان کی دلدادگی اور ان کے مرتبہ کے بلند کرنے کے لئے ان کو سلطان الذکر بن خطاب عطا فرمایا۔

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک مسافر حاضر ہوا، بیعت کی درخواست کی حضرت نے بیعت فرما کر ساتھ ہی خلافت عطا فرمادی اس پر ایک مرید نے بگڑ کر کہا کہ حضرت ہم کو سہارے برس گزر گئے اور کچھ نہیں ملا اور ایک راہ چلتا آیا مال مال ہو کر گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ امر میرے اختیار میں نہیں ہے اتفاقاً وہاں اس وقت ایک پھیلنا ہوا آگیا ایک طرف کو اینٹوں کا ڈھیر پڑا تھا حضرت نے بچہ سے فرمایا کہ ایک ایک اینٹ ان دونوں کے سامنے رکھ دے بچہ نے اسی طرح تحصیل کی کہ مسافر کے سامنے ثابت اینٹ رکھ دی اور ان صاحب کے سامنے ادھی لاکھ رکھ دی حضرت نے ان سے فرمایا میری کیا خطابت ہے میں نے تو اس سے یہ کہا تھا کہ ایک ایک اینٹ دونوں کے سامنے لاکر رکھ دے مگر اس نے آپ کے سامنے ادھی اینٹ لاکر رکھ دی تو میں کیا کروں۔

شیخ سلیمان کشمیری اور ان کے بیٹے شیخ احمد خوش خواں دونوں حضرت امیر کبیر سید علی محمد ان کے مرید تھے تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ریاضت و مجاہدات میں مشغول تھے ایک دن حضرت نے بیٹے کو خلافت عطا فرمادی اور باب سے کہا۔
ریش سفید موجب خلافت نشو و کا بعایت حق است
پھر بیٹے کو حکم دیا کہ باپ کی تربیت کرے۔

جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور عہد نبوت سے بعد ہوتا جاتا ہے اسی قدر عظمت بڑھتی جاتی ہے اور قسط الرجال ہوتا جاتا ہے اسی لئے متاخرین نے یہ طرز اختیار کیا کہ جس مرید کو بھی دیکھا کہ کچھ صاحب علم ہے اور عقائد صحیح رکھتا ہے اور کار و اشتغال کی مشق بہم پہنچا چکا ہے حسن ظن پر مشروط پابندی شریعت اجازت دے دیتے ہیں اگرچہ اس طرح پر سلسلہ کا تحفظ اور اہل خیر کا تکثر بھی ہوتا ہے لیکن انتخاب میں خطا کا بھی احتمال ہے ایسے لوگوں کا بزرگان سلف کے طریق سے مخوف ہو جانا ممکن ہے اور اس جانچ اس طرح کی جاتی ہے کہ اگر شخص مذکور پابند سنت ہے تو انتخاب صحیح ہے ورنہ غلط ہے ایسے مخوف ہونے والے لوگوں کو جواب دینا میں کچھ ضیاع نصیب ہو جاتی ہے

وہ مخالفتِ سنت سے زائل ہو جاتی ہے۔ قاضی محی الدین کا مشافی ایک عالم پابندِ سنت تھے سلطان المشائخ نے ان کو خلیفہ مقرر کیا تو خلافت نامہ میں یہ بھی لکھ دیا اگر تم نے شریعت کی پابندی کی تو اس صورت میں تم میرے خلیفہ ہو۔

خواب

زمانہ قدیم میں یہ لقب امراء و وزراء کا ہوتا تھا پھر بوجہ عظمتِ بزرگانِ دین کے ناموں کے ساتھ بھی یہ لفظ مستعمل ہونے لگا اس زمانے میں اس لقب کی اس قدر کثرت ہے کہ خواجگان کا شمار مشکل ہے جس کا چاہتا ہے اپنے نام کے ساتھ یہ خطاب شامل کر لیتا ہے اکثر وہ لوگ جن کا نسلی تعلق کسی بزرگ سے ہے یا کسی درگاہ کی خدمت ان کے جتنے آئی ہے اپنے نام کے ساتھ اس کو شامل کر لیتے ہیں اور عوام اس خطاب سے مرعوب ہو کر ان کو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں۔

درجاتِ اولیاء

قرآن مجید میں اہل ایمان کے لئے مسلمین، مومنین، صالحین، ابرار، اخیار، اولیاء و فقراء شہداء اور اقبیاء یہ القاب آئے ہیں حدیث میں بزرگانِ ملت کے لئے محدث، تکلم، ابدال، اوتاد، قطب، غوث، مجدد اور نقباء وغیرہ القاب آئے ہیں نام یاد نہیں رہا ایک کتاب میں دیکھا تھا کہ قطب و ابدال وغیرہ یہ القاب بھی قدیم ہوں گے صاحبِ فوز المرام نے امام ابو حنیفہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ابدال و اقطاب و نجباء تھے امام شافعی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ابدال تھے مگر وفات سے قبل قطب ہو گئے تھے۔

شرح بن عبید سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ شام میں ابدال ہوتے ہیں جو تعداد میں چالیس ہوتے ہیں۔ مشکوٰۃ کی اس حدیث کی شرح میں صاحبِ مظاہر حق نے ایک روایت حضرت ابن عمر سے نقل کی ہے کہ اختیارِ امت پانچ سو مرد ہیں اور ابدال چالیس ہیں۔ اور ایک روایت اسی قسم کی ابن عباس سے حضرت عبداللہ بن مسعود سے بطریق مرفوع نقل کی ہے۔ مشکوٰۃ میں امام تہجدی کے حال میں ایک روایت ہے کہ ابدال شام و عسبائت عراق و روم اولیاء ان سے بیعت کریں گے، حاشیہ مشکوٰۃ پر بحوالہ مرقاة حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ تین سو آدمی قلبِ آدم علیہ السلام پر چالیس قلبِ موسیٰ پر سات قلبِ ابراہیم پر پانچ قلبِ میکائیل پر اور ایک

ہے دیگر اولیاء کے متعلق ایسی صاف تصریح نہیں ہے۔ فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ یہ درجات بھی مشہور ہیں۔ فنا فی الشیخ سے یہ مطلب ہے کہ میرے زیادہ سے زیادہ محبت رکھے اس کے اتباع سے رسول کی محبت پیدا ہوگی پھر فنا فی الرسول یعنی محبت رسول سے خداوند کریم کی محبت حاصل ہوگی اور اس محبت سے وہ محو و مستغرق ہو کر فنا فی اللہ ہو جائے گا۔

جب اسلامی تصوف ہندی قالب میں ڈھالا گیا تو یہ ضروری تھا کہ درجات میں بھی تبدیلی کی جاتی پہلے لوگوں کی نظر تو اس طرف نہیں گئی مگر ہمارے زمانہ میں بعض جدت پسند طبائع نے اس کام کو بھی سرانجام دے دیا، ایک پیر صاحب ہیں ان کا انگریزی میں ایک خاص لقب ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے (صوبہ یوپی کا روحانی گورنر) ایک صاحب (لقب مہدی) لقب کرتے ہیں۔ ایک صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش کار کہلاتے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ اب تک کوئی اللہ میاں کا سکرٹری پیدا نہیں ہوا۔

صلائے عام ہے یا ان نکتہ داں کے لئے، افسوس صد افسوس۔

بعض بزرگوں نے درجات اولیاء کی تفصیل اس طرح کی ہے۔

قطب العالم :- یہ ایک ہوتا ہے اسی کو قطب اکبر، قطب اللہ شاد، قطب الاقطاب و قطب مدار کہتے ہیں۔

امامین :- قطب العالم کے دو وزیر ہوتے ہیں بعض نے لکھا ہے کہ یہ بزرگ غوث کے مرتبہ کے ہوتے ہیں۔

قطب ولایت :- بارہ ہوتے ہیں ان میں سے سات ساتوں اقالیم میں رہتے ہیں اور پانچ یمن میں رہتے ہیں یہ اقطاب مقرر ہیں باقی اور بھی اقطاب ہوتے ہیں جو مختلف شہروں اور قریوں میں رہتے ہیں۔

غوث :- ایک ہوتا ہے۔ اکثر اس کا مقام مکہ معظمہ میں رہتا ہے غوث ترقی کر کے درجہ ہو جاتا ہے پھر اور ترقی کر کے قطب وقت ہو جاتا ہے بعض نے لکھا ہے کہ کئی غوث ہوتے ہیں۔

اوتاد :- چار ہوتے ہیں یہ عالم کے چار افق ہیں رہتے ہیں

ابدال :- چالیس ہوتے ہیں ۲۲ شام میں اور ۱۸ عراق میں انہیں کو ابرار کہتے ہیں، اہل ایران قلندر کو ابدال اور اس کے مرید کو کوچک ابدال اور کوچک فقیر کہتے ہیں۔ یہ شاعرانہ اصطلاح ہے
 اخبار :- سات سو ہوتے ہیں یہ پھرتے رہتے ہیں۔
 نقباء :- تین سو ہوتے ہیں یہ ملک مغرب میں رہتے ہیں۔ (نقباء کا ذکر قرآن مجید میں سورہ مائدہ میں ہے)

نجباء :- ستر ہوتے ہیں یہ مصر میں رہتے ہیں۔
 عمد :- چار ہوتے ہیں زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں۔
 مکتوم :- کئی ہوتے ہیں۔
 مفرد :- کئی ہوتے ہیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ ابدال و غوث وغیرہ ان بزرگوں کے القاب باطن میں خاص ہوتے ہیں عبد القادر، محمد، احمد اور علی وغیرہ۔ انہیں بزرگوں میں سے بعض عجز کی خدمت ادا کرتے ہیں بعض صدیوں میں مجدد کی خدمت کئی کئی ہم عصر بزرگوں سے بھی لی گئی ہے

دست بوسی

حضرت طاؤس بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے ہاتھ دو شخصوں کے جوڑے جا سکتے ہیں ایک بوی کا اور ایک بچے کا جب ہاتھ جوڑنے کا حکم ہے تو کسی پیر کا ہاتھ جوڑنا کس طرح جائز مانا جا سکتا ہے۔

دعا

خداوند ذوالجلال سے ہر حاجت ہر کام کے لئے دعا کرنا لازم ہے دعا کرنے کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ رسول کریم، صحابہ اور بزرگان دین سے فرمایا ہے کہ اپنی حاجت کو خدا سے مانگو۔ رسول کریم نے حضرت ابن عباس سے فرمایا، اگر سوال کرنے کی حاجت ہو تو خدا سے مدد مانگو۔ حضرت غوث پاک نے فرمایا ہے کہ اپنی حاجت سوائے اپنے پروردگار کے کسی سے طلب نہ کرے اور ہر امر میں مشکل کشائی کی توقع اسی کی ذات سے رکھیے۔

علامہ ابو ترجمہ بلوغ المبین ص ۳۵۵ بحوالہ فتوح الغیب

دعا کا قبول ہونا ولایت کی علامت نہیں ہے، صحیح مسلم میں ہے رسول کریم نے فرمایا میں نے خداوند کریم سے تین دعائیں کیں دو منظور ہوئیں اور ایک نامنتظر ہوئی۔ دین اور اصول دین آدم علیہ السلام سے لے کر حج تک ایک ہی ہیں صرف فروع میں حسب مصالح زیادہ تغیر ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے، تَسْرِعْ لِكَلِمَةٍ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ

تمہارے لئے وہی دین جاری کیا گیا ہے جس کی ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ کو وصیت کی گئی تھی۔ دین کو سیدھا رکھو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے لَا تَفْرُقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ ہم رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے

اور ارشاد ہے إِنْ أَلَيْكَ إِلَّا اللَّهُ الْإِسْلَامُ خدا کی طرف سے دین اسلام ہے۔ خدا اس کے سوا اور کبھی سے راضی نہیں

راز الہی

کہا جاتا ہے کہ خداوند ذوالجلال کا ایک راز ہے بے شک ہے اور ضرور ہے جب سالک کثرت عبادت و ریاضت سے مرتبہ قرب حاصل کر لیتا ہے تو اس کا قلب منور ہو جاتا ہے یہ وہ راز الہی ہے جس کو راز دان ہی جانتا ہے وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا خواجہ شیخ مولا ناصر الدین قونوی معصر مولا ناروم کا قول ہے

”الْفَقِيرُ إِذَا عَرَفَ اللَّهَ كَلَّ لِسَانَهُ“ جب فقیر خدا کو پہچان لیتا ہے تو اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ حضرت شیخ اکبر نے فرمایا ہے ہر عارف پر واجب ہے کہ اللہ کے قلب پر جو علوم اسرار واضح فرماتے ہیں کسی انسان سے ممکن نہیں کہ ایسی چیز کی حقیقت کو عبارت میں کبھی بھی لاسکے جس کا طوق ذوق محض بلا کیفیت ہے۔ خواجہ نظامی فرماتے ہیں۔

ستانی زبان ازرقیان راز کہ تار از سلطان نگویند باز

مولانا دوم فرماتے ہیں

برینش قفل است در دل راز لب غموش و دل پرانہ آواز

ملہ فتوحات مکیہ باب ۲۷۲ عہ ایضاً باب ۳۶۹

ایک معمولی آدمی کا راز بھی افشا ہونا مشکل ہے جب کسی امیر کسی وزیر کسی مصاحب کی مجال نہیں کہ بادشاہ کے راز کو زبان پر لاسکے۔ تو خداوند ذوالجلال کے راز کو کوئی بزرگ زبان پر لے سکتا ہے وہ نہ کبھی افشا ہوگا اور نہ افشا ہو سکے درحقیقت انسان کی زبان میں قوت ہی نہیں جو اس کو بیان کر سکے صوفی کہتے ہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود راز الہی ہے یہ کیسا راز ہے کہ افشاۓ عالم ہے جو چیز اس قدر عام ہو وہ راز نہیں ہو سکتی۔

رنگ

بعض صوفی سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرتے ہیں، بعض زعفرانی رنگ کا اور عموماً سوئیہا مٹی کے ہلکے رنگ کا کپڑا استعمال کرتے ہیں۔ سرخ رنگ عورتوں کے لئے مخصوص ہے عورتوں کی مشابہت سے حضور نے منع فرمایا ہے اور زعفرانی رنگ کو بھی حضور نے منع فرمایا ہے، حدیث میں ہے کہ رسول کریم نے فرمایا تین آدمیوں کے پاس فرشتے نہیں آتے ایک مست آدمی کے پاس دوسرے زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننے والے کے پاس اور تیسرے نہایت آدمی کے پاس بخاری شریف میں ہے کہ رسول کریم اور صحابہ کے کپڑوں کا رنگ اکثر کتالوں سے سیاہ ثابت ہوتا ہے، مٹی کے ہلکے اور زرد رنگ کا رواج صوفیوں میں ابتداء اس طرح پڑا کہ جس زمانے میں خواجہ شبلی نہاوند کے گورنر تھے تو سیاہ لباس پہنتے تھے کیونکہ یہ سلطنت بنی عباس کا خاص نشان تھا جب گورنری چھوڑ کر فقیری اختیار کی تو ہلکے زرد رنگ کا لباس پہنے لگے تاکہ کم مہلا ہو اور کسی قسم کی تائش نہ ہو۔ رنگ کے متعلق حضور نے فرمایا ہے «اللبس والنجاس البیض فانها اظہر والطیب» یعنی سفید کپڑے بہتر ہیں اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔

عبداللہ قوال کے پاس ایک جامعہ سرخ تھا خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے فرمایا اسے پھینک دے یہ شیطانی لباس ہے۔

شمائل ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ زعفران کا رنگ پہنے ہوا تھا جب وہ چلا گیا تو حضور نے لوگوں سے فرمایا کاش تم اس کو منع کر دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دیتا۔

حضرت سواد بن عمر سے روایت ہے کہ میں ایک دن کسم کا رنگین کپڑا پہن

وہ ترمذی شریف کتاب اللباس علیہ بوستان غوثیہ صفحہ ۱۷۱ شفاء مصنف قاضی بیاض

کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اتار دے اتار دے اور میرے پیٹ پر چھڑی سے کپڑا ہٹوا دیا۔ ایک اور حدیث میں ہے: ایاکم والحمرۃ فانہا احب الذینۃ الی الشیطان سرخ رنگ سے بچو کیونکہ اس کو زینت کے لئے شیطان بہت پسند کرتا ہے ایک اور روایت میں ہے: من لبس ثوباً من حریو البیسۃ اللہ ثوباً من النار جس نے ریشم کا لباس پہنا خدا اس کو آگ کا لباس پہنائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص ایک مرتبہ کسی کنگی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور کو ناگوار ہوا حضرت عبداللہ نے گھر جا کر چادر جلادی حضور نے سنا تو فرمایا عورتوں کو اوڑھنا دیتے

حضرت رافع نے بیان کیا کہ ہم ایک سفر میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے ہم نے اونٹوں پر اپنی چادریں پھیلا دیں ان میں سرخ ڈور سے تھے حضور نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخ ڈور سے تم میں اثر کر رہے ہیں یہ سن کر ہم لوگ گھر گئے اور چادریں اتار لیں

ریا

ریا یعنی دکھاوٹ کے لئے عبادت کرنا تاکہ لوگ بزرگ سمجھ کر تعظیم و تکریم کریں اور شہرت ہو یہ گناہ عظیم ہے۔ لیکن ریا کے خوف سے ترک عبادت نہ کرے بلکہ اور زیادہ کرے کسی دن یہی دکھاوٹ، عبادت بن جائیگی اور عادت سے عبادت ہو جائے گی اور عبادت سے محبت بن جائیگی، بخیاں ریا عبادت کا ترک کرنا بھی شیطانی وسوسہ ہے۔

زہد و زنا

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۸ھ) فرماتے ہیں: زہد یہ ہے کہ دنیا میں دل کو نہ الجھائے اور طولِ امل کو مختصر کرے۔ زہاد وہ ہے جو اپنے زہد پر عامل ہو اور جس کا زہد زبان تک محدود ہو اس کو زہاد کہنا درست نہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں: طیب کسب اور قشر امل زہد ہے

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷ھ) فرماتے ہیں: زہد کی اصل خدا

علہ فردوس دینی غلہ مسند امام حنبل علیہ السلام البور اور غلہ سنن بیہقی

سے راضی ہونا ہے جو وہ چاہے سو کرے، حق تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ زہد ہی ہے۔
خواجہ احمد بن عاصم الطاک رحمۃ اللہ علیہ (معصوم خواجہ فضیل بن عیاض) نے فرمایا
ہے زہد کے نشان چار ہیں، خدا پر بھروسہ کرنا، خلق سے بیزار ہونا، خدا کے لئے مخلص ہونا
اور دین کے لئے ظلم و ستم برداشت کرنا۔

خواجہ منصور عمار رحمۃ اللہ علیہ (معصوم خلیفہ مارون الرشید) فرماتے ہیں: ”
زہد شرع پر عمل کرنا ہے۔“

خواجہ یوسف اسباط تابعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں شبہات سے بچنا اور نیک و بد
میں تمیز کرنا زہد ہے۔“

خواجہ فقہ النون مصری رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۰ھ) فرماتے ہیں: ”آرزو کی کوتاہی زہد
کو یکارتی ہے اور زہد حکمت کو بلاتا ہے۔“

خواجہ احمد مسروق رحمۃ اللہ علیہ (۲۹۰ھ) فرماتے ہیں زہد یہ ہے کہ زائد پر
سوائے خدا کے کوئی حاکم نہ ہو۔“

خواجہ بشیر حافی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۰ھ) فرماتے ہیں
زہد ایک ایسا فرشتہ ہے جو سوچائے خالی دل کے اور کہیں نہیں کھڑتا
زہد ایک ایسا فرشتہ ہے جب وہ ایک جگہ کھڑ جاتا ہے تو پھر اس بات کی اجازت
نہیں دیتا کہ کوئی چیز اس کے ساتھ کھڑے۔ زہد یہ ہے کہ شبہات سے بالکل پاک
ہو اور محاسبہ نفس کو ہر لمحے پیش نظر رکھے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں
زہد تین قسم کا ہے ایک حرام کو ترک کر دینا یہ عوام کا زہد ہے دوسرے حلال
میں زیادتی کو ترک کر دینا یہ خواص کا زہد ہے تیسرے جو بات خدا سے غافل کرنے
اس سے بچنا یہ عارفوں کا کام ہے۔

خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:
علامت زہد، نفس کا آرام پکڑنا ہے طلب و تلاش سے اور اس چیز پر قناعت
کرنا ہے جو بھوک کو زائل کر دے اور ستر چھپانے والی چیزوں پر راضی ہونا اور نفس کا
فضولیات سے نفرت کرنا عبادت کا سرمایہ زہد ہے۔

خواجہ محی معاذ رانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۱ھ) نے فرمایا ہے

زہد کے تین حرف ہیں۔ ز، ہ، د، (ز) سے مراد ترکِ زینت۔ (ہ) سے مراد ترکِ ہوا (د) سے مراد ترکِ دنیا، خواہشات سے بچنا زہد ہے۔ میں حق تعالیٰ سے اس زہد سے پناہ مانگتا ہوں جو محدسے کو رنگ برنگ کے کھانوں سے فاسد کرتا ہے۔

خواجہ ابوالعثمان الجہری (۲۹۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جو اپنی تقدیر کے موافق عزت، راحت اور ریاست کو چھوڑ کر زہد اختیار کرتا ہے خداوند کریم اس کو فراخ دلی عطا کرتا ہے۔ زہد دنیا کو ترک کر دینا ہے۔

خواجہ ابوعبداللہ محمد بن فضل (۲۱۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”زہد ترکِ دنیا ہے“

خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں

زہد یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے کنارہ کش ہو جائے۔ زہد یہ ہے کہ دل کو اشیاء سے خالقِ اشیاء کی طرف پھیر دے۔ زہد و ریح یہ ہے کہ ایک پل کے لئے دل خدا کی طرف سے نہ ہٹے۔

خواجہ سہیل نستری رحمۃ اللہ علیہ (۲۸۲ھ) فرماتے ہیں

زہد کا اول درجہ دس ہے اور زہد توکل کا درجہ اول ہے۔ زہد تنازعہ شہوت نفسانی کا ترک اور بندے کا خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

خواجہ ابوعبداللہ جلا رحمۃ اللہ علیہ (۲۸۲ھ) فرماتے ہیں۔

”زہد وہ ہے جو دنیا کو زوال کی نظر سے دیکھے“

خواجہ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۲ھ) فرماتے ہیں

زہاد وہ ہے جو نہ کچھ حاصل کرے اور نہ حاصل کرنے کی خواہش کرے، اور پیہم سعی کئے جائے۔ جس چیز میں کوئی، مدنی، شامی اور عراقی اختلاف نہ کریں وہ زہد ہے۔

زہد اور

بعض صوفی چاندی وغیرہ کا زہد چپے طوق، گلو بن، بازو بند اور کپڑا وغیرہ پہنتے

ہیں

چاندی سونے کا استعمال مرد کے لئے حرام ہے یہ عورتوں کے لئے مخصوص ہے

مردوں کو عورتوں کی سی وضع بنانے پر مہنور نے لعنت فرمائی ہے، مرد کے لئے صرف تھوڑی سی چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے باقی زیورات کا استعمال مرد کے لئے کیا بڑے کو بھی جائز نہیں۔

ایک دن رسول کریم حضرت فاطمہ زہراء کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ دونوں صاحب زادے حضرات حسین کھیل رہے ہیں اور چاندی کے طوق پہنے ہوئے ہیں مہنور فوراً واپس ہو گئے اور کسی سے کلام نہ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ طوق بچوں کے گلے سے نکال کر ٹوڑا اور آپ کی خدمت میں بھیج دیئے

زبور مہنور فقیر کہتے ہیں ان سے بھی مشابہت ہوتی ہے۔ سنن ابوداؤد میں حدیث ہے، نہی عن خاتم الذهب ولبس الد مقنس والممشجرة الحمر یعنی رسول کریم نے منع فرمایا ہے سونے کی انگوٹھی اور ریشمی پوشاک اور ریشم کے گدے تکیہ سے۔

سالم و مجذوب

جو صوفی درستی ظاہر و باطن کے ساتھ منازل سلوک کرے وہ سالم ہے۔ یہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک ابن الوقت یعنی مغلوب الحال دوسرے ابوالوقت یعنی غالب الحال۔

کثرتِ اذکار و اشغال اور محبتِ الہی میں جن لوگوں پر جذب طاری ہو جاتا ہے اور ہوش و حواس صبر و قرار سب کچھ چھو بیٹھتے ہیں وہ مجذوب کہلاتے ہیں۔ آج کل لوگ ان پاگلوں اور دیوانوں کو بھی مجذوب سمجھتے ہیں جو غلیظ رہتے ہیں اور امتیازِ حلال و حرام نہیں رکھتے بول و براز سے بھی نہیں بچتے خاصانِ خدا خواہ وہ کیسے بھی ہوں امتیازِ حلال و حرام اور نجاست و علالت سے احتراز نہ رکھتے ہیں میں نے ایسے چند مجذوب دیکھے ہیں میرے قصبہ میں ایک میاں عنایت حسین تھے ان کی وفات کے وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی تھی وہ کبھی کبھی ہم بچوں کے ساتھ کھیلا بھی کرتے تھے ایک بزرگ میاں کریم بخش صاحبِ قصیدہ ہنسیور میں تھے ان کی وفات کے وقت میری عمر بیس سال تھی میں بارہا ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ہر وقت بڑھانکے رہتے تھے۔ لباس شرعی پہنتے تھے کسی سے سوال نہ کرتے تھے تمام ذرائع و واجبات و سنن کو ادا کرتے تھے اکثر راستوں میں سے آزادہ چیزوں کو ہٹا دیتے تھے نوافل میں کبھی تین سجدے

کر جاتے تھے، کبھی پانچ، کبھی ایک، کبھی چھ آٹھ رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

ہر مجذوب کا ستر پوش اور عبادت گزار ہونا ضروری نہیں، بعض ایسی حالت کو پہنچ جاتے ہیں کہ ان کو ان امور کا ہوش بھی نہیں رہتا لیکن چونکہ ان کو ایک تعلق اللہ سے ہوتا ہے اس لئے وہ شراب اور بھنگ وغیرہ نہیں پیئے، بول و براز نہیں کھاتے اور غلاظت میں لت پت نہیں رہتے۔

محاذیب کی خدمت اور اعانت ضرور کرنی چاہئے باقی ان سے فیض کی توقع قطعی طور پر نہیں کی جاسکتی صاحب نوز المرام لکھتے ہیں

”جس کو محض جذب ہو وہ مرد کامل نہیں ہے“

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں ”مجنذب محض کورجلی، مسلوب عقل شدہ انہما

مثل عقیم اند“

عقیم، یعنی بانجھ عورت، جس طرح عقیم عورت کی صحبت سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح ان کی صحبت بھی بے سود ہے

”سالمک مجذوب و مجذوب سالمک“

جب انوار و تجلیات سالمک کے دل میں قرار پکڑ جاتے ہیں تو اس کی نظر صنع سے صانع کی طرف جاتی ہے جب اس میں کمال ہو جاتا ہے ”سالمک مجذوب“ کہلاتا ہے اور جیسا کہ نظر معرفت صانع سے صنع کی طرف آنے لگے اس وقت ”مجنذب سالمک“ کہلائے گا، پہلا مقام قرب و افاصل کا ہے اور دوسرا قرب و فرائض کا۔

سالمک مجذوب اور مجذوب سالمک صاحب ہوش اور متشرع ہوتے ہیں۔ مراد محبوب کو مجذوب سالمک اور مرید و محب کو سالمک مجذوب کہتے ہیں۔

سجادہ شعیبی

رسول کریم کی وفات کے بعد خلافت کا انتخاب ہوتا رہا خلافت راشدہ کے بعد حکومت وراثت قرار پائی۔

صحابہ اور تابعین نے درس گاہیں قائم کر لی تھیں استاد کے بعد یا استاد کی زندگی میں جو سب سے زیادہ فاضل شاگرد ہوتا تھا وہ درس دیتا تھا یہ دستور تھا

کہ استاد و کامل علم نا اہل بیٹا وراثت کے طور پر جانشین ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی طریقہ صوفیہ میں رائج تھا لیکن مجھ کو خواجہ جنید بغدادی کے زمانہ سے قبل کسی کی جانشینی کا ذکر نہیں ملا۔ خواجہ جنید کے بعد ان کے مرید ابو محمد حریری جانشین مشہور ہوئے۔

جانشینی کے لئے اہلیت شرط ہے اس میں وراثت نہیں چلتی لیکن ہندوؤں میں جب سے سلاطین نے خالقانوں کے نام جاگیریں وقف کی ہیں لالچ میں وراثت کا رواج ہو گیا اپنے حق کو قائم کرتے کے لئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس میری ایک نظر سے آدمی کو ہلی کامل ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بیٹا کتنا ہی کم علم و بد اعمال ہو میرے سے پہلے باپ کے ایک نظر ڈال اور اہم تمام منانیں سلوک طے کرادے کہتے ہیں کہ خرقہ پہنتے ہی سینہ روشن ہو جاتا ہے، اگر ایسا ہوتا تو خواجہ جنید یہ نہ فرط تے "خرقہ کا اعتبار نہیں" جو لوگ اپنے آپ کو کسی بزرگ کی طرف سے جواز طریقت ظاہر کر کے بیعت کرتے ہیں ان کی مجاہدہ نشینی کی کمی صورتیں ہیں جو سب کی سب غیر معتبر ہیں۔

۱) انتخاب پیر نے کسی کو حجاز نہیں کیا اور انتقال ہو گیا لہذا مریدوں نے اپنی جماعت میں سے کسی کی دستار بندی کرادی یہ انتخاب اگر صحیح بھی ہو اور منتخب شدہ شخص اہل بھی ہو تو سلسلہ منقطع ہی سمجھا جائے گا کیونکہ شیخ نے خود حجاز نہیں کیا نہ شیخ کی زندگی میں اس قسم کے علامات پائے گئے۔

۲) وراثت: باپ مرا اور بیٹا جانشین ہو گیا گویا ولایت ایک جن ہے جو باپ کے مرتے ہی بیٹے کے سر پر سواہ ہو جاتی ہے۔ حکیم خسرو شاہ چشتی نظامی لکھتے ہیں علیہ

"تمام ہندوستان میں یہ حد درجہ قابل اصلاح طریقہ مروج ہو چکا ہے کہ جن دیگاہوں کے متعلق معقول جائیدادیں ہیں وہاں پیری مریدی قطعی میراث پدوسی ہو کر رہ گئی ہے حالانکہ طریق تصوف میں اجازت بیعت و خلافت ہرگز نہ گزرتی تھی نہ ہو سکتی ہے، جو شخص منزل سلوک طے کر لیتا ہے اس کو اجازت و خلافت مرحمت ہوتا کرتی ہے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں دیکھیے حضرت خواجہ گان سلطان الہند غریب نواز دنا عظمیٰ رسول، معین الدین چشتی حسن سبجری اجمیری رضی اللہ عنہ کے حالانکہ متعدد دینی اولاد رکھتی مگر اجازت و خلافت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوئی علیہ دیر شہید ص ۹۰

اسی طرح حضرت قطب صاحب کے اولاد موجود ہوتے ہوئے خلافت حضرت بابا
 فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کو مرحمت ہوئی حضرت بابا صاحب کے اولاد موجود ہوتے
 ہوئے خلافت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الہی کو ملی بہر حال سلسلہ
 رشد و ہدایت اور منصب خلافت ہرگز ہرگز بغیر سلوک و اجازت و حصول بیعت
 میراث پدری نہیں ہو سکتی۔

بے شک منصب خلافت و ولایت میراث پدر نہیں لیکن یہ تحقیق غلط ہے
 کہ بابا فرید الدین گنج شکر نے اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا اور سلطان المشائخ کو بنایا۔
 بابا صاحب کے بہت سے خلفاء تھے بابا صاحب نے اپنا جانشین اپنے فرزند شیخ
 بدر الدین کو بنایا تھا صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں حضرت گنج شکر پیر فرمودند
 خود بدر الدین را قائم بمقام خود فرمود (خواجہ سلیم چشتی کے سلسلہ مطریقت کے شجرہ میں
 بابا صاحب کے نام کے بعد بدر الدین کا نام آتا ہے اگر ان کو بابا صاحب کا جانشین
 نہ تسلیم کیا جائے تو یہ سلسلہ سلیم چشتیہ ہی غلط ہو جاتا ہے اسی طرح خواجہ سلیم چشتی کے
 بھی بہت سے خلفاء تھے جیسے شیخ محمود شامی شیخ رجب علی متولی روضہ مدینہ طیبہ۔
 خواجہ سلیم چشتی نے بھی اپنے فرزند کو جن کا نام بدر الدین تھا اپنا جانشین مقرر کیا آگے صوفیہ
 پیر لکھتے ہیں ایک بادشاہ نے حیدر آباد کن کے ایک پیر سے جو بڑے بھاری پیر و مرشد
 ہیں دریافت کیا کہ حضرت کو بیعت لینے کی اجازت کس کی طرف سے ہے ارشاد ہوا
 کہ میرے والد ماجد مرحوم نے جو میری کم سنی میں فوت ہو گئے تھے مجھے خواب میں ایسی
 طریق پر بیعت لینے کی اجازت دی ہے، سبحان اللہ سلف سے خلف تک کہیں
 کسی شیخ نے خواب کی اجازت پر سلسلہ جاری نہ کیا ہوگا۔

(۴) کسی بزرگ نے مرد صالح، صاحب علم و یکھ حزن ظن کی بنا پر بیعت تو یہ
 کا حجاز کیا ان کے بعد یہ بیعت طریقت کے مدعی ہو گئے۔

(۵) کسی بزرگ کے مرید ہوئے اور ان کی وفات کے بعد اجازت کے مدعی
 ہو گئے۔

(۵) ابتدا میں مرید، عبادت و کثرت اذکار و اشغال کی برکت سے کسی نسبت
 تک پہنچ گیا مرشد نے آثار خیر دیکھ کر حجاز کر دیا مرشد جب حجاز کرتے تھے تو اتباع سنت
 مطبوعہ لاہور صفحہ ۴۶۷ سنہ ۱۲۸۳ ہجری

کی شرط لگا دیتے تھے، مگر اس نے اتباع سنت کو ترک کر دیا لہذا وہ نسبت بھی سلب ہو گئی پھر بھی اس کا دعوائے خلافت بدستور رہا۔ اس امر کے غلط و صحیح معلوم ہونے کا مرتبہ یہ ذریعہ ہے کہ اگر مرید صحیح العقیدہ صالح الاعمال ہے بدعات وغیرہ سے مجتنب ہے تو اس کی جانشینی صحیح ہے اور اگر اس کے خلاف ہے تو غلط ہے اولیٰ کے کرام جب کسی کو اجازت دیتے تھے اتباع سنت کی شرط قائم فرما دیتے تھے شاہ کلیم اللہ مکتوبات میں اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین کو لکھتے ہیں: ہرگز انبیاء ان خود اذن دہند مباہلت بھلائے سنت و اقاقت بدعت خواہد بود۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ولا تبغوا نسل من خیر منی کوئی کہیں ہو جو متقی ہے وہ ولی ہے۔

سجدہ تعظیمی

بعض جاہ طلب پیروں اور صوفیوں نے اپنی عظمت قائم کرنے اور شان جتانے کیلئے یہ مسئلہ گھڑا ہے کہ مرشد کو بطور تعظیم سجدہ کرنا جائز ہے اس کے ثابت کرنے کے لئے وہ ایسی بیچ اور پوچھ دلیلیں پیش کرتے ہیں جن کو اہل علم و صاحبان عقل کسی طرح قبول نہیں کر سکتے غالباً کوئی بائیس تیس برس ہوئے کہ ایک شخص کے اس قسم کے سوال حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب چشتی نقشبندی (مفتی دارالعلوم دیوبند) رحمۃ اللہ علیہ نے مدلل فتویٰ دیا تھا کہ شریعت اسلام میں سجدہ تعظیمی جائز نہیں اس پر اوگھٹ شاہ نے ایک زبردی رسالہ لکھا تھا اس مسئلہ کے متعلق ایک رسالہ ”مرشد کو سجدہ تعظیم“ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے لکھا اور برنٹنگ ورکس دہلی سے ۱۳۷۱ھ ہجری میں یہ رسالہ شائع کرایا۔

رسالہ مذکور کے دیباچہ میں اول تو خواجہ صاحب نے علمائے بریلی، بدایوں، فنگی محل اور دیوبند کو منانے کی کوشش کی ہے یعنی ان کی مدح سرائی کر کے ان کو اپنے خیال کے موافق سچا اور سچا چشتی معتقد صوفیاء بتایا ہے علمائے دیوبند کے متعلق صفحہ پر لکھا ہے ”علمائے دیوبند چشتیہ سلسلہ کے صادق الاعتقاد اور مستحکم پیرو ہیں۔“ یہ سب کوشش اس لئے کی گئی ہے کہ علماء کی طرف سے کوئی صاحب جواب لکھنے پر منوجہ نہ ہوں لیکن خواجہ صاحب کو شاید یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے اس رسالہ

عہ الحاکم

کی تصنیف سے کم و بیش پندرہ سال قبل مفتی دارالعلوم دیوبند سجدۃ تعظیمی کے ناجائز ہونے پر فتویٰ دے چکے ہیں، خواجہ صاحب کے قوی دلائل کا خلاصہ یہ ہے

۱) سجدہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک سجدہ عبادت دوسرا سجدہ تعظیم۔ سجدہ عبادت خدا کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں کیونکہ ابتدا ہی سے کثرت کے ساتھ قرآن مجید میں اس کی تاکید ہوتی رہی ہے۔ سجدہ تعظیمی جائز ہے کیونکہ حضرت آدم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا اور اسلام میں یہ اصول رہا ہے کہ اگر کسی امر پر کوئی حکم خدا اور رسول کا نہیں ہے تو شرائع انبیائے سابقین پر عمل ہوگا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ آدم علیہ السلام کے سجدے کی نوعیت ہی میں اختلاف ہے جس کا خود خواجہ صاحب نے بھی ذکر کیا ہے کہ وہ کسی طرح کا تحفظاً وائے غیر ذریعہ کے حوالے سے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے "بعض نے کہا ہے کہ سجدہ خدا کو تھا آدم کو فقط قبلہ بنانا مقصود تھا" صفحہ ۱۵ پر بحوالہ حاشیہ شہاب لکھا ہے "اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ کس طرح سے ہوا تھا" اور صفحہ ۱۶ پر بحوالہ کشاف لکھا ہے

"ابن قتادہ سے روایت ہے کہ سجدہ تجت مثل سلام کہے جاتے ہیں وہ ہے کہ بعض مفسرین نے سجدہ آدم کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "اور سلام کرو آدم کو"۔

مطالعہ نقایہ سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اس سجدے کی اصلی حیثیت متعین نہیں کی جاسکتی اس سجدے متعلق مولانا عبداللہ رشید عرب نے خوب فرمایا ہے "وہ وہ سجدہ نقایہ سجدہ نہ یہ سجدہ ہے وہ سجدہ"۔

اب رہا یوسف کا سجدہ وہاں بھی بعض مفسرین اسلام بھی ترجمہ کرتے ہیں غرض ان دونوں سجدوں کو اس سجدے کے مماثل یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا اور متنبہ امور دلیل میں قبول نہیں کئے جاتے۔ اس کے علاوہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سجدہ آدم اور سجدہ یوسف بھی سجدہ تھا پھر بھی ہمارے لئے اس کا جواز اس دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتا شرائع سابقہ میں بہت سے امور ایسے تھے جو اس دور میں جائز تھے مگر اب ناجائز ہیں اور اب جائز نہیں مگر جب ناجائز تھے۔ مسائل شرائع سابقہ کا ہمارے لئے حجت ہونا دوسروں میں تھا ایک تو یہ کہ اصول زیادہ تر اس وقت مروج تھا جب کہ قرآن مجید مکمل نازل نہیں ہوا تھا اور بعض امور کے متعلق

حضور علیہ السلام نے بھی کچھ ارشاد نہیں فرمایا تھا جب ہمارا دین مکمل ہو گیا، ہماری شریعت مدون ہو گئی، ہمارے فقہاء نے تمام قسم کے مسائل کا استنباط کر کے انبار لگا دیا اور ایسے اصول بتا دیئے کہ جن سے آئندہ قرآن و حدیث ہی سے حل مشکلات ہوتا رہے، تلب ہم کو شریعہ سابقہ کی حاجت نہیں رہی علاوہ بریں شریعہ سابقہ ہیں کہاں، ان میں تو ایسی تحریف ہو گئی ہے کہ اب کسی خالص حکم کا ملنا ممکن ہی نہیں اس لئے اب ان کا ذکر ہی بے ضرورت ہے دوسرے یہ کہ موجودہ بائبل کے احکام بھی ہمارے لئے ایسے موقع پر حجت ہیں جہاں خدا اور رسول کا کوئی حکم ان کے خلاف نہ ہو

سجدہ تعظیمی کے عدم جواز پر حضور کا حکم موجود ہے جو صریح و صحیح حدیث ہے جس کا حوالہ دے کر خواجہ صاحب نے نتیجہ غلط نکالا ہے

بعض صحابہ نے رسول کریم سے عرض کی کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں تو آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کا اکرام کرو۔

خواجہ صاحب اکرام سے جواز سجدہ تہجیت نکالتے ہیں حالانکہ حدیث سے صاف ظاہر ہے خواجہ صاحب کو یہ تو مسلم ہے کہ قرآن میں ابتداء ہی سے غیر کے لئے سجدہ عبادت کی ممانعت ہے اور باز اس پر تاکید ہے تو صحابہ اس سے خوب واقف ہوں گے اس لئے سائل کا مقصد سجدہ سے سجدہ عبادت نہیں ہو سکتا سجدہ تہجیت ہی تھا سیاق کلام بھی یہی بتاتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا تھا ہم ایرانیوں کو دیکھتے ہیں کہ بادشاہ اور حاکم کو سجدہ کرتے ہیں یہاں مراد سجدہ تہجیت ہو سکتا ہے اگر سجدہ عبادت مراد ہوتا تو لوہوں کہتے کہ ایرانی آگ کو سجدہ کرتے ہیں اور عرب بتوں کو سجدہ کرتے ہیں، اس لئے آپ نے فرمایا کہ سجدہ عبادت اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے خدا کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کا اعزاز و احترام کرو، پھر حضور نے فرمایا اگر میری امت کو خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ شوہروں کو سجدہ کریں

اس حدیث سے سجدہ تعظیمی کی بالکل ہی جڑ کٹ گئی تمام کتب حدیث و فقہ میں بالاتفاق مذکور ہے کہ حضور نے فرمایا جو شخص کسی کو سلام کے لئے اس قدر جھکے کہ رکوع کے قریب ہو جائے تو سلام کرنے والا اور اس پر راہی ہوئے اللہ دونوں گنہگار ہیں جب رکوع کے قریب تک جھکنے کی ممانعت ہے تو سجدہ تہجیز ہے

خواجہ صاحب نے حضرت سلطان المشائخ اور چند بزرگوں کے مسجود ہونے کا ذکر کیا ہے، میں عرض کرتا ہوں کہ اس کتاب کے باب کلمات کو دیکھئے اور یہاں سے متقدمین کے اقوال میں چند امور ملیں گے وہی سے گناہ ممکن ہے۔ ۱۔ اولیاء نے غلطیاں کی ہیں۔ مسلولی مضموم نہیں ہوتا۔ ۲۔ مشائخ کا فعل حجت نہیں ہے دلیل قرآن و حدیث سے لانی چاہئے۔

باب الکتاب میں دیکھئے تذکروں اور مافوظات کی تمام کتابیں محدود ہیں۔ اس لئے اگر سجدہ تعظیمی کو سلطان المشائخ یا ان سے بھی کسی بڑے ولی نے جائز رکھا ہو تو وہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتا کرنے والا اور اس پر راضی رہنے والا دو لوگ نگار ہوں گے نہ سب میں مشائخ کا قول نہیں بوجھا جاتا ان کا فعل حجت قرار دیا جاتا ہے یہاں تو ائمہ اربعہ کا سکہ چلتا ہے سو سجدہ تعظیمی کی حرمت پر تمام ائمہ متفق ہیں چشتیہ سلسلہ کے بڑے شیخ شاہ سلیمان تونسوی کا مقولہ کس قدر صحیح ہے وہ فہم حدیث بغیر مجتہد کسے راہیت مارا عمل بر قول مجتہد است نہ بر حدیث۔ احادیث نبوی اقوال صحابہ و ائمہ و اولیاء سے ثابت ہے کہ اسلام میں سجدہ تعظیمی کوئی چیز نہیں بلکہ شرائع انبیاء میں بھی صحت کے ساتھ اس کا وجود ثابت نہیں ہوتا اور اگر ہو تو رسول کریم اور صحابہ اور ائمہ سب نے بالاتفاق اس کو ناجائز قرار دیا ہے اس لئے منسوخ ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن سے آئے تو رسول کریم کو سجدہ کیا آپ نے فرمایا یہ کیا، انہوں نے کہا میں نے یہود و نصاریٰ کو دیکھا ہے کہ اپنے سرداروں اور عالموں کو سجدہ کرتے ہیں میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ انبیاء کے آداب سے ہے۔

حضرت نے فرمایا کن بواعلیٰ انبیاء انہوں نے اپنے پیروں پر جھوٹ بولا اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حضور نے سجدہ تعظیم کو روا نہیں رکھا دوسرے آپ کے قول کن بواعلیٰ انبیاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے سابقین کی شریعت میں بھی یہ سجدہ جائز نہ تھا اور سجدہ آدم و یوسف کی یہ نوعیت نہ تھی بلکہ وہ انہماک اطاعت و نیاز مندی کا کوئی خاص انداز تھا جس کو سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے غلہ سلطین میں ایک انداز سلام کو سلام اربعہ کہتے تھے۔

۱۔ نافع السالکین رحمہ اللہ تفسیر کبیر سورہ بقرہ

جائزہ حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سجدہ کرنے کا قصد کیا آپ نے فرمایا خدا کو سجدہ کر مجھے نہ کہ میں نے رسول کریم سے سنبھلے کہ اگر میں کسی کو بغیر اللہ کے سجدہ کا حکم دیتا تو غور توں کو حکم دیتا کہ خاوندوں کو سجدہ کریں۔
عالم گیری میں ہے کہ بغیر اللہ کو سجدہ تعظیم کرنے والوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن گناہ گار ٹھہرایا جائے گا اسلئے کہ کبیرہ کسی کا ارتکاب کیا ہے۔ سلاطین اسلام میں سجدہ تعظیم نہ تھا، اکبر کے زمانے سے ملا عبد الباقی اور تاج العارفین جیسے علماء نے جنہوں نے بادشاہ کی خوشنودی پر دھاڑھی کو قربان کر دیا تھا اکبر کے لئے سجدہ تجویز کیا لیکن وہ جانتے تھے کہ سجدہ کے نام سے کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا اس لئے اس کو سجدہ تعظیم کی بجائے نہیں بلکہ سی کہا گیا، اکبر کے زمانے کے مفوض مؤرخ ملا عبد القادر نے لکھا ہے (سجدہ برائے اونچو نہ کر وہ آزار میں بوسی نامیدند) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کو کبھی بھی جائز نہیں سمجھا گیا، جہانگیر کے عہد میں یہ رسم جاری رہی، شاہ جہاں نے تخت نشین ہوتے ہی اس کو منسوخ کر دیا اور طریق زمیں بوسی کو جاری کیا مگر مسئلہ میں اس کو منسوخ کر دیا کہ سجدہ سے مشابہت ہے۔

اس زمانے میں بعض غلطیاں قدیم اصطلاحات علم الشاء کے نہ سمجھنے سے بھی واقع ہو رہی ہیں مثلاً قدیم بوسی کی جگہ (سر بر زمین نہادن) لکھتے تھے غالباً اسی کو سجدہ تعظیم سمجھا گیا بعض دفعہ "سعادۃ پائے پوش بدست آمد" لکھتے تھے قدم چومنے میں بھی جھکنا پڑتا ہے کسی نے اس کو سجدہ سمجھا۔

حامیان سجدہ کا مقصد یہ ہے کہ سجدہ کا ذکر چونکہ قصص میں ہے اس لئے منسوخ نہیں ہو سکتا، میں عرض کرتا ہوں کہ درحقیقت قصص تو منسوخ ہو رہی نہیں سکتے۔ لیکن جو احکام ان سے مستنبط ہوں ان کے منسوخ نہ ہونے کی کیا دلیل ہے اسی طرح حضرت یوسف کے قصہ سے خواجه صاحب کی اس دلیل کی تردید ہوتی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی کے اسباب میں سے بادشاہ کا بیٹا نہ لکلا اور ان کو جوہر قرار دیا گیا تو عزیز مصر نے دریافت کیا کہ چور کی کیا سزا ہے انہوں نے کہا چور ہی اس کا بدلہ ہے ہم چور کو بھی سزا دیتے ہیں حضرت یعقوب کی شریعت میں چور کی یہ سزا تھی کہ وہ ایک سال صاحب مال کی غلامی میں رہتا تھا اسی سزا کا ذکر یہاں آیا ہے اگر قصہ

ملا تفسیر کبیر سورہ بقرہ

کے مذکورہ احکام منسوخ نہیں ہوتے تو یہی سزا اسلام میں رائج رہنی چاہئے تھی لیکن اس کے خلاف اسلام میں جوہر کی سزا قطعید ہے جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سزا کو منسوخ کیا ہے اور قطعید کا حکم دیا ہے اسی طرح سجدہ نجات کو سمجھنا چاہیئے لوگ حضرت مریم کے پاس حضرت عیسیٰ کی ولادت پر دوڑے ہوئے گئے، تو انہوں نے اشارہ سے کہا کہ میں نے روزے کی نیت کی ہے اسلئے بول نہیں سکتی، اس زمانے کی شریعت میں ایسا ہی روزہ ہوتا تھا ہماری شریعت میں ایسا روزہ نہیں ہے۔ سجدہ تعظیمی کو اول نمrud نے جاری کیا، پھر فراعنہ مصر نے اس کے بعد سلاطین کفار ترک نے، اکبر اعظم نے ہندوستان میں پھر شیخ سلاطین ایران نے اسے رائج کیا شاہ جہاں نے اس کو منسوخ کیا اگر سجدہ تعظیمی جائز ہوتا تو شاہ جہاں کیوں منسوخ کرتا۔ شاہ جہاں نے رسم نہیں بوسی کو جاری کیا جس کی صورت یہ تھی کہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر پشت و دست کو لوسہ دیتے تھے کچھ عرصہ کے بعد اس کو بھی بند کر دیا کہ سجدہ سے مشابہت ہے اور رسم چہار تسلیم جس کو تسلیم اربعہ بھی کہتے ہیں جاری کی، رسم نہیں بوسی ایک ایرانی نے تہذیب و تمدن میں ہندوستان میں جاری کی تھی اہل عرب نے اس میں یہ تغیر کیا کہ بادشاہ کے ہاتھ یا دامن عبا کو چومتے تھے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے یہ حضرت سلطان المشائخ اور دیگر بزرگان طریقت کی مجلس میں کبھی نہیں ہوا ان کے ذکر کے بیان میں اس قسم کی باتیں تحریف کرنے والوں کی کارستانی ہے۔

اب آخر میں خواجہ صاحب کو سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم بھی سناروں۔
(۱) خواجہ میر غوث رحمۃ اللہ علیہ نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلطان المشائخ سجدہ تعظیمی کو منع فرماتے تھے۔

(۲) خواجہ صاحب نے چند مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ احکام منسوخ ہوتے ہیں قصص منسوخ نہیں ہوتے اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ سجدہ تعظیمی چونکہ قصص میں ہے اسلئے منسوخ نہیں ہوا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تو بالکل ظاہر امر ہے قصص کیونکر منسوخ ہو سکتے ہیں۔ منسوخ احکام ہی ہوتے ہیں لیکن سجدہ تو احکامات میں سے ہے اسلئے منسوخ ہو سکتا ہے اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے گا۔

کو بہت سے منسوخ شدہ امر غیر منسوخ ہو جائیں گے۔ بہر حال خواہ کوئی بھی دلیل ہو، کسی بھی مفسر نے لکھا ہوا اور کسی بھی بڑے سے بڑے ولی نے کہا ہو اعمال و اعتقادات میں تو ائمہ فقہاء کی سند سے اور کسی کی سند نہیں چلی سکتی۔ اہل حق و اہل باطل عقل کے نزدیک یہ بھی مسلم ہے کہ علم قرآن و حدیث اور درجات و ولایت میں بھی ائمہ مجتہدین، سلطان المشائخ وغیرہ سے بہت بڑھے ہوئے تھے لہذا انہیں کا قول صحیح اور واجب العمل ہے۔

باب سلاسل طریقت اور عنوان درجات اولیاء میں ہم نے لکھا ہے کہ ائمہ مجتہدین، امام ابو حنیفہ، امام شافعی وغیرہ ابدال، اوتار قطب تھے اور یہ امر مسلم ہے کہ ائمہ مجتہدین بڑے زائد محدث اور مفسر تھے انہوں نے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی شاگردی کی اور ان سے فیض پایا ان کو قرب زمانہ رسالت کا بھی شرف حاصل تھا عرض باعتبار شریعت و طریقت ان کا مرتبہ سلطان المشائخ سے بہت بلند تھا اس لئے صواب عقل سلیم، ائمہ مجتہدین کے حکم کے مقابلہ میں سلطان المشائخ کے قول و فعل کو قابل عمل قرار نہیں دے سکتا۔

اس کے علاوہ نواد الفواد سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سلطان المشائخ سجدہ تعظیمی کے قائل تھے اور سیر الاولیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ منع فرماتے تھے اب ایک قول ان کا ائمہ مجتہدین کے موافق ہے اور ایک ظاہر شریعت اور ائمہ مجتہدین کے خلاف ہے لہذا سلیم العقل صاحب علم مسلمان یہ فیصلہ کرے گا کہ سجدہ تعظیمی کے جواز کا حکم ان پر اتہام ہے کتاب مصباح القلوب جو مصنفہ فخر الدین مرید مولانا فخر الدین چشتی دہلوی کی تصنیف ہے اس کے ترجمے مقالع الذنوب میں ہے

”میرے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد فخر الدین قدس سرہ اپنے آگے کسی شخص کو جھکانے بھی نہیں دیتے تھے جو شخص اپنا ہاتھ ان کی پالوش کی طرف دہرا کر تا تو آپ اسے ایسا کرنے سے روکتے بلکہ ایسے کاموں سے آپ سخت آزر دہ ہوتے“

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں

”قوم لوح میں سجدہ تعظیمی ہی سے بت پرستی کا آغاز ہوا“

غرض تعظیم کے لئے سجدہ کرنا اور سجود کو معبود نہ سمجھنا حرام ہے ایسا شخص دائرہ

عہدہ ۱۲۲۳ء مطبوعہ حیات اسلام لاہور ۱۹۳۳ء عہدہ مصباح المؤمنین اردو ترجمہ بلاغ المبین صفحہ ۱۴۴

مطبوعہ جیند پریس دہلی

اسلام سے خارج نہ ہوگا اور اگر معبود سمجھ کر سجدہ کیا تو مشرک غیر مغفور ہے اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن جو شخص سجدہ کرتا ہے وہ قبل ازہ سجدہ اس کا اعلان نہیں کرتا کہ اس کی کیا نیت ہے۔ عوام اس کو سمجھ نہیں سکتے لہذا اس سے سخت مغلطہ پیدا ہوتا ہے اور یہ فعل شیعہ شرک کا باعث بنتا ہے اسلئے اس کو کسی نیت سے بھی کرنا صحیح اور درست نہیں یہی حکم طوائف قبور وغیرہ کا ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے ایک کتاب چشتی اولیاء نامہ المعروف بہ نظامی بنسری شائع کی ہے اس میں سجدہ تعظیمی کی بحث میں سلطان المشائخ کا قول نقل کیا ہے۔

”جب کوئی چیز پہلی امتوں کے زمانے میں فرض ہو اور اس امت کو فرض کے خلاف یا موافق کوئی حکم نہ دیا گیا ہو تو وہ چیز مباح ہے“

اس صفحہ پر خواجہ صاحب نے وہی شیطان کے سجدے اور حضرت یعقوب کے سجدے کے ذکر کے بعد یہ لکھا ہے، گویا سلطان المشائخ نے یہ دلائل سجدہ تعظیمی کے جواز میں پیش کئے۔ ان کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں۔ یہاں صرف اس قدر کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ عالم اور محدث تھے کیسے عالم اور محدث تھے جن کو وہ حدیثیں معلوم نہ ہوئیں جو سجدہ تعظیمی کی ممانعت میں ہیں اور کیا عالم و محدث ایسی ہی پھر دیلیں پیش کرتے ہیں۔ نظامی صاحب نے اسی کتاب میں لکھا ہے

”حضرت مولانا فخر صاحب سلسلہ نظامیہ کے مجدد تھے اور آج کل تمام ہندوستان میں نظامیہ سلسلے کی ترقی اور دولتی مولیت فخر صاحب ہی کی روئے حانیت شدت و اہستہ ہے مولیت فخر صاحب کا عمل درآمد کتاب مقلع الذنوب سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ مولانا کسی اپنے آگے سر جھکانے نہیں دیتے تھے۔“

مجدد اس لئے مقرر ہوتا ہے کہ غلطیوں کو دور کرے اور اصلاح کرے مجدد کی اصلاحات موافق منشاء خدا اور رسول ہوتی ہیں۔ منشاء الہی اور رسالت پناہی کے خلاف کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اس لئے مولیت فخر صاحب کے عمل سے معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے جھکنا خلاف احکام خدا اور رسول تھا اس کو مولانا نے منع کر دیا، اس کے خلاف عمل کرنا جائز نہیں۔ ایسا کرنے والا گنہگار ہے اور جس نے پہلے کیا اس نے بھی غلطی کی۔

عنه یہ کتاب احمدیاز کی تصنیف چہل روزہ کا ترجمہ ہے احمدیاز سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ ص ۱۲۰ و ۱۲۱ صفحہ ۱۲

سلطان جی کے حالات میں سب سے معتبر کتاب سیر الاولیاء ہے اس میں بھی
 سجدہ کی ممانعت ہے اور مولینا فخر کے عمل سے بھی عدم جواز کا ثبوت ملتا ہے اسلئے
 سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے لوگوں کا اس کو جائز سمجھنا اور عمل کرنا موجب حیرت ہے
 سجدہ یوسف کے متعلق ایک بات اور بھی عرض کر دوں اگر خواجہ صاحب کی
 خاطر سے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سجدہ یوسف بھی سجدہ تھا اور اس عمل سے سجدہ تعظیمی
 کا جواز ثابت ہوتا ہے تو میں عرض کروں گا حضرت یوسف کے اس عمل سے یہ سجدہ تعظیمی
 صرف ملوک کے لئے ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضرت یوسف حکمران تھے اسی حیثیت سے
 ان کو سجدہ کیا گیا اگر مرشد کے لئے سجدہ ہوتا تو یعقوب مسجود ہوتے کیونکہ وہ نبی عہد
 تھے سب کے مرشد تھے اور یوسف وغیرہ کے باپ تھے اگر مرشد کو سجدہ جائز ہوتا
 تو یوسف وغیرہ یعقوب کو سجدہ کرتے

نظامی صاحب نے ایک ڈینگ ماری ہے لکھتے ہیں
 ”سجدہ تعظیمی کے متعلق میں نے ایک کتاب لکھی اس کا کوئی مولوی جواب نہیں

دے سکا“

سجدہ تعظیمی کے متعلق بہت سے مدلل فتاویٰ شائع ہو چکے ہیں، نظامی صاحب
 کی اس کتاب سے کم بیش بارہ سال پہلے چوہدری بدرالدین سیوہاری ثم دہلوی عرف
 اوکھڑے شاہ داسنی نے ایک رسالہ لکھا تھا اس کے جواب میں ایک مدلل فتویٰ
 حضرت مولینا عزیز الرحمن دیوبندی رحمۃ اللہ کا شائع ہو چکا تھا اب اگر آپ کوئی نئی
 بات اس میں پیدا کرتے تو علماء کو ترجیح ہوتی، تحصیل حاصل سے کیا فائدہ تھا غوث
 علی شاہ قلندر سیانی پتی رحمن کی خواجہ حسن نظامی نے اپنی کتابوں میں بہت
 کچھ مدح کی، کا قول ان کی سوانح عمری تذکرہ غوثیہ میں لکھا ہے،

”جب ہم کرپور میں گئے تو دیکھا کہ صبح آن کر سجادہ صاحب نے احمد شاہ کے
 مزار کا طواف و سجدہ کیا میں نے کہا صاحب طواف و سجدہ تو یہاں ادا ہوا اگر
 غوث اعظم کے مزار پر آپ ہوں تو وہاں کیا کیجئے گا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی زیارت کے لئے کیا باقی رکھا اور اللہ سے تو کچھ مطلب ہی نہیں
 جس کے لئے اور تعظیم درکار ہو، خفا ہو گئے“

علیہ السلام نظامی بھری

غرض خواجگان کبار نے نہ سماع مزامیر کے ساتھ مسانہ سجدہ و طواف قبور و اولیاء کو روا رکھا نہ قبروں پر پھول صندل اور سٹھائی وغیرہ چڑھائی نہ عرس لگایا نہ جھنڈے اور چھڑیاں اٹھائیں نہ ریاضت شاقہ کیس وہ حضرات عالم و فاضل منہج سنت و شریعت تھے یہ تمام امور بعد والوں نے اپنی گرم بازایں کے لئے ایجاد کئے ہیں جن کا اقرار خواجہ حسن نظامی نے بھی کیا ہے جو اقوال و افعال ان کی طرف سے منسوب کئے گئے ہیں وہ ان بہر اتہام و تحریف ہے اور کسی سند صحیح سے ان کا ثبوت نہیں ملتا ایک بات یہ قابل توجہ ہے کہ ائمہ دین نے تمام مسائل نکال کر پیش کئے مگر عرس و قوال اور طواف قبور وغیرہ یہ امور مستحسن تھے اور باطنی ترقی کا ذریعہ تھے تو ان کو ان امور سے کیا عداوت تھی جو ان جائز و مباح مسائل کو چھوڑ گئے بلکہ ان کے خلاف حرمت کے فتوے دیئے گئے گویا دین کو مسخ کر گئے اگر یہ امور مباح ہوتے تو ان میں ان کا اور ان کی اولاد اور جانشینوں کا بھی فائدہ تھا جس طرح آج مجاورین مزارات اولیاء فائدہ اٹھا رہے ہیں ان کی اولاد و خدام بھی فائدہ اٹھاتے اور روحانی ترقیاں حاصل کرتے وہ دین کو بھی مسخ کر گئے اور اپنے اخلاقیات کو ظاہری و باطنی ترقیوں اور خداوند سے بھی محروم کر گئے پھر الیہ لوگوں کی پیروی سلطان المشائخ نے کی اب ہر طرف سوئے ظن کے لئے بڑی گنجائش ہے

”استغفر اللہ من کل ذنب والیوب الیہ“

اگر یہ کہا جائے کہ کوئی انہیں حلال کہتا ہے کوئی حرام اور یہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے لہذا آپ سختی نہیں کر سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں تو ان امور میں اختلاف ہے نہیں اور کسی دوسرے کا اختلاف قابل سند نہیں نیز بصورت اختلاف، شریعت کا اصول ہے کہ حلت و حرمت کے اختلاف میں حرمت کو ترجیح دی جائے گی لہذا یہ امور کسی دلیل سے بھی روا نہیں ہو سکتے۔

سفید شیطان

شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے ”شیاطین میں ایک سفید شیطان ہے محققین نے کہا ہے کہ سفید شیطان کی منجہ دیگر خصوصیات کے سب سے خطرناک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ظاہر سے مستحکم و متبرک ہے اور معصیت کو اطاعت مقبول اور نافر

علمہ بلوغ المبین صفحہ ۱۳

تجلی کر کے دکھا دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کے متبع ناز کو نور سمجھ لیتے ہیں، مصنوعی صوفی اس قسم کی ضیا کو دیکھ کر انوار و تجلیات سمجھ لیتے ہیں اور اپنے مریدوں کو دکھاتے ہیں اس طرح خود بھی دھوکا کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکے میں ڈال دیتے ہیں۔

سلوک

سلوک کیا چیز ہے اس کے متعلق صاحب فوز المرام لکھتے ہیں، "سلوک وہ اتباع شرع اور جہاد نفس اور لکنا الوات کا طبیعت سے اور ارتکاب اوامر و اجتناب نواہی ہے اور حفظ اصل یعنی قواعد شریعت اور حفظ فرع یعنی قواعد طریقت و حقیقت ہے"

سماع موتی

سماع موتی فی الجملہ صحیح ہے مگر عموم نہیں کہ ہر بات کو سنتے ہوں قبر پر جا کر سلام کرے یا قرآن پڑھے اس کا سنا حدیث سے ثابت ہے، زندوں کی طرح مردوں کے سماع میں تعظیم درست نہیں جس قدر حدیث سے ثابت ہے بس اسی پر اکتفاء لازم ہے، تحقیق یہ ہے کہ مردوں کے بارے میں اصل عدم سماع ہے البتہ سماع کی بعض چیزیں اس حکم کلی سے مستثنیٰ ہیں اور جو حکم بھی خلاف اصل ہوگا وہ اپنے مور پر مفسور ہوگا، انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف نہیں یہ ان کی خصوصیات سے ہے

سوال

بعض درویش در پوزہ گئی کہ تمہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے سر شہر نے نفس کے ذلیل کرنے کے لئے بھکاری بنایا ہے، یہ طرز دراصل بد مذہب کے فقر کا ہے، اور ان کے کرام کسی بھی امر کو اختیار فرماتے تھے جس سے خود داری اور اور آبرو کو بڑھ لگے وہ سوال سے بہت ہی بچتے تھے رسول کریم نے سوال کرنے کی مذمت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم سے رسول کریم نے اس امر پر بیعت لی کہ کسی سے سوال نہ کریں نہ کوئی چیز مانگیں

مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ جنت اذالہ گریہی خواہی نہ کسی چیز سے خواہ

گر خواہی من کفیل از الہ جنت المآء و اید الہ حسدا

مانگنا اس شخص کو جائز ہے جو ہر طرح معذور و مجبور ہو محنت نہ کر سکتا ہو

اور نہ کوئی دوسرا ذریعہ اس کی آمدنی کا ہو ایسے شخص کو دنیا ضروری ہے اور اس کا بڑا
اجر ہے اور ہر کٹے پیشہ ور مانگنے والوں کو دینا گناہ ہے حضور نے فرمایا ہے کہ جو
شخص غنی ہو یا قوی ہو یا کسب کرنے کے قابل ہو اس کو صدقہ نہ دو

سیاحت

زمانہ محال کے صوفیوں نے سیاحت کو بھی تصوف کے لوازم سے قرار دیا ہے دنیا
میں خواہ مخواہ گھومتے پھرتے ہیں، قد ملے صوفیاء نے ضرور سیاحت کی ہے لیکن محض سیر و
سفر کیلئے نہیں بلکہ تحصیل علم یا تبلیغ اسلام کے لئے کی اسلام میں خواہ مخواہ سیاحت کی
اجازت نہیں یہ بدعت عیسائی یہودی اور ہندو درویشوں کا شعار ہے۔
حضرت عثمان بن مظعون نے رسول کریم سے سیاحت کی اجازت چاہی تو آپ نے
منع فرما دیا اور فرمایا میری امت کی سیاحت جہاد و حج و عمرہ ہے۔

شب قدر

شب قدر سال بھر میں ایک بار ہوتی ہے اس شب میں عبادت کرنے کا بڑا
اجر و ثواب ہے اور دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں یہ رات اکثر ماہ رمضان کے عشرہ
دوم و سوم میں کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اس کا کئی جگہ ذکر آیا ہے
حدیث شریف میں بھی اس کا بیان ہے بزرگان دین نے اس کے بڑے فضائل لکھے
ہیں خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چالیس سالہ تجربے سے لکھا ہے
اگر پہلا روزہ شنبہ کو ہو گا تو شب قدر تیسویں شب کو ہو گی اگر یک شنبہ کو ہو گا تو
انیسویں شب کو اگر دو شنبہ کو ہو گا تو اکیسویں شب کو اگر سه شنبہ کو ہو گا تو سترہویں
شب کو اگر چہار شنبہ کو ہو گا تو اسیسویں شب کو اگر پنج شنبہ کو ہو گا تو پچیسویں شب کو اگر
جمعہ کو ہو گا تو سترہویں شب کو ہو گی

شجرہ

محدثین نے جب یہ دیکھا کہ لوگ جھوٹی حدیثیں بناتے ہیں اور حدیثوں میں تغیر تبدیل کرتے ہیں تو سلسلہ روایات کو لازمی قرار دیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ روایت کس کس قسم کے راویوں سے منقول ہوئی اور اس کی صحت و سقم پر آسانی سے کوئی رائے قائم ہو سکے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صوفیائے کرام نے بھی جب یہ دیکھا کہ مصنوعی صوفیوں نے سلسلہ تصوف میں رخنہ اندازی شروع کر دی ہے تو سلسلہ امتیاز قائم کرنے کیلئے خرقہ سند خلافت و شجرہ دہنا شروع کیا، مجھے کو یہ امر صحیح طور پر تحقیق نہیں ہو سکا کہ اس کی ابتداء کس بزرگ نے کی اور کس زمانے سے ہوئی مگر ظاہر اس میں کچھ ہرج نہیں معلوم ہوتا۔ شیخ حاتم سنہ ۹۸۱ھ نے اپنے ایک مرید کے متعلق لکھا ہے: ”کلاہ و شجرہ دادہ لکم“

تسبیح کے بیان میں ہم نے لکھا ہے کہ مولیٰ عبدالحی مرحوم نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امام حسن بصری کے عہد سے ان کے خاندان میں برابر تسبیح دینے کا دستور رہا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فایغ التخصیل مرید کو تیر گا کچھ نہ کچھ دیتے تھے۔

”شریعت، طریقت، حقیقت“

مثنوی کے پانچویں دفتر کے دیباچہ میں مولانا روم نے شریعت و طریقت و حقیقت کی یہ تعریف کی ہے۔

”شریعت ہمو شمع است کہ راہ می نماید چوں در راہ آمدی ایں رفیق تو طریقت است و چوں بہ مقصود رسیدی اں حقیقت است“ شریعت ہم چوں علم کیمیا آموختن است از استاد یا از کتاب و طریقت سخت کردن دار و دمس را در کیمیا مالیدن حقیقت، زرشدن مس یا مثالی شریعت ہم چوں علم طب آموختن است و طریقت کردن، ہو جب علم طب و دار و خور و دمن و حقیقت بصورت یافتن“

احکام شریعت پر عمل کرنے اور کثرت عبادت سے تزکیہ اخلاق ہوتا ہے یہی تصوف ہے حکماء اور علماء کے نزدیک اور اک کاذب و لوعہ جو اس ظاہری و باطنی یعنی حسن و شکر تحصیل اور حافظہ وغیرہ ہیں صوفیائے کرام کے نزدیک کثرت عبادت و ریاضت و مجاہدات و علہ بعض نے ان کا سن و فوات مسئلہ لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کی تاریخ وفات عند ملیک، مقتدر ہے اس سے مسئلہ برآمد ہوتا ہے

پابندی سنت سے جب تصفیہ قلب ہو جاتا ہے تو ایک مادہ ایسا پیدا ہو جاتا ہے جس سے ان کا انکشاف ہوتا ہے جو اس ظاہری و باطنی کے ذریعہ سے منکشف نہیں ہو سکتے اس قوت کے پیدا ہونے کا ذریعہ شریعت کے سوا کوئی دوسرا نہیں شمس تبریز نے فرمایا ہے

شریعت را مقدم دار اکنوں طریقت از شریعت نیست بیرون
کے کو در شریعت را سخ آید حقیقت را ہر دے خود کشاید

”شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی مکتوبات میں لکھتے ہیں
”اُنکہ در شریعت را سخ نیست ناقص است بلکہ طریقت و حقیقت او معلوم کہ حقیقے ندارد شریعت معیار است عیار فقر بر شریعت روشن میگردد“
شاہ صاحب اپنے مکتوبات میں اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین ادرنگ آبادی کو تحریر فرماتے ہیں،

”ہمہ داخلان طریقت را تاکید نمایند کہ ظاہر شریعت را اگر راستہ دارند“
شاہ عبدالعزیز صاحب ملفوظات میں فرماتے ہیں
”شریعت مستقل طریقت است“

صاحب فوز المرام لکھتے ہیں: ”شریعت اصل ہے اور حقیقت اس کی فرع، شریعت ابتدا اور حقیقت اس کی انتہا، تو معلوم ہو گیا کہ اولیاء جوار باب حقیقت ہیں ان کے لئے اتباع شریعت کس قدر ضروری ہے اسلئے ہمارے پیرو و مرشد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یعنی علم حقیقت جس کی شریعت شاہد نہ ہو وہ زندہ اور الحاد ہے“

صاحب مقلع الذنوب نے لکھا ہے
جو اس بات پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ صوفیہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں مطلقاً درست ہے خواہ وہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں ان کے خیال میں شریعت وہی ہے جس پر صوفیہ چل رہے ہیں اور کوئی شریعت نہیں..... اہل علم اس گروہ کو جہل صوفی کہتے ہیں“

اگے اس گروہ کے متعلق لکھتے ہیں: ”اسلام کے دائرہ سے خارج ہے“
علہ فوز المرام ص ۱۱۱ مقلع الذنوب ص ۱۰۷

سلطان المشائخ نے اپنے طریق کی تشریح اس طرح فرمائی ہے ۔
 " طیب جاہ و کرامت نباشد استقامت می باید کہ بر متابعت رسول علیہ السلام
 والصلوة باشد و بیچ مستحب و ادایے از وفوت نشود
 حضرت شیخ اکبر نے فرمایا ہے
 " جو حقیقت شریعت کے خلاف ہو بد دینی ہے اور مردود ہے، ہمارے واسطے
 اللہ کی طرف شرع کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔
 حضرت جنید بغدادی کا قول ہے
 " تمام راستے مسدود ہیں سوائے اتباع رسول کے۔"
 حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات میں فرماتے ہیں " کل قیامت کے روز شریعت
 کی بابت پوچھیں گے اور تصوف کی بابت کچھ نہیں پوچھیں گے۔"
شفاعت

خداوند ذوالجلال کی اجازت سے صالحین اور انبیاء بالخصوص ہمارے حضور
 سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور بہت سے
 گناہ بخشے جائیں گے، مگر صرف شفاعت کے بھروسہ پر اتباع شریعت کو چھوڑنا
 اور گناہوں پر استقامت اختیار کرنا صحیح نہیں خواجہ سعدی فرماتے ہیں
 پیغمبر کسے را شفاعت گراست کہ بر جادہ شرع پیغمبر است
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے
 عمل کر میری شفاعت پر توکل نہ کرے

صحبت

پیر کی صحبت ضروری ہے اس سے بہت جلد منازل سلوک طے ہوتے ہیں
 کیونکہ مرید دن رات اپنے شیخ کے حالات کو دیکھتا ہے اور اسی طرح عمل کرتا ہے
 اس کو ہر اس قوت کے استعمال کا صحیح محل معلوم ہو جاتا ہے جس کے لئے خداوند
 ذوالجلال نے یہ قوت اس کو عطا کی تھی اس طرح اخلاق فاضلہ اور اسوۂ حسنہ پر
 اس کو استقامت حاصل ہو جاتی ہے مولانا روم فرماتے ہیں
 یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت ہے

بہتوجات علیہ دفتر اول مکتوبہ ۱۰۰۰ سمعانی

خواجہ یزید بسطامی نے فرمایا ہے: ”نیکوں کی صحبت کار نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت برے کام سے بدتر ہے۔“

صدقہ

حضور نے میانہ روی کی تعلیم و تعریف فرمائی ہے آدمی اپنے اخراجات اور خیرات و صدقات میں بخل بھی نہ کرے اور اس قدر زیادہ خرچ بھی نہ کرے کہ کل نہیں دست ہو کر مجبور ہو جائے حضرت کعب بن مالک سے چاہا کہ اپنا تمام مال خیرات کر دیں حضور نے فرمایا کچھ روک لو تمہارا سسٹے یہی بہتر ہے۔

ایک صحابی انڈے کے برابر سونا لے کر آئے اور کہا یا رسول اللہ اس کو صدقہ میں لے لیجئے آپ نے انکار فرما دیا وہ اصرار کرتے لگے آپ نے ان کے ہاتھ سے لے کر اس زور سے پھینکا کہ اگر ان کے لگ جاتا تو بہت چوٹ لگتی۔ فرمایا تم لوگ سب کچھ خیرات کر دیتے ہو پھر مانگنے لگتے ہو بہترین صدقہ وہ ہے کہ اس کے دینیکے بعد مال بچ رہے۔

صوفیوں کا لباس

رسول اکرم و صحابہ کرام کے حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں کسی خاص لباس کی قید نہیں جو لباس ادائے فرائض میں تکلیف نہ دیتا ہو جس لباس سے اظہار تکبر نہ ہوتا ہو جس لباس میں اسراف نہ ہو جو لباس کسی خاص قوم کا شعار نہ ہو جو لباس عورتوں کے لئے مخصوص نہ ہو جس لباس کو ان کے لئے ممنوع قرار نہ دیا ہو ایسا لباس خواہ کسی طرز رنگ کا ہو پہننا جائز ہے صوفیائے کرام نے مختلف قسم کے لباس پہنے ہیں، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صوفی صوف سے مشتق ہے اس لئے صوف پہننا صوفی کے لئے ضروری ہے لیکن یہ خیال غلط ہے امام ابو حنیفہ امام قشیری نے لکھا ہے: ^{علیہ}

صوفی کے لئے صوف پہننا ضروری نہیں: ”انبیاء علیہم السلام نے بھی مختلف قسم و رنگ کے لباس پہنے ہیں لیکن انبیاء اور ان کے متبعین صاطین نے صوف کا استعمال زیادہ کیا ہے اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ عرب کا عام لباس پشمینہ تھا اس لئے حضور نے بھی اکثر پشمینہ پہنا ہے حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول

عار سالہ قشیریہ

کریم نے فرمایا جس دن موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کلام کیا اس دن ان کا تمام لباس صوف کا تھا، عوارف المعارف میں ہے۔
 "انبیاء کا لباس صوف تھا"

حضرت ابی بردہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک کمبل اور ایک موٹی لنگی دکھائی کہ ان کپڑوں میں رسول اللہ نے وفات پائی سنن ابی داؤد کتاب الطہارت میں حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث غنمل جمعہ میں ہے کہ صحابی کمبل پہنتے تھے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے "رسول کریم صوف پہنا کرتے تھے" امام حسن بصری نے فرمایا: "اہل بدر صوف پہنا کرتے تھے"

کتب حدیث و تاریخ و فقہ میں حضور اور صحابہ کے بارے میں دوسری قسم کے کپڑوں کا استعمال کرنا بھی مذکور ہے، امام حسن بصری نے فرمایا ہے: "جو شخص تواسط سے پیشینہ پہنے گا خدا اس کے دل کو روشن کر دے گا اور جو دکھاوٹ کے لیے پہنے گا وہ جہنم میں جائے گا" حضرت جنید بغدادی علماء کا لباس پہنتے تھے کسی نے کہا کہ آپ خرقہ نہیں پہنتے تو انہوں نے فرمایا: "لیس الا عتبد بالخرقة انما الاعتبد بالخرقة" یعنی خرقہ کا اعتبار نہیں سورش عشق کا اعتبار بعض صوفی ریشم پہنتے ہیں یہ حرام ہے۔ حدیث میں ہے۔

حرام لن کور امتی و حلال لا تا ثناء میری امت کے مردوں پر حرام ہے مگر عورتوں کو حلال ہے۔

خواجہ گیسو دراز فرماتے ہیں: "واجماع کردہ اند ہر جامہ کہ صوفیاں پوشند مباح است شاید مگر چیرے کہ شریعت بر مردان حرام کردہ است چنانچہ ابریشم و آل جامہ کہ نامشروع است"

بعض صوفی عورتوں کا سا لباس پہنتے ہیں بخاری شریف میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخنثیین من الرجال و المترجلات من النساء و قال اخروجوہم من بیوتکم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی سی وضع بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی سی وضع اختیار کریں اور فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔

علاء عوارف المعارف اردو صفحہ ۷۶ نو لکھنؤ پریس ۱۹۷۷ء عوارف المعارف صفحہ ۷۶ صفحہ ۷۷
 مرقہ تذکرۃ الاولیاء ذکر حضرت جنید۔ علیہ حفظہ اللہ صفحہ ۷۵

ڈاکٹر میر ولی الدین پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے اپنی کتاب قرآن اور تصوف میں حضرت شیخ علی ہجویری کی کتاب کشف المحجوب کے حوالہ سے لکھا ہے، "صفائی بندہ پر خدا کا انعام ہے اور صوف چوپایوں کا لباس ہے" ہم نے ثابت کیا ہے کہ صوف اکثر بیویوں نے پہنا ہے فقر و محنت خط سے انبیاء کی توہین ہوتی ہے حضرت شیخ کا یہ مطلب نہیں تھا جو ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے، ان کا مطلب ہے صوف چوپایوں کا بھی لباس ہے، ڈاکٹر صاحب کو ذرا غور کر کے لکھنا تھا۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے صوف پہنا اس کا فعل اس کے قول کے خلاف ہو اس پر ہلاکت ہے۔

اور فرمایا ہے دو قسم کے لباسوں سے بچو جو باعثِ شہرت ہیں، ایک صوف دوسرے ریشم۔

چاہئے دل سے تقیری اس پہ کیا موقوف ہے
اسے ظفر رنگین ہو یا ہو جامہ و انساں سفید
جو کہ ہیں باتیں فقیروں کی ظفر وہ چاہئیں
اس سے کیا جاویل اگر پہنا فقیرانہ لباس
صوفیوں کی فحشیں

(۱) صوفی جو باقی باللہ ہو

(۲) متصوف۔ جو طالب درجات تصوف ہو

(۳) مستوصف۔ جو عوفیوں کا سا طرز اختیار کرے اور حقیقت میں صوفی نہ ہو
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "شیاطین بزرگوں کی صورت اختیار کیے
لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں"

حضرہ

وہ لوگ جن کو تاریخ پر عبور نہیں اور جو تصوف کی حقیقت سے آگاہ نہیں،
کہتے ہیں کہ تصوف اور صوفیاء سے اسلام کو سخت نقصان پہونچا ہے، تصوف تو
عین اسلام ہے اگر تاریخ کو دیکھیں تو معلوم ہو جائے کہ اشاعت اسلام میں سب سے
زیادہ سعی صوفیائے کرام نے کی ہے اور انہوں نے علمی و سیاسی ہر قسم کی خدمات
دے دی ہیں۔ مطبوعہ اردو پریس دہلی طبع دوم ۱۳۹۷ھ ہجری ۱۹۷۷ء فردوس علمی طبع انجمن

اعلیٰ درجہ پر انجام دی ہیں۔

ہاں اسلام کو ہر طرح کا نقصان اس گمراہ سے پہونچا ہے پہونچ رہا ہے اور پہونچتا رہے گا جو درحقیقت صوفی نہیں ہیں مگر صوفی بنتے ہیں اور بزرگان قدیم کے بسلاسل سے اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں انہوں نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے اعمال خلاف شرع و سنت اختیار کر رکھے ہیں۔ عوام شخصیت پرستی، عجائب ثنائی اور دینی پابندیوں سے آزادی کی وجہ سے ان کے معتقد بنتے ہیں۔

ظاہر و باطن

امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے یہ کہنا کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے کفر ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے یا باطن ظاہر کی نقیض ہے تو وہ ایمان کی نسبت کفر کے قریب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم تم کو تمہارے ظاہری اعمال پر پکڑیں گے جو کوئی ظاہر میں اچھے کام کرے گا اس پر ہم بھروسہ کریں گے اور اس کو اپنا مصاحب بنالیں گے، اس کے دل کی بات سے ہم کو غرض نہیں اس کا حساب اللہ لے گا اور جو ظاہر میں بُرا کام کرے گا ہم نہ اس پر بھروسہ کریں گے نہ اس کو سچا سمجھیں گے اگرچہ وہ دعویٰ کرے کہ میرا باطن اچھا ہے

ظاہر اور ہتے باطن اور یہ عقیدہ شیعوں نے پھیلا دیا ہے جو ان کے مذہبی عقیدہ نقیہ کے مطابق ہے اور یہ خیال اسی لئے شائع کیا گیا ہے کہ لوگ گمراہ ہوں۔

عشق

کسی آدمی یا کسی چیز سے حد سے زیادہ محبت ہونے کو عشق کہتے ہیں، ایک عشق مجازی ہوتا ہے اور ایک عشق حقیقی عام طور پر عشق مجازی اس عشق کو کہتے ہیں کہ کسی آدمی یا کسی چیز پر دل مائل و مبتلا ہو جائے، عشق حقیقی خدا تعالیٰ کی محبت کو کہتے ہیں۔

عشق حقیقی کے کیا کہنے، عشق مجازی کی یہ صورت کہ انسان کسی چیز یا آدمی پر فریفتہ ہو جائے لیکن نیت صاف ہو اس فریفتگی میں کوئی امر خلاف شرع سرزد نہ ہو ایسا عشق مجازی اکثر رنگ بدل کر حقیقی کی طرف راہبر ہو جاتا ہے، عشق

ملا بخاری کتاب الشہادت

مجازی میں غیر عورت یا لڑکے سے مجالست و مخالفت رکھنا ایک آفت ہے، ایسا
عشق جائز نہیں یہ مصیبت ہے بلکہ اسی کو عشق کہنا ہی نہ چاہئے، مولینا روم نے ایسے
ہی عشق کے متعلق فرمایا ہے: "این شمار از خوردن گندم بود"
عشق کا مقصد خواہشات نفسانی کی ناجائز طور پر تکمیل نہیں بلکہ وہ محض ایک
خیال، ویڈ اور محبت ہے۔

بعض مصنوعی صوفی کسی لڑکے یا غیر عورت کو ساتھ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
ہم عشقی مجازی کرتے ہیں یہ سراسر غلط ہے اور گمراہی ہے۔

عقد انامل

الکلیوں پر دس ہزار تک شمار کرنے کا طریقہ حضور نے تعلیم فرمایا ہے اس کو
عقد انامل کہتے ہیں اس شمار سے وظیفہ پڑھنا اولیٰ ہے ترمذی شریف میں ہے
کہ حضور نے فرمایا عقد انامل سے گن کر بڑھا کر دے۔

علم باطن

امام غزالی نے فرمایا ہے: "علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم شرعی و دوسرا علم غیر شرعی، قسم
اول کا نام علم باطن ہے"۔

صوفیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ایک علم اور تھا جس کا نام علم باطن ہے اس کی تعلیم
رسول کریم نے اخفاء کے ساتھ حضرت علی کو دی تھی۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح رسول
پر اخفاء رسالت کا الزام آتا ہے اور خدا کی عدول حکمی ثابت ہوتی ہے کیونکہ خداوند کریم
نے رسول کریم کو تاکید فرمایا ہے: "ہم نے جو کچھ بھی پہنچایا ہے اس کو کھول کر پھیلادے"
یہ عقیدہ ان فرقوں سے ماخوذ ہے جو رسول کریم، صحابہ اور حضرت علی وغیرہ کے
تقیہ کرنے کے قائل ہیں یعنی وہ لوگوں کے خوف یا کسی اور مصلحت سے امر
حق کو چھپا جاتے تھے حضرت ابوالطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت
علی کے پاس آیا اور کہا رسول اللہ آپ کو خفیہ طور پر کیا بتایا کرتے تھے یہ سن کر
حضرت علی غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ مجھ کو کوئی خفیہ بات ایسی نہیں بتائی
جس کو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو۔

فن تصوف کے حاصل کرنے اور منازل سلوک کے طے کرنے اور درجات عالیہ حاصل کرنے کے لئے علم دین کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ صوفی جس قدر صاحب علم و عمل ہوگا اسی قدر بلند مرتبہ ہوگا قرآن مجید میں ارشاد ہے "یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اولوا العلم درجات" اللہ پاک بلند کرے گا تم میں سے ان لوگوں کے درجے جو ایمان اور علم رکھتے ہیں۔

اور ارشاد ہے "قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" آپ کہہ دیجئے علم والے اور بے علم برابر نہیں ہیں۔ علم کی فضیلت بتعداد احادیث ثابت ہے۔
 (۱) العلماء ورثة الانبیاء، علماء را نبیاء کے وارث ہیں۔
 (۲) علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مثل ہیں۔

اس مرتبہ سے بڑا مرتبہ کونسا ہو سکتا ہے۔

(۳) فضل العالم علی العابد کفضل علی ادنی رجل من اصحابی۔
 عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت میرے ادنیٰ صحابی پر۔
 (۴) فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب۔
 علم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر۔
 (۵) العلماء افضل من العبادات۔ علم عبادت سے افضل ہے۔
 (۶) العلم حیات الاسلام و عماد الدین۔ علم اسلام کی زندگی اور دین کا ستون ہے۔

(۷) طالب العلم افضل من المجاہد فی سبیل اللہ۔ طالب علم افضل ہے جہاد کرنے والے سے۔

(۸) یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ، الانبیاء ثم العلماء ثم النشہاء۔
 قیامت کے دن تین آدمیوں کی شفاعت قبول کی جائے گی نبیوں کی، عالموں کی اور شہیدوں کی۔

✓ (۹) طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ علم حاصل کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد و زن پر۔

۱۰) حضورؐ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ ایک طرف کچھ اصحاب زکوٰۃ شغل میں مشغول ہیں اور دوسری طرف کچھ اصحاب درس و تدریس میں مصروف ہیں تو آپ حلقہ تعلیم میں آکر بیٹھ گئے اور فرمایا میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔
امام اعظم کا ارشاد ہے علم بدکار بند رہو امام سفیان ثوری نے فرمایا سب سے بہتر وہ ہے جو اہل علم کے پاس بیٹھ کر علم سیکھے
خواجہ سعدی شیرازی فرماتے ہیں

زجابل گر بندہ چون تیر باش نیامیختہ چون شکر شیر باش
تراژد صفا گر بود یار غار ازان بہ کہ جابل بود غم گسار
سراجنام جابل جہنم بود کہ جابل نکو عاقبت کم بود
حضرت محمد الف ثانی کا ارشاد ہے: ”زاہر ہے علم سحر و شیطان است“
خواجہ رحیمی نے فرمایا ہے: ”علم ایک دریا ہے اور معرفت اس کی ایک بھنور ہے“

سیر الاولیاء میں سلوک کے متعلق مذکور ہے۔

■ اول درجہ دین کار علم است

محدث ابن جوزی نے کتاب تلخیص ابلیس میں لکھا ہے کہ قدمائے صوفیہ قرآن و حدیث اور فقہ و تفسیر کے امام تھے سلطان المشائخ کا ارشاد۔ سیر الاولیاء میں مذکور ہے۔ من خواہم کہ مجھ سے بالاتر از متعمی بہ نشید حضرت اپنی مجلس میں علماء کو آگے بٹھایا کرتے تھے اس پر ارشاد ہوا کہ میں نہیں چاہتا کوئی مجھ سے گیسو دراز کسی متعمی (پگھلی نہا) سے آگے بیٹھے۔ فراد العواد میں مذکور ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کالی نے بڑھاپے میں قرآن مجید حفظ کیا۔

سلطان المشائخ نے فقر و تصوف کے متعلق فرمایا ہے

■ اول درجہ دین کار علم است

خواجہ عثمان سراج کو سلطان المشائخ نے اس وقت تک خلافت نہ دی

جب تک یہ اطمینان نہ کر لیا کہ ان کی تحصیل علم پوری ہو چکی ہے ^{علہ}
سلطان المشائخ نے فرمایا

آدمی جو علم بیا موز و شرف حاصل سے شوق ^{علہ}

صاحب موج کو ٹرنے بو عیشاہ قلندر کا قول نقل کیا ہے۔

” اگلے زمانے میں اکثر لوگ تحصیل علم کے بغیر فقیری اختیار نہ کرتے تھے اب الیا ^{علہ}

زمانہ ہے کہ علم ہو یا نہ ہو مرید ہوتے ہی فقیری کا دم بھرنے لگتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جو فقیر ہو جاتا ہے اس کو علم بھی حاصل ہو جاتا ہے بلکہ علماء پر زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہیں کہ ان کو تو صرف حدیث و تفسیر کے معنی آتے ہیں اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا ہے

نرا ہدایان بے علم کے متعلق و غرضی لطیف مشہور ہیں تفریح طبع کے لئے لکھتا

ہوں۔

امام فخر الدین رازی کے زمانے میں ایک بے علم یا کم علم عابد تھے جو ساٹھ ستر برس سے عبادت میں مشغول تھے اور دنیا کو ترک کر کے کنج نشیں ہو گئے تھے انہوں نے ایک دن دیکھا کہ شیطان آ رہا ہے اور اس کے پاس بڑی موٹی لوہے کی زنجیریں ہیں انہوں نے دریافت کیا کہ بے مردود انہیں کہاں لئے جاتا ہے اور یہ کیا سامان ہے شیطان نے کہا کہ شکار کی ٹکر میں چار ٹاہوں اور بیخیریں جکڑنے کے لئے ہیں

ہر ایک زنجیر میں نے ایک ایک کا نام لکھ رکھا ہے کہ یہ فلاں کے لئے ہے اور یہ فلاں کے لئے انہوں نے ایک بڑی موٹی زنجیر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ کس کے لئے ہے۔ اس نے کہا امام فخر الدین رازی کے لئے دوسری کو پوچھا اس نے ایک اور امام کا نام لیا اسی طرح کئی زنجیروں کو اس امیر پوپو چھا کہ ہم بھی بڑے مشائخ میں سے ہیں ہمارے لئے بھی کوئی زنجیر ہوگی جب اس نے ان کا نام نہ لیا تو ان سے نہ رہا گیا آخر پوپو چھا کہ ہمارے لئے کوئی ہے اس نے کہا واہ حضرت آپ کے لئے بھی زنجیر کی ضرورت ہے ایسے ایسے جاہلوں پر تو میں ویسے ہی سوار ہو جاتا ہوں۔

علہ سیر الاولیاء علیہ فواد الفواد موج کو غرض

ایک دن شیطان نے دربار کیا اس کے تمام ماتحت جمع ہوئے اس نے ایک کو بلا یا اور پوچھا کہ اپنی کراچی کی کارگزاری بیان کرو، اس نے کہا میں فلاں علاقہ کو زنا میں مبتلا کیا شیطان نے کہا یہ کوئی بڑا کام نہیں معمولی بات ہے دوسرے کے دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے ایک جگہ لڑائی کر دی اس میں کئی خون ہو گئے، شیطان نے کہا یہ بھی معمولی بات ہے، تیسرے سے پوچھا اس نے کہا میں نے آج چند آدمیوں کو قمار میں مبتلا کیا، شیطان نے کہا یہ بھی معمولی بات ہے، پانچویں سے پوچھا اس نے کہا آج میری طبیعت ناساز تھی میں کوئی خدمت انجام نہ دے سکا بس چلتے پھرتے ایک تھوڑا سا کام کر آیا ہوں ایک رٹ کا پڑھنے کے مدرسہ جارہا تھا میں نے اسے کھیل میں مشغول کر دیا یہ سن کر شیطان اچھل پڑا اور اس کو سینے سے لگا کر کہا واہ بیٹا بس تم نے بڑا کام کیا ہے سب شیطان حیران ہو گئے کہ ایک بچے کو کھیل میں لگا دینا کیا اہمیت رکھتا ہے ہم نے اتنے بڑے بڑے گناہ کرائے اس کی کچھ داد نہیں اور اس نے اسی بات کی اتنی تعریف۔ سب نے شیطان سے شکایت کی اس نے کہا کل ہم تم کو اس کا تجربہ کرائیں گے چنانچہ اگلے روز وہ اپنی جماعت کو ساتھ لے کر راستہ پر ایک گدھا پکڑ لیا ایک شیخ رحمۃ اللہ تھے جو چالیس برس سے عبادت میں مشغول تھے بڑے لکھے کچھ تھے نہیں ان کے چہرہ پر ہونچ کر آؤ اردی شیخ نے کہا کون شیطان نے کہا جبریں ہیں ہوں خداوند تبارک و تعالیٰ کو آپ کی ریاضت و عبادت بہت پسند آئی، تجھے براق دے کر بھیجا ہے آپ کو ملاقات کے لئے طلب فرمایا ہے یہ سننا تھا کہ شیخ نے الحمد للہ اس کے گھر سے لگائے شروع کر دیئے شیطان نے کہا آپ کی آنکھیں عالم بالا کی تجلیات کو برداشت نہ کر سکیں گی اس لئے آپ آنکھوں پر سیاہی باندھ کر براق پر سوار ہو جائیے چنانچہ اس طرح شیخ کو گدھے پر سوار کر کے لے کر چلے تمام رات اسے اونچے نیچے مقامات پر لئے پھرے اور بتاتے رہے کہ فلک اول ہے اور یہ یہ مقام ہے اسی طرح صبح ہو گئی تو ایک مسجد کے قریب چھوڑ کر لوے اب عرشِ عظیم آ گیا ہے ہم آگے نہیں جا سکتے۔ مسجد میں نماز قریب اختتام تھی امام نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ان کا نام رحمۃ اللہ تو تھا ہی یہ سمجھے کہ عرشِ عظیم آ گیا ہے اور خداوند

ذوالجلال نے مجھے دیکھ کر سلام کیا ہے بڑی خوشی کے ساتھ گدھے کی پشت پر اچھل کر بولے اور علیکم السلام یا اللہ! امام نے جو یہ سنا تو اس نے کہا یہ کون مردود ہے مارو لوگ ٹوٹ پڑے مکالمات جوتے سے خوب شیخ صاحب کی مرمت کی جب مار چکے تو دیکھا حضرت شیخ ہیں ماجرا دریافت کیا، شیخ نے قصہ بیان کیا لوگ بہت ہنسے شیطان اپنی ذریعات کے ساتھ دور کھڑا تماشا دیکھتا رہا اور کہا دیکھا عابد جاہل کا انجام۔

دوسرے دن شیطان اسی طرح ایک طالب علم کے حجرہ پر پہنچا جس نے بھی ابتداء میں شروع کی تحقیق سبقت یاد کر رہا تھا، شیطان نے کواڑ کھٹ کھٹائے طالب علم نے پوچھا کون ہے اس نے کہا کہ خداوند کریم کو آپ شوق طلب علم اور محنت پسندائی میں جبریل امیں ہوں مجھے براقی دے کر بھیجا ہے آپ کو بلایا ہے تشریف لے چلئے، طالب علم نے کہا اچھا اور ایک لٹھ ہاتھ میں لے کر آیا ہر لکل کر اس کے ایک رسید کیا اور کہا مردود کیا رسول کریم کے سوا کسی اور کو بھی اس طرح معراج ہو سکتی ہے۔ شیطان مع اپنی ذریعات کے بھاگا اور کہا دیکھا ابھی یہ کچھ زیادہ بڑھا لکھا بھی نہیں اور اس کا یہ حال ہے اس لئے ان کا ہرج کر دینا بڑا زبردست کام ہے یہ تو قصہ کہانی ہے اصل یہ ہے کہ یہ نسبت ہزار عابد کے ایک عالم، شیطان پر بھاری ہے۔

جوانگیر بادشاہ کے ایک مصاحب امیر نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں کچھ روپیہ بھیجا اور لکھا کہ یہ روپیہ طالب علموں اور صوفیوں پر خرچ کر دیا جائے حضرت نے اس کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا اس کے بعض فقرہ کا ترجمہ یہ ہے

طالب علموں کے ذکر کو مقدم کرنا آپ کی بلند ہمت کی نظر میں بہت ہی اچھا معلوم ہوا طالب علموں کو مقدم سمجھنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ شریعت کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور مصطفوی مذہب انہیں کے ساتھ قائم ہے کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھیں گے اور تصوف کی بابت کچھ نہ پوچھیں گے، جہت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے حکم بجالانے پر منحصر ہے۔

مکتوبات دفتر اول

ہے انبیاء نے جو تمام مخلوقات میں سب سے بہترین شرائع کی طرف ہی دعوت دی ہے

حکایات

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض آیات و سورہ قرآنی و اسمائے الہی کے فوائد بیان فرمائے ہیں جن کو اہل حاجت بوقت حاجت پڑھ کر فائدہ حاصل کر سکتا ہے اس قسم کی احادیث حسن حصین اور بعض تفاسیر میں کثرت سے ہیں اور ان میں ہر درجہ کی حدیثیں ہیں اس لئے کسی آیت یا سورہ یا اسم الہی کو کسی حاجت کے لئے پڑھنا جائز ہے بعض حاجات کے لئے نوافل بھی پڑھے جاتے ہیں، غرض خداوند کریم سے نفل نماز یا کوئی آیت یا کوئی سورہ پڑھ کر حاجت طلب کرے اس کے سوا کسی سے مدد کا طلب گار نہ ہو۔

احادیث ہی سے بعض اولیائے کبار نے اپنے تجربہ اور مرکاشفہ سے اسمائے الہی و آیات و ادعیہ ناظرہ سے خاص خاص حاجتوں کے لئے وظائف ترتیب دیئے ہیں ان کا پڑھنا بھی جائز ہے

حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کسی حاکم کے لئے عمل دریافت کیا آپ نے سورہ اخلاص پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اور کہا کہ خدا کو خدا ہی کے لئے یاد کرنا بہتر ہے

حضرت حافظ عبدالرحمن بخاری مراد آبادی کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس وقت بہت سے لوگ بیٹھے تھے حضرت نے اس سے دریافت کیا کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور مجھ سے کیا خدمت مطلوب ہے؟ اس نے کہا میں رنگون سے آپ کا نام سن کر آیا ہوں مجھے عمل درست غیب کی تلاش ہے اس کی جستجو میں میں سو فیول اور عالموں پر ہزاروں روپیہ خرچ کر چکا ہوں اور ان کے کہنے کے موافق بہت سے عمل پڑھ چکا ہوں مگر دست غیب حاصل نہ ہوگا میں نے سنا ہے آپ کو یہ عمل آتا ہے آپ مجھ کو بتا دیجئے حضرت نے فرمایا ہاں یہ عمل آتا ہے اور میرا اہل تیر بہت ہے اس میں کچھ خرچ وغیرہ بھی نہیں کرنا پڑتا میں تم کو ابھی بتا دیتا ہوں اس شخص نے کہا حضرت تنہائی میں بتائیے گا حضرت نے فرمایا کیا ہرج ہے یہ لوگ بیٹھے ہیں

ان کو بھی اچلے گا سینے وہ عمل یہ ہے

دست سوال سیکڑوں عیبوں کا غیب ہے

جس دست میں یہ غیب نہ ہو دست غیب ہے

حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں ایک شخص آیا اس نے کسی مرض کی شکایت کر کے تعویذ کی درخواست کی حضرت نے تعویذ لکھنا شروع کیا میں نے انکھیوں سے دیکھنا شروع کر دیا کہ تعویذ مجھے بھی آجائے حضرت نے یہ دیکھ کر کہ خوب اچھی طرح میرے سامنے کر دیا جب تعویذ لکھ کر شخص مذکور کو دے دیا تو مجھے فرمایا قاضی صاحب تنہا الفاظ و عبارت سے کام نہیں چلتا لکھنے والے کا سامان اختیار کیجئے، عمل کا اثر خلوص و اعتقاد اور شرائط کے موافق ادا کرنے سے ہوتا ہے جب عمل کرنے والا ان صفات کو جمع کرے گا تو عمل تیر بہدف ہو جائے گا

غیر مسلم فقراء

یہودی، عیسائی اور پارسی شادی بیاہ نہیں کرتے، عبادت خانوں میں علیحدہ رہتے ہیں، بعض کچھ کھانے کی اشیاء کا استعمال ترک کر دیتے ہیں سخت سخت ریاضتیں کرتے ہیں، کوئی کسب نہیں کرتے اور لوگوں کے دست کرم پر ان کا گذر اوقات بے بدھ مذہب کے فقہروں کا بھی یہی عمل ہے ان میں اس قدر اور زیادتی ہے کہ وہ تذلیل نفسی کے لمحہ بیک مانگتے ہیں

تیسری صدی عیسوی کے وسط میں عجم میں مشہور مصور مانی نے ایک مذہب ایجاد کیا تھا اس کے دو فرقے تھے ان میں سے ایک فرقہ دنیا سے تعلق نہ رکھتا تھا اور سخت ریاضت کرتا گوشت پھلی اور اندھ بھی نہ کھاتا نہ بند و جوگی بھی دنیا سے تعلق نہیں رکھتے، لوگوں کے دست کرم پر گزر کرے ہیں سخت سخت ریاضتیں کرتے ہیں اور بعض اشیاء کا کھانا ترک کر دیتے ہیں کھڑے کھڑے اوپر کو اٹھائے اٹھائے پیروں کو بے کار کر لیتے ہیں، چار ابرو صافیا کرتے ہیں، بعض لمبے بال رکھتے ہیں، بعض عورتوں کی طرح چونڈا باندھتے زبور بھی پڑھتے ہیں، ناچ گانے اور نشہ کے شائق بھی ہوتے ہیں۔ افسوس ہے کہ

مسلمان فقیر بھی ان کی سی حرکات کرتے ہیں۔ یہ باتیں اسلام سے بھی خارج ہیں۔
جلد دوم ترجمہ تاریخ تمدن سریندری طاس کیل ۱۲۲ مطبوعہ ۱۹۳۳ء عہد مانی ۱۵۰۰ میں پیدا ہوئے
والا شمار الباقیہ میر و منی

فقیر و فقر

خواجہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۶؎ فرماتے ہیں فقیر وہ ہے کہ جب اس کے پاس کچھ نہ ہو تو ساکن اور مطمئن ہو اور جب اس کے پاس کچھ ہو تو سخی ہو ۲۸۷؎
خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۸؎ فرماتے ہیں مجھے فقیر کی علامت یہ ہے کہ سوال اور جھگڑانا نہ کرے اور کوئی اس سے جھگڑے تو خاموش رہے۔
خواجہ سمعون محب رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۹؎ فرماتے ہیں فقیر وہ ہے جو فقر سے محبت رکھے چلے جاہل روپیہ سے رکھتا ہے اسے روپیہ سے ایسی وحشت ہوتی ہے جیسے بخیل کو فقیر سے۔

خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۲؎ فرماتے ہیں
”فقیر وہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کی پرواہ نہ کرے اور کسی کے ساتھ مشغول نہ ہو۔“
خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۲؎ فرماتے ہیں فقیر وہ ہے کہ غنا سے احتراز کرے ۳۳۳؎

خواجہ نور الدین جامی رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۷؎ فرماتے ہیں، فقر صورتِ زندہ است ۳۹۸؎

فناء

فنا کی تین قسمیں ہیں
(۱) قسم اول یہ کہ خدا کے سوا کسی کی محبت نہ ہو، خدا کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرے، اور خدا کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرے یہی دین کا ظاہر اور باطن ہے، فناء کا یہ درجہ انبیاء اور اولیائے عظام کو حاصل ہوتا ہے۔
(۲) یہ کہ ماسوائے شہود سے فنا ہو یعنی خدا کے سوا کسی کو نہ دیکھے نہ کوئی چیز اس کے دل میں کھٹکے یہ درجہ متوسط درجہ کے اولیاء کو حاصل ہوتا ہے۔
یہی وہ خطرناک مقام ہے جہاں قدم ڈلگایا جاتا ہے اور نادان کو عینیت و حلول و اتحاد کا گمان ہو جاتا ہے۔
(۳) یہ کہ خدا کے سوا کسی کا وجود نہیں اور مخلوق کا وجود بعینہ خالق کا وجود ہے یہ خیال محدود کا ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: فنا کا یہ منشا کہ خدا کے سوا کوئی دوسری چیز موجود نہ ہو اور انوار المعارف ۱۰۰ عوارف المعارف ۱۰۰ نفحات الانس

نہیں اور خالق کا وجود بعینہ مخلوق کا وجود ہے لہذا خدا اور بندے میں کوئی فرق نہیں
 فنا کا یہ درجہ ان گمراہ لوگوں نے اختیار ہے جو حلول و اتحاد میں پٹہ گئے ہیں۔

فیور

قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت ہے، قبروں پر میلہ لگانا ضرورت سے زیادہ
 چراغاں کرنا، گانا بجانا، ناچ، رنگ، قبرستان میں کھانا پینا مٹھائی اور چادر وغیرہ چڑھانا،
 سجدہ اور طواف کرنا، لوسہ دینا، صاحب قبر سے دعا کرنا اور مدد چاہنا یہ تمام امور ناجائز
 ہیں اور پرستش کی حدود تک پہنچتے ہیں۔ خواجہ نقشبند فرماتے ہیں۔

تو تاکے گور مرداں سا پرستی بگرو و کار مردان کن درستی

رسول کریم نے فرمایا ہے میری قبر کو بیت نہ بنانا خدا لعنت کرے یہ جو نصاریٰ پر
 کہ انہوں نے عیسویوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔

شیخ ابو بکر بن شیبہ محدث نے لکھا ہے کہ ایک شخص گنبد خضراء کے پاس کھڑا
 ہوا کچھ کہہ رہا تھا امام زین العابدین نے اسکو منع کیا اور فرمایا کہ رسول کریم نے فرمایا
 ہے میری قبر کو بیت نہ بنانا۔

غوث علی شاہ قلندر باقی پتی کی سوانح عمری تذکرہ غوثیہ میں ان کا قول لکھا ہے
 ”جب ہم کہہ پور گئے تو وہ بکھا کہ صبح آن کہ سجادہ صاحب نے حضرت احمد
 شاہ کے مزار کا طواف کیا اور سجدہ کیا میں نے کہا کہ صاحب طواف و سجدہ تو یہاں ادا ہوا
 اگر حضرت غوث اعظم کے مزار پر آپ ہوں تو وہاں کیا کیجیے گا اور حضرت رسول مقبول علیہ
 اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے کیا باقی رکھا اور خدا سے تو کچھ مطلب ہی نہیں جس
 کے لئے سب کچھ ادب و تعظیم درکار ہے وہ خفاء ہو گئے۔“

آگے اسی کتاب میں قلندر صاحب مذکور کے متعلق لکھا ہے ”اویار اور شور
 کے متعلق بعض ارباب تصوف جو غلو کرتے ہیں اس سے آپ کو بہت نفرت تھی“
 شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں

”برقبر چراغ روشن بناید کرد باعث لعنت است“

حضرت ابی الہیارح اسدی نے حضرت جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ رسول
 نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے

عہ اردو ترجمہ کتاب بلاغ المبین صفحہ ۱۹۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ مطبوعہ عالمگیر پریس لاہور ۱۹۳۶ء عہ سورج کوثر
 صفحہ ۳۳ مصنفہ شیخ محمد اکرم ایم اے مرکٹ ٹائل پریس لاہور ۱۹۴۳ء عہ ملفوظات صفحہ ۴۷ عہ بلاغ المبین صفحہ ۳۸

مرقد النوار رسول اکرم سادہ حالات میں تھا شاہ مصر قلادوں صالحی نے ۶۷۱ھ میں قبہ مبارک تعمیر کرایا۔ اولیائے کرام کے مزارات ان کی وفات سے مدتوں کے بعد اکثر قیاس و تخمین سے بنائے گئے ہیں اس لئے قدیم مزارات کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ صحیح مقام پر ہیں

حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ان کی وفات کے دو برس بعد سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان التتمش نے بنایا۔

بعض زیارت گاہیں کسی خوف سے مشہور کر دی گئی ہیں حاکم بہرائچ نے اپنے رسالے کے لئے ایک مکان بنایا شاہ اودھ کو معلوم ہوا تو حاکم سے جواب طرد کیا حاکم نے کہا کہ یہ قدم رسول کی زیارت گاہ ہے مزار پر النوار رسول اکرم کے سوا تقریباً تمام متقدمین کے مزارات قیاس و تخمین سے عرصہ دراز کے بعد بنائے گئے ہیں محققین کی یہی رائے ہے یہ امر اس طرح بھی ثابت ہے کہ بعض بزرگوں کے مزارات دہلی، ٹلن، مقامات پر ہیں بعض زیادہ مشتبہ ہیں، خواجہ ابراہیم ادہم کے مقام دفن میں سخت اختلاف ہے منصور کا مقبرہ کئی جگہ ہے۔ لعل شہباز قلندر کا مزار درگاہ قدم شریف سے شاہ جہاں آباد کی طرف آتے ہوئے راستہ خام پر ایک تکیہ میں ہے اور ان کا دوسرا مزار قصبہ سیوہان سندھ میں ہے

دہلی کی عید گاہ کے راستے میں دو مزار ہیں ایک جلال الدین کا اور دوسرا اوحدا الدین کرمانی کا۔ جلال الدین کا مزار بنگالہ میں بھی ہے اور اوحدا الدین کرمانی کا ترکستان میں بھی ہے۔ شیخ ابوبکر مصال برادر خواہر زادہ سلطان المشائخ کا ایک مزار راستہ درگاہ امیر خسرو پر ہے اور دوسرا خواجہ عمر سے جانب جنوب ہے۔ سید بدایین غزنوی کا ایک مزار قطب صاحب میں پائین مزار قطب الاقطاب ہے اور دوسرا کٹرہ فیروز شاہ جانب مشرق میں ہے اس پر بھی سید بدایین غزنوی کا کتیہ لگا ہوا ہے۔ ابوعلی شاہ قلندر بانی پتی کا مزار دو جگہ ہے عارف علی شاہ کا مزار ہنسپور ضلع بجنور میں بھی ہے اور دہلی میں بھی ہے یہ تو تھا ہی اور غضب دیکھئے دہلی میں ایک چٹلی قبر مشہور ہے کوئی کہتا ہے یہ سید روشن شہید کا مزار ہے کوئی کہتا ہے گھوڑے کی قبر ہے۔

شاہ الفرقان جمادی الاول ۱۳۵۴ھ حیات مسعودی ص ۱۵۱ مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۹۳۵ء

حیدر آباد کن میں ایک قبر پر جی جاتی ہے وہ موسیٰ رحمو کی درگاہ کے نام سے مشہور ہے لیکن حیدر آباد کے تمام مصنف متفقہ طور پر لکھتے ہیں کہ یہ قبر فرانسسی فوجی جنرل موسیور یان کی ہے مگر کون سنتا ہے۔

قرآن مجید میں خداوند ذوالجلال نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ رسول کریم کے اسوہ حسنہ پر چلو۔ رسول کریم کو معلوم تھا کہ ان کے جد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار عظیم میں ہے لیکن آپ نے نہ وہاں مید لگایا نہ چادریں وغیرہ چڑھائیں نہ چراغ جلائے نہ پلارت قبور کی اجازت اس لئے ہے کہ آدمی وہاں جا کر عبرت حاصل کرے اور توبہ و استغفار کر کے مرحومین کے لئے ایصالِ ثواب کرے مگر مردوں کو سجدہ کرنا، بوسہ دینا، ان پر سر رکھنا، اور طواف کرنا وغیرہ فقہاء نے ان تمام امور کو حرام قرار دیا ہے۔ قبروں پر پھول چادر اور مٹھائی چڑھانا یہ بھی جائز نہیں نہ یہ اسلام کی رسومات میں سے ہے۔

قبروں پر جا کر حاجت طلب کرنا اور مدد مانگنا وغیرہ یہ بھی جائز نہیں مجمع البحار وغیرہ کتابوں میں ان امور کی تفصیل ہے حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلوی نے ان امور کے عدم جواز پر ایک مستقل رسالہ اربعین تصنیف فرمایا ہے اگر قبروں پر جا کر حاجت طلب کرنا جائز ہوتا اور صاحب قبر سے امداد کی درخواست کرنا روا ہوتا تو جب رسول کریم مکہ معظمہ میں مصائب و آلام میں مبتلا تھے تو اپنے جد حضرت اسماعیل کے مزار پر جا کر کیوں مدد طلب نہیں کرتے تھے۔ عرسوں میں شریک ہونا بھی جائز نہیں

امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ قبروں پر جانے والی عورتوں پر رسول کریم نے لعنت فرمائی ہے، امام حسن بصری کا قول ہے کہ قبروں پر مرد و عورت کا جمع ہونا بدعت ہے۔

اولیائے کرام کے مزارات سے منتہی کو روحانی فیض ہوتا ہے اس کے حاصل کرنے کے طریقے ہیں حضرت امداد اللہ صاحب نے اپنی کتاب صیاء القلوب میں بھی اس کے طریقے لکھے ہیں۔ ہر شخص میں اس کے حصول کی قابلیت نہیں ہوتی علاوہ بریں زندہ نبرگوں سے جو فیض ہوتا ہے وہ مردوں سے نہیں ہوتا۔
علاء فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم مطبوعہ دیوبند علیہ مصباح المومنین

اس مضمون کے متعلق بعض مختصر حدیثیں درج ذیل ہیں۔
 رُفِیْہِیْ اِنْ یَّکْتُبْ عَلَی الْقَبْرِ فَلَیْسَ بِرَسُولِ اللّٰہِ ﷺ۔ رسول اللہ نے قبر پر کچھ لکھنے سے منع فرمایا ہے یعنی کتبہ لگانے سے۔

(۲) لعن اللہ ذوات القبور والمنتحین علیہا المساجد والسیاح^۱۔
 قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ان کو گوہر جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں اور ان پر چراغاں کرتے ہیں۔

(۳) مسند امام ابن حنبل میں حدیث ہے: ”لہی ان یقع علی القبر او یجھض او یدنی علیہ“ رسول کریم نے منع فرمایا ہے قبروں پر بیٹھنے اور پختہ بنانے اور عمارت بنانے سے۔

اولیائے کرام بھی قبر کے پختہ بنانے کو پسند نہ کرتے تھے، کتاب چشتی اولیاء نامہ میں مذکور ہے سلطان المشائخ نے فرمایا: ”ہم کو آسمان کا گنبد کافی ہے ہم گنبدوں میں دفن ہونا نہیں چاہتے“

قبروں کو بوسہ دینا چاہئے نہیں، صاحب مصباح القلوب نے قبروں کو بوسہ دینے کے حوالہ میں یہ دلیل لکھی ہے کہ حضرت علی نے بوقت غسل رسول کریم کی پیشانی کو چوما اور اسی طرح حضرت ابوبکر نے اور خود رسول خدا نے حضرت عثمان بن مظعون صحابی کی پیشانی کو بوسہ دیا تھا۔ اس مصنف کی عقل و دانش کا کیا کہنا جو ان بوسوں کو قبروں کے چومنے میں حجت گردانے کسی شخص کا دفن سے پہلے اپنی اولاد یا اپنے بزرگ کی پیشانی وغیرہ کو بوسہ دینا اور بات ہے اور قبروں کو جا کر چومنا اور بات ہے۔

غرض مزارات پر خیالی عبرت جانا اور اپنے لئے اور میت کے لئے دعا کرنا مستحسن اور مسنون ہے۔ صاحب قبر سے یہ کہنا کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں بدعت ہے اور صاحب قبر سے معبود سمجھ کر حاجت طلب کرنا شرک غیر مغفور ہے۔ اگر بلا معبود سمجھے اور بلا مالک جانے متصرف فی الکائنات سمجھ کر حاجت طلب کرے تو یہ شرک عملی اور بدعت خرمہ ہے مگر ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو گا قبروں پر چادریں اور غلاف وغیرہ چڑھانا بھی ناجائز ہے، مولانا روم نے غلام پوش قبروں

عَلٰی ابْنِ مَاجِرَ عَلَیہِ تَرْغِیْ ۵۵۵ ۲۰۲

کو کفار کی قبر قرار دیا ہے فرماتے ہیں:

”انہروں چوں گور کافر پر حسرت“

اندروں قبر خسرانے عزوجل“

”شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: ”اں فتنہ علت گوہر رستی است کہ پرستان آں را

پیر پرست می گویند و ایں فعل شفیع است“

قد مبوسی

بزرگوں کے ہاتھ پر چومنے کا بھی رواج ہے۔ ہاتھ چومنے میں تو کچھ ہرج نہیں

لیکن چونکہ پیر چومنے میں ٹھکانا پڑتا ہے اس لئے فقہاء نے جائز نہیں رکھا۔ دو ایک

اہل اہل عہد کی ضعیف روایتیں ایسی ہیں جن سے قد مبوسی کا ثبوت ملتا ہے

(۱) درہم دیوں نے رسول کریم کے ہاتھ پاؤں چومے

اس حضرت صہیب نے کہا کہ ”میں نے علی کو دیکھا کہ حضرت عباس کے ہاتھ

پاؤں چومتے تھے“

ہمارے ائمہ و فقہاء نے ہر قسم کی احادیث کی جانچ کر کے مسائل کا استنباط کیا

ہے اسلئے ہم صرف ان احادیث کے الفاظ و عبارت ہی پر نظر کر کے عمل نہیں کر سکتے

بلکہ فقہاء نے جو کچھ اس کے متعلق لکھا ہے وہی لائق حجت ہے عالم گیری میں اس کے

متعلق تفصیل کے ساتھ حکم لکھا ہے اگر کوئی شخص کسی عالم یا زاہد سے استدعا کرے

کہ اپنے قدم اس کی طرف بڑھا دیے تاکہ وہ ان کو بوسہ دے تو اس کی اجازت نہیں

دی جائے گی۔

سلام کے وقت بھی جھکنا مکروہ ہے اس سے منع کیا گیا ہے

قرن ثلاثہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے،

پھر اس کے بعد کا، پھر بھوٹ پھیل جائے گا۔

ان تینوں زمانوں کے نام اور حد اس طرح مقرر کی گئی ہے۔ قرن اول

بعثت رسول کریم اور عہد صحابہ سے سالہ ہجری تک ہے۔ قرن ثانی عہد تابعین

سالہ ہجری سے سالہ تک ہے۔ قرن ثالث عہد تبع تابعین سالہ سے سالہ

تک ہے ان تینوں زمانوں کے مستند بزرگوں اور اماموں کے اقوال و افعال سے

علہ بلاغ البیین عہ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان عہ عالم گیری بحوالہ التمر تاشی

باہر جو امر دین میں داخل کیا گیا وہ بدعت ہے۔

کسب

انبیاء و اولیاء کسب کر کے کھاتے تھے رسول کریم نے کسی پر بار ہونے کی مذمت کی ہے اور کسب کی تعریف فرمائی ہے

✓ حضور نے خود مزدوری بھی کی، تجارت بھی کی اور مضاربیت بھی کی ہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت طلحہ کپڑے کی دکان کرتے تھے۔ حضرت عمر ایٹیش بناتے تھے۔

حضرت سعد بن وقاص تبر بناتے تھے حضرت عثمان بن طلحہ درزی کا پیشہ کرتے تھے، امام ابو حنیفہ تجارت کرتے تھے اور حضرت ابراہیم ادہم جنگل سے لکڑیاں لاکر فروخت کرتے تھے ایک دفعہ حضرت عمر نے فرمایا۔

”اے گروہ فقرا اسراٹھاؤ راستہ کھلاؤ اے فائدہ حاصل کرو اور مسلمانوں کے سہارے زندگی بسر نہ کرو“

امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے ”میرے نزدیک سب سے اچھا وہ دھرم ہے جو تجارت سے حاصل ہو اور فرمایا کسب مانع توکل نہیں ہے“

کشف و کرامات

گزشتہ یا آئندہ واقعات کا بیان اور بعض امور عجیبہ کا انکشاف بعض اعمال و مجاہدات سے ہوتا ہے ولایت کا اس پر انحصار نہیں ہے ولی حتی الامکان اس سے احتراز کرتے ہیں یہ امور غیر مسلم سے بھی سرزد ہو جاتے ہیں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ دجال بھی کرامتیں دکھائیگا شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں

”خرق عادت شمش قسم است، اول معجزہ کہ بمقابلہ کفار از نبی خواہ از ولی دیکم کرامت از نبی یا ولی، سوئم از اس کہ پیش از نبوت صادر شود بلکہ پیش از ولایت بلکہ پیش از وجود، چہارم برائے عامہ مومنین اجابت دعا و غیرہ خواہ زائد یا شد یا فاسق پیچم۔ آنگہ از کفار کہ بمقابلہ و دعویٰ وقوع یابد آنرا استدراج گویند ششم امانت کہ مخالف دعویٰ واقع شود

اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

زائد سے عرض کر دے کہ خرق عادت و کرامات کہ نقل میکنند
راست است یا از جهت امتداد زمان و اختلاف روایات باین نوبت
رسیده ارشاد فرمود مبالغہ تمام راہ یافتہ لیکن خرق عادت بعضے مثل غوث الثقلین
بتواتر رسید کہ انکارش نمی تواند شد و از زمان سابق بسیار این نوع می آید و جویش
آنکہ دخل در خرق عادت ریاضات شاقہ را بسیار بود حالا آچنان ریاضت کم شود
حضرت رابعہ بصری کا ارشاد ہے۔

” اگر در ہوائی کسی و اگر بر دریا آبی کسی اگر دل بدست آوری کسی۔
خواجہ بایزید نے فرمایا ہے ” اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے تو
دیکھو کہ نہ کھاؤ۔ نہ پیکھو کہ وہ حدود شریعت کی حفاظت میں کیسا ہے۔
صاحب فوز المرام لکھتے ہیں ” اگر تم کسی مرد کی طرف دیکھو کہ وہ استغفار کرامات
دکھائے کہ وہ ہوا پر بلند ہوتا ہے تو اس سے فریب مت کھاؤ یہاں تک کہ اس کو
دیکھو

کہ اس کا حال حدود شرع میں کیسا ہے۔

کرامت کا چھپانا اولیاء اللہ پر واجب ہے مگر ضرورت کے وقت یا خدا کے حکم
کے ساتھ یا حال غالبیت کے وقت جسمیں اختیار باقی نہ رہے یا واسطے تقویت ایمان
بعض مریدین کے

اولیائے کرام کے نزدیک کرامت کی کوئی قدر قیمت نہیں ہے حضرت حاجی اماد اللہ

فرماتے ہیں کہ ” کشف و کرامات را پچیزے نخرند ”

بعض بزرگوں نے کرامت کی دو قسمیں قرار دی ہیں ایک کرامت حسی یعنی
یہی ظاہری کشف و خرق عادت اسکو اولیائے کرام چھپاتے ہیں اور اس کا کمال باطنی
سے کوئی تعلق نہیں دوسرے کرامت معنوی یعنی پابندی سنت و استقامت
علی الشریعت اکثر بزرگوں نے فرمایا ہے
” صدر کرامت و یک استقامت ”

یعنی سو کہ امتوں پر ایک استقامت کو فضیلت ہے

علاء محفوظات حضرت مولانا محمد طہ جتوئی مدظلہ العالی نے فرمایا ہے
مطبع خیر خواہ سرکار سہانپور ۱۳۷۱ھ

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا
 ”استقیما اولین تحصوا و تعلموا“
 یعنی استقامت اختیار کرو، اسکی حد کو تم دریافت ہی نہیں کر سکتے۔
 کشف میں غلطی و اشتباہ بھی ہو جاتا ہے اسکی متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

مال

مصنوعی صوفیوں نے بعض ایسے اقوال گھڑے ہیں جن میں مال کمانے اور
 مال جمع کرنے کی مذمت کی ہے۔

حضور نے فرمایا ہے کہ صالح آدمی کے لئے صالح مال اچھا ہے۔ حضور
 نے حضرت انس صحابی کو کثرت مال و افراد کی وعادی تھی۔

✓ حضور نے فرمایا ہے ”سوال نہ کرو“ جب تک مال نہ ہو گا سوال سے آدمی کہیں
 کہ باز رہے گا۔ حضور نے فرمایا ہے اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ دو، خواجہ جنید بغدادی
 نے فرمایا ہے کہ زیادہ کماؤ تا کہ کبھی بیماری وغیرہ میں کام آئے۔

✓ حقیقت میں اس مال کے کمانے اور جمع کرنے کی مذمت ہے جو ناجائز
 طریق پر کایا جائے اور نخل سے جمع کیا جائے اور جمع کرنے سے نمائش و غرور مقصود
 ہو۔

مجدد

ابوداؤد کتاب اللہ رحمہ اللہ میں روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہے کہ خداوند ذوالجلال ہر صدی میں ایک مجدد مقرر کرتا ہے۔

در حقیقت ہر زمانے میں غیر سعادتمند عنصر کی وجہ سے گمراہیاں پھیلتی ہیں چونکہ
 حضور علیہ السلام خاتم النبیین تھے اس لئے اب کوئی بنی مبعوث نہیں ہو سکتا اصلاح
 خلیق اور گمراہوں کا ابطال اولیاء و علماء کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ ہر مصلی اور عالم باطن
 کچھ نہ کچھ اصلاح کرتا ہے مگر وہ بزرگ جو کثرت کے ساتھ اصلاحات کی ترویج
 و اشاعت کرے مجدد ہوتا ہے، مجدد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ مجددیت کا
 دعویٰ کرے یا اسکی مجددیت پر خاص شواہد ہوں بلکہ مجدد تصحیح عقائد و خیالات
 اصلاح خواص و عوام، خدمت علوم دینی سے پہچانا جاتا ہے، سب سے پہلے حضرت
 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مجدد و اول حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو قرار دیا پھر اور بزرگوں نے مختلف حضرات کو مثل حافظ ابن شریح، امام ابوالحسن اشعری، امام باقلانی، امام غزالی، امام رازی، امام بلقینی، حافظ زین الدین عراقی، امام سیوطی، امام بخاری اور بعض بزرگوں کو مجدد قرار دیا۔ بعض ائمہ اور بزرگوں نے امام ابن شہاب زہری، امام قاسم بن محمد، امام حسن بصری، امام ابن سیرین، امام باقر، شیخ یحییٰ بن حصین، امام نسائی، امام حاکم صاحب مستدرک، شیخ ابراہیم بن حسن کوردی، نبیل مدینہ، شیخ صالح بن محمد بن الفرج، نبیل مدینہ، شیخ شہاب الدین سہروردی اور بعض بزرگوں کو بھی مجددین میں شمار کیا ہے حضرت علامہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ احمد سرسندی کو سب سے پہلے مجدد تسلیم کیا۔ ان کے بعد ہندوستان میں شاہ ولی اللہ، حضرت سید احمد بریلوی، حضرت مولانا اسماعیل شہید کو مجدد کہا گیا پھر مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد کو اکثر اکابر مجدد سمجھتے تھے

میں نے بزرگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر صدی میں ایک ہی شخص مجدد ہو بلکہ چند بزرگ بھی ایک زمانے میں یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔

مدعی

✓ وحدۃ الوجود ہو یا وحدۃ الشہود یہ دونوں فوقی درجہ رکھتے ہیں بڑے بڑے شیوخ نے ان مسائل کو اصلاحات خاص کے ساتھ منتهی سالکین کے افہام و تفہیم کے لئے لکھا ہے

بزرگان متقدمین میں سے کسی نے عام مجموعوں میں اس قسم کی گفتگو نہیں کی اب یہ کیفیت ہے کہ نہ لوگ علم سے واقف ہیں نہ قدیم اصطلاحات سے۔ پھرے مجموعوں میں جن میں برناؤ پیر و صغیر و کبیر، مذکور و انات، جاہل و خواندہ الغرض سب ہی موجود ہوتے ہیں ہر عیونی علی الاعلان وحدۃ الوجود کا دم بھرتا ہے۔ متقدمین میں سے صدیوں میں ایک منہور کا ذکر ہے مگر فی زمانہ فیصدی تناؤ سے منہور ہیں یہ کیا ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کیفیتوں کی ہوا بھی نہیں لگی کچھ اندو کے رسالوں میں پڑھ کر کچھ ادھر ادھر سن کر جو چاہتا

ہے کہہ دیتے ہیں مگر جو صاحب کیفیت ہیں ان کے لبوں پر مہر لگی ہوئی ہے،
”جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے اکثر“

اسی طرح قدیم تصانیف اور ناقابل اعتماد تصانیف و مضامین کی بنیاد پر
صوفیوں میں شامل ہونے کے لئے

تصوف کے نام پر رسالے لکھے شروع کر دیئے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں
اپنی فہم کے موافق لکھ دیتے ہیں۔

ہر بوالہوس نے حسن بدستی شعار کی + اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی
جو لوگ تصوف و معرفت کا دعویٰ کرتے ہیں انکے متعلق خواجہ ذوالنون مصری مسئلہ کا ارشاد
ہے۔

”اگر معرفت کا دعویٰ ہو گا تو سچ کہے گا یا جھوٹ۔ اگر سچ کہتا ہے تو جو عبادت کرتے
ہیں وہ اپنی تعریف آپ نہیں کرتے اگر جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ بولنے والا
عارف نہیں ہو سکتا“

مذاہب عالم اور تصوف

ڈاکٹر لنکن پیر و فیسر کیمبرج یونیورسٹی نے لکھا ہے۔

”تمام اعلیٰ ترقی یافتہ مذاہب میں تصوف اس قدر لازمی عنصر ہے کہ میرا خیال
ہے اسلام میں اس کا ہمیشہ ایک اہم وجہ رہا ہے گا“

پروفیسر فرنگر کا یہ خیال صحیح ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تصوف، زہد و سکارم
اخلاق کا نام ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت اسی خدمت کے لئے ہوئی اس
لئے ہر صحیفہ آسمانی میں تعلیم جو دی ہے اور دنیا کے قابل لحاظ مذاہب، اندیشے و
یہودیت، نصرانیت و بدعت و غیرہ یہ سب مذاہب انبیاء کے مذاہب ہیں۔
چونکہ ان بانیوں نے کتب سابقہ میں تصرف کر کے اپنا مذہب مرتب کیا اس
لئے وہ تعلیم بھی ان میں آگئی اور جس طرح دیگر صحیح عقائد و غیرہ متغیر ہوئے تصوف
میں بھی تغیر ہو گیا صحائف انبیاء میں سب سے پہلی مکرم و معتظم کتاب توریت ہے
اس کتاب میں وہی تعلیم تھی جو آدم سے بیکر یونس تک انبیاء و رسل کو خدا کی طرف
سے عطا ہوئی تھی بہر صورت یونس کے بعد ان کی امت کے خود پسند و خود غرض لوگوں نے
اسلامی تصوف اور لنکن صاحب

تخریف کی، مذہبِ توریت کے مجدد و یمنین ایک پیغمبر حضرت عزیر علیہ السلام تھے
 زرتشت ان کا شاگرد تھا اس نے عزیر علیہ السلام کے بعد اپنا مذہب لکالا
 پھر خداوند ذوالجلال نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور توریت کی تعلیم
 کی تصحیح، انجیل کے ذریعے کی حضرت مسیح کے بعد ان کی امت نے انجیل میں بھی تخریف
 کی لہذا آخر میں خداوند کریم نے اصلاحِ عالم کے لیے پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو اپنا آخری عملی قانون عطا فرمایا جس کا نام قرآن ہے قرآن
 میں یہی دینِ مذہب، وہی ایمان و مذہب کے اصول ہیں اور وہی اخلاقی تعلیم ہے
 جو حقیقہ آدم اور دیگر انبیاء کے صحائف اور توریت و زبور و انجیل میں مکتی صرف بعض
 فروعی، معاشی و معاشرتی مسائل میں حسب مقتضائے وقت اختلاف کیا گیا ہے۔

اس لئے تمام مذاہبِ عالم میں بعض اخلاقی مصالح اور مذہبی احکام مشترک نظر
 آتے ہیں یہی صورتِ تصوف کی ہے جن ادیان کو سالوں نے صحفِ سماوی میں تغیر کر
 کے مٹن کیا انہیں اور عقاید و اعمال کے ساتھ مسائلِ تصوف بھی بدل گئے۔ چنانچہ مسیحی
 تصوف کے متعلق ایک اہل قلم نے لکھا ہے۔

اکثر علماء یسوعیہ اور پاپ کا خیال ہے کہ مسیح تصوف، خود مذہبِ یہود سے مستعار
 لیا گیا ہے۔

مرشد

مرشد یعنی پیر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس سے بیعت کی جائے اور دوسرا وہ جس
 سے بغیر بیعت کے فیض حاصل کیا جائے مؤخر الذکر کو پیرِ صحبت کہتے ہیں اور اول کو پیرِ
 بیعت۔

مروجہ تصوف

صوفیوں میں جو تصوف رائج ہے وہ یونانی ایرانی ہندی اور اسلامی تصوف
 کا مجموعہ مرکب ہے اس پر کسی طرح اسلامی تصوف ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا حضرت
 غوثِ پاک کی تصانیف فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین، خواجہ علی ہجویری کی کشف
 المحجوب، خواجہ شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف دیکھنے سے مروجہ تصوف
 اور اسلامی تصوف کا فرق صاف نظر آ جاتا ہے۔

غلام شنگیر رشید ایم اے لکھتے ہیں۔
 علامہ آفتاب صفحہ ۲۴ مسلم پورہ سٹی پریس علی گڑھ ۱۳۶۰ھ

مسک تصوف، اسکی بنیاد اور حقیقت کے متعلق مختلف طبقات میں مختلف قسم کی غلط فہمیاں اور غلط بیابیاں امتداد زمانہ سے پیدا ہوئیں مستند اصحاب طریقت اور اباب معرفت اس امر پر متفق ہیں کہ تصوف اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کیا جائے یعنی اپنے آپ کو ظاہر و باطن میں آیہ کریمہ راخلصوا دینہم للہ کا مصداق بنایا جائے خدا کی محبت میں محبوب خدا کا اتباع کیا جائے۔

نور شہید الاسلام صاحب صدر مجلس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھتے ہیں۔

تصوف آریائی و مانع کا رد عمل ہے صوفیانہ عقائد مسیحی افکار کے رہن منت میں یہ اعتقاد فلسفہ یونان کی صدائے بازگشت ہے متاخرین کا تصوف جو اچھا خاصا فلسفہ بن کر رہ گیا ہے اور جس میں بہت سے رائد عقائد و اشغال شامل ہو گئے ہیں ہرگز خالص اسلامی تصوف نہیں کہا جاسکتا۔ حضرت بایزید اور حضرت جنید سے پہلے تصوف ایک قسم کی زاہدانہ اور قناعت پسندانہ زندگی کا نام تھا۔ تصوف بذات خود ایک محمود عقیدہ ہے صحیح خیال اور نہایت اعمال کے لئے اس سے زیادہ کوئی مؤثر طریقہ نہیں لیکن ہر تحریک کی طرح آخر اس میں بھی مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔

عرفی مروجہ تصوف میں آریائی تخیل، گوتم بدھ تصوف، ایرانی اور مسیحی تصوف کا زیادہ دخل ہے۔ اسلامی تصوف کا عنصر بہت کم ہے اس کا فائدہ بس اس قدر ہے جو شیخ علی حنین نے فرمایا ہے: "تصوف برائے شعر گفتن خوب است"

آج مسلمانوں پر جو اذیت نازل ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ عوام اور خواص کے عقائد و اعمال میں توہمات اور خلاف شرع و سنت امور داخل ہو گئے ہیں۔

حضرات صوفیائے کرام جن کا اشاعت اسلام اور قومی ترقی میں بڑا حصہ تھا آج ان کے نام پر سودا نہ تبلیغ کرتے ہیں نہ سیاسی و علمی معاملات میں رہنمائی کرتے ہیں نہ دیگر ملکی امور سے واسطہ رکھتے ہیں ان امور کو وہ کبھی نہیں سیکھ سکتے کیونکہ وہ خود دولت علم سے محروم ہیں ان کا کام صرف لوگوں کو مرید کر کے نذرانہ وصول کرنا اور گانا بجانا سچے نوٹ پیسے لینا ہے۔

مروجہ تصوف کے متعلق ڈاکٹر محمد مصطفیٰ حلمی نے اپنی کتاب تاریخ تصوف اسلام علیہ شمس معنوی صفحہ ۱۲۲ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۳۷ء میں رسالہ آفتاب قدس ۱۵۱/۱۶۰ یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۳۶۰ھ

میں ایک نہایت ہی لطیف و صحیح رائے نقل کی ہے۔

”تصوف حال تھا لیکن اپنے دور انحطاط میں بُرا حال بن گیا وہ اجتناب تھا اب اس نے اکتساب کی صورت اختیار کر لی وہ استعارہ تھا مگر اب وہ اشتہار و نشر آئے لگا ہے وہ حدود کی عمارت تھی مگر اب غرور کا مرکز بن گیا ہے پہلے وہ نقشب تھا مگر اب اس نے تکلف کا جامہ پہن لیا ہے پہلے وہ تخلق تھا اب متحقق بن گیا ہے پہلے وہ قناعت تھا مگر اب اس نے خجالت کا روپ بھر لیا ہے

مشابہت

”مصور نے فرمایا ہے (من تشبه بقوم فهو منهم) جس نے کسی قوم کی مشابہت پیدا کی وہ انہیں میں سے ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابو العباس احمد مفتی شام نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں اس عنوان کا ایک باب باندھا ہے اور خالفوا المشرکین اور حدیث مرقومہ بالا کی تشریح کی ہے

اس باب میں انہوں نے کفار کے ان مراسم کو لکھا ہے جو مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں۔

قبروں کا طواف کرنا ایام جاہلیت کی رسم تھی اب اسکی مثل قبوں کا طواف کرنا ایجاد کیا گیا ہے یہ ہرگز اسلام کی رسم نہیں ہے اسلئے اجتماع کرنا اور اکٹھے ہو کر قبور کے پاس گانا بجانا منکرات سے ہے۔

مشرکین کی یہ بھی عادت ہے کہ بت خانوں میں عبادت کے وقت ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ اور اس کی رضا مندی کا وسیلہ سمجھتے ہیں

قبر پرست بھی قبروں پر باجے اور ڈھول بجاتے ہیں اور قوالی وغیرہ جیسی ممنوع چیزیں باوجود ہو کر سنتے ہیں

میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت شیخ نے بہت غور سے مشابہتوں کا ذکر کیا ہے اس کتاب کا باب السلاسل دیکھئے کہ ہمارے ہونیامنے کہاں کہاں کیسی کیسی مشابہتیں پیدا کی ہیں۔

معرفت بخاروت

خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

معرفت یہ ہے کہ اپنے میں خصوصیت اور دشمنی کا فائدہ تک نہ پائے۔

خواجہ احمد بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ سمیعہ خواجہ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں :-

معرفت کے درجے ہیں :-

(۱) اثبات و حدانیت (۲) ماسوائے قطع تعلق کرنا (۳) صرف اسی کی عبادت

کرنا۔ جو زیادہ عارف ہے وہ زیادہ خوف رکھتا ہے

” خواجہ ابوسلمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ ^{۲۱۵ھ} دونوں جہان میں خدا کے سوا کچھ

معلوم نہ ہو یہ معرفت ہے۔

” خواجہ احمد خضر ^{۲۳۲ھ} رحمۃ اللہ علیہ “

معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ تو حق تعالیٰ کو دل سے دوست رکھے اور نجان

سے یاد کرے اور ماسوائے اپنے خیالات کو ہٹائے

” خواجہ ابوعلی فرمانی رحمۃ اللہ علیہ ^{۲۸۵ھ} “

” حق تعالیٰ سے نیک گمان کرنا معرفت کی غایت ہے اور اہل معرفت نفس

کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے “

” خواجہ زکریا ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ ^{۳۰۹ھ} “

” معرفت کے تین رکن ہیں عبودیت ، حیاء امن “

” خواجہ امیر عبد اللہ محمد بن افضل رحمۃ اللہ علیہ ^{۳۱۹ھ} “

” معرفت میں سب سے بڑھ کر وہ ہے جو ادائے احکام شریعت میں زیادہ

کوشش کرتا ہے۔ اور سنت کی متابعت و حفاظت میں زیادہ کوشاں رہتا ہے۔

” خواجہ ابراہیم بن داؤد الرقی رحمۃ اللہ علیہ ^{۳۶۹ھ} “

” معرفت حق کے ثابت کرنے کا نام ہے “

” خواجہ جامی رحمۃ اللہ علیہ ^{۸۹۷ھ} “

معرفت بہر بیت عبارت بوردانہ باز شناختن ذات و صفات الہی و حضور انوار صلی

احوال و حوادث و لہ ازل بعد از آنکہ برسبیل اجمال معلوم شدہ باشد کہ موجود حقیقی و فاعل مطلق

اوست عیلم

خواجہ بایزید بسطامی کے ایک مرید نے عرض کیا کہ شیخ ابو الحسن بن عبد اللہ معرفت میں گفتگو کرتے ہیں خواجہ نے فرمایا کہ وہ الفا قیہ دریا کے کنارے پر گئے تھے اب بھنور میں پھنس گئے ہیں۔

دیکھو زیادہ حال کے صوفی اکثر اسپر گفتگو کرتے ہیں

”خواجہ مقصود و عماد رحمۃ اللہ علیہ زمانہ خلیفہ مارون الرشید“

عارفوں کے لئے سب سے زیادہ عمدہ اور ضروری لباس تقویٰ، تہذیب اور

پیرمیزگاری ہے۔

معرفت کی تین قسمیں ہیں (۱) معرفت حق تعالیٰ، یہ کثرتِ ذکر و عبادت سے

حاصل ہوتی ہے (۲) معرفت ظاہریہ فالق دین کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے

(۳) معرفت باطنی، یہ جب حاصل ہوتی ہے کہ آدمی راضی برضا کا رتبہ حاصل کر لے

”خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ علیہ السلام“

عارف وہ ہے جو مخلوق میں رہتا ہے اور ان سے علیحدہ رہتا ہے عارف

کا لہب سب سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ معرفت اسکو موڈب بنا دیتی ہے عارف

پر ساخت ڈرتا ہے عارف وہ ہے جو سوائے خدا کے کسی کو خراب میں بھی نہ دیکھے

”خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ علیہ السلام“

”مشتوق عارفوں کا سب سے بڑا مقام ہے“

”خواجہ احمد علی خرقانی رحمۃ اللہ علیہ علیہ السلام“

عارف وہ ہے جو اپنا دل خدا کو دیدہ سے اور خدمتِ خلق میں مشغول رہے

صاحبِ استقامت ہو نہ کہ طالبِ کرامت کیونکہ نفس کرامت چاہتا ہے نہ کہ

استقامت۔

”خواجہ بکری معاذ رانسی رحمۃ اللہ علیہ علیہ السلام“

عارف وہ ہوتا ہے جو ذکرِ الہی سے زیادہ کسی شے کو دوست نہیں سمجھتا

”خواجہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ علیہ السلام“

عارف باللہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ خیر و عبادت اور خدا کی حمد و ثنا میں سر

علہ نفیات اللہ صمد مطہر غفر لکشمہ بلس لکشمہ

سے زیادہ مشغول رہے۔

”خواجه ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۶ھ“

انسان جب تمام چیزوں سے بے پرواہ ہو جائے تب عارف ہو سکتا ہے۔
”خواجه عبد اللہ منازل رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۵ھ“

عارف وہ ہے کہ کسی چیز پر اسکو غرور پیدا نہ ہو۔
”خواجه شبلی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۵ھ“

عارف خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا نہ اس کے سوا کسی کے کلام کو نہ باطن پر لگتا ہے
نہ اس کے سوا کسی کو اپنا محافظ خیال کرتا ہے۔

”خواجه معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ“

”عارف وہ شخص ہے کہ جو چیز اس کے دل میں خدا کے سوا ہو اسکو نکال دے“
عارف وہ شخص ہے کہ چپ رہے اور غمگین رہے عارف علم کے تمام امور سے
واقف ہوتا ہے عارف کی صفت آفتاب کی سی ہے، تمام دنیا اس کے نور سے معمور
ہے۔ دنیا کی کوئی چیز اس کے فیض سے محروم نہیں ہوتی۔

عارف وہ ہے جو اپنے دل کو دلوں جہان سے ہٹالے عارف کا سب
سے بچا درجہ یہ ہے کہ عجب وغرور و کھمنڈ سے تو بہ کرے۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ معرفت رأس المال ہے رأس المال اس مال کو
کہتے ہیں جس کے بغیر تجارت نہیں ہو سکتی معرفت کے معنی لغت میں شناخت کے
ہیں۔

معرفت کی ابتدا نفس انسانی کی شناخت سے ہوتی ہے، حدیث مذکورہ بالا میں
معرفت کو رأس المال اس لئے فرمایا ہے کہ سلوک کی ابتدا معرفت سے ہوتی ہے جبکہ
انسان کو اپنے عباد اور خدا کے معبود و مالک ہونے کی شناخت ہوتی ہے۔ معرفت سے
ہمیت پیدا ہوتی ہے جس کو معرفت حاصل ہو گئی اس کو خوف خدا بہت
زیادہ ہو گا حضور نے فرمایا ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا عرفان رکھتا
ہوں۔

علہ فضل الحارثین علیہ سوانح عمری خواجہ غریب نواز علیہ دروس علیہ دروس

معصوم

انبیاء کے سوا کوئی صحابی، کوئی امام، کوئی پیر فقیر اور کوئی ولی معصوم نہیں ان حضرات سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مشائخ کے اقوال کو کتاب و سنت سے جانچنا چاہئے، امام قشیری فرماتے ہیں:-

طالب کو یہ نہ چاہئے کہ مرشد کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھے
اگر مرشد سے کوئی امر خلاف سنت دیکھے تو فوراً بدظن نہ ہو بلکہ ان سے
دوہانت کرے اگر اس کو مخالفت سنت پر مضربائے تو قطع تعلق بہتر ہے اولیائے
کرام سے گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے شاہ عبدالغنی نے خواجہ جنید بغدادی کا قول یوں
نقل فرمایا ہے:-

شخصی از حضرت جنید سوال کرد کہ عارف نہ نامی کند خاموش ماند باز استفسار
کرد فرمود اگر مقرر یا شدہ چہرہ نکند

نہا

خد کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں کہ اس کو نہا کی جائے اس لئے یا رسول اللہ
کہنا جائز نہیں۔ صلوٰۃ و سلام کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے لیکن یا رسول اللہ
کہنے سے شرک لازم نہیں آتا ہاں عظام کے عقیدے کی خرابی کے لحاظ سے اس سے
پہرہ لازم ہے اور یا غوث یا خواجہ وغیرہ کہہ کر نہا کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

نسبت

ریاضت سے سالک کے قلب میں وصول الی اللہ کی استعداد پیدا ہو جاتی
ہے پھر بفضل الہی اس کے قلب کو مطلوب حقیقی سے ایک جذبی تعلق پیدا ہو جاتا
ہے اس کو نسبت سکینہ اور روحانہ کہتے ہیں اس نسبت کے ضعف و قوت کا انحصار
نقوی و طہارت پر ہے مخالفت سنت اور اعمال خلاف شریعت سے یہ نسبت
سلب ہو جاتی ہے۔

کیاح

بعض صوفی باوجود استطاعت کے نہیں کرتے اور اس کو تصوف کے خلاف
سمجھتے ہیں یہ بھی بدھ، ہندو، عیسائی، یہودی اور درویشوں کا مسلک ہے اگر کوئی
مسئلہ رسالہ قشیریہ صفحہ ۱۸۱ تک ملفوظات صفحہ ۱۸۱

معدور ہی نہ ہو تو نکاح کرنا سنت ہے اور اسکی سخت تاکید ہے ایک صاحب استطاعت صحابی کے متعلق حضور کو معلوم ہوا کہ انہوں نے نکاح نہیں کیا لو آپ نے ان سے فرمایا۔
تم خبیطان کے بھائی ہو اگر تم عیسائی ہوتے تو راہب ہوتے، ہماری سنت نکاح ہے۔ تمہارا بیوی کے پاس جانا حد فہ ہے۔

وحدت الوجود

وحدت الوجود یا ہمہ اوست یعنی سب وہی ہے سب خدا ہی ہے۔ یہ مسئلہ موجودہ نام نہاد تصوف کی روح رواں ہے اس مسئلے کا اظہار قرون ثلاثہ میں نہیں ہوا، مورخین اس کو سنہ ہجری کی پیداوار کہتے ہیں۔ یہ ایسا نازک مسئلہ ہے جس سے انسان عینیت اور اتحاد و حلول تک پہنچ جاتا ہے۔ مورخ شیعہ الاسلام صاحب لکھتے ہیں علیہ

۔ مند و مذہب کے تصوف اسلامی اور تصوف کے وحدت الوجود کو ایک دوسرے سے جدا کرنا دشوار ہے۔

وحدت الوجود کا مسئلہ ایسا باریک ہے کہ اس پر عقیدہ قائم کرنے، دلائل و تاویلات کرنے اور گفت و شنید کرنے سے آدمی رسول کریم کے اس ارشاد کا مصداق بن جاتا ہے

ہلاک ہوئے گہرائی میں جانے والے

اس قسم کے مسائل میں غور و فکر و گفت و شنید کرنا خطرے سے خالی نہیں جھوڑنے فرمایا ہے۔

”خدا کی ذات میں غور و فکر نہ کرو بلکہ اسکی نعمتوں میں غور کرو“

تذکرہ نویسوں اور صوفیوں نے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ شیخ اکبر کی ایجاد ہے مجھے اس کا یقین نہیں کیونکہ حضرت شیخ بڑے محدث اور پابند سنت تھے انہوں نے قبولِ کلماتِ سنت راہ اختیار کی ہوگی کیونکہ حضور نے فرمایا ہے ”ایسی باتیں نہ کر جو لوگ سمجھ نہ سکیں“

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ کے ہم عصر ہیں انہوں نے ان امور پر جو شیخ کی طرف منسوب تھے اور صوفیوں کے عقائد و اعمال پر ایک ایک کر کے اعتراضات کئے ہیں اور سب کا ذکر کیا ہے مگر اس مسئلہ کا کچھ ذکر نہیں کیا اگر یہ مسئلہ شیخ کا ایجاد

علہ آفتاب صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳۔

کر رہا ہوتا یا اس زمانہ میں رائج ہوتا تو محدث موصوف ضرور اس کا ذکر کرتے اس کے ذکر نہ کرنے سے اس طرف خیال جاتا ہے کہ یہ مسئلہ شیخ کی ایجاد نہیں اور نہ اس زمانے میں رائج تھا۔

کہا جاسکتا ہے کہ محدث موصوف کی وفات کے بعد شیخ کچھ عرصہ زندہ رہے تو یہ مسئلہ انہوں نے آخر زمانے میں رائج کیا ہو گا لیکن تحریف کرنے والوں کی وسیع کارگزاری پر حجب نظر جاتی ہے تو اس کا یقین نہیں ہوتا۔
اس کے علاوہ فتوحات مکیہ شمسہ میں شیخ نے فرمایا ہے
مست ہر عارف پر واجب ہے کہ اللہ اس کے قلب پر جو علوم انہر ار عطوفت فرمائے
ان کو پوشیدہ رکھے۔

اور باب ۳۶۹ میں فرماتے ہیں۔
”کسی انسان سے ممکن نہیں کہ ایسی چیز کی حقیقت کو عبارت میں کبھی لاسکے
جس کا طریق ذوق محض بلا کیف ہو۔“
حضرت کے ان ارشادات پر غور کرنے سے طبیعت کو وثوق ہوتا ہے کہ
حضرت نے اس کا اظہار نہیں فرمایا۔

توحید کی حقیقت ہے وہ ہم نے بزرگوں کے اقوال سے بیان کر دی ہے
یہاں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی محل تعریف لکھی جاتی ہے۔
وحدت الوجود صرف ایک ذات باری تعالیٰ کا وجود مطلق ہے باقی سارے
وجودات اسی وجود مطلق کے تعینات ہیں اس خیال کا منشاء ہمہ اوست ہے جیسے
ایک سمندر مختلف ممالک سے گزر کر مختلف نام پاتا ہے۔

وحدت الشہود صرف ذات باری تعالیٰ کا وجود ہے باقی وجودات اسی ذات
واحد کے آثار و عکس اور سایہ ہیں۔ اس خیال کا منشاء ہمہ اوست ہے جیسے ذات
آفتاب سے چمک حاصل کرتے ہیں درحقیقت کچھ نہیں ہے۔

اسلام اور صوفیائے اسلام کا ہا ف اور صحیح عقیدہ وحدت شرعیہ ہے۔
وحدت شرعیہ نہ خدا بندوں سے مشابہ ہے اور نہ خدا کی کوئی صفت بندوں
میں ہے نہ خدا بندے میں علول کر سکتا ہے نہ بندہ خدا میں مل سکتا ہے

بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں فرقہ حلولیہ کی جدوجہد سے حلول کا مسئلہ عام ہوا اور اسی زمانے میں فلسفہ کا زور ہوا۔ اس لئے عوام کو اتحاد و حلول سے بچانے کے لئے شیخ اکبر نے فلسفیانہ رنگ میں مسئلہ وحدۃ الوجود کو پیش کیا اس زمانے میں وسائل نقل و حمل اور مطالع وغیرہ نہ تھے زبان تعلیم اور فلمی کتب پر مدار کار تھا۔ مگر ہوں نے شیخ کے کلام میں تخریفات کر کے اس مسئلے کو عام کیا شیخ کے اہل سلسلہ نے تصحیح کی سعی کی لیکن نام نہاد صوفیوں کی وجہ سے وہ تصحیح زیادہ کامیاب نہ ہو سکی یہ خیال ضرور تھیں اس میں آجانے والی بات ہے درحقیقت شیخ نے جس طرح اس مسئلے کو پیش کیا ہو گا اور جو دلائل اس پر قائم کئے ہوں گے وہ ضرور صحیح ہوں گے لیکن تخریفات کرنے والوں کی بدولت اب پتہ نہیں چل سکتا کہ موجودہ بیان میں کس قدر حصہ شیخ کا ہے۔ علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔

صوفیاء کا عقیدہ کہ انسان عالم معبر ہے اور خدا عالم اکبر ہے اور وحدۃ الوجود کی سوشگافیاں باطنیہ فرقہ کی ایجاد ہیں ان کے عقائد و خیالات، متاخرین صوفیائے دعوے میں آگرا اختیار کر لئے۔

درحقیقت اس مسئلے کا معاملہ بھی غایت درجہ مشتبہ ہے اسلئے اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے بیان کرنے اور تحریر میں لاسے سے پرہیز لازم ہے۔ اولیائے عظام نے بھی عام طور پر اس مسئلے کے متعلق گفتگو کرتے سے منع فرمایا ہے شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی ہشتی اپنے خلیفہ خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کو بلوکیا سنی میں رقم فرماتے ہیں۔

مسئلہ وحدۃ الوجود براشنا و بیگانہ خوانندہ نہ بر نہ بان آورند۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ سالک کو تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور مسدود سمجھے اس کو اس قدر اس کی مشق کرائی جاتی ہے کہ وہ اس میں محو و مستغرق ہو جاتا ہے اور اس پر اس قدر جذب و کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ خود کو اور سب کو بھول جاتا ہے اور محبوس حقیقی کے سوا اس کو کچھ نظر نہیں آتا نہ کسی اور طرف اس کا خیال جاتا ہے مگر درحقیقت یہ نہیں ہو جاتا کہ بندہ اور خدا ایک ہو جائے یا بندے کا وجود ہی نہ ہو صرف خدا ہی خدا ہو بلکہ اس کی آنکھیں اور اس کا خیال اپنے ہی مقصود

پر لگا رہتا ہے اس حالت میں اس پر سکوت و حیرت طاری ہوتی ہے اور کچھ زبان پر نہیں آسکتا اس فوقی و جدانی کیفیت کے ادا کرنے کے لئے اس کے پاس عبارت ہی نہیں ہوتی۔ نہ وہ اس پر قادر ہوتا ہے مولینا روم نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔

چونکہ غالب گشت بر تو عشق او اول نظری آید از ہر چہ سوسو

گر ہمہ حق او نظر آید نرا نیست ہرگز فی الحقیقت ہکذا

بر لبش قفل است و در دل برادہ لب محوش دل پیانہ آوازہ

یہ مرتبہ درمیانی ہے اس سے نکلنے کی جلد کوشش کرنی اور ترقی کی سعی کرنی

پہلے لیکن جن حضرات کو یہ مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے ان سے بھی فرائض و آداب شریعت

ترک نہیں ہوتے اور بجز بیست و سکوت کسی قسم کا شور و شغب نہیں کرتے کیونکہ یہ

مقام دیدنی ہے، شنیدنی و گفتنی نہیں، شنیدنی و گفتنی امر فضیلت ہے۔

ہزار بار شکر شکر کہنے سے خلق خیریں نہیں ہو جاتا کثرت سے ہر موقع پر اس

مسئلہ کا بیان کرنا صرف بدعتیوں کا کام ہے

دعی بن کر اگر بیٹھ رہے کیا حاصل۔ یہ سنا ہے کہ غوث قیمت گہرائے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس موقع پر انا الحق اور انا اللہ زبان سے نکل سکتا ہے

بعض اولیاء کے متعلق ایسا مشہور بھی ہے میں عرض کرتا ہوں جو کچھ مشہور ہے

وہ صحیح ثابت نہیں ہوتا اور جب سالک کو (انا) اور (انا الہ یا حق) نظر آئے تو پھر وہ حق

الوجود کہاں رہا وہاں یا تو صرف (انا) چاہے یا صرف (حق) یہ دو مخی کیسی۔ اصل حقیقت

یہ ہے کہ اس موقع پر بولنے کا یا راہی نہیں ہوتا۔

چونکہ اس موقع پر حلول و اتحاد و یقینیت کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے بزرگان متقدمین

نے مثل شیخ اکبر وغیرہ کے اس معاملہ کو اپنے منہ ہی مریدوں کو سمجھانے کے لئے کچھ تفصیل

و تشریح کی اور دلائل و مفصل بیان دیئے لیکن ان مضامین میں اس قدر خلط ملط ہو گیا ہے

کہ اصل مضمون و دلائل کا تلبیس سے جدا کرنا مشکل ہے اور اگر اصلی حقائق و دلائل سامنے

آج بھی جائیں تب بھی ان میں یہ نقص لازمی ہے کہ اصل حقیقت کو پوری طرح صحیح طور

پر ادا نہیں کر سکتیں اور وہ تمثیلات صحیح طور پر منطبق نہیں ہوئیں

ایسے ہی موقع پر عارف رومی نے فرمایا ہے۔

اے برون از حد قال و قبل من خاک بر فرق من و تمثیل من
لیکن نام نہاد صوفی کم علمی کی وجہ سے اس نکتے کو نہ سمجھ سکے لہذا انہوں نے
ناکامیاب مثالوں پر عقیدہ قائم کر لیا۔ اور نا اہل مصنفوں نے ان امثالہ اور دلائل
کو اس طرح توسیع دی کہ حلوں و اتحاد کی دلدل میں پھنس گئے اور تاریکی پر تاریکی
چھا گئی۔

منتہی سالکوں کا طریق توحید مشہور ہے۔ یہ مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے اور
ان کی عنایت و اتباع سے آویزاں ہو بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر
کوئی مرتبہ نہیں جب سالک اخلاق بشری اور مقتضیات نفس سے پاک ہو کر کمال
فنا پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو مرتبہ عبدیت میں لاتا ہے پہلے
ماسوا اسکی نظر سے محبوب ہو گیا پھر اللہ پاک ممکنات کو رفتہ رفتہ دکھلا کر مقام کی
حقیقت کا مشاہدہ کراتا ہے اس مقام پر شریعت کا پورا پورا اتباع ہوتا ہے اس مقام
کے متعلق خواجہ جنید بغدادی نے فرمایا ہے ”اترباے سلوک شروع کی طرف لوٹتا
ہے“ یعنی ابتدا میں جس طرح تمام موجودات ذات باری تعالیٰ سے جدا دکھائی دیتے تھے
اسی طرح انتہا میں نظر آتے ہیں اور اپنی عبدیت کا حقد کھل جاتی ہے اس کے کیا کہنے
جو اللہ کا بندہ ہو جائے۔

جب صوفیاء میں حلول و اتحاد تک نوبت پہنچنے لگی تو امام غزالی نے عقائد
صوفیاء کی اصلاح کی لیکن اکبر بادشاہ کے زمانے سے پھر اوتار کے مسئلہ کا زور و اثر رہا
کیا تو حضرت مجدد صاحب نے صحیح مسئلہ یعنی توحید شہودی کو پیش کیا یہ ایسا مسئلہ
ہے کہ اس میں کسی عالم علم ظاہر کو بھی چون و چرا کی گنجائش نہیں بلکہ اس پر سب
متفق ہیں مجدد صاحب تحریر فرماتے ہیں

”ہمہ اندوست بہ تمام علماء کا اتفاق و اجماع ہے“

اس رد و بدل کے متعلق خورشید اسلام صاحب لکھتے ہیں

”شیخ ابن عربی نے وحدت الوجود کو اب تک ایک وجدانی اور ذوقی چیز سمجھی
جاتی تھی، ذہنی و استدلالی جامہ پہنا دیا اور تصوف کو خالص فلسفہ بنا دیا۔ خدا رحمت
کرے امام غزالی پر کہ انہوں نے تصوف کو فلسفہ کی غلامی سے بچا لیا۔
علا مکتوبات مجدد دوم پختوب ۱۷۷ - غلام آفتاب صفحہ ۱۷۷

مجدد الہوت ثانی نے وحدت الوجود کے مقابلے میں وحدت الشہود کا عقیدہ ثابت کیا

وحدت الوجود کا یہ مطلب ہے کہ اصل اور مستقل وجود خدا کا ہے باقی مخلوقات اس کے پروردگار سے موجود ہیں۔

اور سایہ یا پروردگار تو ہمیشہ اس چیز کا غیر ہوتا ہے جس کا سایہ ہو مثلاً آدمی کا عکس جو آئینہ میں پڑتا ہے وہ آدمی کا غیر ہے تو آدمی آئینہ میں نہیں سما جاتا اس لئے مخلوق مخلوق ہے اور خدا خدا ہے دونوں میں اتحاد نہیں۔ غرض وجود ایک ہی ہے یعنی صرف خدا کا وجود ہے باقی سب وجودات اس وجود کے عکس اور ظلال ہیں لیکن حقیقت میں جدا جدا ہیں ہر ایک اور ہر ایک کوئی مستقل وجود نہیں ورنہ ہم اپنی بقا میں معاذ اللہ خدا سے بے پرواہ ہو جائیں گے۔

یہی مطلب ہے شیخ عربی کی عبارت فتوحات مکیہ کا وہ مطلب نہیں ہے جس کو اس زمانے کے کم علم صوفیا سمجھتے ہیں کہ خدا اور بندہ ایک ہے اور اگر اس قسم کا کلام ہم کو کسی امام یا شیخ کا طے تو ہم کو چاہئے کہ اس کو رد کر دیں کیونکہ وہ صاف و صریح طور پر قرآن و حدیث کے خلاف ہے ہم کو دین کے مسائل اور اعتقادات قرآن اور حدیث سے لینے چاہئیں۔ نہ خصوصاً الحکم اور فتوحات مکیہ سے۔ افسوس ہے ان کی عقل پر جو جل جلالہ اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال کو چھوڑ کر غیر مصدقہ اقوال کے پیچھے پڑے ہیں۔

خواجہ الجبیری نے فرمایا ہے ”وہ خدا کی معرفت کے بعد خاموش رہنا بھی سوالوں کی پہچان ہے۔“

میں غرض کرتا ہوں کہ وحدت الوجود وغیرہ جس طرح فی زمانہ رائج ہے اگر اسی طرح شیخ اکبر عارف ربی حافظ شیرازی وغیرہ اولیائے عظام تک صحیح طور پر بھی ثابت ہو جائے تو بھی سالک طریقت کو وحدۃ الشہود کا عقیدہ رکھنا چاہئے کیونکہ اس کو ایک مجدد نے پیش کیا ہے مجدد کو اصلاح مذہب و اصلاح ملک میں خاص ملکہ حاصل ہوتا ہے۔

اس ورطہ وحدت الوجود میں پڑنا نہایت خطرناک ہے اس سے بچنے کی بڑے علما سیر الاقطاب

بڑے اولیاء اللہ نے آرزو کی ہے اور اس میں بہت سے ہلاک ہوئے ہیں خواجہ
شیرازی فرماتے ہیں

دیں درطہ گشتی فرو خند ہزار کہ پیدا نقد شستہ و برکت سار
بمردم دین موج دریائے خوں کز و کس نہ برداشت گشتی ہرول

ایسے مقام اور راہ سے بچ کر چلنا ہی بہتر ہے و اسکو بیان کرے نہ اسکی طرف غور
توجہ کرے۔ اگر عقل و علم و نور سے دلائل صحیحہ کی روشنی میں غور کیا جائے تو اکابر یا
علمائے کرام نے جس طرح اس مسئلہ کو لکھایا بیان کیا ہے اس میں اور وحدۃ الشہود میں
کوئی فرق نہیں صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے دونوں صورتوں کا مدار وجود مطلق اور
واجب الوجود علیٰ اصطلاحات پر ہے اور یہ صحیح ہے لیکن وحدۃ الوجود کے مسئلے کی
توضیح و تشریح میں جو دلائل قائم کئے گئے ہیں ان میں انتہائی تحریف سے ان کو قائل و
خیالات اس طرح خلط ملط ہو گئے ہیں کہ آج ان کا جدا کرنا سخت دشوار ہے اسلئے
اس کٹھن اور خطرناک راہ کے طے کرتے کا سیدھا سادا راستہ وحدۃ الشہود ہے
وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کو اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے

وحدت الوجود

کائنات کا وجود ظل ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا اور حفاظت کے سبب سے موجود
ہے یعنی ممکنات کا وجود حقیقی و اصلی نہیں ہے عارضی و ظلی ہے اب اگر وجود ظل کا اثبات
نہ کیا جائے تو صرف وجود حقیقی ثابت ہو گا اور وجود واحد کہا جائے گا۔

وحدۃ الشہود

اگر وجود ظل کا اعتبار کیا جائے اور اسے بالکل معدوم نہ سمجھا جائے تو غلبہ وجود
حقیقی کو ہو گا اگر سالک اس مقام پر ہو تو وحدۃ الشہود رہے دونوں کا صحیح مطلب مفہوم یہی
ہے اس سے کسی کو الکار نہیں ہو سکتا باقی اہل قلم اپنے با علم معتقدین کے لئے علمی و فنی
اصطلاحات جس طرح پھیلا کر بیان کرنا چاہیں کر سکتے ہیں مگر بڑی سخت احتیاط
کی ضرورت ہے اور غام معتقدین کو اس سے بچانا ضرور ہے۔ خواجگان کی بارگاہ نظر
احتیاط ہی بعض اصطلاحات قائم کی ہیں

ولایت و شرط ولایت

ولایت عطا کرنا کسی انسان کے اختیار میں نہیں۔ کثرت عبادت و ریاضت اور پابندی سنت سے یہ مقام ملتا ہے جو کچھ ملتا ہے اللہ ملتا ہے جب بندے کا اخلاص قبول ہو جاتا ہے تو یہ مرتبہ عطا کیا جاتا ہے علامہ ابن خلدون نے یہی لکھا ہے "ولایت عبادت و طاعت پر موقوف ہے" خداوند ذوالجلال کا ارشاد ہے
 اَلَا اِنَّ اَوْلٰیاءَ اللّٰهِ لَا تَحْزَنُوْنَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
 کَانَ تَتَقَوُّوْنَ۔ اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے نہ غم، وہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔ اس آیت سے ولایت کی دو شرطیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک ایمان لانا، دوسرے تقویٰ یعنی پرہیزگاری اختیار کرنا۔ ایمان کی مکمل تصحیح، عقائد سے ہوتی ہے اور تقویٰ، درستی اعمال ظاہر یعنی پابندی شریعت سے حاصل ہوتا ہے جس قدر ان دونوں میں کمال حاصل ہوگا اسی درجہ کی ولایت ملیگی۔

ولایت کی قسمیں

درستی عقائد اور اعمال صالحہ سے جو ولایت حاصل ہوتی ہے اس کو

ولایت عامہ کہتے ہیں یہ ولایت ہر مومن کو حاصل ہوتی ہے

تکمیل ایمان و تقویٰ، کثرت عبادت و ریاضت سے جو ولایت حاصل ہوتی ہے اس کو ولایت خاصہ کہتے ہیں جس کو یہ ولایت حاصل ہو اسکو ولی کہتے ہیں۔

ولی کی شناخت

جس کو جس درجہ سنت پر استقامت ہوگی وہ اسی درجہ کا صاحب کمال ولی ہوگا۔ صاحب تذکرۃ الاختیار لکھتے ہیں علیہ

"ولی کی ولایت یہ ہے کہ اس کا ظاہر کمال شریعت پر استقامت رکھتا ہو"

خواجہ جرجانی کا قول ہے علیہ

"صاحب استقامت ہو نہ کہ صاحب کرامت کیونکہ نفس کرامت چاہتا ہے

اور خدا استقامت"

کشف و کرامت ولی کے لئے ضروری نہیں کیونکہ اولیائے کرام کو ان کی طرف

بہت کم توجہ ہوتی ہے اور وہ اپنے مریدوں کو بھی اس بلا سنتہ سے بچانے کی کوشش

عنه منہ ابن خلدون صاحب جلد اول جمیع رئیس دینی علیہ تذکرۃ الاختیار فی السرا لا سراہ
 علیہ تذکرۃ الاختیار

کرتے ہیں۔ یہ چیزیں بعض اعمال سے حاصل ہوتی ہیں اور باطن سے الگ زیادہ تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح قبولیت و عداوت کی علامت نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”میں نے خداوند ذوالجلال سے تین دعائیں کیں دو مقبول ہوئیں اور ایک قبول نہیں ہوئی۔“

ولی معصوم نہیں ہوتا اس سے غلطی و خطا بھی ہو جاتی ہے مگر وہ متنبہ ہو کر تائب ہو جاتا ہے اور اس کو ترک کر دیتا ہے اگر کوئی صاحب سلسلہ ایسا ہو کہ اس کو ظاہر و باطن کے خلاف امور پر اصرار و استقامت ہو اور یقیناً وہ ولی نہیں ہے کیونکہ ولی کو بدعت و معاصی پر اصرار و استقامت نہیں ہوتی بلکہ اس قسم کی باتیں اس سے اتفاقاً سرزد ہو جاتی ہیں اور آگاہ ہونے پر وہ نادم ہو جاتا ہے اور اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”خدا کے ولی سچے اور خوش خلق ہوتے ہیں۔“ جو بندہ اپنے باطن کو درست کر لیتا ہے خدا اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے۔

(۳) اولیاء وہ ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔

(۴) اچھے آدمی وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

ہندوستان کے صوفیوں کے بعض مراسم

چشتیہ سلسلے کے ہندوستان میں تین خاندان بہت مشہور ہیں ان تینوں کے طور و طریق یہ ہیں۔

(۱) مرشد کی تصویر رکھتے ہیں اپنے فراق کو قابلِ صفحہ خطابات دیتے ہیں مزامیر کے ساتھ راگ سنتے ہیں حال کھیلتے ہیں کسبیوں اور امروں کا گانا سنتے ہیں ان میں فیصدی ثنائی تارک صوم و صلوٰۃ ہیں ہر وقت وحدت الوجود کا دم بھرتے ہیں فیصدی ثنائی بے علم و کم علم ہیں۔

(۲) مزامیر کے ساتھ راگ سنتے ہیں کسبیوں اور امروں کا گانا سنتے ہیں کسبی کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عشق مجازی کا درجہ طے کر رہے ہیں اور ان کی طرح بالوں کا چونڈا باندھتے ہیں تارک صوم و صلوٰۃ ہیں ان میں بے علم اور کم علم کثرت سے ہیں۔

(۳) سرخ لباس اور ہندو پوراست پہنتے ہیں باقی امور فرقہ نمبر دو کی طرح کرتے ہیں صاحب شجر الہیہ حصہ دوم میں لکھا ہے کہ بعض صوفیہ لڑکیوں کو منظر نظر سے فردوس علیہ السلام کی کتابیں سننے والی شیبہ و نوادر اصول علیہ فردوس

بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ منظر الہی ہیں۔
ایک گروہ کو ہے کی چیزیں بنا کر بیعتا ہے۔
ایک گروہ کو ٹراپاس رکھتا ہے۔
ایک گروہ دہمال کھیلتا ہے۔
ایک گروہ گلے میں رسی باندھتا ہے۔

بہت سے گروہوں کے فقراء بھیک مانگتے ہیں

رقاعی نقراء سانپ کو چبا جاتے ہیں اور لاک کھاتے ہیں۔ رفاعیوں کی ایک
قبر چٹان آباد کن میں ہے اس کا سالانہ عرس ہوتا ہے ان کے بعض عجیب عجیب
شعبدوں کی شہرت سن کر ایک مرتبہ میں بھی اس عرس میں گیا رفاعی نقراء و خنجر با
پھری یا اور ایسے ہی آلات لے کر سر میں مار کر آ رہا کر لیتے ہیں کبھی پیٹ میں نہ
خون نکلتا ہے نہ زخم ہوتا ہے آنکھیں نکال کر باہر رکھ دیتے ہیں غرض ہزاروں آدمیوں
کو اسی طرح کے عجیب عجیب نمائش دکھاتے ہیں مجھے صحیح طور پر یاد نہیں غالباً گیارہ
کا عدد ہے وہ کہتے ہیں ہم اسی طرح گیارہ ضربیں لگاتے ہیں۔

الغرض جو کچھ مراسم عرس، چادر نمائی، قوالی، صندل، سجدہ، بوسہ، طواف وغیرہ
آج صوفیوں میں رائج ہیں ان میں سے کوئی عمل بھی اسلامی نہیں ہے نہ خواجگان
کیا نے یہ افعال کئے ہیں یہ تمام امور گناہ کبیرہ اور کفر و شرک کی باتیں ہیں ان کا کرنے
والا ان پر راضی رہنے والا، انہیں جائز سمجھنے والا اور استقامت رکھنے والا ولی،
صاحب نسبت اور بزرگ نہیں ہو سکتا۔

یہ امور خواجگان کیا رکے عہد میں رائج نہ تھے، عرصے کے بعد لوگوں نے ان کو
رواج دیا ہے قرون ثلاثہ کے بعد جو امر دین میں داخل کیا جائے اسلام نے اس
کو بدعت قرار دیا ہے خواہ وہ کسی پیر یا ولی نے کیا ہو اس کا موجب اور فاعل دونوں
گنہگار ہیں چہ جائیکہ قرون ثلاثہ سے صدیوں کے بعد اور خواجگان کیا رکے وفات کے
بعد کوئی امر کیا جائے تو وہ یقیناً سراسر گمراہی ہے مرقوم بالا امور کے متعلق خواجہ حسن
نظامی کتاب فاطمی دعوت اسلام میں لکھتے ہیں ملکہ مشائخ چشتیہ نے ایک نئی رسم
شرعیہ کی اس کے اندر اقوام ہند کو کشمکش کرنے کی بڑی طاقت پائی گئی اور وہ

یہ بھی کہ وہ ملی میں ایک اسلامی جھنڈا کھڑا کیا گیا اور اس کے ساتھ نو مسلم لوگوں کے قافلے اجمیر شریف کے عرس میں حاضر ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت خواجہ اجمیری رحلت فرما چکے تھے۔ اور وہ ملی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ اسی طرح تقویٰ تمام امور مذکورہ بالا کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سب باتیں خواجگان کبار کے بعد اقوام ہند کے عقائد و خیالات کی رعایت کے سبب مقرر کی گئیں ایسی مصلحتیں بزرگان اسلام میں نہ تھیں

نہ یہ امر اسلام میں جائز ہے لہذا یہ لبادات سراسر بدعت اور خلاف اسلام ہیں آگے اس صحت اندیشی کی دلیل لکھتے ہیں جس طرح قبائل عرب کے مسلمان ہو جانے کے بعد بھی کعبہ کا طواف باقی رکھا گیا تھا چشتیہ مشائخ نے بھی نو مسلم اقوام ہند کو اس سے نہ روکا کہ وہ بتوں کے طواف کی جگہ بڑا طواف کرتے تھے یا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نظامی صاحب تاریخ اسلام و تاریخ کعبہ و عقائد اسلام سے پوری واقفیت نہیں رکھتے تھے وہ طواف کعبہ کو کفار عرب کا شعار سمجھتے ہیں طواف کعبہ ارکان حج میں سے ہے اور حج عہد آدم سے ہے عہد اسلام سے نہیں انہوں نے خود حج اولیٰ کیے ہیں۔ جس طرح ملائک بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام نے تعمیر کر کے بحکم خداوندی طواف وغیرہ ارکان حج ادا کیے طواف کافرانہ رسم نہیں ہے اس عمل کو جو مخصوص ارکان اسلام کے لئے ہے دوسرے عقیدوں پر ادا کرنا جائز نہیں اس کے متعلق ہم گزشتہ ابواب میں صوفیوں کی رائے بھی نقل کر چکے ہیں۔

مصنف

مجھ اچھی طرح یاد ہے ایک وہ زمانہ بھی تھا جب مجھے تصوف سے سخت نفرت تھی اور میں صوفی کے لفظ سے بھی چڑتا تھا صوفیوں کو بے وقوف اور گمراہ سمجھتا تھا۔

پھر وہ زمانہ بھی یاد ہے، جب میں انتہائی مخالفت کرتے کرتے، بعض چشم دید واقعات و حالات کی بنا پر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے لگا اور بالآخر رشتہ

رفتہ ان کی کتابیں پڑھ کر ان کا قائل ہو گیا۔

پھر وہ دور آیا کہ میں خود اپنی جیسا ہو گیا، اللہ کو مجھ سے کام لینا تھا لہذا اس نے مجھے عالم کفر، عالم شریعت اور عالم طریقت کی خوب سیر کرائی۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کی تاریخ وہی شخص لکھ سکتا ہے جو عالم ہونے کے باوصف اس مسلک سے آشنا بھی ہو جن علماء نے اس راہ میں قدم رکھے بغیر تصوف کی تاریخیں لکھی ہیں، وہ بے مزہ اور بے حقیقت ہیں

میں شریعت کا بغیر طریقت کے پابند رہا لہذا میں اس سے خوب اچھی طرح شناسا ہو گیا کہ اس کی پہنچ کہاں تک ہے۔ پھر طریقت بدون شریعت کے گلی کوچوں کی بھی سیر کی اور پھر طریقت و شریعت کی بہار دیکھی۔

تصوف ایک وحدانی چیز ہے، بغیر اس میں بڑے کوئی رائے قائم کرنا غلطی ہے اور ایسے لوگوں کی تصانیف و مقالات بے کار سے ہیں۔

میں نے ایک عرصہ دراز تک سخت ترین مجاہدات کئے یہ بھی ایک عجیب و غریب عالم ہے اور مجاہدہ کا ایک خاص اثر ہے۔ ہر مراقبہ کا ایک خاص فائدہ ہے اور ہر ذکر کا ایک مخصوص رنگ ہے۔

میں اپنے قارئین کو اطمینان دلاتا ہوں کہ جو بھی مباحث اس کتاب میں آئے ہیں، اللہ کے فضل سے نہ صرف علمی طور پر بلکہ عملی طور پر میں ان کی حقیقتوں تک پہنچا ہوں۔

قصائیف پروفیسر عبدالصمد صائم الانصاری

عربی قصائیف

المختوب پنجاب یونیورسٹی ایم اے عربی کورس، مشتمل برقصیدۃ زہیر ذکری الشاعریں، قصائد احسان، قصیدۃ ہمزہ، شوقیات، المفضلیات، انباء الاما، اشعار انتخاب مقدمہ ابن خلدون مقدمہ ابن خلدون کی یہ فصلیں فاضل عربی پنجاب سیکنڈری بورڈ میں بھی داخل ہیں۔ قیمت جلد دس روپیہ۔ ٹائپ میں چھپی ہے۔

الکامل للمبرور باب من اخبار الخوارج داخل کورس ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی و داخل فاضل عربی سیکنڈری بورڈ لاہور مع ترجمہ و متن۔ قیمت چھ روپیہ جلد داخل کورس فاضل عربی سیکنڈری بورڈ لاہور مع ترجمہ و متن۔ قیمت تین روپیہ غیر جلد۔

اساس العربیہ جدید و قدیم ابتدائی عربی کورس، ڈائریکٹ میٹھی میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں۔ اور بالتصویر ہے، بغیر استاد کے عربی ترجمہ سکھاتی ہے اور بڑی آسانی سے عربی نحو سکھا دیتی ہے۔ ایم اے عربی اور فاضل عربی کے طلبہ کے لئے مفید ہے۔ قیمت دو روپیہ ہر حصہ، بغیر جلد۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

النکالی قیمت پچاس پیسے، یہ اردو اساتذہ کے اشعار ہیں، صائم صاحب نے عربی نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ ادارہ علمیہ صف و صنی رام روڈ۔ نئی انارکلی لاہور۔

البشارۃ مطبوعہ مصر قیمت پچاس پیسے۔ اس کتاب میں دید و غیرہ ہندوستانی کتابوں سے رسول اللہ کی آمد کے متعلق بشارات ہیں، علامہ طنطاوی جوہری نے اسے پسند کیا۔

استاذ العربیہ عربی ٹڈل کورس قیمت تین روپیہ۔ چار حصے۔ اس کا ایک حصہ عربی صرف و نحو پر ہے۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

عربی کی پہلی کتاب ٹڈل کورس قیمت پچتر پیسے۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

فارسی تصانیف

تین چھ بتصویر غیر مجلد - قیمت چھ روپیہ
یہ ابتدائی کورس ہے۔

فارسی آموز

اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔ علمائے
ایران و کابل نے پسند کی۔ قیمت دو روپیہ۔

مجموع و فردوسی

نظم و نثر فارسی کا انتخاب۔
قیمت دس روپیہ۔

انتخاب فارسی

اردو تصانیف

یہ کتاب تیسری بار چھپ چکی ہے۔ مصر، شام اور یورپ
کے مصنفین نے اس کتاب کے حوالے اپنی تصانیف میں دیئے

تاریخ القرآن

میں۔ مصنف نے نزول قرآن سے لے کر آج تک کے حفاظ، مفسرین، تصانیف و رجال
وغیرہ کا بغیر کسی تعصب کے ہر مسلک و ملک کے علماء کے حالات درج کئے ہیں۔ وحی و قرآن
سے متعلق جتنے بھی چھوٹے بڑے مباحث ہو سکتے ہیں۔ وہ سب اس کتاب میں آگئے ہیں۔
حضرت عمرؓ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے قرآن مجید، مصحف عثمانی، مصحف علیؓ
اور مصحف قدیم بخط کوفی کے فوٹو شامل کتاب ہیں۔ طباعت و کتابت دیدہ زیب
مجلد، گہرہ پوش صفحات ۳۰۰۔ ہدیہ ساڑھے چھ روپیہ۔

ایم، اے عربی، فاضل عربی اور ایم، اے اسلامیات کے اساتذہ اور طلبہ عموماً
اسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

تیسری بار چھپ چکی ہے۔ مصر، عراق و شام اور یورپ کے مصنفین نے

تاریخ الحدیث

اس کتاب کے حوالے اپنی تصانیف میں دیئے ہیں۔ دور رسالت سے اب
تک کے تمام کوائف و مباحث تصانیف و رجال حدیث کا مکمل و مفصل ذکر ہے۔ طباعت و کتابت
دیدہ زیب، مجلد، گہرہ پوش۔ قیمت ساڑھے چھ روپیہ۔ صفحات ۳۰۰۔
مذکورہ بالا امتحانات کے لئے مفید ہے۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

ادارہ علمیہ رحمتی رام روڈ نئی انارکلی لاہور۔

تاریخ الفقہ | تیسری بار چھپ چکی ہے۔ ملکی اور غیر ملکی مصنفین نے اس کتاب کے حوالے اپنی تصانیف میں دیئے ہیں۔ مندرجہ بالا امتحانات کے لئے مفید ہے صفحات ۱۶۰۔
کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ مجلد قیمت چار روپے۔ سفید کاغذ۔

تاریخ التفسیر | کتاب میں حضرت امام حسن کے دست مبارک کے قرآن کا نمونہ اور دو نایاب ترجمہ و قرآن کے نمونے اور اس قرآن کا نوٹ شامل ہے جو پاکستان میں سونے چاندی کے تاروں سے لکھا جا رہا ہے۔ تیسری بار چھپ چکی ہے۔ ملکی و غیر ملکی مصنفین نے اس کتاب کے حوالے اپنی تصانیف میں دیئے ہیں۔ عہد رسالت سے لے کر اب تک کے تمام مفسرین و تفاسیر و تراجم کا ذکر ہے۔ قیمت مجلد چھ روپے صفحات ۱۶۰۔
مصر کے شہرہ آفاق مصنف عباس محمود العقاد کی شہرہ آفاق تصنیف اللہ کا **الملك** | ترجمہ۔ اردو میں اس سے بہتر تصنیف اس عنوان پر نہیں ہوئی۔ صفحات ۳۷۱۔
کتابت و طباعت اعلیٰ۔ مجلد۔ گر دپوش۔ ہدیہ آٹھ روپے۔ پچاس پیسے۔

قصص القرآن | ایران کے مشہور مصنف علامہ صدر الدین بلاغی کی کتاب کا ترجمہ۔ تمام قرآنی قصوں کو نادانہ رنگ میں پیش کیا گیا ہے اور خوبی یہ کہ کوئی بات بھی قرآن سے باہر نہیں گئی ہدیہ آٹھ روپے۔ پچاس پیسے۔ مجلد گر دپوش۔ کتابت و طباعت اعلیٰ صفحات ۲۴۸۔
قرآنی اخلاق | آیات قرآنی سے اخذ کی ہوئی اچھی اور بری عادتوں کا بیان نہایت آسان فہم، چوتھا ایڈیشن طبع ہو چکا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپے۔ پچاس پیسے۔ صفحات ۱۱۲۔

جواہر علوم قرآنی | علامہ طنطاوی جوہری کی شہرہ آفاق تصنیف التاج المربع کا ترجمہ۔ داخل ناضل عربی سیکنڈری بورڈ لاہور قیمت چار روپے۔ مجلد گر دپوش۔ صفحات ۲۵۴۔

شعر العرب | امام ابن قتیبہ کی مشہور عالم کتاب الشعر والشعراء ہر دو جلد کا مکمل ترجمہ۔ داخل ایم، اے عربی کورس۔ پنجاب یونیورسٹی قیمت غیر مجلد آٹھ روپے۔ مجلد دس روپے۔

المنجد | شہرہ آفاق عربی ڈکشنری کا اردو ترجمہ۔
مجلد، گر دپوش۔ قیمت بتیس روپے۔

تاریخ تصوف | قیمت دس روپے۔
صفحات ۴۰۰۔

روح دروہانیات | ندر طبع۔ قیمت دس روپے۔
صفحات ۵۰۰۔

تنقیدات طہ حسین

۲۵۸ صفحات

مجلد، مطبوعہ ٹائپ گرو پورس۔ قیمت چار روپیہ پچاس پیسے شوالیہ
دو روپہ چالیس پیسے کی تنقیدات اور ان کا رد و ادب میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

مصر، شام، فلسطین، عراق و ایران کے چشم دید حالات۔ قیمت مجلد
دو روپیہ اس سفر نامہ میں ۱۹۴۰ء کے حالات ہیں۔ صفحات ۱۶۰

مصر، شام، فلسطین، عراق، ایران، اور حجاز و عمان کے چشم
دید حالات مع احکامات حج و حجاب و معلومات حج۔ قیمت تین

روپیہ صفحات ۲۳۶۔ اس سفر نامہ میں ۱۹۵۰ء کے حالات ہیں۔

خانہ کعبہ کی مکمل تاریخ، شروع سے لے کر اب تک کے حالات۔ حجاج
کے لئے تحفہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ پچتر پیسے۔ علامہ طاہر الکریدی

کی کتاب مقام ابراہیم کا ترجمہ صفحات ۱۷۷، سستا ایڈیشن۔

دو اولسکا کینی (مصری) کی کتاب کا سلیس اردو ترجمہ قیمت ایک
روپیہ پچاس پیسے۔ سستا ایڈیشن۔ صفحات ۱۳۴ تیسرا ایڈیشن

چھپ چکا ہے۔ مجلد ڈھائی روپیہ۔

نکریانہ ولی کی کتاب کا ترجمہ سستا ایڈیشن۔ قیمت

ایک روپیہ پچیس پیسے۔ صفحات ۹۶

امیر معاویہ

ترجمہ کتاب احمد زکی صفوت۔ صفحات ۲۰۴۔ سستا

ایڈیشن۔ قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے۔

عمر بن عبدالعزیز

ترجمہ کتاب عبدالعزیز سید الاہل صفحات ۹۶ قیمت

ایک روپیہ پچیس پیسے۔ سستا ایڈیشن۔

امام زین العابدین

ترجمہ کتاب عبدالحمید جودۃ السوار سستا ایڈیشن۔

قیمت غیر مجلد دو روپیہ صفحات ۲۰۰۔ مجلد تین روپیہ

ابو ذر غفاری

ترجمہ تصنیف محمد رضا مصری قیمت چار روپیہ

صفحات ۲۸۸ ترجمہ تصنیف محمد احمد جاد مولیٰ بک۔

سیرت عثمان

قیمت تین روپیہ۔ صفحات ۱۸۷۔

ترجمہ تصنیف ناجی عراقی
(محمد ابن عمر) زیر طبع

سیرت عمر فاروقؓ

ترجمہ کتاب محمد رضا مصری زیر طبع

سیرت ابو بکرؓ

ترجمہ دعاء الگردان - ناول طاهر حسین مصری مع اصل و ترجمہ

صدائے گروان

داخل کورس ایم اے عربی - قیمت دس روپے -

تلخیص و ترجمہ LITERATURE AND

CRITICISM BY H. COMBES

تخلیق ادب و تنقید

داخل کورس ایم اے اردو پنجاب یونیورسٹی - قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے -

مع ترجمہ APPRECIATION OF POETRY

امام ابن قیم کی کتاب -

فریاد رس

اناشتہ اللہ خان کا ترجمہ - زیر طبع - قیمت دس روپے -

قیمت چھ روپے

مقام غالب

اس کتاب میں صارم صاحب نے غالب کے تمام نئے اور پرانے تنقید نگاروں اور مداحوں کے اقوال جمع کرنے کے بعد ایک معتدل نتیجہ نکالا ہے۔ یہ کتاب غالب کے شائقین کے لئے ایک بہترین تحفہ ہے۔ اور جدید و قدیم معلومات کا بڑا اچھا ذخیرہ ہے۔ اس سے ادب بہت سی نئی معلومات آپ کو دستیاب ہوں گی۔ اردو تنقید میں یہ کتاب ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ الغرض اپنی نوعیت کی عجیب و غریب کتاب ہے۔ ایم اے اردو کے طالب علموں کے لئے اور شائقین تنقید کے لئے ایک بہترین مطالعہ ہے۔ طباعت و کتابت عمدہ، سفید کاغذ، مجلد چمکسہری ڈائیوں والی -

انتخاب تاریخ	پانچ روپیہ منظور شدہ گورنمنٹ
مقالات صارم	: دو روپیہ
مضامین صارم	: دو روپیہ
تاریخ کشمیر	: پانچ روپیہ
زبان و قلم	: دو روپے
اردو زبان اور ہندو	: ایک روپیہ پچیس پیسے
ایمان و عمل	: ایک روپیہ
خدائی نشانیاں	: ایک روپیہ

اردو کا سرب سے بڑا شاعر: دو روپیہ
 خلق مسلم: پانچ روپیہ
 زیر خالص: تین روپے پچاس پیسے
 اردو قواعد و انشاء: پانچ روپے
 آنسو ترجمہ العبرات: ایک روپے مع اصل
 ترجمہ بیضاری: دو روپیہ
 ترجمہ ابن خلدون: دو روپیہ

بچوں کی کتابیں

نامور بیٹیاں: ایک روپیہ منظور شدہ گورنمنٹ
 تعلیمات اسلام: ۶۶ پیسے
 قاعدہ سیرنا القرآن: ۳۹ پیسے
 سودیشی اردو: ۵۰ پیسے
 خلق عظیم، منظوم: ۵۰ پیسے
 رسول کی تعلیم: ایک روپیہ
 اخلاقی کہانیاں: ۳۶ پیسے
 ہمارے زبان: ۸۱ پیسے
 ضروری کہانیاں: ۵۰ پیسے
 اسلامی کتاب: تین روپے

منظور شدہ مطابق سرکلر ۴۱۸۶، ای، ڈی، این، ڈی، ای، ک
 رک مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۹ء

منظور شدہ مطابق سرکلر ٹی بی سی ۴۸۰۴-۴۴۰۴-۴۴۰۴
 ڈی ای پ پ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۹ء

۵۰	حسن بصری	اسلامی تاریخی کہانیاں حصہ اول: ۵۰ - ۱
۷۵	ابو بصری	” حصہ دوم: ۵۰ - ۱
۷۵	حاجی امداد اللہ	” حصہ سوم: ۷۵ - ۱
۵۶	قاسم نانوتوی	تاریخی کہانیاں: ۱ - ۲۵
۷۵	اشرف علی تھانوی	اچھی کہانیاں: ۱ - ۱
۷۵	انور شاہ کشمیری	سیرت امام اعظم: ۷۵ - ۱
۵۶	شاہ عبدالعزیز	سیرت امام شافعی: ۵۶ - ۱
۷۵	رشید احمد گنگوہی	سیرت امام حنبل: ۷۵ - ۱
۷۵	شیخ الہند	سیرت امام مالک: ۷۵ - ۱

سیرت امام بخاری	۴۲ - ۴۵	حسین احمد مدنی	۴۵ - ۴۵
ابن خلدون	۴۲ - ۴۲	شبیر احمد عثمانی	۲۵ - ۱
ابراہیم ادیس	۴۲ - ۴۲		

منظور شدہ مطابق سرکلر نمبر ڈی ای جی پی یو پی (۱۳۹۷-۱۵۴۴-۴۳)
مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۷ء ڈی ای کے کے مٹری پاکستان

حضرت خدیجہ	۴۵ پیسے	شاہ ولی اللہ	۴۵ پیسے
عائشہ صدیقہ	۴۵ پیسے	جمال الدین افغانی	۴۵ پیسے
فاطمہ الزہراء	۴۵ پیسے	سید احمد شہید	۴۵ پیسے
نریس بنت فاطمہ	۴۵ پیسے	محمد عبدہ	۴۵ پیسے
امام حسن	۴۵ پیسے	عبید اللہ سندھی	۴۵ پیسے
امام زین العابدین	۴۵ پیسے	مولانا الیاس	۴۵ پیسے
امام ابن قیم	۴۵ پیسے	جمال عبد الناصر	۴۵ پیسے
امام ابن تیمیہ	۴۵ پیسے	اسماعیل شہید	۴۵ پیسے
مولانا دوم	۴۵ پیسے	شکر نعمت	۴۵ پیسے
فرید الدین عطار	۴۵ پیسے	قاضی سزا الدین	۴۵ پیسے
حافظ شیرازی	۴۵ پیسے	جریج عابد	۴۵ پیسے
حیات سعدی	۴۵ پیسے	قرآنی قصے	
حضرت آدمؑ	۴۵ پیسے	ذلیخا	۴۵ پیسے
حضرت نوحؑ	۴۵ پیسے	حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ	۴۵ پیسے
حضرت ہودؑ	۴۵ پیسے	حضرت داؤدؑ	۴۵ پیسے
حضرت صالحؑ	۴۵ پیسے	ہابیل قابیل	۴۵ پیسے
حضرت یوسفؑ	۴۵ پیسے	حضرت عزیز	۴۵ پیسے
حضرت ابراہیمؑ	۴۵ پیسے	حضرت ایوبؑ	۴۵ پیسے
حضرت اسماعیلؑ	۴۵ پیسے	قارون	۴۵ پیسے
حضرت ذوالقرنینؑ	۴۵ پیسے	سدرۃ المنتہی	۴۵ پیسے
طالوت جالوت	۴۵ پیسے	اصحاب القریہ	۴۵ پیسے

المتحباء

اجرت تصنیف این کتاب خدا برساند و الذین مرا

خواهم از قاریان این تصنیف فاتحه پیر این دو روح شریف

رحمت حق بهر دو باقرین رحم الله من يقول آمین

۲۹۷۶۶۶

۵ ۷ ۷

تاریخ تصنیف

تالیخ تصوف

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی روضہ

عبدالصمد عظیمی دارم الازہری

ادارہ علمیہ و صحیفہ پیام روضہ، نئی انارکلی لاہور